اظہارِ حقیقت الحق

المعروف

فارق بین الحق والباطل



مؤلف ومصنف علامہ ابوالعطاء محمد اللہ دتہ قادری

حکمِ ربّانی بذریعہ آیت قرآن

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (پ۱)

اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور حق بات کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو

ترجمہ: اہل تشیع فرمان علی پارہ ۱ آیت ۴۲

اظہارِ حقیت الحق

المعروف

فارق بین الحق والباطل

مؤلف و مصنف

علامہ ابوالعطاء محمد اللہ دتہ قادری

خطیب جامع مسجد المصطفیٰ آباد (رتی ٹبی) چک ۱۲ ضلع شیخوپورہ

نام کتاب	:	اظہار حقیقت الحق
مصنف	:	علامہ ابوالعطاء محمد اللہ دتہ قادری
نظر ثانی	:	الحاج علامہ مقبول احمد رضوی
اشاعت اول	:	2007
صفحات	:	575
تعداد	:	1100
ہدیہ	:	220
ناشر	:	انجمن غلامانِ مصطفیٰ واہل بیت وصحابہ عظام
خصوصی تعاون	:	الحاج علامہ مقبول احمد رضوی صاحب
ملنے کا پتہ	:	شفاخانہ غوثیہ بتی چوک سرگودھا روڈ مین بازار حبیب کالونی شیخوپورہ۔
	:	المصطفیٰ آباد رتی ٹبی چک نمبر 12 ضلع ننکانہ تحصیل صفدر آباد
	:	جامعہ محمدیہ فاروقیہ رضویہ رجسٹرڈ شادیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعترافِ حقیقت

ابوعقیل کہتے ہیں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میری جان آپ پر قربان۔ ابا بکر و عمر هَلْ ظَلَمَكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئاً کیا ابوبکر اور عمر نے تمہارے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا یا تمہارے حق دبائے رکھے۔ فَقَالَ لَا وَالَّذِي أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا مَا ظَلَمَنَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فرمایا نہیں اللہ کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کیلئے نذیر بن جائے ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانہ برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔ میں نے عرض کی کہ آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میں اُن دونوں کو دوست رکھوں۔ امام نے فرمایا کہ ہاں تجھ پر افسوس تو دنیا اور آخرت میں اُن دونوں سے دوستی رکھ۔ پھر تجھے کوئی تکلیف ہو تو وہ میری گردن پر ہے۔ (شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد چہارم)

صفحہ ۲ ترجمہ عربی عبارت: سیدنا امام زین العابدین اور ان کے صاحبزادے امام محمد باقر اور ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری دیتے تو حضور پر نور علیہ الصلوۃ والسلام کو صلوٰۃ والسلام عرض کرتے اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سامنے آ کر سلام پیش کرتے۔ (شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید صفحہ ۶۸۱)
نیز کتب تواریخ اور اہل سنت و اہل تشیع کی کتابیں صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے باہمی تعلقات محبت و عقیدت الفت و اخوت اور بھائی چارے سے بھرپور ہیں۔ جیسا کہ اُن کی باہمی رشتہ داریاں اور ایک دوسرے کے فضائل و مناقب بیان کرنے سے ظاہر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زیر نظر کتاب انتہائی قوی دلائل پر مشتمل ہے جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ کرنے کے بعد واضح ہو جائے گا۔

حضرت محترم و مکرم قبلہ حکیم صاحب حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ وافر نعمت عطا فرمائی ہے کہ وہ قادر الکلام ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات میں بہت وسیع اور گہرا مطالعہ اور تجربہ رکھتے ہیں۔ دعا ہے کہ زیر نظر کتاب کو اہل ایمان کیلئے مفید اور نافع بنائے اور حضرت قبلہ حکیم صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

احقر العباد مقبول احمد رضوی

مہتمم جامعہ دار العلوم محمدیہ فاروقیہ رضویہ (رجسٹرڈ) شادیوال گجرات

اس تالیف کردہ کتاب میں غلطی سے کسی بھی جگہ پر زیر زبر پیش یا نقطہ کی کمی بیشی ہونے کا احتمال ہے۔ مگر عبارت کے سیاق و سباق کو غور سے پڑھنے پر قاری کتاب پر واضح ہو جائے گا۔

مقدمۃ الکتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن بفضلِ ایزد تعالیٰ بفیض سرکارِ دو عالم اُس مقدس اور عظیم ہستی کے فیض برکت اور لعاب دہن مبارک کی تاثیر وگرنہ کہاں یہ بندۂ حقیر و ناچیز اور کہاں یہ تحقیق انیق۔ میری مراد عظیم ہستی سے قطب ربانی، غوث صمدانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

چونکہ ہر ولی کامل بوجہ فنافی الرسول ہونے کے کمالات مصطفوی کا مظہر ہوتا ہے۔ مگر بحسب استعداد اور اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک لعاب دہن کا کمال ملاحظہ کیجئے۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر مولا علی کرم اللہ وجہہ شدید آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ صاحبِ دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمْ اپنا لعاب دہن حیدر کرار غیر فرار کی دکھتی آنکھوں میں لگایا۔ آشوب چشم سے صحت عاجلہ کاملہ حاصل ہو گئی۔ دوبارہ آشوب چشم کا مرض زندگی بھر نہ ہوا۔

مدینہ منورہ کے کھاری پانی والے کنویں میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا ہمیشہ کیلئے آبِ شیریں کا چشمہ بن گیا۔

اب سنیئے قبلہ عالم لاثانی کا واقعہ ماخوذ از انوار لاثانی اشاعت چہارم ۱۹۹۰ء

قبلۂ عالم لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں آپ کا ایک مرید حاضر ہو کر کہنے لگا میری بہو ایک سخت بیماری میں مبتلا رہنے کی بنا پر نابینا ہو گئی ہے، بہت علاج کروائے ہیں مگر بے سود۔ آپ قبلہ عالم نے اُن کے گھر آ کر دو تین دفعہ لعابِ دہن اس کی آنکھوں میں لگایا اور روشنی لوٹ آئی۔

ایک شخص اپنے بیمار بچے کو لے کر حاضر خدمت ہوا۔ اُس نے دعا کیلئے التجا کی قبلہ عالم نے پانی کا گلاس منگوایا۔ اس میں سے کچھ نوش فرما کر باقی اس کو دے دیا کہ بچے کو پلاؤ۔ سائل نے ادب سے عرض کی آپ نے دم نہیں فرمایا۔ ارشاد ہوا مومن کا جھوٹا مومن کیلئے شفاء ہوتا ہے اور بچے کا مومن ہونا تو ظاہر ہے اپنے ایمان کا بھی پتہ چل جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ بچہ مکمل طور پر تندرست ہو چکا ہے۔ ایک مولوی صاحب حاضر خدمت تھے انہوں نے اس حدیث پاک کی تصدیق کردی کہ مومن کا جھوٹا مومن کیلئے شفاء ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا جو مضمون تحریر کیا گیا تمہیداً لکھا گیا تا کہ اگلی کہانی کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ واقعہ یوں ہے کہ میرے والدین کے ہاں نرینہ اولاد فوت ہو جاتی تھی اور بیٹیاں زندہ رہتی تھیں۔ میرے والد محترم اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے عقیدۃً غیر مقلد تھے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُن کو قبلہ عالم علی پوری کی غلامی کا شرف حاصل ہو گیا۔ والد محترم چونکہ عالم فاضل کے علاوہ اعلیٰ پائے کے طبیب بھی تھے۔ بوجہ عالم دین ہونے کے قبلہ عالم کے منظور نظر مریدین میں سے تھے۔ تو جب میری ولادت ہوئی تین ماہ کے بعد مجھے بھی وہی بیماری وہی علامات ظاہر ہو گئے۔ جس بیماری سے پہلے لڑکے فوت ہو جاتے تھے۔ میری والدہ محترمہ مرحومہ کے اصرار پر کہ اب تو آپ نے قبلہ شاہ صاحب علی پوری کی بیعت کر لی ہے چلو اُن کی بارگاہ عالیہ میں جا کر دعا کرائیں یا نقش وغیرہ حاصل کریں۔

القصہ علی پور شریف حاضر خدمت ہوئے۔ قبلہ عالم نماز عصر کیلئے وضو فرما کر جائے نماز پر آئے ہی تھے۔ قبلہ عالم نے فرمایا اے حکیم جی کس طرح آئے ہو۔ والد گرامی نے سارا قصہ گوش گذار کر دیا۔ قبلہ عالم نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ اے لو جی اللہ خیر کرے گا مگر والد مرحوم کھڑے رہے چونکہ ادائیگی نماز عصر میں جلدی تھی فرمانے لگے اے حکیم جی اب کیا چاہتے ہو اور تو کچھ نہ کہا عرض کی کہ قبلہ حضور بچے کے منہ میں تھوک دیجئے۔ قبلہ عالم نے حکم دیا

بچے کا منہ کھولو آپ نے اپنا تھوک مبارک میرے کھلے منہ میں ڈال دیا۔ والد محترم پھر کھڑے رہے۔ پھر جلال میں آ کر فرمانے لگے اب کیا چاہتے ہو۔ والد محترم نے مجھ کو قبلہ عالم کے قدموں میں پھینک دیا اور آپ قبلہ عالم کے مقدس قدموں میں گر کر نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اضطراری حالت میں تڑپ رہے تھے تو پھر خلق عظیم کے مظہر مرد خدا نے نہایت مشفقانہ انداز میں فرمایا۔ اے حکیم جی ہن کی آہندے ہو۔ والد محترم نے مؤدبانہ انداز میں عرض کی کہ قبلہ عالم ایک دفعہ اور بچے کے منہ میں تھوک دو۔ قبلہ عالم پھر ایک دفعہ نہیں از خود دو دفعہ اس حقیر و ناچیز کے منہ میں تھوک دیا اور فرمایا جاؤ اب خیرای خیرا ے۔

حدیث پاک میں آیا ہے اَلْعِلْمُ الْاَبْدَانِ وَالْعِلْمُ الْاَدْیَان ایک بدنی علم دوسرا دین کا علم۔ تو بندہ ناچیز وحقیر کو دونوں میں آگاہی حاصل ہے۔ بسبب اس کے کہ ہمارے خاندان کا دو تین پشتوں سے طب وخطابت کا پیشہ چلا آ رہا ہے۔ چونکہ طب یونانی کی کتب معتبرہ عربی اور فارسی زبان میں بھی تھیں۔ مثلاً قانونچہ، میزان الطب، اکسیر اعظم وغیرہ کے اور اس کے بعد بندہ کو دینی کتابیں پڑھنے کا ازحد شوق پیدا ہو گیا اور تلاش حق کی خاطر اہل تشیع، مرزائیت، منکرین حدیث اور خوارج کی کتابیں کثیر التعداد مطالعہ میں رہیں اور دو طرفہ جواب الجواب پڑھنے کا کافی موقع ملا مگر حق عقیدہ اہل سنت وجماعت نظر آیا اور اسی پر پختگی نصیب ہو گئی جس کے نتیجہ میں یہ کتاب اظہار حقیقت الحق لکھی گئی۔

قارئین کرام کو ہماری اس تالیف سے ہماری دینی بصیرت کا اندازہ ہو جائے گا۔ خاص کر اہل علم طبقہ کو۔ دوسرا بدنی علم اس کا ثبوت یہ ہے کہ بندہ طبی میڈیکل کالج دہلی کا سند یافتہ ہے۔

حدیث پاک ۱: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ

حدیث پاک ۲: خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاس

آمدم بر سر طلب قارئین آپ نے تمہیدی کلمات کے ضمن پڑھا ہو گا کہ حضور قبلہ عالم

لاثانی رحمۃ اللہ علیہ تین دفعہ فرمایا۔

۱۔ میرے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا۔اے جاؤ جی اللہ خیر کرے گا۔

۲۔ عرض کی قبلہ عالم ایک دفعہ اور بچے کے منہ میں تھوک دو قبلہ عالم نے پھر ایک دفعہ نہیں از خود دو دفعہ اس پر تقصیر کے منہ میں تھوک دیا اور فرمایا جاؤ اب خیرای خیراے۔حاصل کلام تین دفعہ اس عاجز کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور تین دفعہ ہی خیر کا لفظ استعمال کیا۔پہلی خیر کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ کی عمر اب ۸۵ تا ۹۰ سال کے درمیان ہے۔دوسری خیر کا مطلب دینی علم کیونکہ قرآن پاک ہی دینی علم کا منبع ومخزن ہے۔تیسری خیر کا مطلب عوام الناس کو نفع پہنچانا۔طبیب اگر نادار غریبوں مسکینوں کا علاج مفت کرے تو کر سکتا ہے اور نافع الخلائق کا ذریعہ بھی۔

نوٹ: حرف اول سے لے کر آخر تک جو کچھ لکھا گیا اس کا مقصد محض اللہ اور اس کے رسول مقبول کے فضل وکرم کا اظہار اور قبلہ عالم پیر جماعت علی شاہ صاحب کی دعائے مقبول اور آپ کے لعاب دہن مبارک کی تاثیر کا تذکرہ بطور شکر کی ادائیگی کے جو کہ ان نعمتوں کے حصول پر کرنا مجھ پر واجب تھا خدا گواہ ہے اس میں اپنی کسی قابلیت کا جتانا میرا مقصد نہیں کیونکہ

داد حق را قابلیت شرط نیست

بلکہ شرط قابلیت داد اوست

انتساب

بندہ اپنی اس کوشش کو قطب ربانی، غوثِ صمدانی، سلطان الفقراء حضور قبلۂ عالم پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی نقشبندی قادری مجددی قدس سرہ العزیز علی پوری کے اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کی نظر کرم اور لعابِ دہنِ مبارک کے فیض و برکت نے اس فقیر کو خدمت دین کے قابل بنایا۔ (مصنف اظہار حقیقت الحق)

ناچیز انجمن غلامانِ مصطفیٰ ﷺ و اہل بیت کرام وصحابہ عظام المصطفیٰ آباد (رتی ٹبی) چک نمبر 12 کا تہ دل سے ممنون و مشکور ہے جس نے اس کتاب کی اشاعت میں تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ بوسیلہ جلیلہ سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء انجمن کے تمامی معاونین کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرما کر اُن کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور ہر قسم کے رنج و غم مصائب و آلام سے محفوظ و مصئون فرمائے اور تبلیغ دین کا شوق و ذوق عطا فرمائے۔

بالخصوص عزیزم گرامی قدر راحت دل و جان شیخ القرآن علامہ مقبول احمد جلالی رضوی مہتمم جامعہ دارالعلوم محمدیہ فاروقیہ رضویہ (رجسٹرڈ) شادیوال جو کہ شب و روز اپنے تمامی وسائل تبلیغ دین کی نشر و اشاعت پر صرف کر رہے ہیں اور اسی سلسلہ میں چند کتابچے بھی تصنیف فرمائے ہیں۔ مثلاً الجواب المعقول.... مسائل حج وعمرہ.... شیعہ سُنی بھائی بھائی کیسے؟.... بخاری شریف میں حوضِ کوثر کے عنوان پر محققانہ بحث

میری اس تالیف کی اشاعت میں ان کا تعاون تمامی معاونین سے دو چند ہے۔

تعارف

مذہب حقہ اہل سنت وجماعت کا نشان

الصّلوٰۃ وَالسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ٥ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ امابعد یہ کتاب مذہبی تعصب کو درکنار یعنی بالائے طاق رکھ کر معرض وجود میں آئی ہے۔ اس کا ثبوت اس کتاب کا ایک ایک کلمہ واضح دلیل ہے۔ ہمارا مقصد صرف بحکم ربانی حقیقت حق کو روز روشن کی طرح ظاہر کرنے کیلئے آیات قرآنی اور احادیث نبوی علی صاحبھا الف الف صلوٰۃ وسلام جو طرفین میں مسلمہ ہیں اس کے بعد امیر المؤمنین امام المتقین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر ائمہ اہل سنت طاہرین صادقین سلام اللہ علیہم کے اقوال مبارکہ سے راہ نمائی حاصل کی ہے۔

ہمارا مدعا افراد اُمت کو صحیح راستہ دکھانا اور غلط راستہ کے خطرات سے آگاہ کرنا ہے تا کہ ہر شخص اپنی صوابدید سے صحیح راہ عمل تیار کر سکے۔ ہمیں مکمل یقین ہے کہ جو لوگ ان مبارک ہستیوں کے ساتھ دعوٰی محبت وعشق تولی وعقیدت کا سچے دل سے دم بھرتے ہیں جو کہ ہر مؤمن کی جان ہے۔ ہماری پیش کردہ روایات سرآنکھوں پر رکھیں گے مگر اہل علم، اہل عقل، اہل انصاف۔

صحابہ کرام پر زبان طعن دراز کرنے والے لوگ ہوں یا اہل بیت اطہار پر طعنہ زنی کرنے والے ہوں۔ اہل سنت و جماعت شروع ہی سے ان دونوں کی تردید اپنا فرض اولین سمجھتی ہے۔ مگر مذکورہ بالا طعن و تشنیع کرنے والوں کی طرح مخالفین کی ہٹ لسٹیں بنانا، مساجد امام باڑوں کو مخالفین کے خون سے رنگین کر کے ملک میں فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے اور غیر مسلموں سے اسلام کو دہشت گرد مذہب کہلوانے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلام سے متنفر کرنے کے حق میں نہیں۔ بلکہ قرآن مجید اور احادیث شریف اور اقوال مبارکہ ائمہ اہل بیت صادقین طاہرین سے آراستہ ہماری تحریروں، تقریروں کا منصفانہ انداز تبلیغ ہے۔

دیگر کتاب ہذا میں ہم نے ہر مسئلہ کے اثبات اور اپنے دعوی پر استدلال صرف اور صرف کتب معتبرہ اہل تشیع سے ہی کیا ہے اور چند مقام پر اہل سنت کی کتب سے حوالے پیش کئے ہیں وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے یہی اس کتاب کی امتیازی خصوصیت ہے۔

فہرست مضامین

182	فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔ مشکوٰۃ	547
183	حضرت علی علم و عرفان کے شہنشاہ ہیں۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام اولیاء اور اصفیاء کے پیشوا ابوالحسن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ کشف المحجوب	547
184	تمام قطب الاقطاب، ابدال اوتاد جو اولیاء عزلت میں سے ہیں اُن کی تربیت اور امداد اعانت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد ہے اور قطب مدار کا سر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قدم کے نیچے ہے۔ حضرت فاطمہ الزاہرا اور حضرت امام حسن پاک اور امام حسین پاک بھی اس مقام میں حضرت علی کے شریک ہیں۔ مکتوبات مجدد الف ثانی	547
185	حضرت علی کرم اللہ وجہہ قبل پیدائش اور بعد پیدائش وجود عنصری اس مقام کے مرکوز ہے۔	548
186	اہل سنت و جماعت ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ حضرت علی سے محبت رکھے جس کا دل اہل بیت کی محبت سے خالی ہے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے اور خارجی فرقہ میں داخل ہے۔ (مکتوبات مجدد)	548
187	فتح خیبر کا سہرا آپ ہی کے سر پر ہے اسی بنا پر دنیا کو فاتح خیبر کہتی ہے۔	549
188	حضرت فاروق اعظمؓ کے نزدیک گستاخ علی گستاخ رسول مقبول ہے۔ (امام شیخ طوسی)	552
189	قبلہ عالم پیر جماعت علی شاہ لاثانی نے فرمایا میرے نزدیک جناب سیدہ فاطمہ الزاہرا کا درجہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے زیادہ ہے۔ (انوار لاثانی) تکمیل الایمان شاہ عبدالحق محدث دہلوی میں لکھا ہے کہ یہی عقیدہ امام مالک حضرت تاج الدین سبکی شیخ علیم الدین عراقی کا ہے۔	553
190	علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے گلہائے عقیدت بحضور سیدہ فاطمہ الزاہرا، امام حسن پاک، امام حسین پاک نوجوانان جنت کے سردار (ترمذی شریف) جس کی موت آل محمد کی محبت پر ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو فرشتوں کیلئے زیارت گاہ بنائے گا۔	553

پیش لفظ

بندہ حقیر و ناچیز عرصۂ دراز سے رتی ٹبی چک نمبر 12 تحصیل و ضلع شیخوپورہ جامع مسجد المصطفیٰ ﷺ میں خطابت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ہمارے گاؤں میں تھوڑے شیعہ صاحبان بھی اقامت پذیر ہیں۔ گاہ بگاہ اُن شیعہ دوستوں اور ان کے آنے والے ذاکرین واعظین سے اختلافی مسائل شیعہ سُنی پر بحث و تمحیص ہوتی رہی۔ بایں سبب شیعہ لٹریچر کا اور ان کے دفاع میں اہلسنت اکابر علماء کی کتابوں کا بکثرت مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔

اپنے دورانِ خطابت بسلسلہ شیعہ سُنی مسائل اختلافی پر سیکڑوں تقریریں کیں۔ اکثر اصحاب و احباب جو ماشاء اللہ مذہبی علم و بصیرت رکھتے ہیں اور ان میں دینی تعلیم کے علاوہ بعض احباب میٹرک، ایف اے، بی اے بھی ہیں۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ علامہ صاحب ہم نے اکثر بڑے بڑے علماء اور مناظرین کی انہیں مسائل اختلافی ''شیعہ سُنی'' پر تقریریں سنی ہیں اور انہیں مسائل پر ان کے تحریر کردہ رسائل اور چھوٹی موٹی کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ مگر آپ جیسا مدلل اور مؤثر بیان جو کہ دلائل قویہ سے مزین ہوتا ہے کم دیکھنے میں آیا۔ ہمارا مخلصانہ مشورہ جو کہ دینی حمیت پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ تقریر خواہ کتنی ہی فصیح و بلیغ اور مدلل ہو۔ ہوا میں اڑ جاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد سامعین کے ذہنوں سے از یاد رفت ہو جاتی ہے۔ لہذا آپ کو ان اختلافی مسائل پر کوئی ایسی کتاب لکھنی چاہیے جس سے ہم اور آئندہ آنے والی ہماری اولاد دیگر

احباب اہلسنت فیض یاب ہوسکیں۔ ہم ہر طرح آپ کے ساتھ تعاون کریں گے۔ اُن نیک طبیعت احباب واصحاب کا مشورہ بسر وچشم قبول کرتے ہوئے کتاب کی تالیف شروع کر دی۔

مگر اس کاوش سے میرا مطلب یا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ کوئی اپنا یا بیگانہ میری تعریف کرے۔ من آنم کہ من دانم، میں ایک حقیر وناچیز بندہ ہوں بقول شاعر

نہ خریدار کا حصہ ہوں نہ حق بائع کا
میں وہ دانہ ہوں جو گر جائے کف میزاں سے

اگر اس کے باوجود کوئی صاحب علم وبصیرت مجھے کسی قابل سمجھتا ہے۔ اور اپنے گوشہ التفات میں مجھے جگہ دیتا ہے تو میں اُسے اللہ کا فضل اور اُس قدر شناس کی بلندیٔ اخلاق سمجھتا ہوں۔

معرا ہوں ہنر سے میں سراپا عیب ہوں اکبر
عنایت ہے احبّا کی اگر اچھا سمجھتے ہیں

باب اول

درمسئلہ بنات سیدالکائنات

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ مطبوعہ افتخار بکڈپو کرشن نگر لاہور صفحہ ۸۴۹)

غور کیجئے! اس آیت مبارکہ میں تینوں لفظ جمع وارد ہوئے ہیں۔ ازواج۔ بنات۔ نساءِ المومنین بلحاظ قواعد عربیہ صیغہ جمع سے کم از کم تین افراد مراد لینا حقیقی معنی ہے۔ ان تینوں یعنی ازواج۔ بنات۔ نساء المومنین میں کسی لفظ میں واحد کا شائبہ ہی نہیں۔ بنت کا واحد کہاں سے لاؤ گے۔

بنات کا لفظ حقیقی بیٹیوں پر استعمال ہوتا ہے۔ سوتیلی بیٹیوں پر نہیں ہوتا۔

چونکہ بنات کا لفظ مضاف بسوئے ک ہے جس کا ترجمہ یہ ہوا۔ کہ آپ اپنی بیٹیوں

کو فرمایئے اگر سیدہ خدیجہ ؓ کی پچھلی لڑکیاں ہوتیں تو بَنٰتِکَ کی بجائے بنات زوجک ہوتا وبنا تک میں ک اضافی نے مصطفیٰ ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں ثابت کر دیں۔ اب بنت کی تشریح شعیہ تفسیر سے

(وَبَنَاتُکُمْ) وَنِکَاحُ بَنَاتِکُمْ وَکُلُّ اِمْرَءَةٍ رَجَعَ نَسَبُهَا اِلَیْکَ بِالْوِلَادَةِ بِدَرَجَةٍ اَوْ دَرَجَاتٍ بِاِنَاثٍ رَجَعَ نَسَبُهَا اِلَیْکَ اَوْ بِذُکُوْرٍ فَهِیَ بِنْتُکَ

ترجمہ: یعنی اور وہ تمہاری بیٹیاں، یعنی تمہاری بیٹیوں کا نکاح تمہارے لئے حرام ہے۔

آگے بنت کی تشریح کرتے ہیں۔ بنت ہر اُس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی نسبت ولادت کے ساتھ تیری طرف رجوع کرے یا پوتی وہ بھی بیٹی ہے۔ (علامہ نوری طبری نے جو امام الطائفۃ الشیعہ ہے) اس نے فیصلہ کر دیا کہ اپنی بیٹی جو اپنی عورت سے اپنے نسب سے پیدا ہو وہی بیٹی کہلاتی ہے۔ جس بیٹی کی نسبت آدمی کی طرف نہ ہو وہ اس آدمی کی بیٹی نہیں کہلا سکتی اور جو شخص بنات سے سوتیلی بیٹی مراد لیتا ہے وہ زبان عرب سے ناواقف ہے کیونکہ عربی زبان میں سوتیلی بیٹی یعنی بیوی کی پچھلی لڑکی کو ربیبہ کہا جاتا ہے۔

بنت کا لفظ اس پر دوسرے خاوند کیلئے استعمال ہوتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔

وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ

ترجمہ: جن عورتوں سے تم نے صحبت کی یعنی دخول کیا ان کی گودیوں میں جو تمہاری سوتیلی بیٹیاں ہیں۔

منکرین بنات مصطفیٰ ﷺ عربی زبان سے اتنے ناواقف ہیں ان کو اتنا علم بھی نہیں کہ بنات کا لفظ سوتیلی بیٹی پر استعمال نہیں ہوتا۔ اگر کوئی قرآنی اصطلاح سے بنات کے لفظ کو

سوتیلی بیٹی میں شامل دیکھادے تو ہم اس کو انعام دینگے۔ ورنہ ہم قرآنی اصطلاح کو شیعہ تفسیر سے دیکھادیتے ہیں۔

(دیکھو تفسیر عمدۃ البیان ۲۲۵/۱ میں لکھا ہے)

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ اور گلودیں تمہاری جو کہ بیچ گودیوں تمہارے کی ہیں تم ان کی پرورش کرتے ہو۔ (نمبر۲ النساء پ ۵)

نمبر۱ مجمع البیان مطبع طہران مؤلفہ ابی علی طبرسی ــــــــــ ۲۷/۳ اور ربائب جمع ربیبہ کی ہے اور ربیبہ اُس کو اس واسطے کہتے ہیں کہ اُس کی ماں کا دوسرا شوہر اُسکی پرورش کرتا ہے۔ یعنی تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو کہ دوسرے خاوندوں سے ہیں۔

الحاصل: ثابت ہوا کہ بنت کا حقیقی معنیٰ بھی یہی ہے کہ اپنی پشت سے متعلق ہو چنانچہ علامہ نوری طبرسی جو امام الطائفۃ الشیعہ ہے اپنی تفسیر مجمع البیان صفحہ ۲۸ پر یہی فرماتے ہیں پیچھے حوالہ گذر چکا ہے۔ اگر چہ قرآنی آیت کے بعد کسی اور حوالہ کی ضرورت نہیں رہتی مگر ضدی اور متعصب مزاج والوں کیلئے ہم انہیں کی مسلمہ کتب کے حوالہ جات پیش کریں گے۔ مگر ہم اب خلاصہ کلام اختصاراً پیش کرتے ہیں تا کہ ہماری قرآنی آیت کی تشریح جو کہ ہم نے کی ہے بآسانی سمجھ میں آ جائے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن شریف فصیح ترین زبان عرب میں نازل ہوا ہے۔

عربی میں ایک بیٹی کیلئے لفظ بنت آیا ہے اور دو کیلئے بنتان اور دو سے زیادہ کیلئے بنات اور بیویوں کے پہلے شوہر سے بیٹیوں کیلئے ربائب اور عام عورتوں اور بیویوں کیلئے نساء اور جیسا کہ قرآن پاک میں محرمات (یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے) کے بیان میں فرمایا گیا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ تا ....

وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ (آلایة)

یعنی حرام ہیں تم پر تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو کہ دوسرے شوہروں سے ہیں۔ (شیعی تفسیر عمدۃ البیان صفحہ ۲۲۵)

اور جیسا کہ بیان ہو چکا قرآن پاک میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دو سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں اور یہ ذکر صاف لفظوں میں پردہ کے حکم میں ہے۔

یا یُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ

یعنی یا نبی کہد و اپنی بیویوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مومنوں کی عورتوں کو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ خدائے عالم الغیب کے علم میں تھا کہ اگر صرف یہ حکم دیا جاتا ہے کہ۔

یا یُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ.

تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں بھی آسکتی تھیں اور ازواج پاک بھی اور عام مسلمان عورتیں بھی مگر خاص کر حضرت عثمان ﷺ داماد نبی سے عداوت رکھنے والے لوگ کہہ دینگے کہ قرآن میں کہیں نہیں کہ رسول خدا کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں۔ لہذا اللہ تعالٰی نے ہر صنف کو الگ الگ واضح طور پر بیان کر دیا تا کہ منکرین کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔

قرآن مقدس کی اس واضح اور محکم دلیل سے فرار کیلئے منکرین بنات نے کئی ایک لایعنی بے معنی اور بودے اعتراضات کا سہارا لے رکھا ہے۔ جن کی حیثیت پر کاہ سے زیادہ نہیں۔

اعتراض جعفری صاحب:

واقعی آیہ حجاب میں لفظ بنات جمع کا صیغہ ہے۔ لیکن یہیں جمع کا صیغہ محض سیدہ کی تعظیم کیلئے ہے۔ دراصل مراد صرف ایک بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔

جواب قادری صاحب:

یہ اعتراض بھی کم علمی اور بے بصیرتی کا نتیجہ ہے۔ غور کیجئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام جو اس جگہ مخاطب ہیں۔ ان کے لئے تو قل واحد اور ک ضمیر واحد استعمال ہو اور صرف ایک صاحبزادی کیلئے تعظیماً صیغہ جمع ہو یاللعجب۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام (مخاطب) زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں۔

جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

دیگر اس آیت کریمہ میں احکام تکلیفیہ بیان ہو رہے ہیں۔ عورتوں کے پردہ کا حکم دیا گیا ہے یہ مقام مدح وثنا نہیں۔ غور فرمائیں اگر جمع تعظیمی ہوتی تو قُلْ لِاَزْوَاجِکَ میں کاف ضمیر خطاب میں افراد کیوں برتا گیا۔ جناب مریم علیہا السلام تمام دنیا کی عورتوں سے برگزیدہ ہیں قرآن پاک میں وَصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَاءِ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ لیکن کاف ضمیر مفرد لایا گیا ہے۔ جس طرح لفظ اَزْوَاجِکَ میں سے واضح ہے کہ رسول پاک کی بیویاں ایک سے زیادہ تھیں اسی طرح بنات کی تعداد ایک سے زیادہ ہے اگر بنات جمع تعظیمی سمجھ کر ایک بیٹی مانو گے تو ازواج بھی ایک ہی ماننی پڑے گی۔ اگر ازواج زیادہ ہیں تو بنات بھی زیادہ ہیں۔ جس طرح کوئی شخص ایک زوجۂ رسول کو مانے بقیہ کا انکار کرے تو وہ اس آیت قرآن کا منکر ہے۔ اسی طرح بقیہ دختران رسول کا انکار کرنیوالا بھی منکر آیت قران ہوگا۔

آیت قرآنی کی تفسیر ختم ہوئی۔ اب شیعہ حضرات کی معتبر کتب احادیث سے حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱:

وَمَاتَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ......... فَوُلِدَ لَهٗ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهٖ

الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَ زَيْنَبُ وَ اُمُّ كُلْثُوْمٍ وَوُلِدَلَهٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَ رُوِیَ اَيْضًا اَنَّهٗ لَمْ يُوْلَدْ لَهٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ اِلَّا فَاطِمَةَ وَ اِنَّ الطَّيِّبَ وَالطَّاهِرُ وُلِدَ قَبْلَ مَبْعَثِهٖ

ترجمہ: اور عبدالمطلب فوت ہوئے اس وقت نبی کریم ﷺ تقریباً آٹھ برس کے تھے اور آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تو اس وقت آپ تقریباً ۲۲/۲۳ برس کے تھے۔ اظہار نبوت سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قاسم۔ رقیہ۔ زینب اور اُم کلثوم پیدا ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ اظہار نبوت کے بعد صرف حضرت فاطمہ طیب اور طاہر پیدا ہوئے۔

(کتاب الحجت اصول کافی جلد اول واب نمبر ۱۱۰ شمیم بکڈپو کراچی صفحہ نمبر ۵۴۴)

دوستانِ عزیز اصول کافی مذہب شیعہ کی وہ کتاب ہے جس کے صفحہ اول پر لکھا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ قال امام العصر و حجة الله المنتظر هذا كافٍ لشيعتنا

حضرت امام مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے شیعوں کیلئے کافی ہے۔ شاید اسی وجہ سے اس کتاب کا نام اصول کافی رکھا گیا۔ کہ امام مہدی علیہ السلام نے اسے کافی فرما دیا ہے۔ خود شیخ کلینی صاحب کتاب اصول کافی کے مقدمہ میں اسبات کا دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں تمام اخبار و آثار صحیحہ جمع فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

مَنْ يُرِيْدُ عِلْمَ الدِّيْنِ وَالْعَمَلَ بِهٖ بِالْاٰثَارِ الصَّحِيْحَةِ عَنْ صَادِقِيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَالسُّنَنَ الْقَائِمَةِ الَّتِیْ عَلَيْهَا الْعَمَل

یعنی تمام شیعہ خیر البریہ کا اس کتاب کی فضیلت اور اس کے قابل عمل و وثوق ہونے پر اتفاق ہے۔ نیز اُن کا اس امر پر اجماع ہے کہ اس کتاب کا درجہ تمام کتاب احادیث سے

اجل وارفع ہے۔ اور یہ کتاب وہ ہے جس پر قابل اعتماد راوی جو ضبط واتقان میں مشہور ہیں کی روایات کا دارومدار ہے۔ ماخوذ از مقدمہ مظفری صفحہ ۲۵

تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے نزدیک حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں ہیں ورنہ امام مہدی علیہ السلام قرآن مجید کے حکم **اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ** لے پالکوں کو اُن کے حقیقی باپ کا کر کے پکارا کرو کہ خدا کے نزدیک یہی بات زیادہ انصاف کی ہے۔

(سورۃ احزاب پ ۲۱ ترجمہ مقبول قرآن مجید ۸۳۳ افتخار بکڈ پو کرشنا نگر)

ورنہ حکم خداوندی کو مدنظر رکھ کر ان تینوں بیبیوں کے ناموں کو اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج فرما دیتے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی کی اس روایت میں یہ اختلاف تو نقل کیا ہے کہ کونسی اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے پیدا ہوئی اور کون سی اولاد بعثت نبوی کے بعد۔ لیکن محمد بن یعقوب کلینی صاحب اصول کافی کو اپنی روایات شیعہ میں یہ اختلاف کہیں نہیں ملا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ ورنہ اس اختلاف کو بھی اختلاف اول کی طرح ضرور ذکر فرماتے۔ جس سے واضح ہو گیا کہ روایات شیعہ میں یہ مسئلہ متفق علیھا ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہو کہ صاحب تفسیر صافی نے لکھا ہے کہ محمد بن یعقوب کلینی اپنی کتاب اصول کافی میں وہ روایات نقل کرتے ہیں جو ان کے نزدیک موثق اور معتبر ہوتی ہیں۔ الّا یس بہ ا رواہ فیہ (تفسیر صافی) نمبر ۱۴

عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ...... اِنَّ خَدِیْجَۃَ وَلَدَتْ مِنِّی طَاھِرًا وَھُوَ عَبْدُ اللّٰہِ وَھُوَ الْمُطَھَّرُ وَوَلَدَتْ مِنِّی الْقَاسِمَ وَفَاطِمَۃَ وَ رُقَیَّۃَ وَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ وَزَیْنَبَ وَاَنْتَ مِمَّنْ اَعْقَمَ اللّٰہُ رِحْمَہٗ فَلَمْ تَلِدِیْ شَیْئًا

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق ؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولتکدہ پر تشریف لائے تو اچانک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کے سامنے کھڑی تھیں چیخ رہی تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں خدا کی قسم اے خدیجہ کی بیٹی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیری ماں کی کوئی ہم پر فضیلت تھی اور کونسی فضیلت اس کو ہم پر تھی ہمارے بعض کی مثل تھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بات کو سنا تو جب حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا رو پڑیں تو آپ نے فرمایا اے بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں کس نے رُلایا ہے۔ فرمایا: اس نے میری والدہ کا ذکر کیا تو اس کی تنقیص کی تو میں رو پڑی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا پھر فرمایا چھوڑ اے حمیرا ضرور اللہ تعالیٰ نے اچھی اولاد میں برکت فرمائی ہے اور بے شک خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میری پشت سے دو بیٹے جنے طاہر جس کا نام عبداللہ ہے اور وہ مطہر ہے اور میری پشت سے قاسم جنا اور فاطمہ اور رقیہ اور اُم کلثوم اور زینب ؓ کو اور تو ان عورتوں سے ہے جس کے رحم کو اللہ تعالیٰ نے بانجھ بنایا۔ تو نے کچھ جنا نہیں۔

لفظ ''ولدت منی'' خدیجہ نے میری پشت سے جنے قاسم۔ فاطمہ۔ رقیہ۔ اُم کلثوم۔ زینب الخ شیعہ حضرات عبرت پکڑیں حضور نے اپنی پشت کی چار بیٹیاں فرمائیں۔ کیوں بھئی جعفری صاحب اب تو شیعہ مذہب کی مستند اور معتبر کتاب سے حدیث مصطفےٰ ﷺ اور مصطفےٰ

علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے معلوم ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پشت مبارک سے آپ کی چار بیٹیاں حقیقی نسبی ثابت ہو گئیں۔ اب جو چاروں صاحبزادیوں کا منکر ہے وہ منکر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

قادری صاحب یہ منقولہ حدیث ہم پر حجت نہیں اس لئے کہ یہ حدیث منقطع ہے۔

جعفری صاحب یہ ہمارے محدثین کا قانون ہم کو سناتے ہو۔ یہ شیعہ مذہب کی حدیث ہے اور اصول حدیث دیکھو۔ یہ حدیث تمہارے نزدیک منقطع نہیں۔

سنیے! یہ مذکورہ بالا حدیث حضرت امام جعفر صادق ؑ کی روایت کردہ ہے اور آپ ہی کی زبان مبارک سے اصول حدیث سنیے۔ شیعہ قانون کے مطابق حضرت امام جعفر صادق ؑ کا فرمان خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔ آپ کا فرمان سنیے اور سر دھنیے۔

اصول کافی: علی بن محمد عن سھل بن زیاد عن احمد بن محمد عن عمر عبدالعزیز عن ہشام بن سالم و حماد بن عثمان وغیرہ، باب ہیجدہم صفحہ ۱۵۶ اصول کافی جلد نمبر ا

قالو سمعنا ابا عبدالله عليه السلام يقول حديثي حديث ابي و حديث ابي حديث جدى و حديث جدى حديث الحسين و حديث الحسين حديث الحسن و حديث الحسن حديث امير المؤمنين و حديث امير المؤمنين حديث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم و حديث رسول الله قول الله عزوجل

ترجمہ: حماد بن عثمان وغیرہ نے کہا کہ ہم نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے سنا فرماتے تھے۔ میری حدیث میرے باپ محمد باقر علیہ السلام کی حدیث ہے اور حدیث میرے باپ محمد باقر علیہ السلام کی میرے دادا حضرت علی زین العابدین کی ہے اور حدیث حضرت

زین العابدین حدیث حضرت حسین کی ہےاور حدیث حضرت حسین کی حدیث حضرت حسن کی ہےاور حدیث حضرت حسن کی حدیث رسول اللہ علیہ وسلم کی ہےاور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمان خداوندی ہے اب بتاؤ جعفری صاحب تم تو جعفری ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمادیا کہ میرا فرمان، فرمان حق ہے یعنی میری حدیث اللہ کا فرمان ہے۔شیعہ دوستو! حضرت کا نعرہ لگا کر اگر جعفری بننا ہے تو ایمان درست کرلو۔اب اسی حدیث کی شرح اور وضاحت تمہاری ہی شرح سے بیان کرتے ہیں۔

مراد ایں است کہ حدیث مراز ہر کدام کہ خواہی نقل میتوانی کرد واحتیاج بذکر واسطہ نیست چہ حدیث ما محض نقل است وخود رائی در آں نیست

مندرجہ بالا حدیث کی شرح اب تمہارے ہی فاضل جلیل مُلا خلیل تزدینی شیعہ فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری حدیث جہاں سے چاہو نقل کرلو واسطے کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔کیونکہ ہماری حدیث محض نقل ہی ہے اور اس میں خود رائی نہیں ہے۔کیوں جعفری صاحب اب تو تم حضرت امام جعفر صادق کی حدیث بلا واسطہ کو بھی واسطے سے طلب نہیں کر سکتے۔اگر تم واسطہ طلب کرو گے تو پھر تم جعفری نہیں رہو گے بلکہ واسطے کا اعتراض کرنے سے خود رائی کہلاؤ گے شیعہ نہیں کہلا سکتے۔

(الصافی شرح اصول کافی جلد ۱/۱۱۷)

کیونکہ شیعہ مذہب میں بارہ امام ائمہ معصومین ہیں اسلئے اُن سے غلطی تمہارے مذہبی عقیدہ کے مطابق ممکن ہی نہیں۔اسلئے جو بھی حدیث مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہ اماموں سے بلا واسطہ بھی ہوگی وہ تمہارے اصول وعقیدہ کے مطابق حدیث متصل کا درجہ رکھے گی۔ورنہ ائمہ معصومین کی معصومیت میں فرق لازم آتا ہے۔کیوں جعفری صاحب یہی تھا آپ کا اعتراض کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حضرت امام جعفر صادق ﷺ نے شروع

حدیث میں دَخَلَ رَسُوْلَ اللّٰہَ صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔ کیا حضرت جعفر صادق ﷺ نے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا۔ درمیان میں جس حدیث کا روای نہ بیان کیا جائے وہ منقطع ہوتی ہے اور حدیث منقطع قابل حجت نہیں۔ امید ہے اب آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔

جعفری صاحب ایک طرف تو تمہارے مذہب شیعہ میں حدیث منقطع قابل حجت ہے اور دوسری طرف امام جعفر صادق، حضرت امام باقر، حضرت زین العابدین، حضرت امام حسین، حضرت امام حسن اور حضرت علی المرتضیٰ ﷺ اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور خود خدا تعالیٰ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیوں کا اشاد سنائیں اور تم صرف ایک کے قائل بنو۔ خدارا سوچو تم کون ہوئے۔ اگر آپ جعفری ہیں تو اپنے ائمہ معصومین کا کہا مانو۔ بولو نعرہ حیدری! یا علی ﷺ اور حدیث مصطفےٰ ﷺ جو فرمان الٰہی کا درجہ رکھتا ہے۔ آنخضرت کی زبانی چار بیٹیاں پڑھ کر سن کر آپ کی چار صاحبزادیوں پر ایمان لاکر سچے جعفری، باقری، مومن بن جاؤ۔

(حدیث نمبر ۳ کتاب الاستبصار جلد اول کتاب الجنائز صفحہ ۲۴۵)

علی بن الحسین عن عبدالرحمان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عَنْ یَزِیْد بِنْ خَلِیْفَۃَ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَسَالَہٗ رَجُلٌ مِّنَ الْقُمِیِّیْنَ فَقَالَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ اَتُصَلِّی النِسَاءُ عَلَی الْجَنَازَۃِ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَآلِہٖ کَانَ فِیْمَا ھَدَرَدَمِ الْمُغِیْرَۃِ بِنْ اَبِیْ الْعَاصِ وَحَدَّثَ حَدِیْثاً طَوِیْلًا وَاَنَّ زَیْنَبَ بِنْتِ النَّبِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ تُوُفِّیَتْ وَاَنَّ فَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَامُ خَرَجَتْ فِیْ نِسَاءِ ھَا فَصَلَّتْ عَلٰی اُخْتِھَا

یزید بن خلیفہ نے کہا کہ میں جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو ایک آدمی قمی نے آپ سے سوال کیا کہ یا ابا عبداللہ رضی اللہ عنہ کیا عورتیں نماز جنازہ پڑھ سکتیں ہیں کہا راوی نے تو حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغیرہ بن ابی العاص کے خون ضائع ہونے کی بات فرما رہے تھے اور آپ نے لمبی حدیث بیان فرمائی اور بلاشک زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فوت ہوئی اور یقینی بات کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی عورتوں میں نکلے تو آپ نے اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر نماز جنازہ پڑھی۔

حدیث نمبر۴:۔ روی محمد بن احمد الاشعری

عن یونس بن یعقوب عن ابی مریم ذَکَرَہٗ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ اُمَامَةَ بِنْتِ الْعَاصِ وَ اُمَّهَا زَیْنَبُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَتْ تَحْتَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعْدَ وَفَاتِ فَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ فَخَلَّفَ عَلَیْهَا بَعْدَ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْمُغِیْرَةَ بْنَ نَوْفَلٍ

ترجمہ: بے شک امامہ بنت عاص اور جس کی والدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی علی بن ابی طالب علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد مغیرہ بن نوفل نے امامہ بنت عاص سے نکاح کیا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۴۰۷)

کیوں جی جعفری صاحب ہم نے آپ کی مستند سنن اربعہ کی حدیث سے ثابت کر دیا کہ حضرت امامہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی حضرت زینب کی لڑکی تھیں اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد امامہ رضی اللہ عنہا بنت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کیا۔ امامہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب کے بطن سے عاص کی بیٹی تھیں۔

۱۔ اب تم ثابت کر دو اپنی ہی کتب احادیث مسلمہ سنن اربعہ یعنی کافی لابی جعفر بن یعقوب الکلینی صفحہ ا

۲۔ تہذیب الاحکام شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی

۳۔ استبصار فیما اختلف من الاخبار لشیخ الطائفہ ابی جعفر الطوسی

۴۔ من لا یحضرہ الفقیہ محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی سے

کہ امامہ رضی اللہ عنہا بنت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی نہ تھی یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہیں کیا۔ تو آپ کو 4 صد روپیہ انعام دیا جائیگا۔

حدیث نمبر ۵:۔

عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ قَالَ وُلِدَ لِرَّسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ خَدِیْجَةَ الْقَاسِمُ وَ الطَّاهِرُ وَهُوَ عَبْدُاللّٰهِ وَ اُمُّ كَلْثُوْم وَ رُقَيَّةُ وَ زَيْنَبُ وَ فَاطِمَةُ وَ تَزَوَّجَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَتَزَوَّجَ اَبُوْ الْعَاصِ بِنُ الرَّبِيْعِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ اُمَيَّةَ زَيْنَبَ وَ تَزَوَّجَ عُثْمَانُ بِنُ عَفَّانَ اُمَّ كُلْثُوْمَ فَمَاتَ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَافَلَمَّا سَارُوْ اِلٰى بَدْرٍ زَوَّجَه، رَسُوْلُ اللّٰهِ رُقَيَّةَ

ترجمہ: ابو بصیر حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اولاد کا ثبوت ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی۔ قاسم اور طاہر اُن کا نام عبداللہ تھا۔ اُم کلثوم رُقیہ اور زینب اور فاطمہ۔ نکاح کیا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اور نکاح کیا حضرت

ابو العاص بن ربیع نے اور وہ بنی اُمیّہ سے تھا۔ حضرت زینب ؓ سے اور نکاح کیا حضرت عثمان بن عفان ؓ نے ام کلثوم ؓ سے پھر وہ فوت ہوگئیں اور اس کے ساتھ مجامعت نہیں فرمائی پھر جب وہ جنگ بدر کی طرف چلے تو مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان ؓ سے حضرت رقیہ ؓ کا نکاح کردیا۔ (خصال لابن بابویہ جلد ۲ صفحہ ۳۷)

حدیث نمبر ۶:۔

از قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر۔ حضرت امام جعفر صادق ؑ اپنے والد حضرت امام محمد باقر ؑ سے روائیت کرتے ہیں۔

قَالَ وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) مِنْ خَدِيْجَةَ الْقَاسِمُ وَالطَّاهِرُ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ وَ رُقَيَّةُ وَ زَيْنَبُ فَزَوَّجَ عَلِيٌّ (ع) مِنْ فَاطِمَةَ (ع) وَ تَزَوَّجَ اَبُو الْعَاصِ بْنُ رَبِيْعَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ زَيْنَبَ وَتَزَوَّجَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتّٰى هَلَكَتْ وَزَوَّجَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) مَكَانَهَا رُقَيَّةَ

(قرب الاسناد) صفحہ ۸

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے راوئیت فرماتے ہیں۔ محمد باقر ؓ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ ؓ سے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پیدا ہوئی۔ قاسم اور طاہر ؓ اور ام الثوم اور رقیہ اور فاطمہ اور زینب ؓ پھر نکاح کیا علی ؓ نے حضرت فاطمہ ؓ سے اور نکاح کیا ابو العاص بن ربیعہ نے جو بنی امیہ کی قوم سے تھا۔ حضرت زینب ؓ سے اور نکاح کیا حضرت عثمان بن عفان ؓ نے اُم کلثوم ؓ سے۔ دخول نہیں کیا اور وہ فوت ہوگئیں اور نکاح کیا حضرت عثمان ؓ سے رسول اللہ ﷺ نے اُم کلثوم کی جگہ حضرت رقیہ ؓ کا قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری صفحہ ۸

کیوں بھی آپ اپنے آپ کو جعفری کہلواتے ہو اگر آپ واقعی جعفری ہو تو ہم نے آپ کی معتبر حدیث کی کتاب سے حضرت امام جعفر صادق ؓ اور ان کے والد محترم حضرت امام محمد باقر ؓ کا صاف صاف فیصلہ سنا دیا کہ آنحضرت عالیشان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں تھیں۔

ف۔وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ میں لام تخصیص کی ہے جس سے اپنی حقیقی اولاد کا ثبوت ہے۔ ثابت ہوا کہ جعفری اور باقری حقیقتاً وہ ہیں جو مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چاروں صاحبزادیوں کو حقیقی بنات الرسول مانے۔

حدیث نمبر ۷:۔

فرمان جناب علی المرتضیٰ ؓ شیر خدا نہج البلاغت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ نے سیدنا حضرت عثمان ؓ کو فرمایا۔

اَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شِیْجَۃَ رَحْمٍ مِنْھُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِھْرِہٖ مَا لَمْ یَنَالَا

ترجمہ: آپ بہ نسبت اُنکے (ابوبکر وعمر ؓ) رسول اللہ ﷺ سے نسبتی قرابت میں قریب ہیں اور آپ نے رسول اللہ کی دامادی کا شرف پایا جو اُن دونوں کو نہیں ملا۔ جعفری صاحب اگر آپ لوگ ذرا بھی انصاف سے کام لیں تو جناب امیر ؓ کے اس فرمان پر جس میں آپ قرابت رسول اور دامادی کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت عثمان ؓ کیلئے یہ ایسی زبردست شہادت ہے جس کے مقابلہ میں منکرین بنات الرسول کے خرافات کی کوئی وقعت نہیں۔ آپ کے اس فرمان مبارک کا ترجمہ اور شرح حاجی سید علی نقی شیعہ نے فیض الاسلام میں یوں کیا ہے۔

در حالیکہ تو از جہت خویشی برسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از انہا نزدیک تری۔ چوں

عثمان پسر عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ے باشد و عبد مناف جد سوم حضرت رسول ﷺ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب است واما ابوبکر عبداللہ پسر ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب ے باشد و مرہ جد ششم پیغمبر اکرم است واما عمر پسر خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبدالل بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بودہ وکعب جد ہفتم رسول خدا است پس خویشاوندی عثمان از ابوبکر و عمر بہ پیغمبر اکرم نزدیک تر است و بہ دامادی پیغمبر مرتبہ اے یافتہ ای کہ ابوبکر و عمر نیافتند عثمان رقیہ و ام کلثوم را کہ بنا بر مشہور دختران پیغمبر اند بہمسری خود در آورد۔ دراول رقیہ داو بعد از چندگاہ کہ مظلومہ وفات نمود ام کلثوم را بجائے خواہر باو دادند

ترجمہ: یعنی حضرت علی ؓ نے حضرت عثمان ؓ کو فرمایا تم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر ؓ و عمر ؓ سے رشتہ میں زیادہ قرابت ہے کیونکہ حضرت عثمان ؓ تیسرے دادے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نسب میں ملتے ہیں اور حضرت ابوبکر چھٹے دادے میں اور حضرت عمر ساتویں دادے میں نسب میں ملتے ہیں۔ اور تجھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا ایسا شرف حاصل ہے جو ابوبکر اور عمر ؓ کو حاصل نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان ؓ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ ؓ کا نکاح ہوا۔ پھر حضرت رقیہ ؓ کی وفات کے بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے حضرت عثمان ؓ کا نکاح ہوا۔ حالانکہ جناب صدیق و فاروق ؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دامادی حاصل نہیں ہوئی۔

(نہج البلاغۃ جلد اول صفحہ ۵۲۳ خطبہ نمبر ۱۶۳)

يَآ يُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ

اے نبی ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو۔ ضمناً ایک اور مضمون جو اس آیت سے نکلتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی بیٹیاں ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے۔ اے نبی "اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہو" یہ الفاظ اُن لوگوں کے قول کی قطعی تردید کر دیتے ہیں جو خدا سے بے خوف ہو کر بے تکلف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ ؓ تھیں۔ اور باقی صاحبزادیاں حضور ﷺ کی اپنی صلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ گلیٹر تھیں۔ یہ لوگ تعصب میں اندھے ہو کر یہ بھی نہیں سوچتے کہ اولاد رسول ﷺ کے نسب سے انکار کر کے وہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کررہے ہیں اور اس کی کیسی سخت جواب دہی انہیں آخرت میں کرنی ہوگی۔ تمام معتبر روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہ ؓ کے بطن سے حضور کی صرف ایک بیٹی فاطمہ ؓ ہی نہیں تھیں بلکہ تین اور بیٹیاں بھی تھیں۔ حضور ﷺ کے قدیم ترین سیرت نگار محمد بن اسحاق حضرت خدیجہ سے حضور کے نکاح کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

ابراہیم ؓ کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد انہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ اور ان کے نام یہ ہیں۔ قاسم اور طاہر وطیب اور زینب ورقیہ اور اُم کلثوم وفاطمہ ؓ

(سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۰۲) مشہور ماہر علم انساب

ہشام بن محمد بن السائب کلبی کا بیان ہے کہ مکہ میں نبوت سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے پہلے قاسم ؓ پیدا ہوئے۔ پھر زینب ؓ اور پھر رقیہ ؓ اور اُم کلثوم طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۳۳ ابن حزم نے جوامع السیدۃ میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ ؓ کے بطن سے حضور کی چار بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب ؓ اور اُن سے چھوٹی رقیہ ؓ اُن سے چھوٹی فاطمہ ؓ اور اُن سے چھوٹی اُم کلثوم (صفحہ ۳۹۔۳۸) تمام علمائے انساب متفق ہیں کہ آپ کی صُلب سے اُن کے ہاں وہ چاروں صاحبزادیاں پیدا

ہوئیں جن کے نام اوپر مذکور ہیں۔ (ملاحظہ ہو طبری جلد دوم صفحہ ۴۱۱) طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۴۔۱۶ کتاب المجرس صفحہ ۷۸۔۷۹۔۴۵۶، الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۱۸)

ان تمام بیانات کو قرآن مجید کی یہ تصریح قطعی الثبوت بنا دیتی ہے کہ حضور کی ایک ہی صاحبزادی نہ تھیں بلکہ کئی صاحبزادیاں تھیں۔ تفہیم القرآن جلد چہارم ابوالاعلیٰ مودودی ادارہ ترجمان القرآن لاہور صفحہ ۱۲۳ (تفسیر سورہ احزاب)

نوٹ: شیعہ فن رجال کے ماہر عبداللہ مامقانی نے اپنی کتاب تنقیح المقال شیعہ مذہب کی مشہور کتاب ہاروضات الجنات کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن جریر شیعہ تھا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کے نزدیک بھی جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اکلوتی بیٹی سیدہ فاطمہ ؓ ہی تھی باقی صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی صلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ گیلٹر تھیں۔ وہ لوگ متعصب اور ضدی ہیں عقل کے اندھے ہیں۔ جو اولا د رسول کے نسب کا انکار کر کے جرم عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ جرم عظیم کے معنی یعنی حقیقت سمجھنے کیلئے معترض خود سوچے اور اپنے ضمیر سے فتویٰ لے کہ اس کی متعدد بیٹیاں ہوں جو اس کے صلب سے ہوں ایک شخص اٹھ کر بکواس کرے کہ صرف تیری صلبی بیٹی یعنی حقیقی بیٹی صرف ایک ہے۔ تیری دوسری بیٹیوں کا باپ فلاں شخص ہے تو بتاؤ معترض اس کا سر پھوڑے گا یا نہیں۔ اس کو نہ جانے کیسے کیسے گندے القابات سے ملقب کرے گا۔ بنات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار بارگاہ رسالت میں سخت ترین گستاخی ہے۔

حدیث نمبر ۹:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّکَ وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِيَّکَ فِيْهَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ كَلْثُوْمَ بِنْتِ نَبِيِّکَ وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِيَّکَ فِيْهَا

ترجمہ: اے اللہ صلوٰۃ بھیج اپنے نبی کی بیٹی رقیہ پر اور لعنت بھیج اُس شخص کو جس نے تیرے نبی کو رقیہ کے متعلق تکلیف دی۔ اے اللہ صلوٰۃ بھیج اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر اور لعنت بھیج اُس شخص پر جس نے ام الکلثوم کے متعلق تیرے نبی کو تکلف دی۔

(تہذیب الاحکام جلد ا صفحہ ۲۸۴)

حدیث نمبر ۱۰:۔

تزوج خديجة وهو ابن بضع و عشرين سنة فولد قبل مبعثه القاسم و رقيه و زينب و ام كلثوم و ولد له' بعد المبعث الطيب والطاهر والفاطمه

ترجمہ: یعنی جو وقت حضور ﷺ نے خدیجہ ؓ سے نکاح کیا اسوقت حضور کی عمر بیس برس سے کچھ زیادہ تھی اور بعد از نکاح حضرت خدیجہ ؓ سے قبل از اعلان نبوت قاسم ؓ و رقیہ ؓ و زینب ؓ و اُم کلثوم ؓ پیدا ہوئے اور بعد بعثت بطن خدیجہ ؓ سے طیب ؓ و طاہر ؓ و فاطمہ ؓ پیدا ہوئے۔ (باب ۱۰ ایبان مولد النبی ﷺ)

(اصول کافی صفحہ ۵۴۳ جلد اول۔ شمیم بکڈ پو ناظم آباد نمبر ۲ کراچی نمبر ۱۸)

یاد رہے کہ کتاب امام غائب کی مصدقہ ہے۔ شیعہ حضرات کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں۔ اس روائیت سے ثابت ہوا کہ بطن خدیجہ سے سلام اللہ علیہما سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلبی یعنی حقیقی چار صاحبزادیاں تھیں۔

حدیث نمبر ۱۱:

عن حماد ابن عيسىٰ عن ابى عبدالله عليه السلام قَالَ سَمِعْتُه' ابا عبدالله عليه السلام يَقُوْلُ مَا زَوَّجَ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) سائر

بِنَاتِهٖ وَلَا تَزَوَّجَ اِمْرَاۃً مِنْ نِسَائِهٖ عَلٰی اَقَلِّ مِنْ عَشْرِۃِ اَوْ قِیَۃ

(فروع کافی کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۵۶ نولکشور)

ترجمہ: حماد بن عیسیٰ روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ میرے باپ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نے اپنی تمام صاحبزادیوں اور اپنی بیویوں کے نکاح دس اوقیہ سے کم پر یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کسی بیٹی کا اور اپنی کسی بیوی سے نکاح نہیں کیا مگر دس اوقیہ سے کم پر نکاح کیا۔

لفظ بنات خود بھی جمع ہے اور سائر کا لفظ زیادہ واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹیاں ایک سے زائد تھیں اور "بِنَاتِهٖ" بنات کے ساتھ ضمیر ہے جو حضور ﷺ کی طرف راجع ہے۔ ثابت ہوا کہ آپ کی حقیقی صاحبزادیاں ایک سے زائد تھیں۔

حدیث نمبر ۱۲:۔

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبدالشمس بن عبدمنات نسب او بارسول خدا در عبدمناف پیوستہ شود۔ کنیت او ابوعبداللہ بوجہ پسرے کہ از رقیہ دختر رسول خدا داشت نامش عبداللہ بود۔

ترجمہ: یعنی عثمان بن عفان کا نسب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عبدمناف سے جا کر ملتا ہے۔ اُن کی کنیت ابوعبداللہ تھی اسلئے کہ اُن کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی رقیہ سے پیدا ہوا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۶۴)

شیعہ حضرات سوچیں کہ عثمان نبی علیہ السلام کے نسب کے ایک فرد ہیں لیکن عوام کو بہکانے کیلئے کہہ دیتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی ایک اُمتی کو دے دی۔ اس کا جواب آگے آ رہا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق ﷺ کا فرمان

روی الصدوق فی الخصال باسناده عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ قَالَ وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ خَدِیْجَۃَ الْقَاسِمُ وَالطَّاھِرُ وَ ھُوَ عَبْدُاللّٰہِ وَ اُمُّ کُلْثُوْمٍ وَ رُقَیَّۃَ وَ زَیْنَبُ وَ فَاطِمَۃُ

ترجمہ: شیخ صدوق نے خصال میں روایت کیا ہے جو کہ اپنی سند سے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ کو حضرت خدیجہ سے قاسم، طاہر، عبداللہ اور ام کلثوم رقیہ وزینب وفاطمہ پیدا ہوئے۔

(مراۃ العقول شرح الاصول والفروع جلد ۱ صفحہ ۳۵۳)

حضور پرنور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رئیس المفسرین کا فرمان پڑھیے:

حدیث نمبر ۱۳:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوَّلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بِمَکَّۃَ قَبْلَ النُّبُوَّۃِ اَلْقَاسِمُ وَ یُکَنّٰی بِہٖ ثُمَّ زَیْنَبُ ثُمَّ رُقَیَّۃُ ثُمَّ فَاطِمَۃُ ثُمَّ اُمُّ کُلْثُوْمٍ ثُمَّ وُلِدَ لَہٗ فِی الْاِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰہِ فَسُمِّیَ الطَّیِّبَ وَالطَّاھِرُ وَ اُمُّھُمْ جَمِیْعًا خُدَیْجَۃُ بِنْتُ خوَیْلَدٍ

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا مکہ معظمہ میں حضور رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کو نبوت سے قبل قاسم پیدا ہوئے جن کیوجہ سے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی پھر زینب پھر رقیہ پھر ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ پھر بعثت نبوت کے بعد آپ کے عبداللہ ﷺ پیدا ہوا۔ جن کو طیب وطاہر کہا

گیااوران سب کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔(مرأۃ العقول صفحہ ۳۵۲ جلدا)

شیعہ حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کی روایت جو ہم نے لکھی ہے تو اب آپ کو اکلوتی بیٹی کی رٹ چھوڑ دینی چاہیے۔ہم آپ کی جلالت علمی آپ ہی کے محققین کی زبانی آپ کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ بنات الرسول ﷺ پر آپ کو ایمان لانا نصیب ہو جائے۔آپ کے فخر المحققین سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ فرماتے ہیں:۔

بہر حال سب سے پہلے علم تفسیر کے تدوین کی بنیاد امیر المومنین کے ہاتھوں قائم ہوئی ہے اور آپ کے شاگردوں میں ترجمان القرآن امام المفسرین عبداللہ بن عباس ﷺ تھے جن کی آپ نے مثل اولاد کے تربیت کی تھی اور اُن کو علوم و کمالات سے آراستہ کیا تھا۔ ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب میں لکھا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے اُن کو دعا دی تھی کہ "اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ وَ تَاوِیْلَ الْقرآن"

خداوندا! اس بچہ کو حکمت اور تاویل قرآن کا علم عطا فرما۔اس کی برکت تھی اور امیر المومنین کے فیض تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ باوجود کمسنی کے اکابر صحابہ کے سامنے "ترجمان القرآن" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔

تو حضرت عبداللہ بن عباس آپ کے چچازاد بھائی کا قول بھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہونے کا ثبوت پیش کر دیا اور ان کی جلالت علمی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ان کو بمنزلہ اولاد کی تربیت کرنا اور علوم و کمالات سے آراستہ کرنا آپ ہی کے فخر المحققین سید العلماء سید علی نقی صاحب کی زبانی ثابت کر دیا۔اب بنات الرسول پر ایمان لانا نہ لانا آپ کا کام ہے۔(مقدمہ تفسیر القرآن مصنفہ فخر المحققین سید العلماء سید علی نقی صاحب ناشر ادارہ علمیہ پاکستان لاہور صفحہ ۱۴۳)

حدیث نمبر ۱۵:

وَقَالَ شَهْرُ آشُوْبُ وُلِدَمِنْ خُدِيْجَةَ اَلْقَاسِمُ وَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ هُمَا الطَّاهِرُ وَالطَّيِّبُ وَاَرْبَعَ بَنَاتٍ زَيْنَبُ وَ رُقَيَّةُ وَ اُمُّ كُلْثُوْمَ وَهِيَ اٰمِنَةُ وَ فَاطِمَةُ

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلا کی اولاد پاک کے متعلق ابن شہر آشوب نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے قاسم وعبداللہ پیدا ہوئے جنہیں طیب و طاہر بھی کہتے ہیں۔ اور چار بیٹیاں زینب، رقیہ، اُم کلثوم جو کہ آمنہ بھی کہی جاتی ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنھن۔

(مراۃ العقول جلد ا صفحہ ۳۵۲ مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب جلد اول صفحہ ۱۶۱)

حدیث نمبر ۱۶:

قَالَ الْقُرْطَبِيُّ اِجْعَمَعَ اَهْلُ النَّقْلِ عَلٰى اَنَّهَا وُلِدَتْ لَهٗ اَرْبَعُ بَنَاتٍ كُلُّهُنَّ اَدْرَكْنَ الْاِسْلَامَ وَهَاجَرْنَ زَيْنَبُ وَ رُقَيَّةُ وَ اُمِّ كَلْثُوْمٌ وَّ فَاطِمَةُ

ترجمہ: قرطبی نے کہا کہ ناقلین اسبات پر متفق ہیں کہ آنسرور عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہاں حضرت خدیجہ ﷺ کے بطن سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سب مسلمان تھیں اور تمام نے ہجرت بھی کی اور مدینہ پاک آئیں۔ زینب۔ رقیہ۔ اُم کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنھن

(مراۃ العقول جلد اول صفحہ ۳۵۲)

حدیث نمبر ۱۷:

عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ لِمَرَضِ رُقَيَّةُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ فَضَرَبَ لَهٗ بِسُهْمِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ

اَجْرِیْ؟ قَالَ وَ اَجْرُکَ

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے بوجہ تیمارداری سیدۃ رقیہ بنت رسول اللہ کے گھر رہ گئے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مالِ غنیمت کا حصہ انہیں دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا مجھے ثواب بھی ملے گا؟ فرمایا ہاں ضرور ملے گا۔

(التنبیہ والاشراف للمسعودی صفحہ ۲۰۵)

حدیث نمبر ۱۸:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دامادیٔ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فتویٰ۔

عیاشی روایت کردہ است کہ از صادق علیہ السلام پرسیدند کہ آیا حضرت رسول خدا دختر خود را بعثمان رضی اللہ عنہ داد حضرت فرمود کہ بلے

ترجمہ: عیاشی نے روایت کی کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور نے اپنی بیٹی عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیاہی تھی۔ حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں ضرور بیاہی تھی۔

(حیاۃ القلوب در بیان احوالات رقیہ دختر آنحضرت جلد دوم صفحہ ۵۹۳)

ہر صدی میں مجدد آنے کی حدیث اہل سنت کی کتابوں میں سے سنن ابی داؤد میں موجود ہے۔ شیعہ حضرات بھی اسے تسلیم کرتے ہیں اور انکی معتبر کتاب مستدرک میں جامع الاصول سے یہ حدیث منقول ہے۔ شیعہ کے نزدیک قرون ماضیہ کے مجدد یہ بزرگ تھے۔

☆ پہلی صدی کے مجدد حضرت امام باقر

☆ دوسری صدی کے مجدد امام رضا

☆ تیسری صدی کے مجدد ملاں محمد بن یعقوب الکلینی

☆ چوتھی صدی کے مجدد سید مرتضیٰ علم الھدیٰ یا بقول بعض علماء شیخ مفید

☆ پانچویں صدی کے مجدد شیخ فضل بن حسین صاحب تفسیر مجمع البیان

☆ چھٹی صدی کے مجدد خواجہ نذیر طوسی وزیر ہلاکو خاں

☆ ساتویں صدی کے مجدد ابن مطہر حلی

☆ آٹھویں صدی کے مجدد محمد جلال الدین شہید اول

☆ نویں صدی کے مجدد شیخ علی بن عبدالحال الکرکی العاملی

☆ دسویں صدی کے مجدد شیخ محمد بن الحسینی العاملی

☆ گیارہویں صدی کے مجدد ملا محمد باقر مجلسی

☆ بارہویں صدی کے مجدد مُلا محمد باقر بھبائی

☆ تیرھویں صدی کے مجدد مرزا محمد بن حسن الشیر ازی

یہ فہرست شیعہ مذہب کے ثقہ جلیل رکن الاسلام محمد ہاشم الخراسانی المشہدی نے منتخب التواریخ صفحہ ۵۷ پر پیش کی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۴۹ میں بڑی آب وتاب سے طہران میں شائع ہوئی ہے۔

شیعہ حضرات اب اپنے مجدد ومجتہد کے اقوال وفرامین ملاحظہ فرما کر خدارا اپنے ایمانوں کو درست کر لیں۔ کہ آنحضرت عالمیاں علیہ الصلوۃ والسلام کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہی تھیں۔

حدیث نمبر ۱۹:

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب

(حیاۃ القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۸۸)

حدیث نمبر۲۰:

ابن بابویہ بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول متولد شدند از خدیجہ قاسم وطاہر، نام طاہر عبداللہ بود وام کلثوم ورقیہ وزینب وفاطمہ۔

(حیاۃ القلوب جلد۲ صفحہ ۵۸۸)

مشہور آن است کہ دختران آنحضرت چہار نفر بودند ہمہ از حضرت خدیجہ بوجود آمدند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(حیاۃ القلوب جلد۲ صفحہ ۵۸۸)

چہار دختر از برائے حضرت رسول آوردزینب ورقیہ وام کلثوم وفاطمہ

ترجمہ حدیث نمبر۱۹:

قرب الاسناد میں معتبر سند ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت خدیجہ سے طاہر وقاسم وفاطمہ وام کلثوم و زینب پیدا ہوئے۔

ترجمہ حدیث نمبر۲۰:

ابن بابویہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے معتبر سند سے روایت کی ہے کہ رسول حدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت خدیجہ سے قاسم اور طاہر جن کا نام عبداللہ تھا اور ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ پیدا ہوئے

ترجمہ حدیث نمبر۲۱:

مشہور یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھی جو کہ ساری کی ساری حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئیں۔

ترجمہ حدیث نمبر۲۲:

ام المومنین حضرت خدیجہ ﷺ کے متعلق لکھا ہے چہار دختر از برائے حضرات رسول آوردزینب ورقیہ وام کلثوم وفاطمہ

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت خدیجہ ؓ سے چار بیٹیاں ہوئیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن (حیاۃ القلوب صفحہ ۵۸۸)

ترجمہ حدیث نمبر ۲۳:

وعبداللہ پسر رقیہ کہ از عثمان بہم رسیدہ بود فوت شد پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل مکہ گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند و از جملہ آنہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول کہ زن او بود

ترجمہ: حبشہ کی طرف خفیہ ہجرت کر کے جانیوالے گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ ان میں سے حضرت عثمان اور انکی زوجہ محترمہ جو کہ حضرت سیدہ رقیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی تھیں۔

(حیوۃ القلوب جلد ۲ یہی مضمون تفسیر مجمع البیان شیعی جلد ۳ تفسیر میں بھی موجود ہے)

حدیث نمبر ۲۴:

فَخَرَجَ اِلَيْهَا سِرًّا احدَ عَشَرَ رُجُلًا وَ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَ هُمْ عُثْمَانُ بِنْ عَفَّانُ وَامْرَاَتُه' رُقَيَّةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ. الخ

ترجمہ: حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جانے والے گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں ان میں سے حضرت عثمان اور انکی زوجہ محترمہ جو کہ حضرت سیدہ رقیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی تھیں۔

ثقۃ المحدثین شیخ عباسی قمی لکھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۵:

در قرب الاسناد از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ است کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ متولد شدند۔ طاہر و قاسم و فاطمہ و اُم کلثوم و رقیہ و زینب و

تزویج نمود فاطمہ رابحضرت امیر المومنین علیہ السلام و زینب رابابی العاص بن ربیع کہ از بنی اُمیہ بود۔ وام کلثوم رابعثمان بن عفان و پیش از آنکہ بخانہ عثمان برود برحمت الٰہی واصل شد بعد از او حضرت رقیہ رابا و تزویج نمود پس از برائے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در مدینہ ابراہیم متولد شد از ماریہ قبطیہ کہ بہدیہ فرستادہ بود از برائے آنحضرت اور اپادشاہ اسکندریہ با استرا شھبی و بعضے از ہدایائی دیگر فقیر گوید آنچہ مشہور است و مورخین نوشتہ اند تزویج ام الکلثوم بعثمان بعد از وفات رقیہ است و رقیہ در سال دوم ہجری در ہنگامے کہ جنگ بدر بود وفات کرد و شیخ طبرسی و ابن شہر آشوب روایت کردہ کہ اولاد امجاد آنحضرت عباد از غیر خدیجہ بہم نرسید مگر ابراہیم کہ از ماریہ بوجود آمد

ترجمہ حدیث نمبر ۲۵:

قرب الاسناد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئی۔ طاہر و قاسم و فاطمہ وام کلثوم و رقیہ و زینب اور حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت امیر المومنین سے ہوا اور زینب کا ابو العاص بن ربیع سے نکاح ہوا جو خاندان بنی اُمیہ سے تھا اور ام کلثوم کا نکاح عثمان بن عفان سے ہوا۔ عثمان کے گھر جانے سے پہلے اُس کا وصال ہو گیا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رقیہ کا عثمان سے نکاح کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں آپ کا لڑکا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکندریہ کے بادشاہ نے ماریہ اور استرا شھبی اور کئی دوسرے نذرانوں کیساتھ پیش کیا تھا۔ شیخ عباس قمی کہتا ہے کہ مورخین نے لکھا ہے کہ مشہور ہے کہ ام کلثوم کا نکاح عثمان کے ساتھ رقیہ کی وفات کے بعد ہوا اور رقیہ کا وصال ۲ ہجری میں جنگ بدر کے موقع پر ہوا۔ اور شیخ طبرسی اور ابن

شہر آشوب نے روایت کیا ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اور کسی عورت سے نہیں مگر ابراہیم جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔ منتھی الامال تالیف آقائے حضرت ثقة المحدثین ناصر الملة والدین مرحوم حاج شیخ قمی کتاب فروشی علمیہ اسلامیہ تہران خیاباں ناصر خسرو صفحہ ۷۹ جلد ۱

ترجمہ حدیث نمبر ۲۶:

تزویج زینب بابی العاص پیش از بعثت وحرام شدن دختر بکافراں بود۔ واز زینب امامہ دختر ابی العاص بوجود آمد وحضرت امیر المومنین علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیھا۔ بمقتضائے وصیت آں مخدرہ اورا تزویج فرمود ونقل شدہ کہ ابو العاص در جنگ بدر اسیر شد و زینب قلادہ اُمی کہ حضرت خدیجہ باو دادہ بود بنزد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرستاد برائے فدائے شوہر خود چوں حضرت نظرش بر قلادہ افتاد خدیجہ رایاد نمود ورنت کرد واز اصحاب طلب نمود کہ فدائے اورا بخشند وابو العاص رابے فدائے رہا کنند صحابہ چنیں کروند حضرت از ابو العاص شرط گرفت کہ بمکہ برگردد زینب رابخدمت آنحضرت فرستد وبشرط خود وفا نمود زینب را فرستاد۔ بعد ازاں خود بمدینہ آمد ومسلمان شد وزینب در مدینہ سال ہفتم وبقولے در سال ہشتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد

ترجمہ حدیث نمبر ۲۶:

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح ابو العاص کے ساتھ اظہار نبوت کے پہلے اور کافروں کیلئے مومنہ دختر کے ساتھ نکاح حرام ہونے سے پہلے ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ابو العاص کی بیٹی امامہ پیدا ہوئی اور حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ ؑ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے وصال کے بعد بمقتضائے وصیت حضرت فاطمة الزاہرا رضی اللہ عنہا

امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا اور منقول ہے کہ ابو العاص جنگ بدر میں قیدی اور حضرت ؓ نے اپنا والدہ حضرت خدیجہ ؓ کا ہار جو اُن کی والدہ نے دیا تھا ابو العاص کے فدیے کیلئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر پاک ہار پر پڑی تو حضرت خدیجہ ؓ کو یاد فرمایا اور رو پڑے اور اصحاب سے مطالبہ کیا کہ ابو العاص کا فدیہ معاف کر دو اور ابو العاص کو بغیر فدیے کے رہا کر دو۔ صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو العاص سے یہ شرط کی کہ جب مکہ واپس جائے تو حضرت زینب ؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دے۔ ابو العاص نے شرط کو پورا کرتے ہوئے حضرت زینب ؓ کو بھیج دیا بعد ازاں خود مدینے پہنچ کر مسلمان ہو گیا۔ حضرت زینب ؓ کا مدینہ طیبہ میں ۷ ھ یا ۸ ھ وصال ہو گیا۔ (حاشیہ زیرین صفحہ شیخ عباس قمی بر منتھی الامال جلد ۱ صفحہ ۷۹ در بیان زوجات آنحضرت باب پنجاہ دوم، شیخ طبرسی و دیگراں روایت کردہ اند کہ اول زنے کہ آنحضرت تزویج نمودہ خدیجہ دختر خویلد بود۔

ترجمہ حدیث نمبر ۲۷:

پس اول فرزندے کہ از برائے او بہم رسید عبداللہ بود کہ اورا الطیب و طاہر ملقب ساختند و بعد از و قاسم متولد شد و بعضے گفتہ اند کہ قاسم از عبداللہ بزرگ بود، چہار دختر برائے آنحضرت آورد، زینب، رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ، حیاۃ القلوب باب پنجاہ دوم

ترجمہ حدیث نمبر ۲۸:

ترجمہ: حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت خدیجہ ؓ سے چار بیٹیاں ہوئیں زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

حدیث نمبر۲۹:

منکرین بنات الرسول کے منہ پر شیخ عباس قمی کے مندرجہ ذیل دوشعر تپہا زناٹے دار تھپڑ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فرزندِ نبی قاسم و ابراہیم است
پس طیب و طاہر زراہ تعظیم است
با فاطمہ و رقیہ و ام کلثوم
زینب شمرار ترا سر تعلیم است

یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے لے قاسم اور ابراہیم ہیں۔ جن کو تعظیم وتوقیر کے طور پر طاہر اور طیب بھی کہتے ہیں۔ اور پھر صاحبزادیاں یعنی بیٹیوں میں فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم کیساتھ زینب رضی اللہ عنہن کو شمار کر کے اگر تجھے علم سے کوئی واسطہ ہے۔

(منتھی الآمال صفحہ ۱۸۰ ابونصر فراہی در عدد اولاد امجاد آنحضرت گفتہ)

اب ہم انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں حالانکہ اور بیسوں حوالہ جاتے شیعہ سنی کتب سے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ کتاب کا حجم بڑھ جانے کا اندیشہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اب ہم شیعہ حضرات کے اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں۔

اعتراض اول:۔

آیت کریمہ یَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ اس آیت پردہ میں لفظ بنات واقعی جمع کا صیغہ ہے۔ لیکن چونکہ سیدہ فاطمہ زاہرا رضی اللہ عنہا کی شان مقدس اتنا بلند تھی کہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار صرف آپ ہی کو بتایا گیا۔ اسلئے بنات بصیغہ جمع حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم کیلئے استعمال کیا گیا۔ مراد

صرف ایک بیٹی فاطمہ ہے۔

جواب:

یہ تاویل نہایت احمقانہ ہے کیا اللہ تعالیٰ کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ تعظیم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منظور تھی۔ آپ کو تو صیغہ واحد نبی سے نہ کہ انبیاء سے مخاطب کیا اور آپ کی بیٹی کیلئے اور ہو بھی بلا اظہار نام جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ غور کیجئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اس جگہ مخاطب ہیں اُن کیلئے تو قل واحد اور ک ضمیر واحد استعمال ہو اور صرف ایک صاحبزادی کیلئے تعظیماً صیغہ جمع ہو۔ کتنی حیرانگی اور کم علمی کی نتیجہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں احکام تکلیفیہ بیان ہو رہے ہیں یعنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیا جا رہا ہے یہ مقام مدح وثناء نہیں۔

اعتراض نمبر۲:

لفظ بنات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹیاں (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نواسیاں شامل ہیں۔ کیونکہ نواسیوں اور پوتیوں کیلئے بھی لفظ بنات استعمال ہوا ہے۔ دیکھو قرآن پاک پارہ ۴ رکوع آخر۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُم

حرام کی گئی ہیں اوپر تمہارے تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں۔

باتفاق مفسرین پوتی اور نواسی پر بھی لفظ بنت بولا جاتا ہے۔ اسی لئے وہ لفظ بَنٰتُكُمْ کے تحت ہیں۔

جواب:

اس آیت مبارکہ میں یعنی وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

جَلَابِیبِھِنَّ اے نبی اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ میں پردہ کا حکم دیا جا رہا ہے اور نزول آیت کے وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کوئی بالغہ جوان نواسی موجود ہی نہیں تھی تو پھر اُن سے خطاب کیسا؟ یہ تکلیفی خطاب ہے غیر مکلف تو اس آیت کا مخاطب ہو ہی نہیں سکتا۔

بے علمی تو دیکھو ۵ ہجری میں نواسی یا تو کوئی نہ تھی اگر بغرض محال تھی تو بوجہ نہایت کم عمری پردہ کا حکم میں نہ تھی۔ اس کو علم تاریخ سے جاہل ہونا سمجھے یا کہ فریب کاری۔ کیونکہ بقول مفسرین سورہ احزاب ۵ ہجری میں نازل ہوئی۔

تفہیم القرآن جلد چہارم صفہ ۵۴ سید ابو الاعلیٰ مودودی، ضیاء القران جسٹس محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم صفحہ ۵، منتھی الامال تالیف شیخ عباسی قمی صفحہ ۲۹، تاریخ ولادت امام حسن پاک صفحہ ۳ ہجری کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی، تاریخ ولادت امام حسین پاک صفحہ ۴ ہجری پانچویں شعبان

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھی ہے۔ جاننا چاہیے کہ شیخ مفید دنیائے تشیع کے سرآمد روز گار فقیہ و متکلم ہیں۔ ماخوذ از مقدمہ تفسیر القرآن شیعہ حضرات کے فخر المحققین سید العلماء سید مولانا علی نقی کی تالیف کردہ کتاب ناشر ادارہ علمیہ پاکستان لاہور۔

اب ہوش کے ناخن لو بتاؤ ۴ ہجری سے پانچ ہجری تک کتنی نواسیاں ہونگی اور انکی عمر شریف آیہ حجاب کی مخاطب ہوسکتی ہیں۔

اعتراض نمبر۳:۔

اکثر شیعہ حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں ہوتیں تو خطبات میں صرف حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا کا نام لیا جاتا بلکہ دوسری

بیٹیوں کا نام بھی لیا جاتا۔

جواب:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیاں چار تھیں لیکن ہمارا اہل سنت والجماعت کا یہ نظریہ بھی صحیح ہے کہ ان سب میں سے افضل حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ آنسرور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ پس فطرۃً آپ کو سب سے زیادہ محبت بھی انہی سے تھی۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل پاک بھی انہی سے جاری رہی باقی دوسری بیٹیوں کی اولاد پاک تو ہوئی جیسے حضرت زینب کے بطن مبارک سے علی نامی صاحبزادے اور سیدہ امامہ صاحبزادی جن کا نکاح شریف وصال سید فاطمہ الزاہرا کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اور حضرت سیدہ رقیہ کے بطن پاک سے سیدنا عبداللہ جو کہ حضرت عثمان ذوالنورین کے صاحبزادے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت کی عورتوں کا سردار بھی اپنی بیٹیوں میں سے صرف سیدہ فاطمۃ الزاہرا ہی کو فرمایا یہ وہ فضیلت ہے جس کی وجہ سے ہم اہل سنت اپنے خطبات میں اُن کا نام لیتے ہیں۔ بیٹیوں کی بات چھوڑیئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادوں کے متعلق تو کسی کو کلام نہیں۔ پھر ان کا نام کیوں نہیں لیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ خطبات میں دوسری صاحبزادیوں کے ناموں کا مذکور نہ ہونا آنسرور عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد نہ ہونیکی کوئی دلیل نہیں۔ یاد رکھیئے شیعہ بارہ اماموں میں سے کسی امام کا یہ قول ہرگز نہیں دکھا سکتے کہ آنسرور عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی صرف ایک تھی۔ اس کے برعکس ہم حضرت امام جعفر صادق کا ارشاد بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شد نہ طاہر و قاسم و فاطمہ وام کلثوم ورقیہ وزینب (حیات القلوب جلد ۲) ترجمہ پیچھے گذر چکا ہے۔

دیکھ لیں۔ حضرت امام جعفر صادق کا ارشاد معتبر سند سے پیش کر دیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں تھیں۔

اعتراض نمبر۴:

جمع کا صیغہ یعنی لفظ بنات اسلیئے ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کے باپ ہیں اس لحاظ سے اُمت کی عورتیں آپ کی بیٹیاں ہوئیں اسی بنا پر آپ کو خطاب ہوا۔

جواب:

یہ بنات حقیقتاً صلبی لڑکیاں اور مجازاً دوسری حقیقت اور مجاز کا اجتماع محال ہے۔ جبکہ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ یہاں سیدہ فاطمۃ الزاہرا بھی مراد ہیں اور دوسرے امتی لوگوں کی عورتیں بھی یہ غلط ہے اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے بالکل خلاف اور یہی جواب نواسیوں کے متعلق دیا جائے گا۔

اور معاشرہ میں اسلامی تعلیمات کی رو سے بھی تین قسم کے باپ شمار کئے جاتے ہیں۔

یعنی خسر بمنزلہ باپ اور داماد بمنزلہ بیٹا۔

جس نے تعلیم دی ہو یعنی استاد بمنزلہ باپ شاگرد بمنزلہ بیٹا

جو سبب پیدائش ہو یعنی والد اور اولاد اُس کی بیٹا یا بیٹی مگر پہلے دو مذکورہ مجازاً باپ اور بیٹا ہوتا ہے۔ اور جو سبب پیدائش ہو یعنی والد اور اولاد اُس کی بیٹا یا بیٹی تو بنات کا لفظ حقیقتاً صلبی بیٹوں پر اور مجازاً نواسیوں پر

فصاحت و بلاغت بھرے کلام کو غیر فصیح بنانا شیعہ حضرات کا شیوہ ہے۔ جب بنات سے تمام اُمتی عورتیں تو نساء المومنین کہنے کی کیا ضرورت تھی اس طرح سے تکرار لازم آیا اور یہ فصاحت کے بالکل خلاف ہے۔

اعتراض نمبر ۵:

اگر یہ چاروں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں ہوتیں ۔ آپ اُن کو بھی سر میدان لے آتے جس طرح سیدہ فاطمۃ الزاہرا اور حسنین کو لے آئے تھے۔ لیکن واقعہ مباہلہ اور واقعہ تطہیر کے وقت ان کو کیوں شامل نہیں کیا گیا۔

جواب:

تفسیر حسینی پ ۲۲ آیہ تطہیر کے موقع پر لکھا ہے کہ آیت تطہیر ۹ ہجری میں نازل ہوئی تھی اور منتھی الآمال جلد اصفحہ ۶۹ پر ہے۔ قصہ مباہلہ و نصاریٰ بحران وقائع سال دہم ہجری ان حوالوں سے ثابت ہوا یہ آیہ تطہیر ۹ ہجری میں اور آیہ مباہلہ ۱۰ ہجری میں نازل ہوئیں تھیں۔ جس وقت سیدہ فاطمۃ الزاہرا کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باقی تینوں دختران پاک فوت ہو چکی ہیں۔

مورخین نوشتہ اند تزویج ام کلثوم بعثمان بعد از وفات رقیہ است و رقیہ در سال دوم ہجری در ہنگامے کہ جنگ بدر بود وفات کرد منتھی الآمال شیخ عباس قمی جلد اصفحہ ۸۰

مورخین نے لکھا ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد شریف حضرت عثمان کیساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ہوا۔ اور حضرت رقیہ ۲ ہجری میں جبکہ جنگ بدر ہو رہی تھی وفات پا گئیں۔

زینب در مدینہ در سال ہفتم ہجرت و در روایتے در سال ہشتم برحمت ایزدی واصل شد، سوم ام کلثوم و اورا نیز اعثمان بعد از رقیہ تزویج نمود و گویند کہ در سال ہفتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۷ ہجری میں اور ایک روایت کے میں ۸ ہجری

میں وفات پا کر رحمت الٰہی میں چلی گئیں۔ سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری بیٹی اُم کلثوم جن کی شادی حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان ؓ سے ہوئی تھی ۷ ہجری میں وفات پا کر رحمت الٰہی میں چلی گئیں۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ ان دونوں آیات تطہیر اور مباہلہ کے نزول سے پہلے تینوں دختران پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصال فرما چکی تھیں۔

اعتراض نمبر ۶:

شیعہ حضرات سے ہم بفرضِ محال ان تینوں کو لے آنا تسلیم کر کے پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اپنے صاحبزادے سیدنا ابراہیم کو بھی ساتھ نہ لائے تھے جو اس وقت زندہ تھے کیا اس نے لانے کے سبب انکو بھی اولاد پاک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خارج سمجھو گے۔ سیدنا ابراہیم ؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی بیٹے جو کہ مباہلہ کے وقت زندہ تھے۔

اُنکی وفات ۲۰ شوال ۱۰ ہجری میں ہوئی کل اٹھارہ ماہ عمر حیات رسالتمآب راجہ محمد شریف

ابراہیم علیہ السلام۔۔۔۔۔۔ در سال دہم ہجری در روز ہیجدہم ماہ رجب وفات یافت عمر شریفش یکسال دو ماہ وہشت روز بود و بروایتے یکسال شش ماہ و چند روزی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ابراہیم علیہ السلام دنیا میں تھوڑا عرصہ گذار کر ۱۰ ہجری ۱۸ ماہ رجب میں وفات پائی اور بروایتے ۱۸ ماہ چند روز کل عمر ہو گی۔

(منتہی الآمال قمی صفحہ ۸۰ جلد اول)

اعتراض ۷:

کسی نبی رسول نے اور مومن نے اپنی بیٹی کافر کو نہیں دی۔ قرآن فرماتا ہے۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ............... وَلَا تُنْكِحُوا

لْمُشرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤمِنُو

دیکھو قرآن صاف کہہ رہا ہے نہ مشرک عورت سے نکاح کرو اور نہ مشرک مرد کو اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کر دو یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔

جواب:

تمام خاندانِ قریش میں سلسلہ مصاهرت قائم تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واقعی ابولہب کے بیٹوں سے برادری سسٹم کے تحت رشتے کر دیئے۔ حال سیدہ رقیہ بنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اب سنیے ملا باقر مجلسی شیعہ حضرات کے مجدد و مجتہد اعظم صاحب کا قول۔ عتبہ پسر ابولہب او تزویج نمود در مکہ وپیش از دخول او را طلاق داد۔

ترجمہ: ابولہب کے بیٹے عتبہ سے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا مکہ میں نکاح ہوا تھا۔ شادی اور رخصتی نہ ہوئی تھی۔ رخصتی کے پہلے اُس نے طلاق دیدی۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۹)

رُقیہ بنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام الاصابہ جلد ۸ صفحہ ۹۱ تَزَوَّجَهَا عُتْبَةُ بنُ اَبِیْ لَهَبٍ قَبْلَ النُّبُوَّةِ فَلَمَّا بُعِثَ قَالَ اَبُو لَهَبٍ رَاسِی مِنْ رَاسِکَ حَرَامٌ اِنْ لَمْ تُطَلِّقْ اِبْنَتَه' فَفَارَقَهَا وَلَمْ یَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَتَزَوَّجَهَا عُثْمَانُ

ترجمہ: رقیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی صاحبزادی تھی نبوت سے پہلے اُس نے عتبہ بن ابی لہب سے نکاح کیا تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہار نبوت فرمایا۔ ابولہب نے اپنے بیٹے کو کہا اگر تو نے محمد ﷺ کی بیٹی کو طلاق نہ دی تو میری سرداری کی سجادگی تیرے لئے حرام ہوگی۔ تو عتبہ نے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو قریب جانے سے پہلے ہی طلاق دیدی۔ پھر حضرت عثمان ؓ نے حضرت سیدہ رقیہ سے نکاح کیا۔

مشہور آنست کہ دختران آنحضرت چہار نفر بودند اول زینب وحضرت پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں دادن اوررا با ابوالعاص بن ربیع تزویج نمود

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۸)

مشہور یہی ہے کہ حضور کی چار صاحبزادیاں تھیں جو سب حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئی تھیں جن کا نکاح حضور نے اپنی بعثت سے پہلے اور کافروں کو لڑکیاں دینے کی حرمت سے پہلے ابوالعاص بن ربیع سے کردیا تھا۔

اب شیعہ حضرات مانیں یا نہ مانیں مگر شیعہ حضرات کے مجتہد لکھ گئے ہیں۔

(البدایہ والنھایہ جلد ۵ صفحہ ۳۰۸)

سیدہ رقیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی صاحبزادی تھی۔ نبوت سے پہلے اس کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا اور سیدہ رقیہ کی بہن اُختھا اُمُّ کُلثُوم اَخُوهُ عَتِیبَةَ اَبِی لَهَبٍ ثُمَّ طَلَّقَا هُمَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهِمَا بُعْضَه' فِی رَسُوْلِ اللّٰهِ

سیدہ رقیہ کی بہن اُم کلثوم کا نکاح عتبہ بن ابولہب کے بھائی عتیبہ بن ابولہب سے ہوا۔

عتبہ اور عتیبہ دونوں نے دخول سے پہلے رسول دشمنی کی وجہ سے دنوں بہنوں کو طلاق دیدی۔

اب شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ توبہ توبہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لڑکیاں ہوں اور ابولہب کے بیٹے کافروں کے نکاح میں ہوں اس کے کیا معنی؟ جواب تزویج زینب بابی العاص پیش از بعثت وحرام شدن دختر بکافراں بود۔ حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص کے ساتھ اظہار نبوت کے پہلے اور کافروں کیلئے مؤمنہ دختر کے ساتھ نکاح حرام ہونے سے پہلے ہوا۔

منتھی الآمال تالیف حضرت ثقۃ المحدثین ناصر الملۃ والدین مرحوم حاج شیخ عباس قمی رضوان اللہ علیہم)

حضور کی لڑکیاں اور کافروں کے نکاح میں

شیعہ حضرات کو یہ اعتراض کرتے سے پہلے یہ خیال کرنا چاہیے کہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ نبوت نہیں کیا یعنی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا۔ تب تک کوئی شخص نبوت یعنی احکام نبوت کا مکلف نہیں ہوسکتا۔ تو جب آپ نے دعوی نبوت کا اعلان ہی نہیں کیا فرمایا تو ان پر تم فتوی کفر کیسے لگا سکتے ہو۔ تو جب فتوی کفر نہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی برادری قریش خاندان میں نہ کرتے تو اور کہاں کرتے۔ اور یہی بات شیعہ حضرات مجتہد اعظم اور ناصرِ دین ثقۃ المحد ثین یعنی ملا باقر مجلسی اور شیخ عباسی قمی نے لکھی ہے۔ کہ ان تینوں صاحبزادیوں یعنی حضرت سیدہ زینب ؓ، حضرت سیدہ رقیہ ؓ، حضرت سیدہ اُم کلثوم ؓ کا حضرت سیدہ زینب ؓ کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعثت سے پہلے اور کافروں کو لڑکیاں دینے کی حرمت سے پہلے ابوالعاص بن ربیع ؓ سے کر دیا تھا اور سیدہ رقیہ ؓ اور سیدہ ام کلثوم ؓ کا نکاح عتبہ اور عتیبہ پسرانِ ابولہب سے اظہار نبوت سے پہلے نکاح کئے تھے۔ جب آپ نے اظہار نبوت فرمایا تو ابولہب نے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے بوجہ بغض رسالت دخول سے پہلے دونوں بہنوں کو طلاق دیدی۔ اب بتاؤ کون جھوٹا ہے۔ آپ

یا آپ کے۔اب ایک اور ثبوت آپ کے مجدد و مجتہد اعظم پیش کرتے ہیں۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی نبوت کا علم تھا۔اس میں حکم تھا۔وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اپنی بیٹیاں مشرکوں کو نکاح میں نہیں دے سکتے۔

جواب:

آپ کے علامہ الدہر مجتہد اعظم مجدد دین ملا محمد باقر مجلسی اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں۔لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ اسلام کی خاطر کافروں کو لڑکیاں دی ہیں۔ ہم یہ روایت سینہ پر پتھر رکھ کر بیان کرتے ہیں۔

پس اگر دختر بعثمان داداہ باشد بنا برآں کہ در ظاہر داخل مسلماناں بودہ است ودلالت نے کند برآں کہ در باطن کافر نہ بودہ است وتالیف قلب ایشاں ودختر خواستن ازا یشاں ودختر دادن بایشاں درترویج دین اسلام واعلائے کلمہ حق مدخلیت عظیم داشت وور۔نہا مصالح بسیار بود کہ اکثر آنہا بر عاقل متامل پوشیدہ نیست واگر آنجناب اظہار نفاق ایشاں ے نمود وسلام ظاہر ایشاں راقبول نے فرمود بآں جناب غیر از قلیلے از ضعفاء نے ماندند چنانچہ بع ازاں جناب امیر المومنین علیہ السلام بغیر از سہ چہار نفر نماندند

(حیوۃ القلوب صفحہ ۵۸۹ جلد ۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی عثمان کو دی تھی اس وجہ سے کہ ظاہر میں مسلمان تھا۔تو یہ بیٹی دنیا اسباب پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ باطن میں کافر نہ تھا بلکہ باوجود کفران لوگوں کے دلوں کو نرم و مائل کر نیکے اوران لوگوں کو لڑکیاں دینا اوران لوگوں سے لڑکیاں لینا۔دین اسلام کی ترقی اور کلمہ حق کی بلندی میں بڑا اثر ودخل رکھتا تھا۔اور انمیں بہت سی مصلحتیں تھیں جو کہ سوچنے

والے عقلمند پر مخفی نہیں۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم ان لوگوں کے نفاق (باطنی کفر) کو ظاہر کرتے اور ان کے بظاہر مسلمان کہلانے کو قبول کرتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محض قلیل اور کمزور آدمیوں کے سوا کوئی نہ رہتا۔ جیسے کہ نبی پاک کے بعد حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے ساتھ سوائے تین چار آدمیوں کے کوئی مسلمان نہ رہا۔ شاید اپ کی تسلی ہو جائے۔

پیش از آں باشد کہ حق تعالیٰ احرام گردانید دختر دادن بکافراں را چنانچہ باتفاق مخالفاں حضرت زینب را بابوالعاص تزویج نمود در مکہ در وقتیکہ او کافر بود و ہم چنیں رقیہ و ام کلثوم را بنابر مشہور میاں مخالفاں بعتبہ وعتیبہ کہ پسران ابولہب بودند و کافر بودند تزویج نمودہ بود

ترجمہ: پیشتر اس کے کہ کافروں کا لڑکی کا رشتہ دینا حرام قرار دیا گیا۔ مکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زینب کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا۔ جبکہ وہ کافر تھا اور رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح عتبہ وعتیبہ پسران ابولہب سے کر دیا۔ جبکہ کافروں سے لڑکی دینا لینا حرام تھا۔

(حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۱۸)

شیعہ حضرات کی کتابوں سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ کفار سے نکاح کی حرمت سے پہلے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا۔ اور رقیہ، ام کلثوم اپنی بیٹیوں کا نکاح پسرانِ ابولہب عتبہ وعتیبہ سے کر دیا۔ دوسرے یہ کہ دین اسلام کی ترقی اور ترویج اور دینی مصالح کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے منافقین کیساتھ جن کے باطن کفر کو بخوبی جانتے تھے رشتے لیتے بھی رہے اور دیتے بھی رہے۔ اور ان کے نفاق کو بھی ظاہر نہ فرماتے تھے۔ ورنہ بجز چند کمزور آدمیوں کے آپ کے ساتھ کوئی نہ رہتا۔ جس طرح کہ سرور عالمیاں ﷺ کے بعد حضرت علی ؓ کے ساتھ سوائے تین چار آدمیوں کے کوئی نہ رہا۔ العیاذ باللہ

ہمارے نزدیک شیعہ حضرات کی اس دوسری تاویل سے توہین رسالت کی بدترین بو

آتی ہے۔ اگر اسی پر اکتفا کرتے کہ حرمت کا حکم آنے سے پہلے یہ نکاح ہوئے تھے تو شان رسالت مجروح نہ ہوتی جس طرح کہ ابوعلی طبرسی شیعہ مجتہد اور مفسر نے حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ میں لکھا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۳ صفحہ ۱۸۴)

كَانَ يَجُوْزُ فِىْ شَرْعَه تَزْوِيْجُ الْمُؤْمِنَة مِنَ الْكَافِرِ وَ كَذَا كَانَ يَجُوْزُ ايضا فى مبدء الاسلام وَ قَدْ زَوَّجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنْتَه' مِنْ اَبِى الْعَاصِ بِنْ الرَّبِيْع قَبْلَ اَنْ يَسْلُم ثُمَّ نَسَخَ ذَالِكَ

ترجمہ: حضرت لوط علیہ السلام کی شرح میں مومنہ کی شادی کافر سے جائز تھی۔ اس طرح ابتداء اسلام میں بھی جائز تھی۔ جس کے باعث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی کی شادی ابوالعاص بن ربیع کی ساتھ اس کے اسلام لانے سے پہلے کر دی تھی۔ پھر یہ حکم اسلام میں منسوخ ہو گیا۔

شیعہ مفسر و مجتہد کی تفسیر کے اس حوالہ سے بھی ثابت ہو گیا کہ کفار سے نکاح کی حرمت کے حکم سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔ شیعہ مجتہدین اپنے ائمہ معصومین کے ارشادات کو مانتے ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں تھیں ان کو نکاحوں کے بارے میں مذکورہ بالا تو جیہات کیں ہیں۔

شیعہ حضرات سے ایک سوال: آپ کا یہ ارشاد کہ کسی مومن نے اپنی بیٹی کسی کافر کو نہیں دی۔ ظاہر ہے اگر کوئی شخص کسی کافر کو اپنی بیٹی دیتا ہے تو بقول آپ کے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اگر مؤمن ہوتا تو کافر کو اپنی بیٹی قطعاً نہ دیتا۔ اب فرمایئے کہ حضرت ابوطالب نے اپنی بیٹی اُم ہانی کافر مطلق دشمن رسول ہبیرہ بن ابووہب مخزوی کے نکاح میں کیوں دی۔

(طبری جلد ۲ صفحہ ۳۳۹ منتھی الآمال صفحہ ۸۱)

حالانکہ حضرت ابو طالب شیعہ عقیدے کے مطابق صرف مومن کامل ہی نہیں تھے بلکہ حامل نور ولائیت تھے۔

عمران جن کی کنیت ابو طالب ہے اپنے زمانے کے معصوم اور امام تھے اور انبیاء ماسلف کے تبرکات کے حامل ہونیکے علاوہ حامل نور امامت بھی تھے۔ آخری نبی کی اکلوتی بیٹی از علامہ قاضی سعید الرحمٰن علوی اصغری منزل سانده کلاں لاہور صفحہ ۳۹

شیعہ حضرات اب بتاؤ اس بھاری پتھر کا جواب آپ کے اس دعوای کی روشنی میں کہ وہ نہیں ہو سکتا جو اپنی بیٹی کافر کے عقد میں دے حضرت ابو طالب کا ایمان بھی بقول تمہارے خطرہ میں پڑ گیا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۳۹) منتھی الآمال جلد اول صفحہ ۸۱

نوٹ: حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے ہوا وہ بعد میں مسلمان ہو گیا یہ وہی سیدنا ابو العاص بن ربیع ہیں۔ جب قریش مکہ نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی طرح تبلیغ اسلام سے نہیں رکتے تو باہمی مشورت سے بنی ہاشم سے لین دین ملنا جلنا ترک کر دیا جائے تو اس سخت معاھدے کے بعد حضرت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے خاندان والوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا۔ اب بنو ہاشم کو مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا۔ مجبوراً وہاں سے ترک سکونت کر کے شعب ابی طالب میں چلے گئے اور تین سال متواتر وہیں رہے۔ کھانے پینے کا سامان دستیاب ہونا از حد مشکل تھا۔ اگر شعب سے کوئی شخص باہر آتا اُسے زدوکوب کرتے۔ اگر کوئی بنی عبد المطلب کا فرد باہر سے کوئی خوردنی چیز بھیجتا تو اُس سے مزاحمت کرتے۔

نقل شدہ کہ ابو العاص شتران از گندم وخرما حمل دادہ بشعب میبرد وبرہا میکرد واز جا است کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم فرمودہ کہ ابو العاص حق دامادی ما بگذاشت

ترجمہ: یہی ابو العاص اونٹوں اور گیہوں اور چھوہارے بار کر کے شعب ابی طالب میں

ہانک دیا کرتے تھے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابو العاص ؓ نے حق دامادی ادا کر دیا۔(منتھی الآمال شیخ عباس قمی صفحہ ۳۶ جلد اول)

بعینہ یہی عبارت فارسی میں ناسخ التواریخ جلد دوم صفحہ ۵۱۸ پر ملاحظہ کیجئے اور تسلی کیجئے۔

اور حضرت ابو طالب کا داماد آپ کی وفات کے بعد بدر احد احزاب کی جنگوں میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیخلاف کفار کے لشکر میں موجود رہا۔

غزوہ خندق ومبارزت عمر بن عبدود با امیر المومنین علی علیہ السلام پس یکروز عمرو بن عبدود ونوفل بن عبداللہ بن المغیرہ۔ضرار بن الخطاب وہبیرہ بن ابی وہب وعکرمہ بن ابی جہل یعنی غزوہ خندق میں ہبیرہ بن ابی وہب کفار کیطرف سے بمقابلہ لشکر اسلام موجود تھا۔

(منتھی الآمال شیخ عباس قمی صفحہ نمبر ۱۵ جلد اول)

فتح مکہ کے روز بھاگ نجران کی طرف نکل گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کیوجہ سے اپنی زوجہ اُم ہانی اور بچوں کی بھی پرواہ نہ کی۔

سوال نمبر ۷: رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران پاک کا نکاح امتیوں یعنی ابو العاص بن ربیع اور حضرت عثمان ؓ سے کیسے جائز تھا۔

جواب ا:

یہ سوال اپنے آئمہ کرام مجتہدین عظام سے کرنا چاہیے۔جنہوں نے اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ آنسرور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کا نکاح حضرت ابو العاص اور سیدنا عثمان ؓ سے ہوا تھا۔حوالہ جات سابقہ اوراق میں پڑھیئے۔

جواب ۲:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدائے وحدہ لاشریک کے رسول تھے جو لوگ ہر وقت آپ کے پاس رہتے تھے پہلے ان لوگوں کو دعوتِ اسلام دی۔چنانچہ سب سے پہلے اسلام لانیوالے

چار اشخاص ہیں۔ اول حضرت علی علیہ السلام دوسرے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تیسرے حضرت ابوبکر صدیق ﷺ چوتھے زید بن حارث ﷺ آنحضرت کے آزاد کردہ غلام۔

(ماخوذ از رسالہ سرور کائنات ﷺ ناشر امامیہ مشن پاکستان لاہور)

قرآن مجید میں یاایھا الذین امنو کے لفظ جہاں جہاں بھی ہوں اس سے منظور نظر آئمہ معصومین ہیں۔ بے شک کیا شبہ ہے اس میں کہ وہ حضرات اس مفہوم کے مصداق اصلی اور افراد کاملہ ہیں۔

(ماخوذ مقدمہ تفسیر القرآن سید علی نقی صاحب قبلہ صفحہ ۱۱۵)

کلمہ اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے۔ کلمہ کیا ہے توحید رسالت ماننے کا اقرار تو جس نے بھی توحید و رسالت کا اقرار کیا یعنی خداوند کریم کو وحدہ لاشریک مان لیا اور محمد اللہ کے رسول ہیں کو دل و جان سے تسلیم کر لیا اور کلمہ طیبہ آپ کا پڑھ لیا وہ سب آپ کے اُمتی ہیں۔ تو اس لحاظ سے حضرت علی ﷺ بھی آپ کے اُمتی ہیں اور کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ میں داخل ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق ﷺ کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِیَآءُ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَمَنْ شَکَّ فِیْ ذَالِکَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ

(رجال کشی صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ ہم اہل بیت نبی ہیں اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور جو اس میں شک لائے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ تو مذکورہ بالا بیانات سے روز روشن کیطرح ثابت ہو گیا کہ امیر المومنین علی المرتضیٰ ﷺ نہ نبی ہیں نہ خدا ہیں۔ اگر نبی کی امت سے بھی نہیں تو کیا ہیں؟

جواب ۳: پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا علی جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا ہے اتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تنہا ایک امت قرار دیا ہے۔

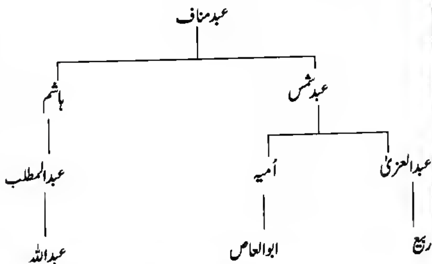
ضمیمہ مقبول احمد کی اس عبارت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح طور پر ارشاد مذکور ہوا کہ اے علی تو تنہا ایک اُمت ہے۔ یعنی اگر چہ تو کئی اُمتیوں جیسا ایک اُمتی ہے مگر پھر بھی اُمتی ہے نبی نہیں۔

ضمیمہ مولوی مقبول احمد صاحب مرحوم دہلوی

تو جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جائز تھا۔ تو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان سے بھی جائز تھا۔

جواب: یہ سوال بھی آپ کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے جدی ہیں اسی طرح حضرت ابوالعاص اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی جدی ہیں۔

شجرہ نسب حسب ذیل ہے



ابوالعاص باوفا | عفان | محمد ﷺ

عثمان باحیا

اس شجرہ مبارکہ سے واضح ہے کہ حضرت عثمان باحیا اور ابوالعاص باوفا یہ دونوں حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے دادے عبدمناف کی اولاد ہیں۔ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ تینوں داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باحیا حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ باوفا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دولت ایمان سے مالا مال تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب عالی میں قریبی رشتہ دار اور جدی تھے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد کی سگی بہن ہیں۔ اس طرح وہ زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔ مکہ میں اُن کی پوزیشن مالداری اور تجارت وامانت میں بڑی اونچی تھی۔ دیکھو از
(کتاب تاریخ الاصابہ عربی ایڈیشن بحوالہ کتاب رسول اللہ کی صاحبزادیاں مرتبہ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ماں باپ دونوں کی طرف سے بالترتیب چھٹی اور پانچویں صلب پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مل جاتے ہیں۔ (دیکھو ل مروج الذہب جلد دوم صفحہ ۳۳۱ ذکر خلافت عثمان)

هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بْنِ اَبِیْ الْعَاصِ بْنِ اُمَیَّةَ بْنِ عَبْدِالشَّمْسِ وَیُکْنٰی بِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِیْ عُمَرٍ وَّالْاَغْلَبُ مِنْهُمَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اُمُّهٗ اُرْوٰی بِنْتُ کُرَیْزِ بْنِ جَابِرِ بْنِ حَبِیْبِ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ

ترجمہ: حضرت عثمان غنی کے باپ اور والدہ دونوں کا سلسلہ نسب عبدشمس پر مل جاتا ہے اور عبدشمس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردادا حضرت ہاشم کا حقیقی بھائی ہے۔ لہذا عثمان غنی نسب کے اعتبار سے چوتھے درجہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملتے ہیں۔

سوال: سیدزادی کا نکاح غیر سید سے کیسے جائز ہے۔

جواب: سادات فاطمہ، بنو ہاشم اور قریش کے نکاح آج سے چودہ صدیاں پہلے اور پھر اس کے بعد بھی ہوتے رہے۔

اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آنسرور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنی پھوپھی زاد زینب ﷺ بنت جحش کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید ﷺ سے کر دیا۔ اب ظاہر ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش بنو ہاشم سے تھیں۔ کہاں ان کا نسب اور کہاں زید ﷺ کا نسب۔ چونکہ اس کے عدم جواز میں کوئی آیت نہیں اتری تھی اور نہ نکاح کے بعد ہی نازل ہوئی تو مذکورہ بالا عبارت میں حضرت زید ﷺ کے نکاح کے حوالے سے جواز کا ذکر ہو چکا۔ بہر حال ہر سید پہلے بنیادی طور پر قریشی ہوگا پھر ہاشمی پھر سید یعنی سید میں بیک وقت تین نسبتیں موجود ہوتی ہیں۔ جبکہ ہر قریشی کیلئے ضروری نہیں کہ وہ ہاشمی بھی ہو مگر ہر ہاشمی کیلئے قریشی ہونا ضروری ہے۔ اس طرح قریشیت کی اکائی بنو ہاشم اور سادات میں ہر وقت موجود رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سادات بنو فاطمہ کے نکاح بعض بنوامیہ سے ہوئے۔ کیونکہ بنوامیہ عبدشمس کی اولاد سے ہیں اور بنو فاطمہ ہاشم کی اولاد سے جبکہ عبدشمس اور ہاشم دونوں عبد مناف کے بیٹے ہیں۔ یعنی اوپر جا کر یہ دونوں شاخیں مل جاتی ہیں۔

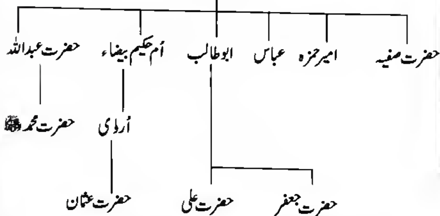
حضرت عثمان ﷺ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھانجے تھے اور عثمان کی نانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی تھیں۔

قَالَ عُثْمَانُ بِنُ عَفَّانُ بِنُ اَبِیُ الْعَاصِ بِنُ اُمَیَّةَ ..... وَ اُمُّ عُثْمَانَ اُروٰی بِنتِ کُرَیزٍ وَّ اُمُّ اُرْوٰی اُمُّ حِکَیِمٍ وَ ھِیَ اَلْبَیْضَاءُ عَمَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(المستدرک جلد سوم صفحہ ۹۶)

حضرت عثمان ؓ بن عفان کی والدہ اُروی بنت کریز ہیں اور حضرت عثمان کی نانی ام حکیم جن کو البیضاء بھی کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سگی پھوپھی تھیں۔

نوٹ: ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب اور صفیہ دونوں حقیقی ہمشیرگان ہیں۔ لہذا حضرت عثمان ؓ کی والدہ ازوی کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنھما حقیقی خالہ ہوئیں۔ اسی طرح حضرت عثمان ؓ کی والدہ عبداللہ بن عبدالمطلب اور عباس بن عبدالمطلب اور حمزہ بن عبدالمطلب کی سگی بھانجی ہوئی اور والدہ عثمان ؓ اُروی کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت جعفر طیار ؓ اور حضرت علی ؓ کرم اللہ وجہہ کی پھوپھی زاد بہن ہونے کی وجہ سے خود حضرت عثمان ؓ اُن کے بھانجے ہوئے اور یہ حضرات حضرت عثمان ؓ کے ماموں ہوئے۔



بنی ہاشم اور بنی عبد شمس کے درمیان ہونے والی رشتہ داریوں میں سے ایک رشتہ یہ بھی تھا۔

وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَمرٍو بنُ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ بنُ عَلِىُّ بنُ اَبِىْ طَالِبِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد۳ صفحہ ۴۵۹ مطبوعہ)

حسنین کریمین دامادِ عثمان غنی تھے۔

فَذَكَرَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خِطْبَةَ الْحَسَنِ عَائِشَةَ وَفَعَلَه'

امام حسین رضی اللہ عنہ عائشہ بنت عثمان کی خواستگاری کی اور رشتہ ہوگیا۔ (مناقب آل ابی طالب جلد۴ صفحہ ۳۹)

ثُمَّ اِنَّه' كَانَ الْحُسَيْنُ تَزَوَّجَ لِعَائِشَةَ بِنْتِ عُثْمَانَ

ترجمہ: امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ سے شادی کی۔ (مناقب آل ابی طالب جلد۴ صفحہ ۴۰)

حضرت عثمان کے لڑکے ابان کی شادی حضرع جعفر طیار کی پوتی سے ہوئی۔ (المعارف جلد اول صفحہ ۱۲۱)

وَكَانَتْ عِنْدَه' اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَبْدِ اللّٰهِ بنُ جَعْفَرَ

ترجمہ: ابان بن عثمان کے نکاح میں اُم کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر تھی۔

وبعد از حسن مثنیٰ فاطمہ بحبالہ نکاح عبداللہ بن عمر بن عثمان بن عفان درآمد

ترجمہ: حضرت حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد فاطمہ بنت حسین نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان

بن عفان سے شادی کرلی۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب دوم صفحہ ۵۳۴)

حضرت عثمان کے عقد میں یکے بعد دیگرے آنیوالی رقیہ، ام کلثوم دونوں بیویاں فوت ہوگئیں قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی عثمان کو دے دیتا۔

قَالَ شَيْخُنَا اَبُوْ عُثْمَانَ وَلَمَّا مَاتَتِ الْاِبْنَتَانِ تَحْتَ عُثْمَانَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَ صْحَابِهٖ مَا تَنْظِرُوْنَ لِعُثْمَانَ اَلَا اَبُوْ اَيِّمٍ اَلَا اَخُوْ اَيِّمٍ زَوَّجْتُهٗ ابْنَتَيْنِ وَلَوْ اَنَّ عِنْدِيْ ثَالِثَةً لَفَعَلْتُ قَالَ وَلِذَالِكَ سُمِّيَ ذُالنُّوْرَيْنِ

ترجمہ: ہمارے شیخ ابو عثمان نے کہا۔ جب حضرت عثمان کے عقد میں یکے بعد دیگرے آنیوالی دونوں بیویاں فوت ہوگئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو فرمایا۔ تم عثمان کیلئے کس چیز کا انتظار کرتے ہو۔ کیا کسی بیوہ کا بھائی کا یا باپ کا، میں نے اپنی دو بیٹیوں (رقیہ اورام کلثوم) کا عقد اس سے کیا۔ اگر میرے پاس تیسری بھی ہوتی تو اس کی شادی بھی اس سے کر دیتا۔ راوی کہتے ہیں اسی لئے عثمان کو ذوالنورین یعنی دونوروں والا کہتے ہیں۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید جلد ۳ صفحہ ۴۶۰)

المناضلة بین بنی عبد شمس وبنی ہاشم

يَجُوْزُ نِكَاحُ الْعَرَبِيَّةِ بِالْعَجَمِيِّ وَالْهَاشِمِيَّةِ بِغَيْرِ الْهَاشِمِيِّ

ترجمہ: عربی عورت کا نکاح عجمی مرد کیساتھ اور ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد کیساتھ جائز ہے۔

(شرائع الاسلام صفحہ ۱۸۳)

شیعہ دوستو یہ آپ کے مذہب کی مشہور و مستند فقہ کی کتاب کا فتوٰی آپ کے سامنے ہے اور اس فتوٰی کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو

حضرت علی المرتضیٰ ﷺ اور سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ﷺ سے ہوا تھا حالانکہ وہ سید نہیں صرف حضرت علی ﷺ کے جدی ہیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان ﷺ حضرت ابوالعاص ﷺ سے یک جدی ہونیکی وجہ سے نکاح بالکل صحیح اور جائز تھا۔ حوالہ پڑھیئے۔

زینب رضی اللہ عنہا در حبالہ نکاح عبداللہ بن جعفر پسر عم خویش بود

ترجمہ: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت علی ﷺ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں۔ اُن کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا۔

(منتھی الآمال ورذکر اولاد آنحضرت امیر المومنین صفحہ ۱۳۵)

فَقُرَيْشٌ يَتَزَوَّجُ مِنْ اُبَنِي هَاشِمٌ

ترجمہ: قریش بنی ہاشم سے نکاح کر سکتے ہیں۔ (فروع کافی جلد پنجم صفحہ ۳۴۵) کتاب النکاح

عَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْكُفُوَا يَكُوْنَ عَفِيْعاً

ترجمہ: یعنی امام باقر ﷺ نے فرمایا کفو یہی ہے کہ آدمی پاکدامن اور پاکباز ہو۔

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ ۳۴۷ کتاب النکاح باب الکفو)

قَالَ اِذْ جَآءَ كُمْ مَّنْ تَرضَوْنَ خُلْقَه' وَدِيْنَه' فَزَوِّجُوْهُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جب تمہارے پاس رشتہ کیلئے ایسا شخص آجائے جس کے اخلاق اور دین کو تم پسند کرتے ہو۔ تو اس سے شادی کردو۔

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ ۳۴۷ کتاب النکاح)

نوٹ: شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ سید زادی کا نکاح غیر سید سے نہیں ہو سکتا اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ بیٹیاں آپ کی حقیقی بیٹیاں ہوتیں تو آپ اُن کا نکاح غیر سیدوں سے کس

طرح نہ کرتے۔

جواب: سب سے پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ سید کے کیا معنی ہیں اور کیا مراد ہے۔عرب کہتے ہیں فُلانٌ سَیِّدُنَا ای رَئیسنا وَالَّذِیْ نُعَظِّمُہٗ وہ ہمارا سید ہے۔یعنی وہ رئیس ہے اور ہم اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَ الْبَابِ (سورہ یوسف) حضرت یوسف اور حضرت زلیخا اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے پاس۔یہاں غلام کے مالک اور عورت کے خاوند پر بھی سید کا اطلاق ہوتا ہے۔جیسا کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔

حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی موجود ہے۔کہ انصار کے ایک قبیلہ کے رئیس (حضرت سعد بن معاذ ؓ) کے مجلس میں آنے پر اس کی قوم سے فرمایا۔

قوموا الیٰ سید کم اپنی قوم کے سردار کی تعظیم کیلئے اٹھو۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم باب القیام)

اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ سَیِّداً وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصَّالِحِیْنَ (پ ۳)

آل عمران بے شک اللہ تعالیٰ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے۔(یحیٰی علیہ السلام کی اللہ کے حکم کی گواہی دیگا۔اور سردار و پاکباز ہوگا اور نبی ہوگا صالحین میں سے یہ معنی ہوئے بلحاظ محاورہ عربی زبان کے۔

دوسرے اولاد رسول کا سید کہلانا۔جاننا چاہیے کہ لفظ سید صدیوں سے اولاد رسول کی علامت نسب بن چکا ہے۔سید کہلانے کا وہی مجاز ہے جو امام حسینؓ اور امام حسن ؓ کی صلبی اولاد سے ہے۔اولاد رسول کو سید اسلئے کہا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسن

اور امام حسین ؓ اور سیدہ فاطمۃ الزاہرا سلام اللہ علیہا کو سید کے لقب سے نوازا۔ لہٰذا لفظ سید کا اطلاق صرف اُنہی افراد پر ہوگا۔ جو حسنی یا حسینی نسب کے حامل ہوں۔ آنسرور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے متعلق ارشاد فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخرَ میں اولاد آدم کا سردار ہوں لیکن اس پر مجھے کوئی فخر نہیں اس لئے کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان وکرم ہے۔

حضرت جناب حسن ؓ کو ابنی ھذا سید پھر مجموعی طور پر حسنین کریمین کو سید شباب اھل الجنة کے الفاظ سے یاد فرمایا اور اس طرح حضرت فاطمۃ الزاہرا کو سیدۃ النساء اھل الجنة فرمایا: (مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل بیت صفحہ ۵۵۸)

تو احادیث مبارکہ کی روشنی اور کتب سیرت کے مطالعہ سے یہ امر محقق اور ثابت ہو جتا ہے کہ سید کا خصوصی شرف صرف اور صرف جناب سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا اور حسنین ؓ کی اولاد کیلئے ہے۔ یعنی جن کے نسب میں آنحضرت عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دخل ہے۔ انہیں ہی سادات سمجھا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں امام حسن ؓ امام حسین ؓ تو بے شک سید بلکہ اصل سادات ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضٰی ؓ صرف قریشی ہاشمی ہیں ان کے نسب میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی دخل نہیں۔

بلکہ حضرت علی المرتضٰی اپنے دادا عبدالمطلب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملتے ہیں۔ سید کی اس تعبیر سے ان پر سید کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خون نہیں۔ ہاں یہ اعزاز اکرام اور شرف وفضیلت حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا کو حاصل ہے اور ان کے بعد یہ مرتبہ ان کی اولاد میں منتقل ہے۔ حضرت علی ؓ کی وہ اولاد جو دوسری بیویوں سے تھی انہیں سید نہیں کہا جاتا بلکہ ان کو علوی کہا جاتا ہے۔ اگر حضرت

علی ؓ سید ہوتے تو ان کی سب اولاد بھی سید کہلاتی۔ حالانکہ یہ اعزاز و شرف صرف اولاد فاطمۃ الزاہرا کو حاصل ہے اور یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے ہوا۔ یہ اس امر کی واضح شہادت ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ غیر سید خاندان قریش میں سے ہو۔ یا کسی ایسے خاندان میں سے ہو جو شرافت یا وجاہت کے لحاظ سے سید کا کفو بن سکے۔ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں خواہ کوئی ہاشمی ہو خواہ اموی اور عجمی ممالک میں کفایت کا مدار حریت اور اسلام پر ہے۔

نوٹ: اس سے ثابت ہو گیا کہ خصوصی شرف صرف اور صرف جناب سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا اور امام حسن ؓ اور امام حسین ؓ اور ان ہر دو کی اولاد کیلئے ہے۔ یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو آنسرور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف دوسری صاحبزادیوں بلکہ حضرت علی ؓ کو بھی عنایت نہیں فرمائی۔

اعتراض نمبر 10:

اُمت کی جن عورتوں سے رسول نکاح فرمائے وہ اُمت کی ماں ہیں اور اُمتی اُن سے نکاح نہیں کر سکتا۔

وَلَآ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا

ترجمہ: اور نہیں تم نکاح کر سکتے اس کی بیویوں سے بعد اس کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔

وَ اَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ

اور اس کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔

اور مسلمان کہتے ہیں کہ ان کو ام المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس اُمتی عورت سے نکاح کرے وہ اُمت پر مندرجہ بالا آیت کے حکم سے حرام ہو گی۔ تو جب اُمتی عورتیں

نکاح رسول میں آ کر اُمت کیلئے حرام ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اُمت کیلئے کیسے حلال ہو گی۔ نیز ہم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج کو اُمّ المومنین کہتے ہیں۔ یعنی مومنین کی ماں اور ماں اُمت کی اسی لئے نکاح حرام کہ اُمتی بیٹے ہیں اور اس ماں کی بیٹی کیا لگی مومنین کا بہن تو کیا اُمت کیلئے اس سے نکاح حلال ہو گا۔

جواب: چونکہ حضرت علی المرتضیٰ ﷺ بھی مؤمن ہیں۔ لہذا ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کی بھی ماں ہی ہیں۔ تو شیعہ حضرات کی اس نرالی منطق کی رو سے اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت علی ﷺ کی کیا لگی؟

تو بتایئے کیا حضرت علی ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح جائز ہو گا؟ ہائے افسوس شیعہ حضرات بنات الرسول زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہم سے انکار کے جنوں میں ایسے حواس باختہ ہیں کہ ہوش ہی نہیں۔

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں ہوتیں تو جناب سیدہ فاطمۃ الزاہرا کے برابر اُن کی شان ہوتی۔

جواب: ایک ماں باپ کی اولاد کا دینی اور دنیاوی امور میں برابر نہ ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ ایک ماں باپ کی اولاد بھی نہ ہوں۔

جیسے حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل تینوں بھائی اور مؤمن کامل اور تینوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ لیکن کمالات و درجات میں اور شان میں حضرت علی سب سے بلند اور ارفع واعلیٰ ہیں۔ تو شان میں برابر نہ ہونے سے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی بھی نہیں۔ تو جناب سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کی شان اور درجات کیوجہ سے یہ کہنا غلط ہے کہ باقی بیٹیاں اگر چہ جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں ہوتیں تو ان کی شان بھی سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کی مثل ہوتی۔

شیعہ حضرات ان تصریحات کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ رقیہ، زینب، ام کلثوم رضی اللہ عنہما پہلے خاوندوں میں سے تھیں اور یہ صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ بلکہ ربیبہ تھیں یا خالہ کی لڑکیاں تھیں۔

جواب: ایسا کہنے والوں کے پاس کوئی سند نہیں۔ اول تو اس وجہ سے یہ بات ناقابل قبول ہے کہ معتبر کتب شیعہ میں صاف لفظ بیٹیوں کا ہے۔ اور پہلے خاوند کی بیٹی کو یعنی اولاد کو عربی میں ربیب کہتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بیٹیاں ہی آیا ہے۔ جیسا کہ پارہ نمبر۲۲ رکوع نمبر۵ میں اَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ کا لفظ الگ ہے۔ اور پارہ نمبر۴ رکوع نمبر۱۵ میں وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ اور تمہاری بیٹیاں جو تمہاری اُن ازواج کی گود میں ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہو۔

زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہما حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کی لڑکیاں تھیں۔ اس کی موت کے بعد اپنی خالہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس پلیں۔

یا یہ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے بیٹیاں تھیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے تھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں پرورش پا کر جوان ہوئیں۔ یعنی آپ کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ ؟ کچھ لگ تھیں مگر یہ ہر دو قول بالکل غلط ہیں۔ یعنی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔

شیعہ حضرات کے مجدد و مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

جمعے از علماء خاصہ وعامہ را۔ علماء کی ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ اعتقاد آنست کہ حضرت رقیہ وام کلثوم کی دختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر

پہلے خاوند سے بیٹیاں تھی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے تھا۔ کہ پیش از حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ اور آنحضرت نے ان کی پرورش فرمائی تھی و حضرت الیشاں راتربیت کردہ بود، حضور کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں و دختر حقیقی آنجناب نبودند و بعضے گفتہ اند کہ

دختران ہالہ، خواہر خدیجہ رضی اللہ عنہا بودند، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ دونوں حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں برنفی ایں دوقول روایات معتبرہ دونوں قول کی تردید پر معتبر روایات دلالت مے کند، روایات دلالت کرتی ہیں۔ (حیوۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۹)

شیعہ حضرات اب تو آپ کے رئیس المحدثین مجتہد اعظم محمد باقر مجلسی نے واضح کر دیا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ ربیبہ (پچھلگ) تھیں یا حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی لڑکیاں تھیں۔ ان دونوں کی بات آئمہ کرام کی معتبر روایات غلط قرار دیتی ہیں۔ کیونکہ آئمہ کرام اہل بیت کے واضح فرمان اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ چاروں صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔

نوٹ: برنفی ایں دوقول روایات معتبرہ دلالت مے کنند

یعنی ان ہر دو اقوال کی تِردید پر معتبر روایات، دلالت کرتیں ہیں بقول شعیہ مجتہد روایات پر غور کریں۔

جیسے حکایت کی جمع حکایات ہے اسی طرح روایت کی جمع روایات ہے۔ یعنی بقول شیعہ مجتہد اعظم ایک روایت نہیں بلکہ بہت روائتیں ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ چاروں صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ نہ کہ پچھلگ تھیں اور نہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوند سے بیٹیاں تھیں اور نہ ہی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ کی لڑکیاں تھیں۔

ان کتب الفریقین مشحونۃ بانھا ولدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربع بنات زینب و ام کلثوم و فاطمہ ورقیہ.... و بناتہ فادرکن الاسلام وھاجرن معہ وابتغتہ امن بہ

ترجمہ: فریقین اہل سنت وشیعہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں زینب، ام کلثوم، فاطمہ، رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا

ہوئیں۔آپ کی بیٹیاں اسلام لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔

واضح رہے کہ علامہ عبداللہ مامقانی شیعہ کا شہرہ آفاق ماہر فن رجال ہے اس کا فیصلہ پڑھنے کے بعد چند کم علم ملاں یا ذاکروں کا یہ کہنا کہ ان احادیث کے راوی ضعیف ہیں یا روایت ثقہ نہیں۔سوائے ضد اور ڈھٹائی کے کچھ نہیں۔تنقیح المقال فی احوال الرجال از علامہ مامقانی طبع جدید نجف اشرف

شیعہ حضرات خدارا غور کرو کہ آپ ہی کا ماہر فن رجال کہہ رہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں زینت، ام کلثوم فاطمہ، رقیہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔اور پڑھیئے ابن شہر آشوب

وَاَوْلَادُہٗ وُلِدَمِنْ خَدِیْجَۃَ الْقَاسِمُ وَعَبْدُ اللّٰہِ وَ ھُمَا الطَّاھِرُ وَ الطَّیِّبُ وَ اَرْبَعُ بَنَاتٍ زَیْنَبُ وَ رُقَیَّۃُ وَ اُمُّ کُلْثُوْمٍ وَ فَاطِمَۃُ

دیکھو علامہ ابن شہر آشوب نے کتنے واضح الفاظ میں نام لے کر لکھ دیا ہے کہ اربع بنات یعنی چار بیٹیاں زینب اور خدیجہ اور ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما اولاد رسول تھیں اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تھیں۔تو پھر یہ کتنی لچر اور جھوٹ بات ہوئی کہ یہ لڑکیاں ربیبہ (پچھلگ) تھیں یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کی لڑکیاں تھیں۔

مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب جلد اول صفحہ ۱۶۱ باب ذکر سید نا رسول اللہ ﷺ

اب انہی پر ہم اکتفا کرتے ہیں کیونکہ کتاب کے حجم بڑھ جانے کا اندیشہ ہمارے پیش نظر ہے۔

عاقل نے ایک نقطہ کافی لوڑ نہیں دفتر دی
تے جاہل نوں کچھ اثر نہ کردی پند نبی سرور دی

ہم جناب رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آئمہ کرام کے غلام ہیں۔ قرآن پاک پر ہمارا ایمان ہے جب ان حضرات اور کلام خداوندی سے صراحتاً ثابت ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں ہیں تو ہم کیسے انکار کر سکتے ہیں۔

قارئین نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ شیعہ حضرات کے اعتراضات در بارہ بنات الرسول کتنے بے معنی اور لایعنی ہیں پنجابی میں انہیں ہی آئیں بائیں چھائیں کہا جاتا ہے۔

کبھی جمع کا صیغہ بنا تک سیدہ کی تعظیم کی خاطر آیا ہے۔

کبھی اس جمع کے صیغے سے مراد اُمتی عورتیں ہیں۔

کبھی سیدہ اور اس کی مومنہ اولاد مقصود ہے اسلئے جمع کا صیغہ آیا ہے۔

کبھی ربیبہ یعنی پچھلگ لڑکیاں مراد ہیں۔

کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ بیٹیاں پہلے خاوندوں سے ہیں۔

کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی ہمشیرہ ہالہ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔

غرضیکہ اس مسئلہ میں بہت عاجز ہیں۔

کبھی واقعی اگر یہ چاروں صاحبزادیاں حقیقی رسول خدا کی بیٹیاں تھیں تو واقعہ تطہیر اور واقعہ مباہلہ کے وقت ان کو کیوں شامل نہیں کیا گیا۔

کبھی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں تو ان کی شادی ابولہب کافر کے کسی لڑکے سے نہ ہوتی۔

کبھی ان کا نکاح امتیوں سے یعنی حضرت عثمان ؓ، حضرت ابوالعاص بن ربیع ؓ سے کیسے جائز تھا۔

کبھی سیدزادی کا نکاح غیر سید سے کیسے جائز ہے وغیرہ وغیرہ

دوستو خدارا غور کرو۔ کہیں بھی قرآن وحدیث ارشادات آئمہ کرام سے کوئی حوالہ

پیش کیا ہے کہ نہیں صرف سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکلوتی بیٹی ہیں۔ کہتے ہیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔شعیہ علماء کو اس مسئلہ میں تو تنکا بھی ہاتھ نہیں آیا۔

اتنے زبردست دلائل کے باوجود علمائے شیعہ میں نہ مانوں گا کی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔ کبھی اپنی کتابوں کو غیر معتبر کہہ دیتے ہیں کبھی فلاں روایت کی سند معتبر نہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہمارے علماء نے سنیوں کی کتابوں سے یہ بنات الرسول کی روایتیں نقل کی ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ بنات الرسول کی روایات بطور تقیہ ہماری کتابوں میں درج ہیں غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں غرضیکہ بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں۔

شیعہ حضرات کا ہم پیچھا نہیں چھوڑیں گے ہم آپ کے ان لغو جوابات کا بھی جواب دیں گے۔ یعنی سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کے علاوہ بھی آپ کی بیٹیاں تھی۔

یعنی بنات الرسول کے جواز میں آپ جن کتابوں کے حوالے دیتے ہیں وہ ہمارے ہاں غیر معتبر ہیں۔

جواب ہم نے آپ کی سنن اربعہ سے بنات الرسول کے حوالے دیئے ہیں پہلا حوالہ بنات اربعہ کا اصول کافی کتاب الحجت جلد اول سے دیا، دوسرا حوالہ کتاب الاستبصار جلد اول کتاب الجنائز سے تیسرا حوالہ من لا یحضرہ الفقیہ سے، چوتھا حوالہ نہج البلاغہ سے قول علی المرتضیٰ ؓ کا شیعہ حضرات عباس علمدار کے علم کو تمام کر قسم کھاؤ کہ ان کتابوں سے اونچی کتاب سوائے قرآن پاک کے اور کوئی شیعہ مذہب کی ہے نہیں ہرگز نہیں نمبر ۲ بنات والی روایتوں کی سندیں معتبر ہیں۔

جواب: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی چار بیٹیوں کا ثبوت شیعہ کی تمام معتبر کتب میں تواتر کیساتھ موجود ہے۔ حتیٰ کہ شیعہ حضرات کے رئیس المحدثین مجتہد اعظم نے حیات القلوب

جلد دوم صفحہ ۵۸۸ میں حدیث کی ابتداء میں لکھا ہے۔ در قرب الاسناد بسند معتبر از امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب رضوان اللہ علیہم اجمعین

حاصل ترجمہ: کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور کی چار بیٹیاں فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔

گویا چار بیٹیوں والی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ والی روایت کے اسناد کو شیعہ حضرات کے مجدد رئیس المحدثین باقر مجلسی بھی معتبر سمجھتا ہے۔ اگر موجودہ دور کا کوئی شیعہ مناظر خواہ کتنا بھی بڑا ہو باقر مجلسی کے پاؤں کی دھوڑ بھی نہیں تو اس کی ٹیں ٹیں کو کون سنے اور اس کے غیر معتبر کہنے کو اس کے فرار پر محمول کیا جائیگا۔ بس ایسی بے تکی باتیں ہانک کر اب لوگوں کے بے وقوف نہیں بنایا جاسکتا۔

کہتے ہیں ہمارے علماء نے سنیوں کی کتابوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیوں والی روایتیں نقل کی ہیں۔ یہ شیعہ علماء کا فضول خیال ہے اور اپنی امہات الکتب کی معتبر روایات سے فرار کی ناکام کوشش ہے۔ اصول کافی فروع کافی اغیار کے اقوال نہیں بلکہ شیعہ قدما کے اصل شیعی عقائد ہیں۔ اصول کافی کے مکمل متن سے تو شیعہ حضرات انکار ہی نہیں سکتے کیونکہ اس کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ کتاب غار میں چھپے ہوئے امام مہدی کی خدمت اقدس میں پیش کی گئی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا ھذا کافٍ لشیعتنا یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کیلئے کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی مصدقہ امام غائب کتاب میں اغیار کے اقوال یعنی سنی روایات کہاں جا گھسیں گی۔

دیگر ہم نے اصول کافی اور من لایحضرہ الفقیہ سے ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیدہ فاطمۃ الزاہرا اکلوتی بیٹی نہیں آپ کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں

تھیں۔ نیز کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کی فارسی شرح کے مقدمہ میں گیارہویں فائدے کے ضمن میں یہ تحریر ہے۔

وہم چنیں احادیث مرسلہ محمد بن یعقوب کلینی ومحمد بن بابویہ قمی بلکہ جمیع احادیث ایشاں کہ در کافی ومن لا یحضر است ہمہ را صحیح مے تواں خواند۔ زیرا کہ شہادت ایں دو شیخ بزرگوار کمتر از شہادت اصحاب رجال نیست یقیناً بلکہ بہتر است

ترجمہ: اسی طرح مولوی کلینی اور ابن بابویہ قمی کی مرسل حدیثیں بلکہ ساری حدیثیں جو کہ کتاب کافی اور من لا یحضر میں ہیں سب کو صحیح کہنا چاہیے۔ اس لئے کہ ان دو بزرگوں کی گواہی علمائے رجال کی گواہی سے کم نہیں۔ ناظرین کرام شارح محقق کے بیان سے واضح ہوگیا کہ ساری حدیثیں جو کہ کتاب اصول کافی اور من لا یحضرہ الفقیہ میں ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ اگر علمائے رجال کوئی اعتراض کریں تو ان کی جرح پر صاحب اصول کافی محمد بن یعقوب کلینی اور صاحب من لا یحضرہ الفقیہ لابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی کی تصدیق مقدم ہوگی کیونکہ علمائے رجال میں سے کوئی بھی ان ہر دو بزرگوں کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔

اب بھی اگر شیعہ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیوں والی روایت مندرجہ اصول کافی کو تسلیم نہ کریں تو بتاؤ ان کا کیا علاج کریں۔ خداوند کریم ہی ان کو سوچنے سمجھنے کی توفیق دے۔

نیز شیعہ مؤرخ حاجی محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی اپنی کتاب منتخب التواریخ مطبوعہ طہران صفحہ ۲۳ پر لکھتا ہے۔

از اصول کافی مستفاد میشود کہ آں بزرگوار از خدیجۃ الکبریٰ سہ پسر داشت و چہار دختر۔ جناب قاسم و زینب و رقیہ و ام کلثوم کہ قبل از بعثت متولد شدند و جناب الطیب والطاہر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کہ بعد از بعثت متولد شدند

ترجمہ: اصول کافی کی روایت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تین صاحبزادے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جناب قاسم وزینب ورقیہ وام کلثوم بعثت سے پہلے پیدا ہوئے اور جناب طیب وطاہر اور سیدہ فاطمۃ الزاہرا بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔ منکرین دختران رسول توجہ کریں۔

جبکہ شیعہ مؤرخین اصول کافی کی چار بیٹیوں والی روایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو چند بے علموں کے تسلیم نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بنات الرسول یعنی چار بیٹیوں والی روایات ہماری کتابوں میں بطور تقیہ درج ہیں۔

جواب: ہم نے اس کتاب میں آنحضرت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں۔

بحوالہ حیات القلوب در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام درج کیا ہے۔

ابن بابویہ بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔ بحوالہ حیات القلوب درج کیا ہے اور یہی حوالہ منتھی الآمال شیخ عباسی قمی نے جلد اول صفحہ ۷۹ میں بیان کیا ہے۔ اسی کتاب میں درج کردہ حدیث نمبر ۶ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں۔ فرمایا حضرت امام باقر علیہ السلام نے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پاک پیدا ہوئی۔ قاسم اور طاہر اور کلثوم اور رقیہ اور فاطمہ اور زینب رضوان اللہ علیہم اجمعین ورق الٹ کر دیکھئے۔

ان درج کردہ روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیوں کا واضح ذکر ہے اب اصول کافی کتاب الحجت سے ایک حدیث پڑھیئے اور تقیے کا عذر لنگ جو آپ نے پیش کیا ہے اس کا جواب باصواب لاجواب پڑھ کر اپنی پیشانیوں سے ندامت کا پسینہ صاف کیجئے اور خوف خدا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں پر ایمان لے آیئے۔

(اصول کافی صفحہ ۳۲۲ باب نمبر ۶۰)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے اپنی بے نبی کی وفات سے پہلے ایک کتاب نازل کی اور فرمایا اے محمد ﷺ یہ ہماری وصیت ہے تمہارے اہل سے جو نجباء ہیں ان کے لئے حضرت نے فرمایا اے جبرائیل وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی اولاد۔ اس کتاب پر مہریں لگی ہوئی ہی تھیں سونے کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کتاب امیر المومنین کو دے دی۔ اور حکم دیا کہ ان میں سے ایک مہر کو توڑیں اور جو لکھا ہے اس پر عمل کریں۔ امیر المومنین نے ایک مہر کو توڑا اور حسب ہدایت عمل کیا پھر اُسے امام حسن رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ ایک مہر انہوں نے توڑی اور اس پر عمل کیا۔ انہوں نے اپنی مرگ کے وقت امام حسین علیہ السلام کو دی انہوں نے تیسری مہر توڑی اس میں لکھا تھا کہ ایک گروہ کیساتھ شہادت کیلئے نکلو اُن کی شہادت تمہارے ہی ساتھ ہے اور راہ خدا میں اپنا نفس بیچ ڈالو۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا پھر وہ کتاب علی بن حسین علیہ السلام کو دی گئی۔ انہوں نے چوتھی مہر کو توڑا اس میں لکھا تھا کہ سر تسلیم خم کر دو اور خاموشی کے ساتھ اپنے گھر بیٹھ جاؤ اور مرتے دم تک عبادت خدا کرو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس نے اپنے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کو دی انہوں نے مہر کو توڑا تو اس میں لکھا تھا لوگوں سے احادیث بیان کرو۔

حَدِّثْ النَّاسَ وَ افْتِهِمْ وَلَا تَخَافَنْ اِلَّا اللّٰهُ عَزَّوَ جَل نَانَہ' لَا سَبِیْلَ لَا حَدِ عَلَیْکَ فَفْعل

ترجمہ: لوگوں سے احادیث بیان کرو اور ان کو فتوے دو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو تم پر کسی کو قابو حاصل نہ ہوگا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر وہ اُن کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کو ملی انہوں نے مہر کو توڑا تو اس میں لکھا تھا۔

حَدِّثْ النَّاسَ وَافْتِهِمْ وَانْشُرْ عُلُوْمَ اَهْلِ بَیْتِکَ وَصَدِق

اٰبَائِکَ الصَّالِحِیْنَ وَلَا تَخَافَنَّ اِلَّا اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ وَاَنْتَ فِیْ حِرْزٍ وَّ اَمَانٍ

ترجمہ: احادیث کو بیان کرو اور فتویٰ دو اور علوم اہل بیت علیہ السلام کو نشر کرو اور تصدیق کرو اپنے آباؤ صالحین کی۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو تم اس کی پناہ میں ہو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

نوٹ: تقیہ کیا ہے؟ شیعی علماء کی اصطلاح میں اپنی جان کو بچانے کیلئے اپنے دین کو چھپالینا تقیہ ہے۔ تقیہ سے مراد یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے اظہار کفر کرے۔ بحالیکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ (موعظہ تقیہ مؤلفہ مجتہد علامہ السید علی الحائری صاحب)

ایک مرد مومن بوجہ خوف اصلی عقائد دل میں چھپا کر بظاہر ناصبی کی موافقت کرے۔ (قول فیصل مرزا محمد لکھنوی شیعہ)

تو ان اقوال شیعہ مجتہدین سے ثابت ہوا کہ بحالت خوف تقیہ کا جواز ہوسکتا ہے۔ مگر یہاں تو امامین کریمین حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو خداوند کریم کی طرف سے حکم ہو رہا ہے۔ تم لوگوں سے احادیث بیان کرو اور ان کو فتویٰ دو مذہب حقہ کے مطابق اور علوم اہل بیت کو نشر کرو اور تصدیق کرو اپنے آباؤ صالحین کی اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہ ڈرو تم پر کسی کو قابو حاصل نہیں ہوگا۔ تم اللہ کی پناہ میں ہو۔ تو آئمہ علیھم السلام نے نہیں کیا اور نہیں کریں گے مگر وہی جو عہد خدا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ کی روایت کردہ بنات الرسول والی احادیث ازراہ تقیہ نہیں وہ تو وعدہ الٰہی پر کہ۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ کوئی خوف نہ تھا نہیں تو تقیہ کیسے کیا۔ بلکہ چاروں بیٹیوں والی روایات ہی بیان کر کے اپنے آباؤ صالحین کی تعریف کر دی اور فتویٰ دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں تھیں۔

نوٹ: شیعہ حضرات اور ان کے علماء کا شیوہ ہے کہ جب اہل سنت کے دلائل سے عاجز آ

جاتے ہیں اور کوئی جواب نہیں آتا تو تقیہ کا سہارا لے کر انکار کر جاتے ہیں۔ اہل سنت کے سارے سوالات اور اعتراضات کا جواب ان کے پاس تقیہ ہے۔

مگر اے شیعہ حضرات خدارا خیال کرو جبکہ بغیر خوف کے تقیہ ناجائز اور حرام ہے۔ اور حکم خداوندی بروائیت سیدنا امام جعفر صادق۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتاب منزل من اللہ حضرت علی بن ابی طالب کو دے دی اور حکم دیا کہ ان میں ایک مہر کو توڑیں اور جو لکھا ہے اس پر عمل کریں۔ اور اس طرح ہر امام قیام امام مہدی رضی اللہ عنہ تک جو اس میں لکھا ہوا ہے اس میں اپنے اپنے وقت میں اس پر عمل پیرا ہو اور خدا اور رسول کے احکام کی اطاعت کرے۔ تو حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق کو منزل من اللہ کتاب میں یہ حکم تھا۔

لَا تَخَافُنْ اِلَّا اللّٰه اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ اگر انہوں نے تقیہ کیا تو لامحالہ اللہ کے سوا کسی اور سے خوف کیا اور وعدہ خداوندی پر اعتبار نہ کیا اور اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا ارتکاب کیا۔ تو پھر یہ تو کھلی گمراہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

ترجمہ: ترجمہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا یقیناً وہ تو کھلی گمراہی میں پڑیگا۔ مگر حاشا اللہ ہم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو صادقین میں سے جانتے ہیں انہوں نے احکام الٰہیہ کی ہرگز ہرگز نافرمانی نہیں کی۔

شیعہ حضرات محض عداوت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سلسلے میں بنات النبی کا انکار کر رہے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ موجودہ دور کے اہل تشیع تعدد بنات کے انکار پر مصر ہیں اور ان کے سابق شیعی مجتہدین، محققین چار صاحبزادیوں کا اقرار کر رہے ہیں اور ان کے اقرار بنات النبی پر بیسوں ثبوت پیش کئے جا سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے جو ثبوت ہم اپنے اس رسالہ

میں پیش کر چکے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے پاس سوائے بودے اعتراضات اور چونکہ چنانچہ البتہ کے سوا کچھ نہیں، شیعہ حضرات سے آخری گذارش یہ ہے۔

۱۔ اگر آپ کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی ایسی صحیح حدیث جو کسی معتبر کتاب میں مستند حوالے کے ساتھ ہو جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ کی صاحبزادی ایک تھی تو پیش کیجئے

۲۔ کسی معتبر کتاب میں بسند معتبر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول دکھائیے۔

۳۔ کسی معتبر کتاب میں معتبر روایت یا قول امام سے مستند حوالے کیساتھ سیدہ فاطمۃ الزاہرا سے ثابت کیجئے۔ ان کا فرمان ہو کہ میں اپنے والد مکرم کی اکلوتی بیٹی ہوں اور میری نسبی بہن کوئی نہیں۔

۴۔ کسی معتبر کتاب میں معتبر روایت یا قول سے مستند حوالہ کے ساتھ ثابت کرو کہ امام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے فرمایا ہو کہ سوائے فاطمہ رضی اللہ عنہ کے میرے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بیٹی پیدا نہیں ہوئی۔

۵۔ اگر آپ اس قسم کی تصریحات سے عاجز ہیں تو اپنی کتب معتبرہ سے بسند معتبر دوازدہ آئمہ علیہم السلام سے کسی امام کی تصریح اپنے موقف کی تائید میں دکھا دیجئے۔ ہماری دعوٰی ہے کہ شیعہ حضرات اس مسئلہ میں عاجز ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ اس کا زندہ ثبوت یہ بھی پڑھیئے۔ (منجانب یاور حسین ساقی صفحہ۳ ۱۹۷۲ مارچ ۵)

بخدمت مجتہدین عظام علمائے کرام و مدیران ذوالاحترام مذہب شیعہ السلام علیکم! چند دن ہوئے میں نے ایک آدمی کے ہاتھ میں اہلحدیث مولوی فیض عالم صدیقی کی تالیف، حقیقت مذہب شیعہ دیکھی۔ یوں ہی سرسری طور پر ورق گردانی کرتے ہوئے ایک مقام پر نظر ٹھہر گئی۔ شیعہ مذہب کی جن درجن بھر معتبر کتب کے حوالے سے لکھا دیکھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ ان میں تحفۃ العوام کا نام بھی تھا۔ میں یہاں جملہ معترضہ کے

طور پر یہ بھی عرض کردوں کہ میں آبائی طور پر شیعہ ہوں اور میرا تمام وقت آج تک دینی وار طبی کتب کے مطالعہ کے اور دینی اور طبی خدمات میں صرف ہوتا رہا۔ پاکستان اور بھارت کے تقریباً تمام جرائد میں طب کے متعلق میرے مضامین شائع ہوتے چلے آرہے ہیں۔ میں اپنے مذہب کے متعلق صرف اسقدر جانتا تھا کہ حضرت امام المتقین علیہ السلام خلیفہ بلافصل ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزاہرا صلوٰت اللہ علیہا تھیں۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت شیر خدا کا حق غصب کیا گیا یہ باتیں میرے ذہن میں اس قدر پختہ ہو چکی تھیں کہ میں ان کے خلاف کبھی کوئی بات سنی تک گوارا نہ کی۔ لیکن جب حقیقت مذہب شیعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا پڑھا۔

تو میں نے اپنے اکابر علمائے کرام سے رجوع کیا مگر وہ اس میں کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ میں اپنے ایمان و وجدان حاضر ناظر رکھ کر کہتا ہوں کہ میں مسلکاً اللہ کے فضل سے متشدد قسم کا شیعہ ہوں۔ مگر اس متنازعہ مسئلہ نے مجھے ذہنی طور پر سخت خلجان میں ڈال دیا ہے۔ آج تک جن شیعی علماء کرام سے دریافت کی گیا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میری تسلی کر دیتا تو شاید مجھے یہ طویل خط نہ لکھنا پڑتا۔ اس خط کو طبع کرانے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ میں سینکڑوں علمائے کرام کی خدمت میں اپنے دل کے اطمینان کیلئے قلمی خط لکھ کر بھیجنے کی فرصت نہیں رکھتا۔ ایک اور بات ذہن میں آتی ہے کہ اگر شیعہ علمائے کرام اپنی معتبر کتب کی تحریروں کے مطابق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیوں کا اقرار کرلیں تو کیا شیعت میں کچھ فرق پڑ جائے گا اور جو فضیلت حضرت زہرا رضی اللہ عنہ کو قدرت کیطرف سے ودیعت ہوئی ہے اس میں کچھ کمی آجائیگی ------ والسلام

ڈاکٹر یاور حسین ساقی ۱۵ مارچ ۱۹۷۳ء رہتاس ضلع جہلم ماخوذ از رسالہ بنات الرسول

حکیم فیض عالم صدیقی

ایک بہانہ:

کچھ شیعہ علماء کا کہنا ہے کہ شیعہ کتاب قرب الاسناد کی حدیث میں مسعدہ بن صدقہ سنی راوی ہے لہذا قابل قبول نہیں جواب یہ حقیقت سے فرار کی راہ ہے۔

۱۔ جس مسعدہ بن صدقہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ سنی ہے یا شیعہ وہ امام محمد باقرؒ سے روایت کرتا ہے۔اور یہ چار بیٹیوں والی روایت کا راوی نہیں۔ تنقیح المقال میں تذکرہ مسعدہ بن صدقہ میں ہے کہ!

مسعدہ بن صدقہ یکنی ابا بشر روی عَنْ اَبِیْ عَبْدُاللهِ وَ اَبِی الْحَسَنِ لَهٗ کُتُبَ مِنهَا خُطْبَةِ اَمِیْرِ الْمُؤمِنِیْنَ فَظَاهِرِ النَّجَاشِیْ مِنَ عَدَمِ غَمْزِهٖ مَذْهَبَهٗ

ترجمہ مسعدہ بن صدقہ جس کی کنیت ابو البشر ہے یہ امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے اور ابوالحسن سے اس کی کتابیں ہیں ان سے امیر المؤمنین کے خطبے بھی ہیں اور علامہ نجاشی نے اس کے مذہب پر کوئی تنقید نہیں کی۔

روضہ کافی اور فروع کافی میں مسعدہ بن صدقہ امام جعفر صادق کی حدیث کا راوی ہے۔ یہی مسعدہ بن صدقہ آپ کی اہم ترین کتاب تہذیب الاحکام میں باب فضل المساجد اور باب وصیت میں امام جعفر صادقؒ سے روایت کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو مسعدہ بن صدقہ امام محمد باقرؒ سے روایت کرتا ہے وہ تبری فرقہ کا ہے جو شیعہ فرقہ میں سے ہیں۔

(ملاحظہ ہو فرق الشیعہ از علامہ نوبختی شیعہ) یا سُنی ہے مگر جو امام جعفر صادقؒ سے روایت کرتا ہے وہ شیعہ ہے اور یہ چار بیٹیوں والی روایت اس مسعدہ بن صدقہ کی ہے جو شیعہ ہے اور امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے اور قرب الاسناد کی روایت میں وہی مسعدہ بن صدقہ جو امام جعفر صادقؒ سے روایت کرتا ہے اور شیعہ ہے۔

۲۔ قرب الاسناد کی روایت کو شیعہ کے فخر المحدثین ملاں محمد باقر مجلسی نے اپنی کتاب حیاۃ القلوب باب پنجاہ و یکم میں سب سے پہلے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔ جلد دوم صفحہ ۵۸۸

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت جعفر صادقؒ روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند، طاہر قاسم و فاطمہ و اُم کلثوم رقیہ و زینب

رسول خدا کی اولاد بطن خدیجہ سے طاہر و قاسم اور فاطمہ اُم کلثوم رقیہ اور زینب پیدا ہوئیں۔

۳۔ قَالَ وَحَدَّثَنِیْ مَسْعَدَہ بِنْ صدقه قال و حدثنی جعفر بن محمد (ع) عن ابیه قال ولد لرسول الله (ص) من خدیجه القاسم والطاهر و ام کلثو و رقیة و فاطمة و زینب

حضرت امام جعفر صادقؒ اپنے والد گرامی امام محمد باقرؒ سے روایت فرماتے ہیں کہ محمد باقرؒ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پیدا ہوئی قاسم اور طاہر رضی اللہ عنہما اور اُم کلثوم اور رقیہ اور فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہن یہ ہے امام جعفر صادق اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہم کا عقیدہ۔ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیوں کے متعلق (قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری صفحہ ۸)

عَنْ مسعدہ بن صدقہ قَالَ حَدَّثَنِیْ جعفر بن محمد عَنْ اَبِیْہِ قَالَ وُلِدَ لِرَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ خَدِیْجَۃَ الْقَاسِمُ وَ الطَّاھِرِ وَ اُمّ کَلْثُوْم وَ رُقَیَّۃ وَ فَاطِمَۃَ وَ زَیْنَبُ

حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے والد گرامی امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پیدا ہوئی۔ قاسم اور طاہر رضی اللہ عنہما اور اُم کلثوم اور رقیہ اور فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہن۔

(تنقیح المقال فی احوال الرجال از علامہ عبداللہ مامقانی اہل تشیع کی شہرہ آفاق کتاب طبع جدید نجف اشرف صفحہ ۷۳)

پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

ان کتب الفریقین مشحونۃ بانھا ولدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربع بنات زینب و اُم کلثوم و فاطمہ و رقیہ

ترجمہ: فریقین (اہل سنت اور شیعہ) کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ حضرت خدیجہ کے بطن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں زینب، اُم کلثوم، فاطمہ اور رقیہ پیدا ہوئیں۔

(تنقیح المقال فی احوال الرجال صفحہ ۷۷)

آگے چل کر لکھتے ہیں ابوالقاسم کوفی نے علماء فقہا اور نسابین کی ایک بڑی جماعت کی مخالفت کی ہے اور وہ علماء جو دین شیعہ کے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں ابوالقاسم کے قول کو یعنی بنات رسول کا انکار کیا اُس نے، ابوالقاسم کے قول کو تسلیم کرنا اس کثیر جماعت کی توہین ہے ان جید علماء میں شیخ مفید بھی ہے جن کا صاف عقیدہ ہے کہ حضور کی چار صاحبزادیاں تھیں اور شیخ مفید کے علاوہ اس کے شاگرد سید شریف مرتضیٰ علم الھدیٰ کی یہی رائے ہے۔ ابوالقاسم کے اس قول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولم یات الا بما زعمہ برھانا الی ان قال و ان اتعب نفسہ الا انہ لم یات ما یغنی عن تکلف النظر و الثبوت و انہ کبیت العنکبوت اما اولا فانہ یشبہ الاجتھاد فی قبال النصوص من الفریقین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن ائمتنا

ترجمہ: اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابوالقاسم کا یہ قول کہ زینب اور رقیہ بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ ربیبہ تھیں یہ قول بلا دلیل ہے۔ محض رائے اجتہاد ہے نصوص کے مقابلے میں اس کی حیثیت مکڑی کے جالے کے برابر بھی نہیں۔ کتب فریقین (اہل سنت و شیعہ) میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیوں پر نصوص موجود ہیں اہل سنت کے پاس فرمان رسول خدا موجود ہے۔ اور شیعہ کے پاس ائمہ کے اقوال موجود ہیں۔ کہ رسول خدا کی چار بیٹیاں تھیں۔ علامہ مامقانی کی یہ تنقید بجا مگر اہل تشیع کو کون سمجھائے کہ ابوالقاسم کوفی کا یہ عقیدہ جو اس نے اپنی کتاب الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ میں بیان کیا ہے۔ بقول اکابر علمائے شیعہ اور ائمہ اہل بیت صادقین طاہرین کے بھی ناقابل قبول و مردود ہے۔

خلاصہ کلام:

۱۔ قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں تین سے زیادہ تھیں۔اے نبی قُل لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ سے لفظ بنات جمع قلت ہے جس میں ۹ تک تعداد آ سکتی ہے۔(تفسیر روح المعانی)

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ حضرت خدیجہ سے میری چار بیٹیاں زینب، اُم کلثوم، رقیہ اور فاطمہ رضی اللہ عنھن پیدا ہوئیں۔ثبوت ملاحظہ ہو۔

پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درحشم شد گفت بس کن اے حمیرا کہ خدا برکت دہد زنے را کہ شوہر را بسیار دوست دارد و بسیار فرزند آورد و خدیجہ اورا رحمت کند از من طاہر و مطہر را بہم رسانید کہ او عبداللہ بود و قاسم را اور رقیہ و فاطمہ و زینب و اُم کلثوم از و بہم رسید (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۸۷)

ترجمہ: فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اے حمیرا (عائشہ) اللہ نے اُس عورت میں برکت رکھی ہے جو بچوں سے محبت کرتی ہے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ اُس پر رحم کرے اُس سے میرے بیٹے طاہر اور قاسم رضی اللہ عنہم اور میری بیٹیاں رقیہ و فاطمہ و زینب اور اُم کلثوم رضی اللہ عنھن پیدا ہوئیں۔

۳۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا کی چار بیٹیاں تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

اس کا ثبوت:

بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و اُم کلثوم و رقیہ و زینب

معتبر سند کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا کی اولاد دو بیٹے اور چار بیٹیاں فاطمہ، اُم کلثوم، رقیہ اور زینب تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔(حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۸)

اب اگر کوئی کہے کہ رسول خدا کی ایک بیٹی تھی تو اول وہ قران پاک کی ایت پیش کرے کہ ایک ہی بیٹی تھی۔ پھر رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مبارک پیش کرے کہ میری ایک ہی بیٹی تھی۔ پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اگر ایسا نہ کر سکے اور یقیناً نہیں کر سکتا اور پھر بھی اسی بات پر اصرار کرے کے حضور اکرم کی صرف ایک بیٹی تھی تو ایسا شخص امام جعفر صادقؓ کا مخالف اور رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مخالف اور قرآن پاک کا انکاری ہے۔ دلائل کا تو انبار لگا کر فرار کی تمام راہیں ہم نے بند کر دیں۔ مگر ہدائیت اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

باب دوم

درود شریف میں آل محمد ﷺ کے مصادیق کا بیان

سب سے پہلے ی وہ جاننا چاہیے کہ آل محمد ﷺ سے مراد کون ہیں۔

آل محمد کی تشریح کے سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَنَس ﷺ سُئل النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ قَالَ کُلُّ تَقِیّ وَفِیْ رَوَایَۃ کُلُّ مؤمِنٍ

جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آل محمد کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا ہر متقی انسان اور ایک روایت میں ہے ہر مؤمن ۔ نبراس شرح، شرح العقائد از علامہ عبدالعزیز ہمارے قبلہ حضور سلطان الفقراء غوث الورٰی حجۃ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین مولنا و مرشدنا عطاء محمد قادری اپنی تصنیف تالیف تحقیق الاولیاء کے صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں۔

قَالَ عَلَیْہِ السَّلام کُلُّ مَنْ سَلَکَ عَلٰی طَرِیْقِی فَھُوَا آلی

جو کوئی میرے طریقہ پر چلا پس وہ میری آل میں داخل ہے۔ تو صحابہ کرام مشائخ عظام رضی اللہ عنہم سب کے سب لفظ آل میں داخل ہیں۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ

وَقِيْلَ آلُ مُحَمَّدٍ كُلُّ تَقِيّ

بعض نے کہا ہے کہ ہر متقی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ حوالہ شیعی کتاب کا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آل محمد میں اُمت کو بھی شامل کرتے ہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَالامَّةُ الْمُؤمِنُوْنَ الَّذِيْنَ صَدَّقُوْا مَا جَاءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْمُتَمَسِّكُوْنَ بَالثَّقَلَيْنِ

ترجمہ: کہ مومنوں کا گروہ بھی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آل محمد میں شامل ہیں۔

(تفسیر صافی زیر آیت اِنَّ اللّٰهَ اصطَفٰی اٰدَمَ وَ نُوْحًا (سورۃ آل عمران)

حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب فتوحات مکیۃ آل محمد سے کیا مراد فرماتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اٰلَ الرَّجُلِ فِیْ لُغَةِ الْعَرَبِ هُمْ خَاصَّتُه' الْاَقْرَبُوْنَ اِلَيْهِ وَ خَاصَّةُ الْاَنْبِيَاءِ وَ آلُهُمْ هُمْ ا لصَّالِحُوْنَ الْعُلَمَاءُ بِاللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: یعنی جان لو کہ عربی زبان میں ایک آدمی کی آل سے مراد اس کے خاص اقارب ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے خاص اور ان کی آل مومنوں میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔

(فتوحات مکیۃ جلد اول صفحہ ۵۶۹)

قرآن پاک میں لفظ آل کا استعمال اس طرح ہوا۔

اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُه

ترجمہ: اے آل دواؤد! (ان نعمتوں پر) شکر ادا کرو اور میرے بندوں میں بہت کم شکر گذار ہیں۔

آیت مذکورہ میں آل سے مراد اولاد اور خاندان کے علاوہ اُمت کے متبعین افراد بھی ہیں اور اگر صرف اولاد مراد لی جائے تو آپ کی اولاد سے بے شمار جلیل القدر انبیائے پیدا ہوئے۔ انبیاء علیہم السلام سے عدم شکر گزاری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اگر نبی اپنے

رب کے انعامات اور نوازشات کا شکر گزار نہیں ہوگا تو پھر دنیا کا کوئی بھی فرد اس کا حق شکر ادا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

قرین عقل وعلم ہے کہ یہاں بھی آل سے داؤد علیہ السلام کی اُمت کے وہ افراد مراد ہیں جن سے عمل ناسپاسی سرزد ہو سکتا تھا۔ سورہ سباپ ۲۲

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے بے تعلق لوگوں کو جو پیروی کرنے والے ہوں آل فرمایا ہے اور خاص صلبی بیٹے کو جو پیروی کو نیوالا آل سے خارج کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَاَغْرَقْنَا آلِ فِرْعَوْنَ یعنی ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا خاص صلبی بیٹا جو پیرو نہ تھا۔ اللہ پاک نے فرمایا۔ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اس آیت میں قطعاً آل فرعون سے پیروان فرعون مراد ہیں۔ اس لئے کہ فرعون کے اولاد نہ تھی۔ علاوہ اس واقعہ کے بھی یوں ہی ہے کہ اس کے تمام فرمانبردار غرق کئے گئے تھے۔ اور دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کا خاص صلبی بیٹا جو پیرو نہ تھا اس کی بابت فرمایا۔ اِنَّه' لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ یعنی اے نوح وہ تمہاری آل سے نہیں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے بھی کتب شیعہ میں یہ مضمون منقول ہے۔

پیغمبروں کے مقرب لوگ حصہ سوم ملفوظات قال علیہ السلام ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِالْاَنْبِيَآءِ اَعْلَمُهُمْ بِمَاجَآؤ بِهِ ثُمَّ تَلَاءِ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِابْرَاهِيْمَ لِلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْه' وَهٰذَا النَّبِیُّ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ وَلِیُّ مُحَمَّدٍ مَّنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ اِنْ بَعُدَتِ لَحْمَتُه' وَاِنْ عَدُوُّ مُحَمَّدٍ مَنْ عَصَى اللّٰهُ وَاِنْ قُرُبَتْ قَرَابَتُه'

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا بیشک انبیاء سے زیادہ قرابت رکھنے والے وہ ہیں جو ان کی شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ ابراہیم سے زیادہ قرابت رکھنے

والے وہ ہیں جنہوں نے ابراہیم کی پیروی کی۔ (اگر چہ ان کونسبی تعلق ابراہیم سے نہ ہو) اور یہ نبی اور جولوگ اس نبی پر ایمان لائے۔ پھر جناب امیر نے فرمایا کہ محمد کا قرابت والا وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے۔ اگر چہ اس کا نسب جدا ہو۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگر چہ اس کی قرابت قریب ہو۔ یعنی چاہے خاندانی رشتے سے کتنے ہی قریب ہوں۔ (نہج البلاغہ حصہ سوم ملفوظات صفحہ ۸۸۷)

شیعہ حضرات اب فیصلہ تم پر ہے۔ حدیث تمہاری فیصلہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا کہ علماء دین بھی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہیں۔ (بصائر الدرجات صفحہ ۳)

آل دو قسم کی ہیں!

ایک آل جسمانی ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ دوسری آل روحانی ہے اس میں علماء راسخین اولیاء کاملین، حکماء، سلمین مشکوٰۃ انوار سے مقتبین خواہ سابقین ہوں یا لاحقین سب کے سب آجاتے ہیں۔ اور یہ جسمانی آل سے زیادہ پختہ ہیں۔ مناقب فاخرہ للعزۃ الطاہرہ صفحہ ۲۳

اِنَّ كُلَّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ مِن شِيْعَتِنَا هُوَ مِنْ رَحِمِ مُحَمَّدٍ

بلا شبہ ہمارے شیعوں کے سب مؤمن مرد اور مومن عورتیں رحم محمد میں سے ہیں۔ تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

شیعہ حضرات اب ایمان سے کہو مندرجہ بالا عبارت میں شیعوں کو عترت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام قرار نہیں دیا گیا۔

قَالَ اَبُو جَعْفَر عِنْدنا اٰلِ مُحَمَّد نادر من الباب وَهُوَ مِنْهُ اَنَّ الْعُلَمَّاءَ هُمْ آلُ مُحَمَّدٍ

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آل محمد نادر الباب ہے اور اسی سے ہے کہ

علماء وہی آل محمد ہیں۔

قرآن مجید میں خاص صحابہ کرام پر درود بھیجنے کا ذکر فرمایا اور عنوان وہ اختیار فرمایا جو ایک آیت میں اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے ذکر فرمایا۔

قولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

وہی ہے اللہ جو درود (یعنی رحمت) بھیجتا ہے۔تم پر اور اس کے فرشتے بھی (درود بھیجتے ہیں) تا کہ نکالے تم کو اللہ تاریکیوں سے طرف روشنی۔

شیعہ حضرات کے حکیم مقبول احمد صاحب دہلوی نے اس آیۃ کریمہ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تا کہ وہ تم کو (کفر ونفاق کی) اندھیریوں سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال لائے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ مطبوعہ افتخار بکڈپو کرشن نگر لاہور)

ترجمہ مقبول سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ یہ آیت خاص کر صحابہ کرام کیلئے ہے۔ کیونکہ شیعی عقائد کے مطابق بھی خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پانچوں تن محمد ﷺ است علیؓ فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ

مگر مخاطب آیت کریمہ وہ ہیں جو کفر ونفاق کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں تو شیعہ ترجمہ کے مطابق یہ حضرات اس آیت کے مصداق نہیں۔

سورۃ الاحزاب پ۲۲ صفحہ۸۴۴)

آل اور اولاد کے الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں بولے جاتے ہیں مگر ان میں

زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو مذکورہ بالا حوالہ جات اور تصریحات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ عام طور پر جو درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ پڑھا جاتا ہے اس میں وارد شدہ لفظ آل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے نیک اور پاک سیرت متبعین مراد ہیں۔ اسی طرح نیک اور پاک سیرت اولاد بھی۔ آل محمد سے ہر وہ فرد جو شریعت مطہرہ کی پابندی نہ کرے، صوم وصلوٰۃ اور دیگر فرائض کا تارک ہو، علوم شریعہ سے نابلد ہو، خواہ اولاد رسول ہو یا نہ ہو خارج متصور ہوگا۔

اگر آل سے مراد اچھے برے تمام لوگ لئے جائیں تو پھر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْـرَاھِیْـمَ میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی تمام ذریت (اولاد) اور اتباع (پیروکار) مراد ہونگے۔ جو غلط ہے۔ وہ اس لئے کہ بنی اسرائیل (یہودی) بھی جناب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ تو کیا مسلمان نماز میں اُن پر بھی اللہ تعالیٰ سے درود بھیجنے کی دعا کریں گے۔

نوٹ: حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے دو بیٹے تھے۔ ایک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت اسحٰق علیہ السلام۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل میں حسب ذیل مشہور نبی گزرے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور دوسری شاخ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے چلی اس میں صرف ایک نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیدا ہوئے۔

قَالَ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ط قَالَ لَا

يَنَالُ عَهْدِیْ الظّٰلِمِیْنَ ٥

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم کا اس کے رب نے چند کلمات سے امتحان لیا اور ابراہیم نے ان کو پورا کر دیا۔ (خدا نے) فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا میں تم کو کل آدمیوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں۔ (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے (خدا نے) فرمایا جو ظالم ہونگے (وہ) میرے عہد سے فائدہ نہ اٹھائینگے۔

(ترجمۃ القرآن حکیم مقبول احمد شیعی میں حاشیہ صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے۔ (سورۃ البقرۃ پ ۱)

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے بھی سوال کیا یعنی عرض کی وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ یعنی میرا اولاد میں سے بھی کسی کو یہ درجہ ملے گا۔ خدا نے فرمایا لَا یَنَالُ عَهْدِیْ الظّٰلِمِیْنَ میرا معاہدہ ظالموں سے سے نہیں ہے۔ (قول مترجم)

چونکہ ہر گناہ نافرمانی ہے اور نافرمانی ظلم ہے اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ تو فرمانِ خداوندی سے ثابت ہوا کہ اولاد ابراہیم میں سے بعض فاسق و فاجر ظالم گناہ گار بھی ہونگے۔ تو درود آل ابراہیم پر ہے نہ کہ اولاد ابراہیم پر ہاں حضرت ابراہیم کی پاکیزہ اور متبع اور اسوۂ ابراہیمی پر چلنے والی اولاد سو وہ آل ابراہیم میں شامل ہے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام کی غیر متبعین سے دست برداری کے متعلق قرآن حکیم میں نص قطعی اس طرح وارد ہے۔ پارہ ۲۸ سورۃ ممتحنہ)

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ ج اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ترجمہ: تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان لوگوں (کی باتوں) میں جو اُنکے ساتھ تھے۔ اچھا نمونہ موجود ہے۔ جس وقت کہ انہوں نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ ہم تم سے اور اُن

چیزوں سے جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو یقیناً بیزار ہیں گویا اس آیت کے مطابق جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو اللہ کے سوا بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اپنی آل سے خارج کر دیا۔ لہذا وہ لوگ آل ابراہیم علیہ السلام میں شامل نہیں ہونگے۔

تَشَهُّدْ میں عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ کی دعا پڑھی جاتی ہے۔ اور جس میں بدرگاہ ایذدتعالیٰ آل ابراہیم پر درود بھیجنے کی درخواست کی جاتی ہے۔ وہاں آل ابراہیم سے مراد وہ انبیاء علیہ السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے مبعوث ہوئے اور علمائے محققین کے نزدیک ان کی تعداد (۷۰۰۰۰) ستر ہزار کے قریب ہے اور جو افراد سوۂ ابراہیمی کے چھوڑ گئے وہ آل ابراہیم میں شامل نہیں ہونگے۔

(ترجمہ مقبول صفحہ ۸۴۹ افتخار بکڈپو سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o بالتحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان لانے والو تم بھی اُن پر درود بھیجو۔ (ترجمہ مقبول)

صلوٰۃ کیا ہے۔ خدا کی طرف سے رحمت کا نازل ہونا۔ اور ملائکہ کی طرف استغفار اور تزکیہ اور مومن کیطرف سے دعا۔ درود اور آل ارشاد گیلانی شیعہ شائع کردہ ادارہ علوم الاسلام اصغری منزل۔ لاہور۔

خلاصہ کلام۔ اللہ کی طرف سے اپنے نبی پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تعریف فرماتا ہے۔ آپ کے کام میں برکت دیتا ہے۔ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے اور ملائکہ کیطرف سے آپ پر صلوٰۃ کا یہ مطلب ہے کہ آپ کی تعریف کرتے ہیں۔ آپ کے حق میں اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ آپ کو زیادہ سے زیادہ بلند مرتبے عطا فرمائے۔ آپ کی

شریعت کوفروغ بخشے اور اہل ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صلو علیہ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے گرویدہ بن جاؤ۔ان کی مدح وثناح کرواوران کے لئے دعا کرو۔ بارگاہ رب العزت میں ازدیار رحمت کی۔

(تفہیم القرآن جلد چہارم سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ ۱۲۳)

اب اصل مسئلہ پر غور کیجئے۔اب نماز میں دیکھو درود شریف کہ قعدہ اخیر میں ہے اور سنت ہے۔تشہد واجب اور ہر قعدہ میں پڑھا جاتا ہے۔اسی تشہد ماثور میں ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر سلام اور خدا کی رحمت اوراس کی برکتیں نازل ہوں۔ سلام ہو پھر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

الف: ہماری نماز نہیں ہوتی جب تک ہم تشہد میں حضور کی ذات پاک ہدیہ سلام بھیجنے کے ساتھ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدیہ سلام نہ بھیجیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ

گوعام ہے عباد اللہ الصلحین اس میں ارض وسماء کے تمام صالح افراد وعباد داخل ہیں۔مگر اس عموم میں سب سے پہلے اصحاب رسول شامل ہیں۔اُن کا شمول سب سے مقدم اوراحق ہے۔پھر یہ حقیقت بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کواس کی تعلیم دے رہے ہیں۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفقہ حدیث پاک ہے۔صحابی نے حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ سلام کا طریقہ تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا ہے۔ یعنی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد میں سکھا دیا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اب آپ فرمائیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کس طرح بھیجیں تو آپ نے فرمایا کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا صلوٰۃ کے متعلق سوال آیہ کریمہ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِکَتَهٗ .... وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کے نزول کے بعد ہے یہ سورہ احزاب میں ہے۔ جو غزوہ احزاب کے بعد نازل ہوئی۔ ۴ ہجری کے آخر یا ۵ ہجری کے آغاز میں۔

تو اس وقت روئے زمین پر سوائے اصحاب رسول کے اور کسی عبد صالح کا وجود نہیں ہے۔ تو تشہد میں درود موجود ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ جیسا کہ آپ پہلے درود پاک کے معنی وحقیقت پڑھ چکے ہیں۔

(ب) تشہد کے بعد بارگاہ رسالتمآب میں ہدیہ صلوٰۃ وتبریک پیش نہ کریں اور اس ہدیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور کے اصحاب کو شریک نہ کریں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ تو درود پاک میں لفظ آل کا آیا ہے۔ مگر اس سے مراد جمیع اتباع رسول ہیں۔ لغت میں لفظ آل متبعین اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے نیک اور پاک سیرت علمائے راسخین مراد ہیں۔ جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں قرآن کی آیات فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علمائے شیعہ اور قول حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ ثابت کر چکے ہیں۔ تو ہماری نماز نہیں ہوتی۔

نوٹ: یہ حقیقت بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اگر آل سے قرآن، لغت ومحاورہ اور اقوال ائمہ کے خلاف۔ اگر اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ اولاد سیدہ بتول رضی اللہ عنہ مراد لی جائے تو

پھر سیدنا علی المرتضیٰ بھی دوسرے صحابہ کے ساتھ درود دعا سے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اولاد رسول میں بالاتفاق نہیں شیعہ حضرات بھی انہیں اہل بیت رسول میں تو شامل کر لیتے ہیں مگر آل رسول انہیں کوئی بھی نہیں کہتا۔

مصادیق آل پر اعلیٰ حضرت گولڑوی کی تصریح

قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ۔ لفظ آل کے مصادیق کے سلسلہ میں ایک حدیث پاک فرما کر یوں رقمطراز ہیں۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ آلٌ وَّعُدَّةٌ وَالِي وَعُدَّتِي الْمُؤْمِنُ ہر ایک نبی کیلئے اتباع و جماعت ہیں۔ اور میرے تابعین اور جماعت وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے سچے دل سے یعنی صدق دل سے سچا نبی مانا ہے۔ اس حدیث سے جس کا ذکر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے فتوحات مکیہ کی دوسری جلد میں بجواب سوال حکیم ترمذی کیا ہے صاف ظاہر ہے کہ آل محمد سے مراد سب مؤمن ہیں۔ اقارب وازواج واولاد سمیت

البتہ قاموس اور دیگر لغات میں اقارب اور اتباع کے معنی درج ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ کس مقام میں اہل بیت و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد وہ اقارب ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔ چنانچہ آل علی و آل جعفر و آل عقیل علیہم الرضوان اور کسی جگہ پر بہ قرینہ مقام اولاد آنحضرت اور ازواج مطہرات اور کسی جگہ پر سیدۃ النساء فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہ اور حسن وحسین وعلی علیہ السلام

خلاصہ آنکہ لفظ آل محمد، درود شریف اور آل ابراہیم اور آلہ فرعون سے مراد اتباع اور پیرو ہیں اور ماسوائے درود شریف جیسا جیسا مقام ہوگا بقرینۂ مقام خاص خاص معانی مراد ہونگے۔ (فتاوی مہریہ از سید پیر مہر علی شاہ صفحہ ۱۸ مطبوعہ لاہور)

پس ثابت ہو گیا کہ نماز کے درود میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے پیرو مراد ہیں اور معنی درود کے یہ ہوئے کہ یا اللہ رحمت نازل کر پیروان محمد پر۔ لہذا لفظ آل میں بدرجہ اول صحابہ کرام شامل ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کیلئے صلوٰۃ بھیجنا یعنی ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرنا۔

اَتَقَرَّبُ اِلَیْهِ بِالتَّصْدِیْقِ لِنَبِیِّهِ الْمُصْطَفٰی لِوَحْیِهِ الْمُتَخَیَّر لِرِسَالَتِهِ الْمُخْتَصِّ بِشَفَاعَتِهِ الْقَائِمِ بِحَقِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَاَصْحَابِهٖ وَ عَلَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلَائِکَةِ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ: اس کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہوں تا کہ اُس سے قربت نصیحت ہو، وہ نبی جسے اس نے اپنی وحی کیلئے چنا، اور رسالت کیلئے پسند فرمایا، وہ نبی جو حق شفاعت سے سرفراز، اور اس کے حق کا ذمہ دار۔ جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اُس پر اور اس کی اولاد و اصحاب پر اللہ کی رحمتیں بلکہ تمام انبیاء تمام مرسلین اور تمام فرشتوں پر۔

(صحیفہ علویہ از علامہ سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ لکھنوی شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور)

حضرت امام زین العابدین کا صحابہ اور تابعین اور ان کی ازواج واولاد پر صلوٰۃ بھیجنا یعنی ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرنا۔

اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلَی التَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ خَیْرَ جَزَآئِکَ الَّذِیْنَ قَصَدُوْا سَمْتَهُمْ وَتَحَرَّوْا وِجْهَتَهُمْ وَ مَضَوْا عَلٰی شَاکِلَتِهِمْ لَمْ یَثْنِهِمْ رَیْبٌ فِیْ بَصِیْرَتِهِمْ وَلَمْ

يَخْتَلِجُهُمْ شَكٌّ فِي كُفُوِ آثَارِهِمْ وَالْإِئْتِمَامِ بِهِدَايَةِ مَنَارِهِمْ

ترجمہ: اے معبود مرحمت کران لوگوں کو جو نیکی میں ان اصحاب کے پیرو ہیں۔اور جو یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ بخش دے تو ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جنہوں نے سبقت کی ہم سے ایمان میں اپنا بہترین صلہ (ایسے پیرو) جنہوں نے ان اصحاب کے طریقے (پر چلنے) کا ارادہ کیا۔ اور اختیار کیا ان کی روش کو اور اُن کے قدم بقدم چلے۔ان کو کسی شک نے اُن (صحابہ) کی بصیرت (کے یقین) سے برگشتہ نہیں کیا اور انہیں وہم کسی نے اُن (صحابہ) کے نقش قدم کی پیروی اور ان کے آثار ہدایت کی اقتدا کے متعلق وسوسے میں نہیں ڈالا۔

(صفحہ ۳۶ صحیفہ کاملہ یعنی زبور آل محمد سید قائم رضا نسیم امروہی)

اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلَى التَّابِعِيْنَ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا وَإِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَعَلٰى أَزْوَاجِهِمْ وَعَلٰى ذُرِّيَّاتِهِمْ وَعَلٰى مَنْ أَطَاعَكَ مِنْهُمْ صَلٰوةً تَعْصِمُهُمْ بِهَا مِنْ مَعْصِيَتِكَ وَتَفْسَحُ لَهُمْ بِهَا فِيْ رِيَاضِ جَنَّتِكَ

ترجمہ: اے معبود پس رحمت نازل کر (اُن) پیروؤں پر آج سے لیکر قیامت تک اور (رحمت نازل کر) اُن کی بیویوں اور ان کی اولاد پر اور اس پر اُن (ازواج واولاد) میں سے جس نے تیری اطاع کی ایسی رحمت جس سے تو انہیں اپنی نافرمانی سے بچائے اور جس سے تو ان کے وسعت پیدا کر دے اپنے جنت کے باغوں میں۔

(صحیفہ یعنی زبور آلِ محمد سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ سید قائم رضا نسیم امروہی صفحہ ۳۷)

خلاصہ کلام متعلقہ بحث درود شریف نماز میں درود ابراہیمی کے علاوہ ہمیں جو قرآنی حکم یعنی صلو علیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم بارگاہ رب العزت میں آپ کی شان کے مطابق از دیار رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ تو اس طرح صلوٰۃ دعائیہ کیلئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ

رب العزت نے سورہ توبہ میں حکم دیا۔ اپنے صحابہ کیلئے

نمبرا۔ خُذْمِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَةً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَكِّيْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَيْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

ترجمہ: ان کے مالوں سے صدقہ لےلو کہ ان کو بھی پاک کردو اور اس صدقہ لینے کی وجہ سے ان کے مال کو بھی بڑھا دو اور ان کیلئے دعائے رحمت کرو۔ تمہاری دعائے رحمت کرنا ان کی تسکین کا باعث ہوگا۔ (ترجمہ مقبول شیعی صفحہ ۳۰۴ سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۰۳)

نمبر۲: وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ہ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِيْبَةٌ ط قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ اُولٰٓـئِکَ عَلَيْھِمْ صَلَوٰاتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَةٌ وقف وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ

ترجمہ: (اور اے پیغمبر) ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری پہنچا دو۔ جو مصیبت پڑھنے کے وقت یہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اُسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ چیز اُن کے اللہ پروردگار کی جانب سے صلوٰت اور رحمت ہے۔ اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (ترجمہ مقبول شیعی سورۃ بقرہ آیت ۱۵۷ صفحہ ۴۵)

نمبر۳: ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَيْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِيُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ہ

ترجمہ: وہ بھی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰت بھیجتے ہیں تا کہ وہ تم کو (کفر ونفاق) کی اندھیریوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف نکال لائے۔

نمبر۴: مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

ترجمہ: جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اُس پر اور اس کی اولاد و اصحاب پر اللہ کی رحمتیں۔ (صحیفہ علویہ صفحہ ۱۸)

سیدہ فاطمۃ الزاہرا کی صلوٰۃ دعائیہ

نمبر۵: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ الطَّیِّبِیْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِہٖ الْمُنْتَجِبِیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِہِ الْمُطَھَّرَاتِ وَعَلٰی ذُرِّیَّۃِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی کُلِّ نَبِیٍّ

ترجمہ: یا اللہ رحمت نازل کر داس پر جس کا اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کی اہل بیت پاک پر اور اصحاب اخیار پر اور ان کی طاہر مطہر بیویوں اور ان کی اولاد پر اور تمام انبیاء پر۔

(ناسخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ ۲۶۸ در احوالات فاطمہ سلام اللہ علیھا)

نمبر۶: اَللّٰھُمَّ وَصَلِّ عَلَی التَّابِعِیْنَ مِنْ یَوْمِنَا ھٰذَا وَاِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِھِمْ وَعَلٰی ذُرِّیَّاتِھِمْ

ترجمہ: پس اے اللہ رحمت نازل کر (اُن) پیروؤں پر آج سے لیکر قیامت تک اور رحمت نازل کر اُن کی بیویوں اور ان کی اولاد پر۔

(صحیفہ کاملہ یعنی زبور آل محمد صفحہ ۲۷)

مجھے ایک دفعہ کا واقعہ یاد آ گیا۔ ہمارے گاؤں رتی ٹبی چک نمبر ۱۲ ضلع شیخوپورہ میں ایک عاشور محرم پر شیعوں کے مبلغ اعظم محمد اسمٰعیل صاحب تشریف لائے انہوں نے دوران مجلس شیعہ مومنین کو مخاطب کر کے کہا۔ پاکاں دی ذات لئے صلوٰت دی چھل آ دے۔ مجلس

میں حاضرین مومنین نے باآواز بلند پڑھنا شروع کردیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّد

شعیہ حضرات اب خدارا سوچو ہم نے یہ ثبوت صلوٰۃ دعائیہ یعنی صحابہ کرام کیلئے ان حضرات کے دعائے اللہ رحمت نازل کران پران کی اولاد پر ازواج پر۔ یہی ہے نامعنے صلوٰۃ دعائیہ یعنی درود پاک۔

نمبر۱: ذات باری تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صل علیہم صحابہ کیلئے حکم عطا فرمایا سورۃ توبہ آیت نمبر۱۰۳

نمبر۲: خود ذات باری تعالیٰ نے فرمایا صابرین کو خوشخبری دو۔ جو بوقت مصیبت کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اُسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں علیہم صلوٰت من ربہم ورحمۃ جن پران کے اللہ کی جانب سے صلوٰت اور رحمت ہے۔

(سورۃ بقرۃ آیت ۱۵۷)

نمبر۳: قول علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اُس پر، اس کی اولاد اور اصحاب پر اللہ کی رحمتیں مُحَمَّدٍ صَلِّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ

(صحیفہ علویہ صفحہ۱۸)

نمبر۵: سیدہ فاطمۃ الزاہرا اسلام اللہ علیہا کی صلوٰات

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَعَلٰى اَصْحَابِهٖ وَعَلٰى اَزْوَاجِهِ الْمُطَهِّرَاتْ

ترجمہ: یااللہ رحمت نازل کر محمد پاک اور اس کی اہل بیت پاک اور اصحاب اخیار پر اور ان کی طاہر مطہر بیویوں پر۔ (ناسخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ ۲۶۸)

نمبر۶: اَللّٰھُمَّ وَصَلِّ التَّابِعِیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِھِمْ وَعَلٰی ذُرِّیّٰاتِھِمْ

ترجمہ: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی صلوٰات اے اللہ رحمت نازل کر تابعین پر آج سے لے کر قیامت تک اور رحمت نازل کر ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر۔

شیعہ حضرات بنظر ایمانی غور کرو کہ صحابہ کرام پر کس کس طرف سے صلوٰت کی چھلیں آ رہی ہیں۔

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے

۲۔ خود ذات باری تعالیٰ کی طرف سے

۳۔ علی المرتضیٰ کی طرف سے شیر خدا کی طرف سے۔

۴۔ سیدہ فاطمۃ الزاہرا اسلام اللہ علیہا کی طرف سے۔

۵۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔

خود حق تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتوں کی طرف سے قرآن مجید میں خاص صحابہ کرام پر درود بھیجنے کا ذکر فرمایا۔ اور عنوان وہ اختیار فرمایا جو ایک آیت میں اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ذکر فرمایا۔ یعنی سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۶

نوٹ: ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ.

ترجمہ: وہ وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تا کہ وہ تم کو (کفر و نفاق) کی اندھیریوں سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال لائے۔

(ترجمہ مقبول شیعی پارہ ۲۲ صفحہ ۸۴۴)

اس آیہ مذکورہ بالا میں شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق جن نفوس قدسیہ کو آل کہتے

ہیں۔اُن پر اس آیہ کریمہ کا اطلاق ہر گز ہر گز ہو نہیں سکتا۔اس کا اطلاق اُن پر ہے جو کفر و نفاق کی ظلمت میں پہلے گھرے ہوئے ہوں۔ہم نے خاص صحابہ کرام کے حق میں اللہ اور اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا از روئے قرآن ثابت کر دیا ہے۔ہے کوئی بزرگ سیاہ پوش شیعہ حضرات سے جو قرآن پاک سے ایک ایسی آیت دکھادے جس سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق جن نفوس قدسیہ کو وہ آل رسول کہتے ہیں۔اُن پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔سوائے اُن کے دوسروں پر اُس کا اطلاق نہ ہو سکے ہر گز ہر گز نہیں دیکھا سکتے اگر دیکھا سکتے ہیں تو ہمیں دیکھا کر پانچ سو روپیہ انعام حاصل کریں۔

رہا شبہ کہ لفظ آل صحابہ کو بھی شامل ہے تو بعض درودوں میں آل کے بعد اصحاب کا ذکر کیوں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں تخصیص بعد تعمیم کا قاعدہ بکثرت جاری ہے۔یعنی پہلے ایک عام لفظ بولتے ہیں پھر اس عام کے بعض خاص مہتم بالشان افراد کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔مثلاً مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ یعنی جو شخص اللہ کا دشمن ہوا اور اس کے فرشتوں کا اور رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا رتبہ زیادہ ہے۔اس لئے ملائکہ کے بعد ان کا بھی ذکر فرمایا۔اسی طرح گو صحابہ آل میں داخل ہیں۔مگر چونکہ صحابہ کا مرتبہ بہ نسبت دوسرے پیروی کرنے والوں سے زائد ہے اس لئے بعد آل کے صحابہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب نمبر۳

تفسیر آیہ تطہیر اور قرآنی رو سے اہل بیت کا بیان

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتو! اگر تم پرہیزگاری کرو۔ تو تم اور عورتوں کے مانند نہیں ہو۔ پس دبی زبان سے باتیں نہ کیا کرو۔ کہ وہ شخص جس کے دل میں روگ ہے کسی طرح کا لالچ کرے اور نیک (یعنی شک سے بچی ہوئی) باتیں کیا کرو اور اپنے گھروں میں (عزت و وقار سے) بیٹھی رہو۔ اور قدیم جاہلیت کا سا بناؤ سنگار کر کے باہر نہ نکلا کرو اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (برابر) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتی رہو۔ اے اہل بیت سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے۔ کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو

دور کردے اور تم کو ایسا پاک کردے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔ اور یہ تمہارے حکیم مقبول شیعی کا ترجمہ ہے صفحہ ۵۰ جس سیاق وسباق یہ آیت وارد ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں اہل بیت سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں ہیں کیونکہ خطاب کا آغاز ہی یا نساء النبی کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اور ماقبل اور مابعد کی پوری تقریر میں وہی مخاطب ہیں علاوہ بریں اہل بیت، کا لفظ عربی زبان میں ٹھیک انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جس میں ہم، گھروالوں، کا لفظ بولتے ہیں۔ اور اس کے مفہوم میں آدمی کی بیوی اور اس کے بچے دونوں شامل ہوتے ہیں۔ بیوی کو مستثنیٰ کر کے اہل خانہ کا لفظ کوئی نہیں بولتا۔ خود قرآن مجید میں بھی اس مقام کے سوا دو مزید مقامات پر یہ لفظ ایا ہے کہ دونوں جگہ اس کے مفہوم میں بیوی شامل بلکہ مقدم ہے۔ سورہ ہود میں جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی پیدائش کی بشارت دیتے ہیں تو ان کی اہلیہ اسے سن کر تعجب کا اظہار کرتی ہے کہ بھلا اس بڑھاپے میں ہمارے ہاں بچہ کیسے ہوگا۔ اس پر فرشتے کہتے ہیں۔

اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ (سورۃ ہود)

کیا تم اللہ کے امر پر تعجب کرتی ہو؟ اس گھر کے لوگو! تم پر تو اللہ کی رحمت ہے اور اس کی برکتیں ہیں۔ سورۃ قصص میں جب حضرت موسیٰ ایک شیر خوار بچے کی حیثیت سے فرعون کے گھر میں پہنچتے ہیں اور فرعون کی بیوی کو کسی ایسی انا کی تلاش ہوتی ہے جس کا دودھ بچہ پی لے تو حضرت موسیٰ کی بہن جا کر کہتی ہیں۔

هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰٓى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَكُمۡ

کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کا پتہ دوں جو تمہارے لئے اس بچے کی پرورش کا ذمہ لیں؟ پس محاورہ اور قرآن کے استعمالات اور خود اس آیت کا سیاق وسباق ہر چیز اسبات پر

قطعی دلالت کرتی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور آپ کی اولاد بھی۔ بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کا اصل خطاب ازواج پاک سے ہے اور اولاد مفہوم لفظ کے اعتبار سے اس میں شامل قرار پاتی ہے اور اسی بناء پر ابن عباس رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اہل البیت سے مراد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

لفظ آل اصل میں اہل سے نکلا ہے اور اہل کے معنی اقارب اور گھر والے ہیں۔ اس لئے لفظ آل کی ہیئت لفظی کی تبدیلی کے باوجود اس میں اہل کے معنی موجود ہیں۔ کیونکہ آل بنا ہی لفظ اہل سے ہے۔ اگر آل میں اپنے مشتق منہ کے معنی ہی نہ پائے جائیں تو فائدہ اشتقاق مفقود ہو جاتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہوگا کہ اہل لفظ خاص طور پر اقارب اور اولاد کیلئے استعمال ہوتا ہے اور گھر والوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور لفظ آل میں اگر چہ اہل کے معنی بھی موجود ہیں مگر اسے اتباع اور پیروکار پر بھی بولا جاتا ہے۔ جبکہ لفظ اہل اتباع پیروکار افراد کیلئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ اہل بیت کا لفظ صرف ازواج کیلئے استعمال ہوا ہے اور اس میں دوسرا کوئی داخل نہیں ہو سکتا تو یہ بات بھی غلط ہوگی۔ گھر والوں کے لفظ میں آدمی کے سب اہل و عیال شامل ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں وارد شدہ اہل بیت کی لفظی ترکیب ازواج مطہرات اور آل عبا دونوں کو محیط ہے۔ یہی جمہور علمائے کرام کا مسلک ہے۔ سیاق آیات اس امر پر واضح دلالت کرتا ہے کہ ازواج مطہرات اس کا مصداق اولین ہیں۔ شیعہ امہات المؤمنین کو اہل بیت میں شامل نہیں مانتے اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ آیت کریمہ میں۔ عَنكُم اور يُطَهِّرَكُمْ کے ضمائر مذکر ہیں۔ اگر یہاں ازواج مراد ہوتیں تو ضمیریں مونث عَنكُنَّ اور يُطَهِّرَكُنَّ وارد ہوتیں نیز یہاں بیت کا لفظ مذکور ہے جو واحد ہے۔ اگر ازواج مراد ہوتیں تو

بیت کی بجائے بُیوت کا لفظ استعمال ہوتا۔ پھر اہل سنت کی کتابوں میں بھی ایسی روایات ہیں
کہ اہل بیت سے مراد صرف حضرات خمسہ ہیں۔ شیعہ حضرات کے اعتراض اول کا جواب
ا۔ مذکر ضمائر کے استعمال کئے جانے کے متعلق صاحب روح المعانی اور دیگر مفسرین سے
لکھا ہے۔ کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے۔ اگر چہ باعتبار معنی مونث ہے۔ عربی لغت میں اکثر معنی کا
لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ صرف لفظ کے مطابق ضمیر لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورہ ہود میں وارد ہے کہ
جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق کی ولادت کا مژدہ سناتے ہیں تو پاس کھڑی
ان کی اہلیہ مطہرہ حضرت سارہ ہنس کر تعجب کرتی ہیں۔ وائے حیرانی میرے ہاں بچہ ہوگا حالانکہ
میں بوڑھی ہوں اور میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجب بات ہے اس پر فرشتے کہتے
ہیں۔ اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ
ترجمہ: اے سارہ کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہوتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور
برکتیں نازل ہوں اس آیت میں تعجبین مونث کا صیغہ ہے۔ لفظ اہل بیت کے پیش نظر بعد کا
ضمیر مونث استعمال نہیں ہوا، بلکہ علیکم مذکر کا ضمیر استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ بالاتفاق شیعہ وسنی
اس سے حضرت سارا رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں۔ ۲۲ ویں پارے کی ابتداء میں دیکھ لیجئے۔
وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کے کلمات قدسیہ میں منکن مونث کا ضمیر
ہے اور بالاتفاق ہر دو فریق یہاں ازواج مراد ہیں، یقنت مذکر کا صیغہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا
یقنت کی بجائے تقنت استعمال ہو، چونکہ لفظ من مذکر ہے۔ اس لئے اس کی رعایت سے ضمیر
مذکر استعمال ہوا ہے۔ اس نوع کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ جن کی روشنی میں شیعوں کا یہ
استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ نیز اگر مذکر ضمائر کیوجہ سے جملے میں مونث شامل ہیں۔ تو پھر سیدہ
زہرا سلام اللہ علیہا کو کس طرح شامل مانا جائیگا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ صیغہ مذکر کا ہے

اور مراد صرف مونث ہے جیسے ارشاد ربانی ہے۔ فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا
(سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ صفورا سے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ۔ شیعہ حضرات کے دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے حجروں کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک اُن کی اپنی قیام گاہ کی حیثیت۔ چنانچہ جب اس حیثیت سے حجروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو بیوت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسلئے کہ ان میں سے ہر ایک کا بیت الگ تھا۔ ارشاد ہوا۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ اور اس سے اگلی آیت میں ہے۔ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ دوسری حیثیت اُن حجروں کی رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ہے کہ وہ سارے سارے بیت النبی ہیں اور نبی کا بیت ہونے میں اُن کی جہت ایک ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت سے بشارت تطہیر دی جارہی ہے۔ اس لئے لفظ اہل بیت وارد ہوا۔

شیعہ حضرات کا تیسرا اعتراض

سنن ترمذی تفسیر سورۃ الاحزاب میں بروائیت عمر بن ابی سلمہ مذکور ہے کہ جب آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اُم سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی فاطمہ وحسنین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور اُن کو اپنی چادر میں لیکر یوں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَیْتِیْ فَاذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهِّرْهُمْ تَطْهِیْرًا حضرت اُم سلمہ نے عرض کی وَاَنَا مَعَهُمْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ (اے پیغمبر خدا میں ان کے ساتھ ہوں) آپ نے فرمایا۔ اَنْتِ عَلٰی مَکَانِکِ وَاَنْتِ عَلٰی خَیْرٍ تو اپنے رتبہ پر ہے اور تو نیکی پر اس حدیث پاک سے شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

اہل بیت میں سے نہ تھیں۔ تو ازواج کا اہل بیت سے نہ ہونا ثابت ہوگیا۔ جو آپ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو صرف اتنا ہی کہا تھا۔ اِنَّکِ عَلٰی خَیْرٍ کہ تو بھی اچھے مقام پر ہے۔ بلکہ ان کے اس سوال پر اَلَسْتُ مِنْ اَھْلِکَ (کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں؟) یہ جواب بھی ارشاد فرمایا تھا۔ بلیٰ (کیوں نہیں؟) یعنی ہاں تو بھی تو میرے اہل بیت سے ہے۔ اہل سنت کی کتابوں میں سے مسند امام احمد میں یہ روایت موجود ہے اور اہل تشیع کے ہاں بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۹ میں منقول ہے۔

(بحوالہ عبقات من باب الاستفسادات رشحات قلم مفکر اسلام علامہ خالد محمود سیالکوٹی صفحہ ۱۵۱)

جواب نمبر ۲: شیعہ حضرات کا مذکورہ بالا حدیث کی بنیاد پر ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کر کے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رض اللہ عنہا و حسنین رضی اللہ عنہم اور اُن کی اولاد کیلئے لفظ اہل بیت کو خاص کر دیا تو یاد رہے جو چیز قرآن پاک سے صراحتاً ثابت ہو اس کو کسی حدیث کے بل پر رد نہیں کیا جاسکتا۔ رب تعالیٰ نے صاف صاف فرمایا یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ اور اس کے بعد پورے رکوع میں جمع مونث غائب کے صیغے مذکور ہوئے بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کا اصل خطاب ازواج مطہرات سے ہے اور اولاد مفہوم لفظ کے اعتبار سے اس میں شامل قرار پاتی ہے۔ دیگر شیعہ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس چادر کے نیچے نہیں لیا۔ جس میں حضور نے ان چاروں افراد کو لیا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے گھر والوں سے خارج قرار دیا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ کہ بیویاں تو اہل بیت میں شامل تھیں ہی کیونکہ قرآن نے انہی کو مخاطب کو مخاطب کیا تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ ان دوسرے اصحاب کے متعلق ظاہر قرآن کے لحاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ یہ اہل بیت سے خارج ہیں۔ اس لئے آپ

نے تصریح کی ضرورت فرمائی اوران کے حق میں دعا فرمائی نہ کہ ازواج مطہرات کے حق میں۔

نمبر۴: شیعہ حضرات صرف اتنا ہی ظلم نہیں کرتے کہ ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کر کے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اوران کی اولاد کیلئے لفظ اہل بیت کو خاص کر دیا۔ بلکہ اس پر اور ستم یہ بھی کیا کہ اس کے الفاظ، اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔ سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ حضرت علی اور فاطمہ اور ان کی اولاد انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ گندگی سے مراد خطا اور گناہ ہے اور ارشاد الٰہی کی رو سے یہ اہل بیت اس سے پاک کر دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ آیت کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ تم سے گندگی دور کر دی گئی اور تم بالکل پاک کر دیئے گے بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تم سے گندگی کو دور کرنا اور تمہیں پاک کر دینا چاہتا ہے۔

سیاق و سباق بھی یہ نہیں بتاتا کہ یہاں مناقب اہل بیت بیان کرنے مقصود ہیں بلکہ یہاں تو اہل بیت کو نصیحت کی گئی ہے کہ تم فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو، اس لئے کہ اللہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے۔ بالفظ دیگر مطلب یہ ہے کہ تم فلاں رویہ اختیار کرو گے تو پاکیزگی کی نعمت تمہیں نصیب ہوگی ورنہ نہیں۔ آیہ تطہیر سے شیعہ آل عبا کی معصومیت ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے ان کا غیر معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ معصوم کے حق میں یوں نہیں کہا جاتا کہ میں اسے پاک کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ استدلال شیعی تب صحیح رہتا اگر طھر کم بصیغہ ماضی مذکور ہوتا۔ یہاں یُطَهِّـرَكُمْ بصیغہ مضارع ہے اور متعلق بارادہ الٰہی ہے۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی، حسنین کریمین اور سیدہ فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چادر کے نیچے لے لیا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ یہی پاک ٹھہرے۔ شیعہ حضرات بتائیں کہ انکی تطہیر دعا سے پہلے بھی تھی یا نہیں۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا (پارہ ۱۹ سورۃ النحل)

ترجمہ: موسیٰ نے اپنے گھر والوں کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھ لی ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعی تفسیر مجمع البیان)

اِذْ قَالَ لِاَهْلِهٖ اَیْ امْرَاَتِهٖ وَهِیَ بِنْتُ شُعَیْبٍ (جلد چہارم جز ہفتم)

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل سے کہا یعنی اپنی بیوی کو جو کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

ترجمہ: اُس عورت نے کہا کہ جو تیری زوجہ سے بدی کا قصد کرے اُس کی سزا اس کے سوا کیا ہے۔ کہ اس کو قید کیا جاوے یا دردناک عذاب دیا جائے۔

(تفسیر مجمع البیان اسی آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔)

یعنی اَنَّ الْمَرْاَةَ سَبَقَتْ بِالْکَلَامِ لِتَرْکِ الذَّنْبَ عَلٰی یُوْسَفَ

ترجمہ: یعنی عورت نے بات میں سبقت کی تا کہ گناہ کو یوسف علیہ السلام پر ڈال دے۔

(تفسیر مجمع البیان شیعی جلد سوم جز پنجم)

نمبر ۳: وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

ترجمہ: اے رسول تم اس وقت کو یاد کرو جب کہ صبح ہی صبح تم اپنے بال بچوں میں سے نکلے اور مومنوں کو لڑائی کے مورچوں میں بٹھانے لگے اور اللہ سننے ولا اور جاننے والا ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعی پ ۴ صفحہ ۱۲۸ سورۃ آل عمران)

اس کا مطلب شیعہ تفسیر سے (وَاِذْ غَدَوْتَ) و یاد کن اے محمد کہ چوں بامداد بیروں

شدی (مَنْ اَھْلِکَ) از منزل خود کہ خانہ عائشہ بود۔ بقول بعضے ایں روز احزاب یا بدر بودہ

اگر دعا سے پہلے بھی تھی تو طھر ھم میں کس چیز کی درخواست ہے۔

شیعہ لوگ درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں کیونکہ وہ اپنے آئمہ کو جناب رسالتماب علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی طرح معصوم جانتے ہیں۔ اور اماموں کو جملہ انبیاء کی طرح منصوص من اللہ جانتے ہیں۔ اور ان کی اطاعت کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح فرض جانتے ہیں۔

(مفروض الطاعۃ اصول کافی صفحہ نمبر ۲۳۴)

الامام المطھر من الذنوب۔ والمبراء عن العیوب اصول کافی صفحہ ۲۳۱)

امام کے وہی فرائض ہیں جو ایک نبی و رسول کے ہوتے ہیں۔ امام امور دین و دنیا دونوں کی اصلاح کا کفیل ہوتا ہے۔

اسلیئے اس میں اُن تمام صفات جمیلہ کا ہونا ضروری ہے۔ جو ایک نبی کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔ (اثبات الامامت صفحہ نمبر ۴۶) ملا محمد حسین ڈھکو شیعہ۔

چنانچہ اصول کافی میں مرقوم ہے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ مَاجَآءَ بِہٖ عَلِیٌّ اٰخُزُبِہٖ وَمَا نَھٰی عَنْہُ جَرٰی لَہٗ مِنَ الْفَضْلِ مَا جَرٰی لِمُحَمَّدٍ وَکَذَالِکَ لِاَئِمَّۃِ الْھُدٰی وَاحِدٍ بَعْدَ وَاحِدٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو کچھ علی رضی اللہ عنہ لائے ہیں اس پر عمل کرتا ہوں اور جس چیز سے انہوں نے منع کیا میں اس سے باز رہتا ہوں۔ اُن کی بزرگی مثل اُس بزرگی کے ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت ہے اور آخر میں فرمایا کہ ایسی ہی بزرگی تمام آئمہ ھدٰی کی ہے۔ یکے بعد دیگرے اس حدیث کا مفہوم شیعہ حضرات علامہ

باذل نے حملہ حیدری میں یوں نظم کیا۔غزوات حیدری ہم چوں محمد منزہ صفات۔ ہمہ صاحب حکم بر کائنات۔بعلم و بقدرت ہم ملتحی۔ ہمہ چوں محمد ہمہ چوں علی۔

(حملہ حیدری صفحہ ۳ جلد ۵ غزوات حیدری و حملہ حیدری)

شیعہ عقیدہ کے مطابق سارے ائمہ اسی فضیلت کے مالک ہیں۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ (نعوذ باللہ منھا) گویاں دوسرے لفظوں میں سرور عالمیاں علیہ الصلوۃ والسلام کو خاتم النبین نہیں تسلیم کیا گیا۔ بلکہ ان کے بعد بارہ آئمہ رضی اللہ عنہم کو بھی مثل نبی مصطفےٰ خاتم الانبیاء مانتے ہیں۔

اگر شیعہ علی رضی اللہ عنہ کا ہم رتبہ نہ سمجھتے تو علی کے نام کا کلمہ کیوں پڑھتے اور علی رضی اللہ عنہ کا نام اذان میں کیوں شامل کرتے۔اگر شیعہ مذہب صحیح ہے تو مرزائی بدرجہ اولی سچے ہیں۔

نوٹ: جب امام کے فرائض بھی نبی جیسے ہیں اور صفات بھی نبی جیسی ہی ہوں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد ایسے امام صاحبان بلا روک ٹوک یکے بعد دیگرے آ جا رہے ہیں۔تو نہ معلوم انکار ختم نبوت اور کسے کہتے ہیں۔(اثبات الامامت صفحہ ۴۶)

اور یاد فرمایئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ بوقت صبح آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے بار تشریف لائے۔بعض نے اس موقعہ کو خیبر کے دن یا بدر کے دن کے متعلق بتایا۔شیعہ حضرات دیکھ لو آپ کے مفسر قرآن نے کان کو ہاتھ تو لگایا لیکن سیدھا نہیں لگایا۔ ذرا گھما کر لگایا۔ اہل سے مراد گھر والی نہیں کہا۔ بلکہ اہل کے معنی گھر کے کیا اور تسلیم کر لیا کہ وہ گھر حضرت عائشہ کا تھا۔اب تو لگاؤ نعرہ حیدری۔۔۔یا علی رضی اللہ عنہ۔۔۔۔اب تو اپنے ایمان کو صحیح کر لو اب تو تمہارے مفسر نے تسلیم کر لیا اور لکھ دیا۔مِنْ اَھْلِکَ خانہ عائشہ بود۔سبحان اللہ تو ان تین حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ قرآن اصطلاح میں فقط لفظ اہل کا اطلاق بیوی پر بھی ہوا ہے۔تو اہل بیت کی ترکیب لفظی کیا۔ایک لفظ اہل اور دوسرا لفظ بیت۔تو جب قرآنی اصطلاح میں لفظ اہل

کے معنی بیوی کے بھی ہیں تو بیت کے معنے گھر جس میں کسی بھی اختلاف نہیں۔ تو اہل بیت کے کیا معنی، بیوی یعنی گھر والی۔ اب میں نہ مانوں کا علاج اللہ ہی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(تفسیر خلاصہ المنہج صفحہ ۸۸)

نمبر۴: هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے کہا میں تمہیں ایسے گھر بتلا دوں جو تمہاری خاطر اس بچہ کی کفالت کریں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔

(ترجمہ مقبول شیعی صفحہ ۷۶۹ سورۃ القصص، تفسیر مجمع البیان)

وَانْطَلَقَتْ اُخْتُ مُوْسٰى اِلٰى اُمِّهَا فَجَاءَتْ بِهَا اِلَيْهِمْ

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ اپنی والدہ کی طرح چل پڑیں تو ساتھ لیکر فرعون کے دربار میں تشریف لے آئیں۔ (تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزہفتم)

تو شیعہ حضرات ثابت ہوا قرآن کریم میں جو عربی کی فصاحت اس کی محتاج ہے۔ اس میں مراد اہل بیت سے بیوی گھر والی لی گئی۔ وہی لفظ اہل بیت جو الاحزاب سورہ پارہ ۲۲ میں عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ موجود ہے وہی لفظ اہل بیت اس آیہ مذکورہ میں هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ میں موجود ہے جس سے بیوی مراد ہے۔

(جلد ۵ آیت ۷۰ صفحہ ۴۵۶ سورہ ہود ترجمہ مقبول شیعی دہلوی)

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ .... اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِيْبٌ

ترجمہ: اور ان کی زوجہ کھڑی ہوئی تھی وہ اُسی وقت حائض ہوگئی پھر ہم نے اس کو ولادت اسحٰق علیہ السلام کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ اس نے یہ کہا ہائے خرابی میری کیا مجھ سے بچہ پیدا ہوگا۔ حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے شوہر ضعیف ہیں یہ تو

بہت ہی عجیب بات ہے۔

قَالُوٓا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُه عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ اِنَّه حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ

ترجمہ: ان فرشتوں نے کہا کہ (اے عورت) کیا تو امر خدا سے تعجب کرتی ہے۔ حالانکہ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ سزاوار حمد وثناء ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ صفحہ ۴۵۶ سورہ ہود)

علل الشرائع میں آیا ہے کہ اُس دن حضرت سارہ رضی اللہ عنہ زوجہ حضرت ابراہیم کی عمر نوے (۹۰) برس کی تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بائیس برس تھی۔ کتاب شیعہ

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ واقعہ اس آیہ کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو رب کریم نے اہل بیت سے بیوی مراد لیا ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آدمی کی بیوی اسکے اہل سے ہوتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی لڑکی تھی اس لئے اہل بیت سے رب کریم نے شمار کیا۔

اعتراض: در مجمع اوردہ کہ اینکہ سارہ را از اھل بیت ابراہیم علیہ السلام گردانید دلالت نمے کند کہ زوجہ مرد از اھل او باشد چہ سارہ دُختر عم ابراہیم بود و بجہت ایں اورا از اھل بیت شمرد۔

ترجمہ: مجمع البیان میں مذکور ہے کہ اس آیت قرآنی عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ (سورہ ھود) سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو رب تعالیٰ نے اہل بیت نہیں کہا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سارہ رضی اللہ عنہا ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی لڑکی تھی اس لئے اھل بیت سے اللہ کریم نے شمار کی۔

شیعہ حضرات بنظر انصاف اپنے مفسر ملا فتح علی کاشانی کی بے انصافی ملاحظہ کیجئے۔ کہ قرآن مجید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو اہل بیت سے تعبیر فرما رہا ہے۔ لیکن شیعہ

مفسر یہ تحریر کر رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی لڑکی تھی اسلئے اہل بیت کے خطاب سے مخاطب کیا آپ کی زوجہ کو۔ افسوس صد افسوس تعصب اور ضد پر۔ شیعہ عقیدے کے مطابق چچا خود اہل بیت میں شامل نہیں تو اس کی اولاد کیسے اہل بیت میں شامل ہو سکتی ہے۔ شیعہ حضرات خدا لگتی بات کرنا جب تمہارے مفسر چچا کی اولاد کو اہل بیت میں شامل کیا تو چچا بطریق اولیٰ اہل بیت میں شامل ہوا۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اور ان کی اولاد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہو گی۔

شیعہ حضرات تم نے تو بیویوں کو اہل بیت سے خارج کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج مطہرات کے علاوہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کو بھی اہل بیت میں شامل فرمایا۔ دوستو! اپنے علماء کی قلابازیاں آئیں بائیں شائیں دیکھتے جایئے۔ ان کے علامہ طبرسی کا مجمع البیان میں یہ کہنا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی تھی۔ محض تعصب بے بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں کسی جگہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی نہیں کہا گیا۔ بلکہ ان کے مجتہد اعظم رئیس المحدثین ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

وشیخ علی بن ابراہیم ذکر کردہ است کہ چوں نمرود از ابراہیم خائف شدہ گفت اے ابراہیم از بلاد من بیروں بر و بامن در یک دیار مباش و ابراہیم سارہ را بنکاح خود آوردہ بود و او دختر خالہ ابراہیم بود

یعنی نمرود حضرت ابراہیم سے خوفزدہ ہو گیا اور کہا اے ابراہیم علیہ السلام ہمارے ملک سے باہر نکل جا۔ میرے ساتھ میرے ملک میں نہ رہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کے ساتھ نکاح کر لیا جو کہ اُن کی خالہ کی بیٹی تھی۔

(صفحہ ۹ باب ہشتم حیات القلوب جلد ۱)

دیگر آیت نمبر ۷۱ سورہ ھود وَامرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ اوران کی زوجہ کھڑی ہوئی تھی۔اس سے مراد ہیں سارہ بنت لاحج جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالہ کی بیٹی تھیں۔

(صفحہ ۴۵۶ ترجمہ مقبول شیعی برحاشیہ)

چنانچہ تفسیر صافی میں وَامرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ کے تحت یوں لکھا ہے۔ وھی سارۃ ابنۃ لاحج وھی ابنۃ خالۃ یعنی سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ ابراہیم علیہ السلام بیٹی لاحج کی ہیں اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالہ کی بیٹی ہیں۔

شیعہ حضرات اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ملا فتح اللہ کاشانی اپنی مشہور تفسیر قرآن میں حضرت سارہ کے متعلق یوں کہہ رہے ہیں۔ کہ سادہ رضی اللہ عنہا دختر عم ابراہیم بود۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی لڑکی تھی۔اس لئے اہل بیت سے اللہ کریم نے شمار کی۔(خلاصۃ المنہج)

اور آپ کے حکیم مقبول احمد صاحب دہلوی ترجمہ قرآن میں حضرت ابراہیم کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی خالہ کی بیٹی کہہ رہے ہیں اور یہی بات آپ کے ملا خلیل قزوینی نے تفسیر صافی میں کہا۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ ابراہیم علیہ السلام بیٹی لاحج کی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالہ کی بیٹی ہے۔

اور یہی بات آپ کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد اول باب ہشتم صفحہ ۱۴۹ میں کہی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زوجۂ ابراہیم علیہ السلام۔اودختر خالۂ ابراہیم بود۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالہ کی بیٹی تھی۔

اب آپ ہی بتاؤ ان چاروں میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹے ہیں۔ایک چچا کی بیٹی کہہ رہا ہے۔باقی تین صاحب خالہ کی بیٹی فیصلہ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ سب ہیر پھیر اسلئے کرتے ہیں کہ ازواج مطہرات آنحضرت عالسیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہل بیت میں نہیں مانتے۔

انحضرت بجناب خانہ خدیجہ رواں شد۔ وچوں حضرت برور خانہ رسید خدیجہ رابقدوم آنحضرت بشارت واوندو خدیجہ بپائے برہنہ از غرفہ بصحن خانہ دوید چوں ورراکشورند حضرت فرموہ السلام علیکم یا اہل البیت

ترجمہ: آنحضرت عالسیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کیطرف چل پڑے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے دروازے پر پہنچے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نوکرانیاں حضور کی بشارت لے آئیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا ننگے پاؤں چوبارے سے صحن کی طرف دوڑی جب دروازہ کھولا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السلام علیکم یا اہل البیت۔

شیعہ حضرات ایمان سے کہو اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل بیت کا اطلاق اپنی گھر والی پر کیا یا نہیں۔ اور اس حدیث کو بیان کرنیوالے آپ کے گیارھویں صدی کے مجدد امام المحدثین ملا باقر مجلسی ہیں۔ حیواۃ القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۔

شکرے کنم خداوندے را کہ ہمیشہ بدی ہا را از اہل بیت ما دور مے گرداند۔

ترجمہ: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ہمارے اہل بیت سے خدا تعالیٰ ہمیشہ برائیوں کو دور کرتا ہے۔

(حیواۃ القلوب ملا باقر مجلسی جلد ۲ صفحہ ۵۹۴)

تحقیق اہل بیت شیعہ مفسر کی زبانی

ماریہ رضی اللہ عنہا قبطیہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل بیت فرمایا، خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت سے بدی اور بدنامی کو دور رکھا۔ (حاشیہ ترجمہ مقبول صفحہ ۶۹۹)

کیوں بھئی اب تم تمہارے مجدد ملا باقر مجلسی اور تمہارے معتبر شیعہ مفسر نے بھی تسلیم کر لیا۔ کہ لفظ اہل بیت کا اطلاق بیوی پر ہوتا ہے۔ محدثین اور مفسرین امامیہ نے خدائی آیتوں

کو تسلیم کرتے ہوئے لکھ دیا کہ اہل بیت کا گھر کی زوجہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن تعصب اور ضد بری بلا ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رب کریم نے قرآن میں اہل بیت خطاب فرمایا مگر از راہ عناد ضد و تعصب مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ازواج مطہرات رضوا اللہ علیہم اجمعین کو اہل بیت تسلیم کرنے نہیں دیتا۔ جبکہ سیدہ فاطمہ الزاہرا سلام اللہ علیہا کی صلوٰۃ سے ازواج مطہرات کا طاہر و مطہر ہونا ثابت ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَعَلٰى اَصْحَابِهِ الْمُنْتَجِبِيْنَ وَ عَلٰى اَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ

ترجمہ: یا اللہ رحمت نازل کر محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی اہل بیت پاک پر اور اصحاب اخیار پر اور اُنکی طاہر و مطہر بیویوں پر۔

(ناسخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ ۴۶۸)

ایں ھنگام رسول خدای زوجات مطہرات را فرمود۔ یعنی از برائے دختر من و پسر عم من۔ در سرائے من وثاقی ترتیب کنید۔ ذکر زفاف حضرت فاطمہ علیہا السلام

(صفحہ ۵۶ ناسخ التواریخ جلد ہشتم)

ترجمہ: بعد از نکاح شریف رسول خدا نے اپنے ازواج مطہرات کو فرمایا کہ میری لخت جگر سیدہ فاطمہ اور میرے چچا حقیقی کے بیٹے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے میرے گھر میں علیحدہ کمرہ ترتیب دو۔ یہاں بھی آپ کی ازواج کو مطہرات یعنی بمصداق آیہ تطہیر طاہر مطہر کہا گیا۔

باب نمبر۴

دفع الوسواس فی حدیث القرطاس

حدیث نمبر ۱:

قَالَ بْنُ عَبَّاسٍ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْعُه، فَقَالَ ائْتُوْنِيْ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوْ بَعْدَه، اَبَدًا فَتَنَازَعُوْ وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْ مَا شَانُه، اَهَجَرَا اسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَنْهُ فَقَالَ دَعُوْنِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مَّا تَدْعُوْ نَنِيْ اِلَيْهِ وَ اَوْمَا هُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ اَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اَجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّلَاثَةِ اَوْ قَالَ فَنَسِيْتُهَا

(صحیح بخاری شریف جلد ثانی باب مرض النبی کتاب المغازی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جمعرات کا دن اور کیسا عجیب و سخت دن کہ اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درد بڑھ گیا۔ پس آپ نے سامان کتابت لانے کو کہا تا کہ

کچھ لکھ دوں۔ جس کے بعد بھی تم گمراہ نہیں ہو گے۔ حاضرین میں اختلاف ہو گیا۔ حالانکہ پیغمبر کی موجودگی میں نزاع نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تو لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا حالت ہے؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کچھ بے ربط اور پریشان کلام نکلا ہے۔ لہٰذا آپ سے اُس کا مفہوم اچھی طرح معلوم کر لو۔ تو اس بنا پر انہوں نے دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔ (اور وضاحت چاہی) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ اور آپ نے انہیں تین وصیتیں کرنا شروع فرمائیں۔ (پہلی وصیت یہ کہ) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (دوسری یہ کہ) ایلچیوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح انعام دیا کرتا تھا۔ اور تیسری وصیت یا راوی حدیث سعید بن جبیر خاموش رہے اور بیان ہی نہ فرمائی یا بیان کی لیکن مجھے بھول گئی۔

حدیث نمبر ۲:

عَنْ عَبَيْدُ اللّٰهِ بِنْ عَبْدِ ا للّٰهِ بِنْ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ فِيْ الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيْهِمْ عُمَرُ بِنُ الْخَطَابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلِمَّ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْ بَعْدَه' فَقَالَ عُمَرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ وَعِنْدَ كُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَا خْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْ مِنْهُمْ مَّنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبُ لَكُمْ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَه' وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوْا اللَّغْوَا وَالاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيّ صَلَّى ا للّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَم قُوْمُوْا عَنِّىْ

ترجمہ: عبداللہ بن محمد اپنی اسناد کیساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا وقت قریب آیا۔اس وقت آپ کے در اقدس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سمیت بہت سے افراد حاضر تھے۔حضور صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا میرے پاس سامان کتابت لاؤ۔تا کہ تمہیں کچھ لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت تکلیف میں ہیں اور تمہارے پاس اللہ کی کتاب قرآن ہے۔وہ ہمیں کافی ہے۔تو اس پر اہل بیت میں اختلاف رونما ہو گیا۔ان میں سے ہمیں کافی ہے۔تو اس پر اہل بیت میں اختلاف رونما ہو گیا۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ سامانِ کتابت آپ کے نزدیک کر دو تا کہ تمہارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لکھ دیں۔جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے اور کچھ دیگر حضرات نے وہی کہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ان دونوں گروہوں کا شور و اختلاف بڑھ گیا تو آپ نے انہیں چلے جانے کو فرمایا۔

(بخاری شریف جلد دوم کتاب الطیب قول المریض)

مذکورہ دونوں حدیثوں سے مندرجہ ذیل چند امور صراحتاً ثابت ہوئے جن کی وجہ سے شیعہ صاحبان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حسب ذیل طعن کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قول آنحضرت کو رد کیا۔حالانکہ آپ کا قول بحکم آیت کا مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ الا وحی یوحیٰ آپ کا قول سراسر وحی تھا۔اور ردِ وحی کفر ہے۔

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیاں سے تعبیر کیا۔آپ کی طرف سے ہذیاں اور بدحواسی کی نسبت کی اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرنا کمال گستاخی اور بے ادبی ہے بلکہ کفر کے نزدیک ہے۔

۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور رفع صوت کیا جو قرآن پاک کی اس آیت کے خلاف ہے۔

لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ لہذا اس طرح بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے ادبی کے مرتکب ہوئے۔

۴۔ وصیت میں رکاوٹ ڈال کر حق اُمت تلف کیا۔ وصیت لکھی جاتی تو اُمت کی بھلائی ہوتی۔ یہ چار طعن ہیں جو حدیث قرطاس کے ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر کیے گئے کیونکہ بزعم شیعہ یہ تحریر انہی کی خلافت کے متعلق تھی۔ یعنی حضرت علی کی خلافت کے بارے

بخاری شریف میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے اور یہ حدیث جتنے طرق سے مروی ہے سب میں آخری روای عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اُس وقت ان کی عمر تیرہ (۱۳) سال کی تھی۔ کیونکہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کے نابالغ بچے کی اکیلی شہادت کب قابل قبول ہو سکتی ہے۔ واقعہ وہ ایسا جانکاہ سرکار دو عالم کی مرض الموت کا۔ جبکہ حضور کے آخری وقت میں تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رسول کا موجود ہونا ضروری ہے۔

از من محالات سے ہے کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں پھر جب ان اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں کوئی بھی اس واقعہ کی روایت نہیں کرتا۔ تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل سماعت ہو سکتی

ہے۔اور چھوٹے بچوں کو وہاں جگہ ملنی مشکل ہوتی ہے۔تو روایت کے لحاظ سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے نا قابل اعتبار ہے۔تو اس روایت کے بل پر شیعہ صاحبان کے اسقدر ہوائی قلعے تعمیر کر کے حضرت عمر جیسے ذیشان جلیل القدر خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔

امر اول:

واقعہ قرطاس کی یہ دو روایتیں اصل واقعہ کی تفصیل وتشریح کیلئے ہم نے نقل کی ہیں۔
اب جو امور اس سلسلہ میں قابل غور وفکر ہیں وہ بیان کیے جاتے ہیں۔
قارئین! تعصب سے بالاتر ہو کر بغور مطالعہ فرمائیں۔

ایتونی بقرطاس سے جو بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھوانا چاہتے تھے۔ اُس کیا حیثیت تھی؟ کیا وہ کوئی ایسی بات تھی جو آپ کے فرائض نبوت میں سے تھی جس کے اظہار کے بغیر دین نامکمل رہ جاتا تھا۔حدیث قرطاس پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بات حضور لکھوانا چاہتے تھے۔اس کی یہ حیثیت نہ تھی۔

ا۔ یہ مسلمہ فریقین بات ہے کہ انبیاء کرام خدا کی طرف سے جن احکام کی تبلیغ کیلئے مبعوث ہوں جس بات کی تبلیغ اُن کا فرض نبوت ہو وہ اس میں قطعاً کسی حال میں کوتاہی نہیں کر سکتے۔فرمانِ خداوندی

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

ترجمہ: اے رسول خدا کی طرف سے جو احکامات آئیں ان کی تبلیغ فرماؤ اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اپنے فرض نبوت ادا نہ کیا اور اللہ تجھ کو بچائے گا لوگوں سے۔اس فرمان الٰہی سے ثابت ہوا

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام الٰہیہ کی تبلیغ میں کوتاہی نہیں فرما سکتے۔ اگر یہ تحریر دین کی نہایت اہم بات تصور ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور اس کو لکھوا دیتے۔ خواہ کوئی کتنی ہی مخالفت کیوں نہ کرتا۔

۲۔ بعض شیعہ صاحبان یہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایتونی بقرطاس فرمایا تو آپ کے اہل بیت اس ارشاد پر عمل کرنے کیلئے تیار تھے لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کا رویہ دیکھا تو ان سے ڈرتے ہوئے تعمیل نہ کر سکے اور سامان کتابت بارگاہ نبوی میں پیش نہ کر سکے۔

جواب یہ حیلہ شیعہ حضرات کا اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حضور انتہائی گستاخی اور بے ادبی کا پلندہ ہے۔ اہل بیت میں اس وقت شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بنفس نفیس موجود تھے۔ تو گویا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ڈر سے سامان کتابت پیش نہ کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ مخلوق سے ڈر کر خالق اور اس کے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام وارشادات کی اتباع چھوڑ دیا کرتے تھے تو کیا یہ نافرمانی تو نہیں؟

۳۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بوجہ (خوف عمر رضی اللہ عنہ) حضرت عمر کی موجودگی میں سامان کتابت نہ لا سکے تھے تو یہ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اور اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چار دن تک اس دار فانی میں قیام پذیر رہے اور سب لوگ اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ صرف دو شخص بارگاہ رسالت میں حاضر رہے۔ ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ۔

(ملاحظہ ہو حیات القلوب باقر مجلسی)

حضرت امیر المومنین وفضل پسر عباس از ایں مرض از حضرت جدانے شدند و پیوستہ در خدمت آنحضرت بودند

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کے دوران آپ سے جدا نہیں ہوئے اور لگاتار خدمت اقدس میں حاضر رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال پیر کے دن ہوا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مدت میں جبکہ حضرت عمر نہ ہوتے۔ تحریر لکھوا لیتے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی لکھوا دیتے اگر یہ کہا جائے کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر گئے تھے اور تحریر نہ لکھوا سکے۔ مگر یہ بات تو بے ایمان منکر قرآن کے دل میں ہی آ سکتی ہے۔ اگر نبی کے متعلق ایسا مان لیا جائے تو پھر سارا دین ہی نا قابل اعتبار ہو جائیگا۔ کہ نا معلوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے احکام الٰہیہ بوجہ خوف اُمت تک نہیں پونہچائے یہ بات کسی مسلمان کے ذہن میں نہیں آ سکتی۔ خاص کر وہ رسول جس نے کافروں بت پرستوں کے انبوہ در انبوہ میں توحید کا اعلان کیا۔ تلواروں کی جھنکاروں میں حق کا اظہار فرمایا۔

نوع انسانی کی ہدایت کی خاطر رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے پودے کو اپنے اقربا کے خون اور اپنے دانتوں کے خون اور اپنے خون کی قربانیوں سے آب پاشی کر کے سایہ ور بنایا۔ وہ ہستی حضرت عمر سے ڈر جائے کہ اپنی اُمت کیلئے ایسی تحریر نہ لکھوا سکے۔ یہ بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب جلیلہ کے بھی خلاف ہے۔ فرمان خداوندی

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ط

ترجمہ: اس آیت شریفہ نے بتلا دیا کہ جن پاک ہستیوں پر تبلیغ حق کا مدار ہے۔ وہ اللہ رب العزت کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ (پارہ ۲۲ سورہ احزاب حقیقت حال)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کہا تو اس

وقت حاضرین کے دوگروہ بن گئے۔ایک گروہ کا اس بارے میں یہ خیال تھا۔کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا درست اور برمحل ہے کیونکہ قرآن پاک ہمارے پاس موجود ہے۔واقعہ قرطاس سے تین ماہ قبل حجۃ الوداع کے موقع پر آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُم آج تمہارا دین کامل بلکہ اکمل ہو گیا ہے۔تو پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی نازک حالت شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا شیدایان ذات والا کو مناسب نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مرض موت کی حالت ایسی ہے کہ آپ سخت تکلیف میں ہیں۔اور اس شدید تکلیف میں آپ نے جو کاغذ قلم منگوانے کا ارشاد فرمایا ہے وہ محض اُمت پر شفقت کیخاطر ہے۔لہذا جب آپ کی تعلیمات ہمارے سامنے ہیں اور اُن میں آپ نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔تو ایسے تکلیف دہ وقت میں آپ کو مزید تکلیف نہیں دینی چاہیے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی تکلیف میں اضافہ گوارہ نہ تھا۔حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سا موقعہ پر قَدْ غَلَبَ عَلَیْهِ الْوَجْعُ وَعِنْدَکُمْ وَالْقُرْآنُ اور حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰهِ کے الفاظ کہنا دراصل ان کے عشق ومحبت اور نیک مشورہ کے غماز ہیں۔

قَدْ غَلَبَ عَلَیْهِ الْوَجْعُ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درکا احساس جس طرح عیاں ہے وہ ہر صاحب ذوق سلیم جانتا ہے۔اور وَعِنْدَکُمُ الْقُرْآنُ کہنا دراصل اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کیطرف اشارہ کرتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عمر کے یہ الفاظ سنے اور ان سے کوئی مخالفت نہ سمجھی بلکہ مزاج نبوت کی صحیح ترجمانی سے آپ مطمئن ہو گئے۔تو آپ نے دوبارہ سامان کتابت طلب فرمانے کا حکم نہیں دیا۔

دوسرا گروہ وہ تھا جن کا خیال تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو عملی جامہ پہنانا چاہیے۔کیونکہ ائتونی بقرطاس کے الفاظ اپ کی زبان اقدس سے بطور ہذیاں نہیں نکلے۔

تو جب آپ کا تکلم عام حالت کی طرح قابلِ اعتبار و حجت ہے تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔ تو اس دوسرے گروہ کے نقطہء نظر کو سامنے رکھ کر لفظ ''اَھَجَرَ'' کا مفہوم صحیح واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ لفظ اُن حضرات نے کہا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کر رہے تھے۔ گویا وہ دراصل یہ کہہ رہے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حسبُنا کتاب اللہ کہہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس سے نکلے لفظ پر عمل کو چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ آپ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ بطور ہذیاں سرزد نہیں ہوئے تھے اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر یہ الزام دھرے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہذیان کی نسبت کی تو یہ الزام دراصل ہٹ دھری کا آئینہ دار ہوگا۔

نیز اَھَجَرَا۔ کا معنی ہذیان کرنا شیعہ حضرات کی سخت بے علمی کے دلیل ہے۔

معنی عبادت اَھَجَرَا سْتَفْهِمُوْهُ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہے۔ کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں آپ سے دریافت تو کرو۔ اگر اَھَجَرَا کا معنی ہذیان کئے جائیں تو اِسْتَفْهِمُوْهُ' کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس درست نہیں اور ہذیان (بہکی باتیں) کہہ رہا ہے تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا۔ کہ اس سے پوچھو تو سہی کہ تمہارے اس کلام کا کیا مطلب ہے۔ کیا مجنوں کو مجنوں یقین کرنے کے بعد کبھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ بتلاؤ تو سہی کہ تمہاری اس بڑ کا کیا مطلب ہے۔ الغرض لفظ اِسْتَفْهِمُوْهُ اہل فہم کو سمجھنے سمجھانے کیلئے کافی ہے۔ دوسرے یہ محض افترا اور کذب بیانی ہے۔ کہ لفظ ھجر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخاری شریف میں یہ حدیث سات جگہ آئی ہے مگر کہیں بھی یہ لفظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے منقول نہیں بلکہ قالو جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ لوگوں نے کہا مگر کس نے کہا؟ کسی بھی صحیح روایت میں اس کا نام مذکور نہیں۔ البتہ شارحین نے اپنے قیاس سے کام لیا ہے۔ کسی نے لکھا یہ قول اُس جماعت کا ہے جو تحریر لکھوانے کے حق میں تھی۔ کسی نے بالکل بے بنیاد اور بے اصل اور علمی مفلسی کی دلیل ہے جبکہ حدیث میں فَتَنَازَعُوْ. فَاخْتَصَمُوْ. قَالُوْ وغیرہ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اس تنازع و جھگڑا اور رفع صوت رد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تلفیٔ اُمت میں جملہ حاضرین حجرہ جن میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے۔ سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا نہیں تو کسی کا بھی نہیں۔

حدیث میں فَقَالُوْ مَاشَانُہٗ اَھَجَرَا اِسْتَفْھَمُوْہ لکھا ہے۔ یعنی حاضرین نے یہ لفظ کہا پھر اس جمع کے صیغے کا فاعل واحد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو قرار دینا شیعہ حضرات کی بے انصافی یا بے علمی کی دلیل ہے۔ کیا وہ تحریر ضرور تھی۔

اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ تحریر لکھوانے کا ارادہ وحی خداوندی کے ماتحت فرمایا تھا۔ یا اپنے اجتہاد کے ماتحت فرمایا تھا۔ کیونکہ اگر آپ کا یہ ارادہ وحی خداوندی کے مطابق ہوتا۔ تو تحریر لکھوانا آپ کا فرض نبوت قرار پاتا اور نبی اپنے فرض نبوت میں کوتاہی نہیں کرسکتا۔ لہذا آپ حکم الٰہی کے ماتحت بہر صورت تحریر لکھواتے۔ حاضرین یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صاف صاف فرما دیتے کہ میری بیماری کی تکلیف اس تحریر کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی تم میری تکلیف کے پیش نظر تحریر نہ لکھوانے کا مشورہ دے رہے ہو۔ یہ تحریر تو حکم خداوندی ہے بہر حال بہر صورت لکھوائی جائیگی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضور اس کے بعد چار روز تک سلامت رہے اور اس دوران افاقہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن پھر بھی کاغذ قلم

دوات طلب فرمائی اور نہ کوئی تحریر کی۔

دوسرا ثبوت اس حدیث کے اندر موجود ہے کہ ان دو فریق میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس فریق کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کی تکلیف نہ دینا چاہتے تھے۔ اور دوسرے فریق کو ڈانٹ دیا کہ مجھے بے وجہ تکلیف نہ دو۔ فَذَهَبُوْ يَرُدُّوْنَ عَنهُ فَقَالَ دَعُوْنِىْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مَّا تَدْعُوْ نَنِىْ اِلَيْهِ

حاضرین نے آپ سے دوبارہ وضاحت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو۔ یعنی تم مجھے تحریر کرنے کیلئے بار بار مجبور کرتے ہو یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ یہ الفاظ حدیث شیعہ کے مدعا کے سخت خلاف ہیں۔ جن سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تحریر کرنا نہ چاہتے تھے۔ تو شیعہ صاحبان اس حدیث سے کس طرح دلیل پکڑ سکتے ہیں۔ کہ خلاف علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وہی وصیت لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے کہ خلاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لکھنا منظور ہو اور چونکہ بخاری شریف مسلم شریف کی حدیثوں سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تحریر لکھوانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

اِدْعِىْ لِىْ اَبَابَكْرٍ اَبَاكِ وَاَخَاكِ حَتّٰى اَكْتُبَ كِتَابًا فَاِنِّىْ اَخَافُ اَنْ يَتَمَنّٰى مُتَمَنِّىْ وَيَقُوْلُ قَائِلٌ اَنَا اَوْلٰى وَيَاْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَكْرٍ

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا بلا تو اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو تا کہ میں ایک کتاب لکھ دوں۔ میں

ڈرتا ہوں کوئی آرزو کرنے والا آرزو نہ کرے۔ (خلافت کی) اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی انکار کرتے ہیں سوا ابو بکر کے اور کسی کی خلافت سے۔

(مسلم شریف جلد ششم باب من فضائل ابی بکر الصدیق)

اور چونکہ بنو ہاشم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان معلوم تھا کہ امامت نماز پر بھی آخری وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مامور کیا گیا۔ اس لئے کاغذ، قلم، دوات، پیش کرنے میں اہل بیت نے تامل کیا۔ حدیث میں اختلاف اور شور وغل کو اہل بیت کی طرف سے منسوب کیا گیا ہے۔ (الفاظ ذیل ملاحظہ ہوں حدیث بخاری کے فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا اہل بیت نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے) پھر تعجب ہے اور تو سب جگہ اہل بیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن پاک اور حسین پاک مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل بیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اُن کے طرفدار اس مراد لئے جا کر اختلاف اور جھگڑنے کا ان ہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ یاللعجب غرض الزامات مذکورہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا حقائق کے خلاف اور سخت بے انصافی ہے۔

رفع صوت یعنی شور وغل کرنے کا الزام صرف اور صرف حضرت عمر کو قرار دینا انتہائی زیادتی اور ہٹ دھرمی ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ فَاَكْثَرُوا الْلَغْوَا اور فَتَنَازَعُوْا میں جواز روئے لغت عرب فرد کیلئے نہیں بلکہ جمع کیلئے ہے۔

غور کا مقام ہے کہ شور وغل اور بلند آواز ایک آدمی سے واقع ہونا خلاف واقعہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شور وغل کے ارتکاب میں ایک جماعت شریک تھی اور وہ وہی جماعت

تھی۔ جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول حَسبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ میں اختلاف کیا اور اُن کی باتوں کا جواب یا اپنے حق میں دلائل دینے والی دوسری جماعت کی گفتگو سے یہ ماحول پیدا ہوا۔ یعنی کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید اور کچھ تردید کرتے کرتے بلند آوازی کی حد تک پہنچ گئے۔ لہذا ہر دو فریق کی باہم بلند آوازی کو صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح منسوب کر دینا سراسر زیادتی اور بے انصافی و بے علمی کی دلیل ہے۔ دیگر جو قرآنی حکم ہے لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہم کلامی کے وقت تم اپنی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ لیکن جب آپ سے ہمکلامی نہ ہو اور شریک گفتگو نہ ہوں تو حاضرین باہمی گفتگو کرتے وقت بلند آواز تک پہنچ جائیں تو ایسی بلند آوازی اس ممانعت میں داخل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ کے الفاظ ہوتے۔ جس کا مفہوم یہ ہوتا۔ اے ایمان والو! تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باہمی گفتگو کرتے وقت بلند آواز سے کلام نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ زیر بحث بلند آوازی مذکورہ قرآنی حکم میں داخل نہیں۔

ردقول رسول ﷺ:

اگر ردقول رسول کی ذمہ داری زیادہ تر اہل بیت کے ذمے عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ دلائل قویہ قطعیہ سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ لیکن از راہ ضد و تعصب اگر اس جرم کا مجرم حضرت عمر ہی کو گردانتا ہے تو اقتضائے عشق و محبت اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اس لئے یہ داخل جرم نہیں اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیت سے ہو ردقول جرم ہے تو اس جرم کے مرتکب جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعدد دفعہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیعہ حضرات کے رئیس المفسرین مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ صلح حدیبیہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ لکھنے کا حکم

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ جب حضرت علی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تحریر کیے تو کفار نے کہا کہ آپ صلی اللہ کا نام رسول ہونا ہم نہیں مانتے لہذا اس کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھو۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا محمد رسول اللہ کے الفاظ مٹا کر محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لفظ رسول اللہ مٹانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حضور میں آپ کے نام کے ساتھ اس لفظ کو لکھ کر مٹا نہیں سکتا۔ علامہ مجلسی کے الفاظ گفت یا علی محو کن آں را محمد بن عبداللہ بنویس۔ چنانچہ ادمیگوید حضرت امیر رضی اللہ عنہ فرمود کہ من نام ترا از پیغمبری ہرگز محو نخواہم کرد۔ پس حضرت بدست مبارک خود آں را محو کرد۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا کہ "محمد رسول اللہ" کے الفاظ مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ جس طرح وہ کہہ رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں آپ کے نام مبارک سے پیغمبری کی صفت ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے اس کو مٹایا۔ (صفحہ ۲۲۰ حیات القلوب جلد چہارم)

اگر سامان کتابت لانے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انکاری تھے۔ تو محمد رسول اللہ کے حکم کے بعد رسول مٹانے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی پرزور انکار کر دیا تو جو فتویٰ پہلے انکار پر دیتے ہو۔ وہی فتویٰ دوسرے انکار پر بھی ہوگا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انکار کی توجیہ کر کے اسے محبت و عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت گردانتے ہیں تو ہمارا بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی دعویٰ ہے۔ اب شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں کہ اگر جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بتقاضائے عقیدت و محبت سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیل سے انکار کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں الزام دیا جاتا ہے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ کی تکلیف میں اضافہ گوارہ نہ تھا۔

قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ اور حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کے الفاظ کہنا دراصل ان کے عشق و محبت اور نیک مشورہ کے غماز ہیں۔ حالانکہ وہاں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور نیک مشورہ کے غماز ہیں۔ حالانکہ وہاں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا اور یہاں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے خلاف رائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ لیکر خود اُس لفظ کو جس کے مٹانے سے جناب علی المرتضیٰ نے انکار کیا تھا۔ قلمرن کر دیا۔

۲۔ عَنْ مُحَمَّدُ بِنْ حَنِيفِيَه عَنْ اَبِيْهِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ قَالَ قَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ عَلٰى مَارِيَةِ الْقِبْطِيَةِ............ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ يَصْرِفُ عَنَّا الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْت

ترجمہ: محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ماریہ رضی اللہ عنہ قبطیہ اُمّ ابراہیم بن نبی علیہ السلام پر نسبت اُن کے چچازاد بھائی قبطی کے اعتراض کیا کہ تلوار لو وہ اگر تجھے اس کے پاس ملے اس کو قتل کر دو۔ جب میں اُس قبطی کے پاس گیا اور اسے میرا ارادہ سمجھا تو ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر نیچے سر کے بل گر پڑا اور پاؤں اوپر کی طرف اٹھا لئے۔ میں نے اسے دیکھا وہ صاف (مقطوع النسل) مردوں کی اس میں کچھ بھی علامت نہیں ہے۔ بس میں نے تلوار میان میں کر دی اور واپس ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گیا اور ماجرا بیان کیا۔ تو حضور فرمانے لگے۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہم اہل بیت کو رجس سے پاک کیا ہے۔ شریف مرتضیٰ (علم الہدیٰ نے) اپنی کتاب درا لغرر میں نقل کیا اور ترجمہ مقبول شیعی بر حاشیہ صفحہ ۶۹۹ میں بھی یہ واقع درج ہے۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم رسول کی تعمیل نہ کی

اور قبطی کو تلوار سے قتل نہ کیا۔ تو جب اس صورت میں جناب امیر رضی اللہ عنہ پر نافرمانی رسول کا الزام عائد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ تعلیم حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بے گناہ کا قتل ہے۔ جو آپ کو گوارہ نہ ہوا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے متعلق شیعہ صاحبان اور اہل سنت کو علم ہے کہ وصال مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر وفور عشق وغم کے صدمہ سے نڈھال ہوکر ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ تلوار بے نیام کر لی اور فرمانے لگے جو یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے ہیں میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت ابوبکر آئے اور آ کر خطاب کیا اور یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بوجہ عشق ومحبت رسول کے ایسی نازک حالت اور شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا گوارہ نہ کیا۔ مصلحت ایسی حالت میں یہی سمجھی اور حسبنا کتاب اللہ کہہ کر اپنی رائے پیش کر دی تو انہوں نے کیا قصور کر دیا۔

نوٹ: اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہی اہل بیت ہیں۔ چنانچہ ماریہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا:

اب حدیث قرطاس کی ساری بحث کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباس کے مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے ناقابل اعتبار ہے۔

۲۔ ایتونی بقرطاس اگر صیغہ امر ہے۔ اگر وجوب کیلئے ہوتا تو حضرت عمر کا اس کی مخالفت کرنا معاذ اللہ مترادف کفر ہوسکتا تھا۔ اگر اس وجوب کیلئے مانا جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تعمیل میں رکاوٹ ڈالی اور آپ کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے سے روک دیا تو جب

ایسا ہوا تو فَمَا بَلَّغتَ رِسٰلَتَہٗ تو تم نے اپنا فرض نبوت ادا نہ فرمایا۔ کے مطابق آپ نے اللہ کے حکم کی تبلیغ نہ فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم سے روک کر صرف اپنی ہی نقصان نہیں کیا۔ بلکہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگانے کا راستہ ہو ہموار کر دیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ اللہ کا حکم لوگوں تک نہ پہنچا کر "حق رسالت" ادا نہیں کیا تو جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے احکام کی تبلیغ میں کوتاہی فرمائی وہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ دوسرے اسی حدیث قرطاس میں آتا ہے کہ حاضرین نے دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامان کتابت لے آئیں۔ تو آپ نے فرمایا مجھے میری حالت پر چھوڑ دو۔ میری یہ حالت اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سامان کتابت طلب کرنا وراصل امر الٰہی نہ تھا بلکہ محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور ہمدردی کا آئینہ دار تھا۔ جس طرح کوئی شخص الوادعی لمحات میں کسی بات کی بار بار تاکید کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایتونی کا صیغہ امر استحبابی تھا۔ وجوب کیلئے اور من جانب الٰہی نہیں تھا۔

۳۔ حدیث میں جو لفظ اَھَجَرَ استفھموہ آیا ہے شیعہ حضرات کی لئے ھجر کے معنی یہاں صرف ہذیان کے ہیں اور یہ لفظ حضرت عمر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید توہین اور سنگین ترین گستاخی کی ہے۔

جواب: یہ غلط ہے کہ لفظ ھجر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخاری میں یہ روایت سات جگہ آئی ہے مگر کہیں بھی یہ لفظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں بلکہ قالو جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے (یہ لفظ لوگوں نے کہا غرضیکہ حضرت عمر کی طرف سے اس قول کو

منسوب کرنا بالکل بے اصل اور بے بنیاد اور افتراء محض ہے۔ بہت عرصہ سے شیعہ مجتہدین اس تلاش میں سرگرداں ہیں کہ کوئی ایسی روایت مل جائے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ لفظ ھُجر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ تھا۔ مگر نہیں ملی اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لفظ ھُجر کہا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق کا لفظ ھُجر کہنا ہی ثابت نہیں تو ان پر الزام کیسا؟ لفظ ھَجَرَ یَھْجُرُ باب نَصَرَ یَنْصُرُ کے وزن پر لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ جب یہ متعدی استعمال ہو تو ھجران سے مشتق ہوگا۔ اس کے معنے کسی چیز کے چھوڑ دینے کے ہوں گے۔ اور جب یہ لفظ لازم استعمال ہو تو اس وقت اس کے معنی بلا ارادہ بات کرنے کے ہوں گے۔ خواہ نیند میں آدمی بات کرے۔ یا غلبۂ مرض کیوجہ سے بے اختیار زبان سے جملے نکالے اس کو ہذبان کہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں ھُجر کے معنی ہذبان کے نہیں بلکہ جدائی کے ہیں چنانچہ یہ لفظ بمعنی جدائی قرآن مجید سورۃ مزمل میں بھی استعمال ہوا ہے۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور عربی اشعار میں تو اس اکثر سے یہ لفظ جدائی اور فراق کے معنی میں آیا ہے۔ کہ دوسرے معنی کی طرف سے ذہن ہی منتقل نہیں ہوتا۔ صراح وغیرہ کتب لغت میں ھَجْرٌ، ھجران جدائی کردن از نَصَرَ آیا ہے۔ چونکہ یہ تحریر اس وقت لکھوانی چاہی جس میں آپ کا وصال ہوا۔ تو یہ حالات دیکھ کر صحابہ کرام کے قلوب پر ایک بجلی سی گری اور ان میں سے کسی نے کہا هَجَرًا سْتَفْهِمُوْهُ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت تو کرلو کیا جدائی اور فراق کا وقت قریب آ گیا ہے کہ (حضور آخری وصیت لکھوانا چاہیت ہیں) چنانچہ حاضرین میں سے کسی کا یہ کہنا کہ استفھموہ (حضور سے پوچھو تو؟) یہ پوچھنے کا مضمون صاف اس امر پر قرینہ ہے کہ یہاں ہجر بمعنی ہذیان نہیں ہے کیونکہ جس کو ہذیان ہو جائے اس سے پوچھنا کیسا؟

۴۔ شور وغل کا الزام:

لَا تَرفَعُوا اَتَکُم فَوقَ صَوتِ النَّبِیِّ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہمکلامی کے وقت تم اپنی آواز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلند نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ دوران گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند آوازی کی ممانعت آئی ہے۔ اگر آپ شریک گفتگو نہ ہوں تو حاضرین آپس میں گفتگو کرتے وقت بلند آوازی تک پہنچ جائیں تو ایسی بلند آوازی اس ممانعت میں داخل نہیں اگر ایسا ہوتا۔ **لَا تَرفَعُوا اَصوَاتَکُم عِندَ النَّبِیِّ** کے الفاظ آتے۔ جس کا یہ معنی ہوتے اے ایمان والو! تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باہمی گفتگو کرتے وقت بلند آواز سے کلام نہ کرو حالانکہ یہ الفاظ نہیں۔ ثابت ہوا کہ زیر بحث بلند آوازی مذکورہ حکم قرآنی میں داخل نہیں۔ دوسری بات یہ بھی غور طلب ہے کہ شور وغل کیوجہ سے مجرم صرف حضرت عمر کو قرار دینا۔ انتہائی ہٹ دھری اور زیادتی ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ **فَاَکثَرُوا اللَّغوَ او فَتَنَازَعُوا** میں جوازروئے لغت عرف فرد واحد کیلئے نہیں بلکہ جمع کیلئے ہیں۔ بلکہ حدیث پاک کے الفاظ ذیل ملاحظہ ہوں۔

فَاختَلَفَ اَهلُ البَیتِ فَاختَصَمُوا

اہل بیت نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ پھر تعجب ہے۔ اور تو سب جگہ اہل بیت سے حضرت علی، سیدہ فاطمہ، اور حسنین رضوان اللہ علیہ اجمعین مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل بیت سے حضرت عمر اور ان کے طرفداراں مراد لئے جا کر۔ اختلاف اور جھگڑے کا ان کو ہی ذمہ قرار دیا جاتا ہے۔ غرض الزامات مذکورہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا شیعہ صاحبان کی سخت بے انصافی ہے۔ جبکہ حدیث پاک میں ہے۔ **تَنَازَعُوا . اِختَصَمُوا .**

فَــالُوْ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس تنازعہ شور جھگڑا اور دفع الصوت ردقول رسول حق تلفی اُمت میں جملہ حاضرین حجرہ جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم بھی تھے۔ سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا اگر نہیں تو کسی کا بھی نہیں۔

۵۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سامان کتابت یعنی کاغذ۔ قلم۔ دوات اسلئے طلب فرمایا کہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل تحریر فرمادیں۔ حالانکہ اس کی تصریح کسی معتبر اور صحیح روایت سے نہیں ملتی لہذا یہ ایک محض دعویٰ ہے جو بلا دلیل ہے۔ البتہ اسی بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ باب مناقب ابوبکر کی حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تحریر لکھوانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جس کا ذکر صفحہ ۱۶۲ میں ہو چکا ہے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت بلا فصل کے بارے اس لئے تحریر کا ارادہ ترک کر دیا کہ آنحضرت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ میرے وصال کے بعد لوگ حضرت علی المرتضیٰ کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ اور تقدیر الٰہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ یہ منصب میرے بعد ابوبکر صدیق کو دیا جائیگا۔ تو پھر یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان کتابت اس لئے طلب فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت تحریر فرمادیں۔ قبل ازیں ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس معاملہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واضح پیش گوئی فرمائی تھی۔

اِنَّ اَبَابَکْرٍ یَلِی الْخَلَافَةَ مِنْ بَعْدِیْ ثُمَّ بَعْدَهٗ اَبُوْکِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاکَ هٰذَا نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (تفسیر صافی صفحہ ۱۶ے سورہ تحریم)

ترجمہ: ضرور بالضرور میرے بعد خلافت کا والی ابوبکر ہوگا۔ اس کے بعد تیرا باپ (حضرت عمر) خلیفہ ہوگا۔ حضرت حفصہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ آپ کو اسبات

کی خبر کس نے دی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ علیہم وخبیر نے خبر دی ہے۔شیعہ کی معتبر کتاب تفسیر صافی صفحہ نمبر ۵۲۳)

تفسیر فرات کوفی میں منقول ہے کہ جب کسی نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا فَمَا تَاوِیلَ قَولَهٗ (لَیسَ لَکَ مِنَ الامرِ شیٌ قَالَ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ (ص) حرص اَنْ یّکُونَ الامرُ لِاَمِیرِالمُومِنِینَ (ع) مِنْ بَعْدَہٗ فَابیٰ اللّٰہ

(تفسیر فرات کوفی مطبوعہ حیدریہ نجف)

ترجمہ: آپ کو اس امر میں کوئی اختیار نہیں کی تفسیر کے سوال میں کے جواب میں امام باقر رضی اللہ عنہ نے سائل کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ آپ کے بعد امر خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملے۔لیکن اللہ رب العزت نے اس سے انکار کر دیا۔دونوں مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہوا کہ خلاف صدیقی عند اللہ کا مقدر ہو چکی تھی۔اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلیفہ بلافصل نہیں ہونگے۔ (الارشاد شیخ مفید)

وَبَقِیَ عِندَہُ الْعَبَّاسُ وَالفَضلُ بنُ عَبَّاسٍ وَعَلِیُّ بنُ اَبِی طَالِبِ وَاھلُ بَیْتِہٖ خَاصَّۃِ (ع) فَقَالَ لَہٗ العَبَّاسُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنْ یَّکُنْ ھٰذَا الْاَمرُ فِینَا مُستَقِرًّا مِنْ بَعدِکَ فَبَشِّرنَا وِاِنْ کُنتُ تَعلَمُ اَنَّا نُغلَبُ عَلَیہِ فَاقِضِ بِنَا فَقَالَ اَنتُمُ الْمُستَضحَفُونَ مِنْ بَعْدِی وَصَمْتَ فَنِهضَ الْقَوْمَ وَھُمْ یَتکُوْنَ قَدْ یَئِسُوا مِنَ النَّبِیّ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پ اس سے سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ فضل بن عباس، حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین رہ گئے۔تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔یارسول اللہ! اگر

آپ کے انتقال کے بعد معاملہ خلافت ہمارے بارے میں مقدر ہو چکا ہو۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس کی خوشخبری سنائیں اور اگر آپ جانتے ہیں تو ہم امر خلافت کے حصول میں کامیاب نہ ہونگے اور لوگ ہم پر زبردستی کرینگے۔تو آپ ابھی اس حق کی وضاحت فرماتے ہوئے۔قطعی فیصلہ فرما دیجئے۔یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کہ تم لوگ میرے بعد کمزور ہو جاؤ گے۔یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔حاضرین یہ سن روتے ہوئے اٹھ گئے اور امر خلافت میں اپنے بارے میں قطعی فیصلہ کرنے کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ناامید ہو گئے۔شیخ مفید کی اس عبارت سے تمام شبہات کا ازالہ ہو گیا۔

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سامان کتابت منگوانے پر کیا لکھوانا چاہتے تھے۔غور طلب مقام ہے۔اگر سامان کتابت منگوانے کی یہ غرض ہوتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل قلمبند کر دیں جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی۔تو جب رکاوٹ ڈالنے والے سب چلے گئے ماحول پرسکون ہو گیا۔اور خلافت کے خواہاں اور حضرت علی اور ان کے چند رفقا رہ گئے۔انہوں نے بارگاہ رسالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا مطالبہ بھی کر دیا۔مگر رسالت مآب نے خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقدر میں ہونے کی نفی کر دی۔تو اظہر من الشمس معلوم ہو گیا کہ سامان کتابت لانے کا حکم کرنا۔حضرت علی کی خلافت بلافصل تحریر کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس کی غرض کوئی اور ہوگی۔اللہ کرے شیخ مفید کا فیصلہ ان کیلئے حق قبول کرنے کا سبب بن جائے۔

(الارشاد للشیخ مفید صفحہ ۹۹ فی طلب رسول اللہ بدوات وکتف)

باب نمبر ۵

درمسئلہ جنازۃ الرسول ﷺ

شیعہ صاحبان کا یہ کہنا ہے کہ سب صحابہ ؓ خصوصاً ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان ؓ (نعوذ باللہ) لالچی تھے۔ کیونکہ آپ کا جسد اطہر پڑا رہنے دیا اور اپنے اپنے خلیفہ ہونےکی فکر میں لگے رہوئے تھے۔ اور حضرات شیخین نے آنحضرت عالمیان صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا صلوٰۃ جنازہ بھی نہیں پڑھی۔ وہ کیسے خلیفہ رسول ہوسکتے ہیں۔

جواب:

یہ بالکل جھوٹ ہے اگر اپنی ہی کتب کا مطالعہ کریں تو ایسے جھوٹ کہنے باز رہیں۔

ثبوت نمبرا:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اَتَی الْعَبَّاسُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوْ اَنْ یَّدْفَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَقِیْعِ الْمُصَلّٰی وَاَنْ یَّوْمَهُمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَخَرَجَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

اِلَى النَّاسِ ٥ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِمَامٌ حَيًّا وَ مَيِّتًا وَقَالَ اِنِّیْ اُدْفِنُ فِی الْبُقْعَةِ الَّتِیْ اُقْبِضُ فِيْهَا ثُمَّ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ عَشْرَةً عَشْرَةً يُصَلُّوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق ؓ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت عباس حضرت امیر کے پاس آئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ رسول پاک کو جنت البقیع میں دفن کریں اور یہ کہ اپنے میں سے ایک آدمی کو (امام مقرر کریں) پس امیر لوگوں کے پاس آئے اور کہا کہ رسول پاک ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں اور آپ نے فرمایا میں آپ ﷺ کو اُسی جگہ دفن کروں گا جہاں آپ ﷺ کا وصال ہوا ہے۔ پھر علی المرتضیٰ دروازے پر کھڑے ہوئے اور خود آپ پر صلوٰۃ پڑھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا تمام لوگ دس دس آدمی صلوۃ پڑھتے تھے اور نکلتے تھے۔ (اصول کافی صفحہ ۵۵۸ جلد اول)

ایک ضدی متعصب شیعہ کی شاید تسلی نہ ہو کیونکہ اس روایت میں صراحتاً حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا نام موجود ہے۔ کیونکہ روایت میں با اشارہ حضرت ابوبکر کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے۔ اب ہم ضدی شیعہ پر حجت قائم کرتے ہوئے وہ روائت دکھاتے ہیں جس میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا صراحتاً نام بھی درج ہے۔

ثبوت نمبر۲:

ایضاً بسند حسن از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ حضرت عباس بخدمت امیر المومنین علیہ السلام آمد۔ وگفت مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول ﷺ را در بقیع دفن کنند و ابوبکر پیش بایستد و براو نماز کند چوں حضرت امیر المومنین دانست۔۔۔۔۔ از خانہ بیروں آمد و فرمود ایُّھا النَّاس بدرستیکہ رسول خدا امام پیشوائے ما است در حال حیات و بعد از

وفات دخود فرمود کہ من دفن میشوم در بقعہ کہ درآنجا قبض روح من میشود (جلاء العیون صفحہ ۸۰)

ترجمہ: جناب امام جعفر صادق ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عباس ؓ حضرت علی المرتضٰی ؓ کی خدمت میں آئے اور فرمایا آدمیوں کا اتفاق کرلیا ہے۔ کہ حضرت رسول کریم ﷺ کو جنت البقیع میں دفن کریں اور ابو بکر امامت کیلئے کھڑا ہو کہ صلوٰۃ جنازہ پڑھائے۔ حضرت علی المرتضٰی نے فرمایا بدرستیکہ رسول خدا ﷺ پیشوا و امام ہمارے۔ حیات و ممات میں ہیں اور آنحضرت نے خود فرمایا تھا کہ میں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض کی جائے گی۔ سبحان اللہ۔ اب تو شیعہ حضرات کو تسلی ہوگئی ہوگی کیونکہ حسب روائت امام جعفر صادق حضرت ابو بکر صرف صلوٰۃ جنازہ میں شریک ہی نہ تھے بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کرلیا تھا کہ آپ ہی امام الصلوٰۃ ہوں۔ کیونکہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی عین حیات ظاہری میں بھی آپ کو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے۔ پر کس قدر دیانت سے دور بات ہے کہ آئمہ اہل بیت کو جھٹلا کر شیعہ صاحبان لوگوں کو دھوکہ دی کر گمراہ کرتے ہیں کہ یہ اچھے خلیفے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کا جنازہ نہیں پڑھا۔

شیعہ صاحبان کی معتبر کتاب اصول کافی میں فرمان امام محمد باقر ؓ امام جعفر صادق ؓ

عَنْ اَبِیْ جعفر علیه السلام قَالَ لَمَّا قُبِض النَّبِیُّ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ صَلَّتُ عَلَیْهِ الْمَلَائِکَةُ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فُوْجًا فَوْجًا

امام جعفر صادق ؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ کا وصال ہوا تو آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین اور تمام انصار نے فوج در فوج نماز جنازہ پڑھی۔ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ الف لام جب صیغہ جمع پر واقع ہو تو استغراق کا معنی دیتا ہے۔ اسلئے بقول حضرت امام جعفر صادق ؓ جب سارے مہاجرین اور سارے انصار نے نماز جنازہ پڑھی تو پھر شیعہ حضرات کی یاوہ گوئی کہ

حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس بات کی کیا وقعت ہے۔ ایمان کی فکر کرو کیا تم سچے ہو یا حضرت امام سچے۔ (اصول کافی جلد اول صفحہ ۵۵۸)

اب علامہ مجلسی اپنے مجتہد اعظم کی اور شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روائت کردہ است کہ دہ نفر دہ نفر داخل میشدند و برآنحضرت میکردند بے امامے۔ در اوز دوشنبہ وسہ شنبہ تا صبح روز چہار شنبہ تا شام۔ تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنحضرت چنیں نماز کردند۔

ترجمہ: شیخ طبرسی نے امام محمد باقر ؓ سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی داخل ہوئے اور ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز ادا کی۔ بغیر کسی امام کے دوشنبہ کے دن اور سہ شنبہ کی رات صبح تک اور چہار شنبہ شام تک یہاں تک کہ چھوٹے بڑے مرد و عورت مدینے والے اور مدینہ شریف کے تمام گرد و نواح والوں نے علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایسے ہی صلوٰۃ جنازہ ادا کی۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۹۶ در بیان رحلت آنحضرت)

یہ شیعہ حضرات کے مجدد علامہ الدہر کا بیان اور انہی کا ایک اور بیان پڑھیے۔ کلینی بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند براو جمیع ملائکہ و مہاجرین و انصار فوج در فوج (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۹۶)

احتجاج طبرسی:

مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ وَالنَّاسُ یُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ مَنْ بَایَعَ اَبَابَکْرٍ وَمَنْ لَّمْ یُبَایِعْ فِی الْمَسْجِدِ

ترجمہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس نے نماز پڑھی اور جس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تمام نے صلوٰۃ پڑھی اور جس نے بیعت نہ کی اُس نے بھی صلوٰۃ پڑھی۔ (صفحہ ۴۶)

ثُمَّ اَدْخَلَ عَشَرَةً مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ عَشَرَةً مِنَ الْاَنْصَارِ فَيُصَلُّوْنَ وَ يَخْرِجُوْنَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ

ترجمہ: پھر مہاجرین سے دس اور انصار سے دس داخل ہوئے۔ پھر صلوٰۃ پڑھتے رہے اور نکلتے رہے حتی مہاجرین اور انصار سے کوئی شخص باقی نہ رہا۔ جس نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو۔

(احتجاج طبرسی شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی صفحہ ۵۲)

شیعوں کے علامہ الدھر ملا باقر مجلسی کا بیان حیات القلوب جلد دوم از ثعلبی روایت کردہ است کہ ابوبکر بخدمت رسول خدا آمد در وقتیکہ مرض آنحضرت سنگین شدہ بود و گفت باز گشت تو کجاست فرمود بسوئے سدرۃ المنتہیٰ وجنۃ الماوٰی و رفیق اعلا و عیش گوارا و جرعہائے شراب حق تعالیٰ۔ ابوبکر گفت کی غسل ترا خواهد داد فرمود ہر کہ از اہل بیت من بمن نزدیک است پرسید کہ در چہ چیز ترا کفن کنند فرمود درہمیں جامہ ہا کہ پوشیدہ ام۔ یا در حلہائے یمنی یا در جامہ ہائے سفید مصری پرسید بر تو چگونہ نماز کنند۔ دریں وقت خروش از مردم برخاست و در و دیوار بلرزہ در آمد حضرت فرمودہ صبر کنید۔ خدا عفو کند از شما

ترجمہ: حیاۃ القلوب جلد دوم ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جس وقت مرض حضرت رسول پر سنگین ہوا۔ اُس وقت ابوبکر آئے اور کہا یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرت نے فرمایا میری اجل حاضر ہے۔ ابوبکر نے کہا آپ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرت نے فرمایا سدرۃ المنتہیٰ و جنت الماوٰی و رفیق اعلیٰ و عیش گوارا و جرعہائے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابوبکر نے کہا آپ کو غسل کون دے گا حضرت نے فرمایا جو میرے اہل بیت سے بہت قریب ہے۔ ابوبکر صدیق نے پوچھا کس چیز میں آپ کو کفن کرینگے۔ حضرت نے فرمایا انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوئے ہوں۔ یا جامہ ہائے یمنی و مصری میں۔ ابوبکر نے پوچھا کس

طرح آپ پر نماز پڑھیں گے۔اس وقت جوش وخروش غلغلۂ آواز مردم بلند ہوا اور درودیوار کانپنے لگے۔حضرت نے فرمایا صبر کرو خدا تم لوگوں سے عفو کریگا۔یعنی معاف فرمائے گا۔

(حیات القلوب جلددوم صفحہ ۶۹۵ دربیان رحلت آنحضرت)

چوں مرا غسل دھند وکفن کنند مرا بر تختے بگذارید و بر کنار قبر من و ساعتے بیروں دوید و مرا تنہا بگذارید اول کسے کہ برمن نماز میکند خداوند عالمیاں است پس رخصت لے فرماید ملائکہ را کہ برمن نماز کنند

ترجمہ: جب مجھے غسل وکفن کر چکو تو میرے گھر میں ہی مجھے چارپائی پر لٹا کر قبر کے کنارے رکھ دینا۔ پھر تم سب وہاں سے باہر آجانا۔اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے گا۔ پھر فرشتوں کو اجازت دے گا۔(دربیان رحلت آنحضرت خیواۃ القلوب)

یہی روائیت کشف الغمہ میں یوم مرقوم ہے جلد اول صفحہ ۱۷)

قَالَ ابو بکرِ فَمِنْ یَّلِي غُسْلَکَ قَالَ رِجَالُ اَهْلِ بَيْتِى اَلْاَدْنٰى فَالاَدْنٰى قَالَ فَفِيْمَ تُكَفِّنُكَ قَالَ فِيْ ثِيَابِىْ ....ثُمَّ اخرُجُوْ عَنِّىْ سَاعَةً فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَوَّلُ مَنْ يُّصَلِّىْ عَلَىَّ ثُمَّ يَاذَنُ لِلْمَلَائِكَةِ

ترجمہ: آپ کے انتقال کے وقت ابوبکر صدیق ﷜ نے عرض کی آپ کے انتقال کے بعد آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا میرے اہل بیت میں سے قریبی، پھر قریبی مرد۔عرض کی کن کپڑوں سے آپ کو کفن دیا جائے فرمایا جو ابھی میں نے پہن رکھے ہیں یا یمنی حلہ یا سفید مصری چادروں میں۔ پوچھا آپ کی نماز جنازہ کیوں کر ہوگی اس پر زمین رونے لگی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔اللہ تمہیں معاف کرے گا۔جب مجھے غسل وکفن کر چکو تو میرے گھر میں ہی مجھے چارپائی پر لٹا کر قبر کے کنارے رکھ دینا پھر تم وہاں سے باہر آجانا۔

اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے گا پھر فرشتوں کو اجازت دے گا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دم تک حضرت ابوبکر صدیق کو صادق الوداد، محرم راز دوست سمجھتے تھے کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں حالانکہ اس وقت بہت سے صحابہ کرام اور افراد اہل بیت کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔

شیعہ حضرات غور کریں کہ آخری وقت میں رسول پاک ایک منافق شخص کو بھی شرف ہمکلامی بخش سکتے تھے؟ کہ نہ حضرت علی کو نہ دیگر اہل بیت کو اس امر کیلئے منتخب فرمایا۔ مگر آپ کے یار غار قدیم تابعدار وفادار دوست کو ہی شرف عطا ہوا۔ تو جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ آخری دم تک پروانہ وار شمع جمال محمدی پر اپنی جان نثار کیے ہوئے تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ صلوٰۃ جنازہ رسول ﷺ سے غیر حاضر ہوں۔ سچ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دیگر آپ کے اس ارشاد سے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھ پر صلوٰۃ جنازہ پڑھے گا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی صلوٰۃ جنازہ عام لوگوں کی نماز جنازہ کیطرح نہ تھا۔ جو یہ اعتراض ہو سکے کہ صحابہ کرام نے آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ ورنہ یہ لازم آئیگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ میں "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا" پڑھا تو اس نے اپنے علاوہ کسی اور الٰہ سے دعائے مغفرت مانگی اور یہ کھلم کھلا کفر شرک ہے۔

لہذا ثابت ہوا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ جنازہ پڑھی اس سے مراد "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" اللہ تعالیٰ آپ کی ذات پر رحمت کاملہ تامہ نازل فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے فرشتوں نے رحمت کی دعا مانگی اور پر صحابہ ؓ کرام باری باری

آتے رہے اور رحمتوں کے نزول (صلوٰۃ وسلام) کی دعا مانگتے رہے۔

آمدم برسر مطلب:

شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ خلفائے ثلثہ لالچی تھے۔ آپ کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی اور وہ اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ تو جواباً گذارش ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا۔ ہر مہم سے زیادہ مہم ہے۔ کیونکہ تمام انتظام دین اور دنیا اُسی سے متعلق ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ انور اگر ہفتہ تک رکھا رہتا تو اصلاً کوئی خلل متحمل نہ تھا۔ انبیاء علیہم السلام کے اجسام طاہرہ ہرگز نہیں بگڑتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بعد انتقال کھڑے رہے پورے ایک سال بعد دفن ہوئے۔ جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب سے ثابت ہے۔ پس ملک الموت روح مطہر آنحضرت را قبض نمود برہماں حالت کہ بر عصا تکیہ دادہ بود واپس مدتہا بعد از موت بہماں ہیئت بر عصا تکیہ داشت۔ ومردم بسوئے او نظر میکردند کہ زندہ است

(حیاۃ القلوب جلد اول دربیان قصہ سلیمان)

ترجمہ: ملک الموت نے امر الٰہی سے آپ کی روح قبض کرلی۔ اُسی حالت میں جب کہ وہ عصا پر ٹیک لگائے تھے۔ وفات کے بعد لمبی مدت تک اُسی صورت عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ لوگ ان کی طرف سے دیکھتے تھے تو خیال کرتے تھے کہ آپ زندہ ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے چہرے مبارک پر موت کا کچھ اثر نمودار نہ ہوا۔ آپ کا چہرہ مبارک بدستور سابقہ تروتازہ تھا۔ جن وانسان آپ کو زندہ ہی خیال کرتے تھے۔ تو ثابت ہوا کہ عام آدمی کی موت اور نبی کی موت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

تو حضور اکرم کا جنازہ مبارک ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تھا۔ جہاں اب روضہ پاک ہے۔ اُس سے باہر لے جانا نہ تھا۔ چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس

نماز اقدس سے مشرف ہوتا تھا۔ ایک ایک جماعت آتی پڑھتی اور باہر جاتی ۔ یوں یہ سلسلہ تیسرے دن میں ختم ہوا۔ اگر تین ماہ میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس یوں ہی رکھا رہتا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھا۔ بے عقلوں کے نزدیک اگر یہ لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت الزام حضرت علی المرتضیٰ ؓ پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے اور غسل، کفن دفن کا کام بھی انہیں کے سپرد تھا۔ تو کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔

تو معلوم ہوا کہ اعتراض بے معنی ہے اور جنازہ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا۔ جس پر علی المرتضیٰ ؓ اور سب صحابہ ؓ نے اجماع کیا مگر ہنر بچشم عداوت بے عظیم است ۔ یہ خذلہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے ۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں۔

توضیح: چونکہ حجرہ رسول میں جو کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کا حجرہ مبارک تھا۔ زیادہ لوگوں کی گنجائش نہ تھی اس لئے دس آدمی داخل ہوتے تھے اور ان کے بعد پھر دس آدمی داخل ہوتے تھے۔ یہ وجہ ہے تین دن کی۔

(حیات القلوب جلد اول صفحہ ۳۷۰ در بیان قصہ سلیمان علیہ السلام)

باب نمبر ٦

تحقیق قضیہ باغ فدک

سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ فدک چیز کیا تھی۔ مہدی عباسی نے امام موسیٰ کاظم سے کہا۔ اے ابوالحسن! اس (فدک) کا حدود اربعہ بتائیں۔

فَقَالَ لَه' الْمَهْدِیُّ یٰااَبَا الْحَسَنِ حُدّهَالِیْ فَقَالَ حَدٌّ الْبَحْرِ وَحَدٌّ مِنْهَا جَبَلَ اُحُدٍ وَحَدٌّ مِنْهَا عَرِیْش مِصْرٍ وَحَدٌّ مِنْهَا سَیْفُ الْبَحْرِ وَحَدٌّ مِنْهَا دَوْمَةُ الْجَنْدَلِ فَقَالَ لَه' كُلُّ هٰذَا قَالَ نَعَمْ یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ هٰذَا كُلُّه'

ترجمہ: خلیفہ مہدی نے امام کاظم سے کہا اے ابوالحسن اس فدک کا حدود اربعہ بتائیں۔ کہا اس کی حد بندی یہ ہے ایک طرف اس کے اُحد پہاڑ اور دوسری طرف عریش مصر تیری طرف طرف سیف البحر اور چوتھی طرف دومۃ الجندل ان چاروں اطراف کے اندر تمام فدک ہے۔ فدک نہ ہوگیا ایک براعظم ہوگیا۔ (اصول کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۶۸۳)

دوسری روایت ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ فدک لیں میں آپ کو واپس دیتا ہوں تو حضرت نے انکار فرما دیا۔ جب ہارون رشید نے اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا۔ اگر خواہ مخواہ فدک تم مجھے دیتے ہو تو اس کے پورے حدود مجھ کو دو میں لیتا ہوں۔ ہارون نے کہا اس کے حدود ہیں۔ پس حضرت نے فرمایا اس کی حد اول عدن پس ہارون کا رنگ فق ہو گیا۔ اور حد دوم سمرقند ہے پس ہارون کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور حد چہارم سیف البحرین سمندر کا کنارہ جو علاقہ جزائر آرمینیہ سے ملحق ہے۔ پس ہارون نے کہا حج پھر ہمارے لئے کیا رہ گیا۔ پس حضرت نے فرمایا میں نے تو تم کو پہلے کہا تھا کہ اگر میں تم کو محدود کر کے بتاؤں گا تو تم نہ دے سکو گے۔

شعیہ صاحبان آپ غور کریں کہ امام موسیٰ کاظم فدک کو کسقدر وسیع فرماتے رہے ہیں۔ حالانکہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حکومت اسلامیہ اس قدر وسیع کہاں تھی۔ تو پھر ہم یہ کہے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں کہ تمام شیعہ روایت آئمہ کرام پر بہتان وافترا ہیں۔ اب اہل سنت کی تحقیق پڑھیئے۔

وَامَا فَدَکَ وَهِیَ بِفَتْ الْفَاءِ وَالْمُهْلَةَ بَعْدَ کَاف بَلد بَیْنَهَا وَبَیْنَ الْمَدِیْنَه ثَلاث مَرَاحِل (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ مصر)

یعنی فَدَک کی فا اور دال دونوں زبر سے ہیں اور آخر میں کاف ہے یہ ایک بستی ہے جس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان تین منزل کا فاصلہ ہے۔ لغت کی کتاب صراح میں ہے فدک بفتحتین نام دیہے از خیبر۔ کہ فَدَک بفتحتین خیبر کا ایک گاؤں ہے۔

قاموس او منتخب میں بھی ایسا ہے لکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ فَدَک ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر تھی۔ فَدَک کے بارے میں شیعہ سُنی علماء تمام اس پر متفق ہیں کہ

یہ مقام و موضع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں بغیر جنگ و جدال کے آیا۔ اور ایسا علاقہ یا مال فئی کہلاتا ہے۔

حوالہ نمبرا: عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَسْبَاطٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَ اَبُو الْحَسَنِ مُوسٰى عَلَى الْمَهْدِيِّ.......... فَقَالَ لَهٗ وَمَا ذَاكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَمَّا فَتَحَ عَلٰى نَبِيِّهٖ فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا لَمْ يُوْجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ

ترجمہ: علی بن اسباط سے مروی ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مہدی عباسی ک پاس آئے تو وہ لوگوں کے غصب شدہ املاک واپس کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا ہمارے غصب شدہ مال کو بھی واپس دے دو۔ اُس نے کہا وہ کیا ہے یا اباالحسن؟ آپ نے فرمایا جب اللہ نے اپنے نبی کو فدک پر فتح دی اور بغیر جنگ حاصل کیا۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۶۸۳ کتاب الحجۃ باب الفئی)

حوالہ نمبر۲: صاحب معجم البلدان گفتہ فدک قریہ البیت میان حجاز آں قریہ راز کفار خیبر بود کہ بطریق مصالحت در تحت تصرف آں حضرت درآمدہ بود و بموجب دین الٰہی خالصۂ حضرت رسالت پناہی شدہ بود۔ و در آنجا چشمہ آب رواں و درخت ہائے خرما بسیار بود۔

ترجمہ: معجم البلدان کے مصنف نے کہا کہ فَدَک حجاز میں واقع ایک گاؤں ہے مدینہ منورہ اور اس کے درمیان دو دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ان دونوں کے ان دونوں کی مسافت تین دن کے فاصلہ کے برابر ہے یہ گاؤں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تصرف میں لائے جس کی خاطر کوئی جنگ نہ کرنا پڑی اور آپ کے تصرف میں آنے کے قبل یہ خیبر کے کفار کی ملکیت تھا۔ اور اللہ کے دین کے فیصلہ کے مطابق یہ موضع صرف اور

صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص ہوا۔ اس موضع میں ایک بہتا ہوا چشمہ اور کھجوروں کے بہت ہی درخت تھے۔ اسی لئے اس کو باغ فَدَک کہتے ہیں۔ مجالس المومنین جلد اول در فَدَک ان ہر دو حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہوگیا۔ کہ فَدَک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف کسی جنگ وجدل کے بغیر ہاتھ آیا۔ دوسرے یہ کہ مال غنیمت کے طور پر مقام و موضع بمعہ اس کے لوازمات کے صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھا۔ اس میں ازروئے حکم خدا کوئی آپ کے ساتھ شریک نہ تھا۔ آپ اکیلے اس کے والی اور متصرف تھے۔ الحمد للہ!

فَدَک کے بارے تمام اختلافات کے باوجود ان روایتا میں سے دو باتیں شیعہ حضرات تسلیم کرلیں۔

۱۔ وہ یہ کہ باغ فَدَک وہ مال ہے جو بغیر جنگ وجدال بطور مصالحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا۔

۲۔ جو مال اس طریقہ سے ہاتھ آئے اُسے مال فئے کہتے ہیں۔ سورہ حشر میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(سورہ حشر رکوع ۴)

ترجمہ: اور جو مال حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان لوگوں سے بغیر لڑے عطا کیا ہے تو اُس پر تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ۔ لیکن اللہ نے اپنے رسول کو جس جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے۔ اور ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعی)

فدک مال فئے میں سے تھا۔از ناسخ التواریخ

۳۔ وچوں فتح فدک نیروئے سوار و پیادہ نبود بتمامت خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گشت وایں آیہ مبارکہ دلالت براین معنی تواند داشت

وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ط

ترجمہ: جب فدک کی فتح سواروں اور پیادوں کی طاقت سے نہ تھی اس لئے تمام تر خاصہ پیغمبر ٹھہری اور یہ آیہ مبارکہ اسی معنی پر حمل کرتی ہے۔ کہ کفار سے جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مال فئے دیتا ہے تو وہ ایسا (مال وعلاقہ) ہے جس پر تم نے گھوڑے نہ دوڑائے ہوں اور نہ اونٹ مگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس علاقہ میں چاہے تسلط دے دیتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مرزا محمد تقی کی عبارت اظہر من الشمس ثابت ہو گیا کہ

علاقہ فدک پر فوج کشی نہیں کی گئی بلکہ بغیر جنگ کے صلح کے ساتھ یہ علاقہ اسلام میں داخل ہوا۔ اور ایسے علاقے اور ایسے مال کو اللہ تعالیٰ کا قرآن اموال فئی قرار دیتا ہے۔

(ناسخ التواریخ زندگانی حضرت فاطمہ ذکر تفویض ضوابط فدک بفاطمہ نمبر ۸۳)

اس سے پہلے اصول کافی کی حدیث جلد اول صفحہ نمبر ۶۸۳

بروائت علی بن سباط کہ جب امام موسیٰ کاظم عباسی خلیفہ مہدی کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ لوگوں کو غصب شدہ املاک واپس کر رہے ہیں۔ تو آپ نے کہا ہماری غصب ملک واپس کیوں نہیں کر رہا۔ کہا وہ کونسی ہے اے ابوالحسن؟ کہا جب اللہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فتح دی تو اس پر گھوڑے نہیں دوڑے۔

اس حدیث کی تفسیر اب صافی شرح اصول کافی سے اس حدیث کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح: اصول کافی کی حدیث میں ہے کہ امام موسیٰ کاظم نے خلیفہ مہدی کے دربار میں باغ فدک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے جو یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

وَلَمَّا فَتَحَ عَلٰی نَبِیِّہٖ فَدَکَ وَمَا وَالَا ھَاوَ لَمْ یُوْجِفْ عَلَیْہِ بِخَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ

لَمْ یُوْجِفْ: معلوم از باب افعال است وضمیر مستتر راجع بر سول است ''دوبا'' بتقدیر لم یوجف العسکر واشارہ بقول اللہ تعالیٰ درسورہ حشر۔ مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ

ترجمہ: تو ان سے ان کی صاف طور پر مراد یہ تھی کہ باغ فدک بھی آیت فئے میں داخل ہے۔ کیونکہ مال فئے کیطرح اس کے حصول کیلئے جنگ وجدال نہ ہوئی۔ بلکہ کفار نے مخلص صلح کرتے ہوئے یہ جائیداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف کردی تھی۔

اہل اسلام کو جو اموال واملاک کفار سے حاصل ہوئی تھیں۔ان کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مالِ غنیمت

۲۔ مالِ فئے

مالِ غنیمت اس کو کہتے ہیں جو لشکر کشی اور لڑائی کے بعد حاصل ہو۔اور مال فئے اس کو کہتے ہیں جو لشکر کشی کے بغیر حاصل ہو۔ہم اس جگہ مال فئے کے مصارف از روئے قرآن بیان کرتے ہیں۔جو اس وقت مسئلہ زیر بحث ہے۔

(سورہ حشر آیت نمبر ۷ ارشاد رب العزت ہے)

وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ

وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کچھ علاقوں سے اپنے رسول کو جو کچھ مال فئی دیتا ہے۔تو اس کا حقدار اللہ اس کا رسول، رسول کا رشتہ دار اور یتیم مساکین اور مسافرین ہیں۔تا کہ یہ مال تم میں سے دولتمندوں کے درمیان نہ گھومتا رہے۔اس سے واضح ہو گیا کہ اموال فئی ہوں ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حصہ ہے۔حضور کے رشتہ داروں کا اُمت کے یتیموں کا اور مساکین اور مسافروں کا۔اموال فئی میں ان تمام لوگوں کا حصہ دار بنانے کی حکمت بیان کر دی۔تا کہ چند اغنیاء میں ہی گردش نہ کرتا رہے۔اور سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں نہ جمع ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ

کے مختصر جملہ میں اسلامی نظام معیشت کی روح اور اس کا خلاصہ بیان کر دیا گیا۔ سرمایہ دارانہ معیشت میں دولت سمٹ کر چند افراد کے پاس جمع ہو جاتی ہے۔اس لئے قبل از احتیاطی تدابیر اختیار کیں اور حفاظتی بند باندھ دیئے۔اس طرح نہ دولت سمٹے گی اور نہ قوم از حد امیر اور از حد غریب طبقوں میں بٹے گی اور نہ انہیں حسد وبغض کی آگ سلگے گی اور نہ وہ وقت آئیگا کہ غربت کے ماروں کا پیمانہ صبر چھلکنے لگے اور بے قابو ہو کر آمادہ بغاوت ہو جائیں۔اور اپنے ہاتھوں اپنی قوم کے خون کے دریا بہا دیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ بروائت معتبرہ شیعہ حضرات کے اور تعریف قرآن کے مطابق جو مال یا علاقہ زمین بغیر جنگ وجدال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا۔ایسا مال یا علاقہ مال فئے کہلاتا ہے۔اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ فدک مال فئے میں سے تھا۔

اب یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ کس کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کا مصرف کیا ہوتا ہے؟ ہم اس کا جواب کتب شیعہ ہی سے پیش کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ا:

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ .... و مِيرَاثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ وَهِيَ لِلرَّسُوْلِ وَلِمَنْ قَامَ مَقَامَهٗ بَعْدَهٗ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "انفال" ہر وہ چیز ہے جو دار الحرب سے بغیر لڑائی کے حاصل ہو اور ہر وہ زمین جسے اس کے مالک بغیر لڑائی کے چھوڑ کر چلے جائیں۔ اسی قسم کی زمین کو فقہا "فئے" کہتے ہیں۔ غیر آباد زمین جنگلات، پانی کے راستے، بادشاہوں کی جاگیریں اور اس شخص کی وراثت جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ یہ تمام اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہیں اور رسول کے بعد اس کے لئے جو ان (رسول) کا قائم مقام ہو۔

(تفسیر صافی جلد اول صفحہ ۶۳۶)

حوالہ نمبر ۲:

سوم فئے است یعنی منجملہ اموالیکہ آئمہ وولاۃ تصرف دارند، وآں مالے است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدوں قتال وایجاف خیل ورکاب وآں رسول را باشد در حال حیات وے۔ وبعد از وے کسے را کہ قائم مقام وے باشد از آئمہ دین ایشاں ہر کس را کہ خواہند بہند و ہر چہ صلاح باشد صرف نمائندہ وایں قول امیر المؤمنین است

ترجمہ: تیسرے مال فئے ہے۔ یعنی من جملہ اُن اموال کے کہ جن میں آئمہ اور والیاں حکومت تصرف رکھتے ہیں۔ یہ وہ مال ہوتا ہے جو کفار کی ملکیت سے مسلمانوں کے پاس بغیر حرب وضرب کے منتقل ہو کر آ جائے۔ اس کے مالک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے

ہیں۔ جب تک بقید حیات ہیں اوران کی وفات کے بعد اس شخص کی ملکیت قرار پاتے ہیں جو پیغمبر کے قائم مقام آئمہ دین میں سے ہوتے ہیں۔ پھر یہ لوگ جسکو چاہیں اس سے عطا کریں اور اس کام پر خرچ کریں جو بہتر ہوتا ہے۔ یہی قول امیر المومنین کا ہے۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد۹ صفحہ ۲۲۳)

زیرآیت مَا افَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

مذکورہ آیت کی روشنی میں جب فدک مال فئے ٹھہرا تو اس کی ملکیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہوئی۔ اور اسکی آمدنی کا تصرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہوا۔ اور آپ کے وصال کے بعد جو شخص امام اُمت اور والئ مملکت اسلامیہ بنا۔ یہ جائیداد نیابۃً اس کے زیر تصرف آئی اور بھی اس کی آمدنی اُن ہی مدات میں خرچ کرنے کا پابند تھا۔ جن مدات پر سرور عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف فرمایا کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ مال فئے جب کسی کی ملکیت میں نہیں دیا جا سکتا اور نہ کوئی اس کا مالک بن سکتا ہے۔ تو فدک بھی کسی کی ملکیت نہ قرار پایا اور نہ ہی (اسکی ملکیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ابوبکر صدیق، عثمان غنی، علی المرتضٰی، امام حسن رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی طرف منتقل ہوئی۔ بلکہ اپنے اپنے دور خلافت میں یہ حضرات اس کے آمین ہو کر تصرف کرنے کا نیابۃً اختیار رکھتے تھے۔

اہلسنت وجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ اموال فئے یعنی فدک بھی اس کے حقدار بہت سی اقسام کے لوگ ہیں۔

فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

ترجمہ: اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کا۔۔۔۔حصہ ہے حضور کے رشتہ داروں کا۔ اُمت کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا۔ تو ان کو متعین کرنا ممکن نہیں۔ آج ایک لڑکا یتیم ہے تو کل

وہ بالغ ہوکر امیر ہو جاتا ہے۔ آج ایک شخص مسکین ہے تو کل وہ دولتمند بن جاتا ہے۔ جب تک پہلا یتیم تھا اور دوسرا مسکین تھا وہ ان اموال سے حصہ دار تھے۔ آج ان کی جگہ دوسرے لوگ جو یتیم اور مساکین اور مفلسین ہیں اور ناداری وغربت سے متصف ہیں وہ حصہ دار بن جائیں گے۔ یہی حال ذوی القربیٰ کا ہے اور یہی حکم ابن السبیل کا۔ جب صورت حال ایسی ہو تو وہ مال واموال وقف کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور اُن اموال واملاک کا انتظام خود حاکم وقت یا اس کی طرف سے مقرر کردہ شخص کیا کرتا ہے۔

۱۔ قرآن پاک کی رو سے مال فئے رسول کیلئے ہے اور وہ اس سے اپنا گھریلو خرچہ چلائیں۔ اسی طرح آپ کے رشتہ داروں کیلئے ہے اس میں سے انہیں بھی کچھ دیا جائے گا۔ اسی طرح سے مسلمانوں میں سے غربا، مساکین، یتامیٰ اور مسافرین کیلئے ہے۔ گویا اس میں تمام اہل اسلام میں سے بیان کردہ حقداروں کا حق ہے۔

۲۔ قرآن کریم نے اسے تمام یتامیٰ اور مساکین ومسافرین پر خرچ کرنے کا حکم اس لئے دیا ہے۔ تاکہ دولتمندوں کیلئے مختص نہ کردیا جائے۔ اور غربا اور نادرا، مفلس فاقہ کش کا شکار نہ ہو جائیں۔ آپ ابھی گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ مال رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار وتصرف میں ہوتا ہے۔ اور آپ اسے اللہ کے قرآن کے احکام کے مطابق اس کے فرمودہ مصارف پر خرچ فرماتے ہیں۔ اور آُ کے بعد آپ کے جانشین خلیفہ کے تصرف میں ہوتا ہے وہ اسے سنت نبوی اور حکم قرآن کے مطابق طے شدہ مصارف پر خرچ کرتا ہے۔ اور بلاشک وشبہ خلفائے راشدین اسی پر عمل کیا۔

خلفائے راشدین کا عمل فدک میں

۱۔ وَکَانَ یَاخُذُ غَلَّتَهَا فَیَدْفَعُ اِلَیْهِمْ مِنْهَا مَا یَکْفِیْهِمْ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَاءُ بَعْدَه' کَذَالِکَ اِلٰی اَنْ وَلِیَ مُعَاوِیَةُ

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "فدک" کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت یعنی سیدہ فاطمہ و حسنین کریم رضی اللہ عنہم کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے۔ اُن کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہوئے یہی عمل جاری رہا۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد پنجم صفحہ ۱۰۷ شیعی)

۲۔ اہل تشیع کا مایہ ناز سید علی نقی فیض الاسلام میں لکھتا ہے۔ خلاصہ ابوبکر غلہ وسود آنرا گرفتہ بقدر کفائت باھل بیت میداد وخلفائے بعد از او ہم برآ ء اسلوب رفتار نمودند تا زمان معاویہ کہ ثلث آنرا بعد از امام حسن علیہ السلام بمروان داد

ترجمہ: فدک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی اہل بیت کو ضرورت کے مطابق دے دیا کرتے تھے اور دوسرے اہل خلیفوں یعنی حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طریق پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ آ گیا تو اُس نے امام حسن علیہ السلام کو وفات کے بعد

ایک تہائی فدک میں سے مروان کو دے دیا۔

(شرح نہج البلاغہ جلد۵ صفحہ ۹۶۹)

۳۔ وَکَانَ یَاخُذُ غَلَّتَهَا فَیَدْفَعُ اِلَیْهِمْ مِنْهَا مَا یَکْفِیْهِمْ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَآءُ بَعْدَہٗ کَذٰلِکَ اِلٰی اَنْ وَلِیَ مُعَاوِیَۃُ

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "فدک" کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی اسی پر عمل کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا۔ اور اس طرح اسلامی نظام معیشت کی برکتوں اور سعادتوں سے اسلامی معاشرہ بہرہ مند ہوتا رہا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید جز ۱۶ جلد ۴ ذکر ما فعل ابوبکر فدک)

اب اس مسئلہ میں شیعہ صاحبان کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے!

فدک جو فئے ہے یہ حضور کی ذاتی ملکیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس کی وارث صرف حضرت فاطمۃ الزاہرا تھیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آپ کو فدک سے محروم کر کے آپ کی حق تلفی کی اور سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر کو ناراض کیا۔ اب اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ انصاف فرمایئے۔ جو شیعہ حضرات کہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو آیہ کریمہ یوں ہوتی۔

وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَهُوَ لِرَسُوْلِهٖ

ترجمہ: کہ ان گاؤں والوں سے جو مال فئے حاصل ہوا اس کا مالک اس کا رسول ہے۔

بات ختم ہو جاتی اور کسی کو چون و چرا کی مجال نہ رہتی۔ لیکن قرآن پاک کی آیت کریمہ اس طرح نہیں بلکہ وہاں تو

لِلرَّسُوْلِ وَلِلذِیْ الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْل

کی لمبی چوڑی عبارت بھی موجود ہے اب معترض اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا یہ الفاظ قرآن کا حصہ نہیں؟ شیعہ صاحبان جب تک قرآن کو اپنے معبود برحق کا کلام مانتے ہیں پھر ان بے معنی الزامات کا کیا جواز۔ اگر شیعی روایات اور ان کے عقیدہ کے اعتبار سے وَلِلذِی الْقُرْبٰی سے مراد صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جیسا کہ امام جعفر صادق سے روایت ہے۔

لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰہ وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰ حَقَّہٗ

ترجمہ: اور حدیث تفسیر صافی سے حقہ مراد خاص فدک تو یہ بات بھی نہیں بنتی کیونکہ واؤ عطف کے ذریعے ذالقربٰی کے مساکین اوابن السبیل کو بھی اللہ تعالیٰ نے شامل کیا ہے۔ اس واسطے آیت ذالقربٰی حقہ والمساکین وابن السبیل کا ترجمہ یوں ہوا کہ اے نبی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مسکینوں اور مسافروں کو فدک دے دو۔ معلوم ہو گیا کہ اس حدیث کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی فدک میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تنہا نہی۔ یعنی اکیلی نہیں بلکہ آپ کے ساتھ مساکین اور مسافر بھی شریک ہیں۔ اور چونکہ مسکینوں اور مسافروں کی تعداد نہایت ہوتی ہے۔ یعنی اُن کے افراد غیر متناہی اور غیر متعین ہوتے ہیں۔ جن کا کوئی شمار نہیں ہوسکتا۔ اس لئے فدک کی تقسیم رقبہ کے اعتبار سے ناممکن تھی۔ ہاں پیداوار اور آمدنی کے اعتبار سے اس کی تقسیم ہوسکتی ہے۔ یعنی اس کی آمدنی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخراجات پورے کئے جائیں۔ نیز اس کی آمدنی سے مسکینوں اور مسافروں اور یتیموں کی خدمت کی جائے۔ اسے ہی تو وقف کہتے ہیں اور یہی دستور بیت المال کا ہے۔ پھر وہی بات بن گئی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی آنسرور کی اہلبیت کا خرچ فدک کی آمدنی سے پورا کیا جائیگا۔ خود آراضی فدک کو تقسیم نہیں کیا جائیگا۔

اگر بفرض محال ایک لمحہ کیلئے یہ مان لیا جائے۔ اگرچہ ایسا ماننا قرآن تعلیمات کے

خلاف ہے اور حکم خداوندی کی صریح نافرمانی ہے۔ کہ فدک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اُن املاک کی حیثیت ایسی جو ورثا میں بانٹ دی جاتی تو پھر بھی غور طلب بات ہے کہ وراثت کا حق اکیلئے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو کیسے پہنچتا ہے۔ اس میں تو سارے وارث حق دار ہونگے۔ حضرت عباس امہات المومنین اور دیگر ورثاء بھی شریک ہونگے۔ صرف اکیلی سیدہ سلام اللہ علیہا کو وارث تسلیم کرنا اور باقی ورثاء کو محروم کر دینا۔ متعدد آیات قرآنی کی صریح خلاف ورزی ہے جو کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ ہم سیدہ بتول کے بارے میں اس کا تصور تک نہیں کر سکتے۔

جب شیعہ حضرات کے یہاں بھی قدم نہیں جمتے۔ یعنی ان حقائق کا ان کے پاس جواب نہیں تو پھر یہ دعوٰی کیا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باغ فدک اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ الزاہرا سلام اللہ علیہا کو "ہبہ" کر دیا تھا اور انہوں نے اسے قبول کر لیا تھا۔ اس لئے باغ فدک وغیرہ کی واحد حقدار حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ شیعہ صاحبان غور فرما کر بارگاہ رسالت میں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے۔

اس کا مطلب تو معاذ اللہ یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باقی تمام ورثا کو وراثتی حصہ سے محروم کرنے کیلئے باغ فدک اپنی حیات طیبہ میں ہی حضرت سیدہ کو دے دیا اور دوسرے وارثین کو محروم کر دیا۔

ہوش کے ناخن لو اس گئے گذرے زمانے میں بھی اگر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے کہ اپنے ایک وارث کے نام ساری جائیداد کا انتقال کر دیتا ہے۔ تو اس کے اس عمل کو انتہائی مذموم اور صریح ظلم قرار جاتا ہے اور اس کی اسبات سے سارے خاندان کا امن وسکون برباد ہو جاتا ہے۔ اور ان میں دنگا فساد خون ریزیوں کا مقدمہ بازیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ خدارا سوچیئے وہ نبی برحق جو آیا ہی دنیا سے ظلم زیادتی مٹانے کیلئے تھا۔

وہ رحیم وکریم رسول جو دنیا سے جبر واستبداد مٹانے اور عدل وانصاف کا علم بلند کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔تو ایسے رؤف الرحیم نبی کے بارے میں ایسا تصور تک بھی کرنا انتہائی رزالت اور کمینگی ہے یہ دراصل حب اہل بیت کے روپ میں ناموس رسالت پر حملہ آور ہونے کے مترادف ہے۔

ہبہ فدک کے بطلان پر ایک اور دلیل:

فدک کا علاقہ ایک وسیع وعریض خطہ تھا۔جس زرخیز زمین اور سرسبز باغات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا بقول ملا باقر مجلسی اس کی سالانہ آمدنی چوبیس ہزار دینار تھی یعنی اس وقت کے حساب کے مطابق تقریباً اڑھائی لاکھ روپے۔

بقول شیعہ حضرات یہ خطہ سیدہ فاطمۃ الزاہرا ہبہ کردیا تھا۔اوران کے تصرف میں تھا کہ علامہ الدھر ملا باقر مجلسی شیعی نے حیات القلوب صفحہ ۴۴۴ جلد دوم دربیان کیفیت فدک) تحریر کیا ہے کہ پس صحابہ راطلبیہ درحضور ایشاں اموال را با املاک فدک تسلیم حضرت فاطمہ کرد۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مالہا را بر مسلمانان قسمت فرمود وہر سال قوت خود را از دفدک برمیداشت

اور علاوہ املاک فدک کے اور بھی سات باغ ام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا روایت سے سیدہ کی ملکیت میں دیئے گئے۔

فَلَمَّا قُبِضَ جَآءَ الْعَبَّاسُ يُخَاصِمُ فَاطِمَةَ فِيهَا فَشَهِدَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَغَيْرُهٗ اَنَّهَا وُقِفَ عَلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَهِيَ الدُّلَالُ وَالْعِفَافُ وَالْحُسْنٰى وَالصَّافِيَةُ وَمَا لِاُمِّ اِبْرَاهِيمَ وَالْمَيْشَبُ وَالْبَرْقَةُ

ترجمہ: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سات باغات کے بارے میں جھگڑا کیا۔حضرت علی المرتضیٰ رضی

اللہ عنہ وغیرہ نے ان کے بارے میں شہادت دی۔ کہ یہ سب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو وقف کر دیئے گئے ہیں وہ سات باغ یہ ہیں ولال۔ عفاف۔ حسنیٰ۔ صافیہ۔ مالام ابراہیم۔ میثب۔ برقہ فروع کافی جلد ہفتم کتاب الوصایا باب صدقات النبی صفحہ ۴۷

ان ہر دو جائدادوں کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اراضی اور باغات بھی ان کے زیر قبضہ وتصرف میں تھے اور یہ بھی ہے کہ آپ نے خیبر کا سارا خمس بھی سیدہ فاطمہ کو دے دیا تھا۔ ان تمام باتوں سے معلوم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک بھی سیدہ کو دے دیا جس کی آمدنی لاکھوں روپیہ سالانہ کی تھی اور اس کے علاوہ سات باغات بھی سیدہ فاطمہ کو عطا فرمائے۔ خیبر کا سارا خمس بھی اپنی لخت جگر کو دے دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اراضی اور باغات بھی ان کی ملک تھے۔ تو شیعہ حضرات خدارا سوچو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کو اتنی بڑی جائیداد کی مالکہ وارثہ بنا دینا کیا قرآن پاک کی اس آیت کے خلاف نہیں تھا؟ سورہ حشر آیت نمبر ۷

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ......... كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ اس سے واضح ہو گیا کہ اموال فئی ہوں۔ ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حصہ ہے اور آپ کے رشتہ داروں کا اور امت کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا۔

تو اموال فئی میں ان تمام لوگوں کو حصہ دار بنانے کی حکمت ساتھ ہی بیان فرما دی۔ تا کہ مال چند اغنیاء میں ہی گردش نہ کرتا رہے۔ اور سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے۔

تو اس آیت کریمہ کے ہوتے ہوئے اتنی بڑی جائداد کسی ایک شخص کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عطا فرما دینا۔ در پردہ آپ صلی اللہ علیہ سلم کی ذات پر یہ الزام لگانا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ الہ کنبہ پرور، خود غرض اور احکامات خداوندی کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ حقائق پر غور کیجئے اور صحابہ کرام کی تنگدستی ملاحظہ کیجئے۔ (آیت نمبر ۹۲ پارہ ۱۰)

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ أَجِدُ مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ

ترجمہ: اور نہ ہی ان صحابہ پر کوئی گناہ کا بوجھ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم کو جہاد میں شرکت کیلئے ہمیں کوئی سامان اور سواری عنایت کیجئے۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ تمہارے لئے سامان وسواری کا انتظام میرے پاس نہیں ہے یہ سن کر وہ غریب صحابہ ایسی حالت میں واپس لوٹے کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش جاری تھی۔ یہ اسلئے ہوئی کہ ان بیچاروں کے پاس اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے کچھ بھی میسر نہ تھا۔ اہل بیت رسول اللہ کو اللہ نے دنیاوی مال ودولت اور زیب وزینت سے منع فرمایا۔

(آیت نمبر ۲۸ پارہ ۲۱)

فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی بیویوں کو فرمادیں۔ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت کی تمنا رکھتی ہو تو چلو تمہاری تمنا پوری کیے دیتے ہیں۔ اور تمہیں اچھے طریقے سے اپنے سے علیحدہ کردیتے ہیں۔ اور اگر تمہاری خواہش (دنیوی ساز وسامان کی بجائے) اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کا حصول ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کیلئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے مال دولت کی حب دور کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کی محبت کے بلند مقام مرتبہ سے تم کو

نواز دے۔غور کرو یہ قرآن ہے۔ جب ازواج مطہرات نے سامان دنیا کا تھوڑا سا مطالبہ کیا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے اچھا نہ سمجھا۔اور اس مبغوض و مذموم دنیا کی حرص ان کے دل سے نکال کر طہارت قلبی عطا فرمائی۔تو کیا سیدہ خاتون جنت کیلئے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ملعونہ اور قابل مذمت کو پسند فرما کر انہیں عطا کر دیا۔اور جس غربت وفقر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لئے باعثِ فخر کہیں (الفقر فخری) اس سے سیدہ کو کوسوں دور رکھیں اور جب سونے کے پہاڑ اللہ نے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے چاہے لیکن آپ نے منظور نہ کیا اور پارہ ۱۰ آیت ۹۲ سے ثابت ہوگیا کہ اصحاب صفہ دار غریب مہاجرین جن کے پاس جہاد فی سبیل اللہ کیلئے ضروری سامان وخوراک بھی نہ ہو اور دوسری طرف سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کروڑوں کی جائیداد حضرت خاتون جنت کو عطا فرما دی۔ کیا اتنی بڑی جائیداد سیدہ خاتون جنت کیلئے ثابت کرنیوالے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔

شیعہ حضرات ایک طرف تو سیدہ خاتون جنت کی محبت کے دعوٰی میں اور دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض وعداوت میں اس قدر حواس باختہ نظر آتے ہیں کہ خود اپنی کتابوں میں اس واقعہ کی طرف ان کی نظریں نہیں اٹھتیں۔بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ حضرت رسالت ﷺ مقرر فرمود کہ ہر چہ خدمت بیرون در باشد از آب و ہیزم آوردن و امثال آنہا حضرت امیر المومنین بجاہ آورد و ہر چہ خدمت اندرون خانہ باشد از آسیا کردن و نان و طعام پختن و جاروب کردن و امثال انہا با حضرت فاطمہ باشد

ترجمہ: بسند ہائے معتبر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خدمت باہر کی مثلاً لکڑی اور پانی لانے کی جناب امیر کریں گے۔اور چکی چلانا اور کھانا سالن پکانی اور گھر میں جھاڑو دینا یہ سیدہ کے ذمہ ہوگا۔(جلا العیون صفحہ ۱۱۵)

باسانید معتبرہ کردہ اند کہ روزے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بخانۂ جناب فاطمہ ورآمد فاطمہ جامۂ پوشیدہ بود از جامہ ہائے شتر۔ بدست خود آسیاے کردایند ودر آں حالت فرزند خود را شیرے داد چوں حضرت اورا باآں حالت مشاہدہ کرد۔ آب از دیدہ ہائے مبارکش رواں شد

ترجمہ: ایک روز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے وہ اونٹ کی کھال کا جامہ پہنے اپنے ہاتھ سے چکی پیس رہی تھیں اور ساتھ ہی اپنے فرزند کو دودھ پلا رہی تھیں۔ جب رسول خدا نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس حال میں دیکھا تو آنسو چشمہائے مبارک سے رواں ہوئے۔

۳۔ بسند معتبر از حضرت امیر المومنین روایت کردہ است کہ آنحضرت مرمود کہ فاطمہ الزاہرا محبوب ترین مردم بود نزد حضرت رسالت وآں قدر آب از مشک آورد کہ در سینۂ اواثر کرد وآنقدر آسیا گردایند کہ دستہائش مجروح کرد۔ وآنقدر خانہ راجاروب کرد کہ جامہ ہائش سیاہ شد بسبب حضرت ایں خدمت ہا اس قدر آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ باآں حضرت ضرار شدیدے رسید من روزے باو گفتم کہ بروز از پدر خود سوال کن کہ برائے تو کنیز کی بخرد۔

ترجمہ: بسند معتبر جناب امیر سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ کی محبوب ترین مردم تھیں۔ اور اس قدر پانی کے مشکیزے اٹھائے کہ سینہ مبارک سے اثر ایذا کا ظاہر ہوا۔ اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ زخمی ہو گئے اور اس قدر جھاڑو دیا کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ لہذا کثرت کاروبار سے سیدہ کو تکلیف ہوتی۔ میں نے ایک روز کہا کہ اپنے بزرگوار کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ مجھے کام کاج کے لئے ایک کنیز مول لے دیجئے۔

(جلا العیون صفحہ ۱۱۶)

نوٹ: شیعہ حضرات کے مجدد علامہ الدھر کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیر نے رسالت مآب کے فرمان کو پورا نہ کیا۔ خط کشیدہ عبارات کو غور سے نمبر ا کی عبارت معلوم ہوتا

ہے کہ پانی لکڑی کی خدمت جناب امیر کریں گے۔ مگر نمبر ۳ کی خط کشیدہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی کے مشکیزے اس قدر اٹھائے کہ سینۂ مبارک سے اثر ایذا ظاہر ہوئی۔ ایسی روایات شیعہ حضرات کو مبارک ہو۔ آیئے اب اصلی مطلب کی طرف

جب حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا نے اپنے گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹانے کیلئے کنیز کا سوال کیا تو بارگاہ نبوی سے لونڈی کی بجائے فاطمہ گفت اے پدر من طاقت خدمت خانہ ندارم خادے از برائے من بگیر کہ مرا خدمت کند و مرا یاری کند در امور خانہ فرمودا ے فاطمہ نے خواہی چیزے کہ از خادم بہتر باشد۔ امیر المومنین گفت بگو بلے۔ فاطمہ گفت اے پدرے خواہم آنچہ بہتر است از خادم حضرت فرمود کہ ہر روز سی وسہ مرتبہ سبحان اللہ وسی وسہ مرتبہ الحمد للہ وسی و چہار مرتبہ اللہ اکبر بگو۔

خلاصہ کلام: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایما پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کنیز یعنی لونڈی مانگنے کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ میں تمہیں لونڈی سے بہترین تحفہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کہو ہاں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار میں چاہتی ہوں کہ وہ چیز جو خادم سے بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سونے لگو تو ہر روز ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کا ورد کرلیا کرو۔

(جلا العیون صفحہ ۱۳۲)

اگر بقول شیعہ آپ اتنی بڑی جائداد کی مالکہ تھیں تو اس خدا داد دولت سے آپ کئی لونڈیاں خرید سکتیں تھیں۔

غزوہ تبوک کا ذکر ہے کہ جو کہ بالاتفاق خیبر وفدک کے بعد کا ہے ۷ ہجری میں جب خیبر فتح ہو گیا اُس کے بعد غزوہ تبوک واقعہ ہے۔ غالباً ۸ ہجری کا جیسا کہ ملا باقر مجلسی حیات

القلوب جلد دوم صفحہ ۳۸۵ پر قمطراز ہے۔

در ماہ رجب سال ہشتم ہجرت متوجہ جنگ تبوک گردید۔ تو اس وقت سیدہ یقیناً آپ اتنی بڑی جاگیر کی مالکہ تھیں۔ اور مسلمانوں کی حالت مالی طور پر نہایت مخدوش تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کی تیاری کیلئے مالی قربانی پیش کرنے کا اعلان کیا تو حضرت عثمان ہزاروں دینار اور سینکڑوں اونٹ سامان سے لادے ہوے اور ایک ہزار مثقال سونا لے کر بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ دیکھو ناسخ التواریخ

لا جرم عثمان بن عفان کہ ایں وقت دویست شتر و دولیت اوقیہ چاندی سیم از بہر تجارت شام بساز کردہ بود بتمامت بحضرت رسول آورد برائے تجہیز لشکر پیش خدمت داشت پیغمبر فرمود لایضر عثمان ما عمل بقدھذا۔ وبروایتے سی صد شتر باساز و بزرگ وہزار مثقال زر سرخ حاضر کرد پیغمبر فرمود۔ اللھم ارض عن عثمان فانی عنہ راض ونیز گفتہ اند از سی ہزار تن لشکر کہ سفر تبوک کردہ بود و بہرہ را عثمان تجہیز کرد۔ علما عامہ از بہر او چنیں حدیث کنند کہ پیغمبر فرمود۔

من جهز جيش العسرة فله الجنة فجهر ها عثمان

عمر بن خطاب گوید کہ من خود اندیشیدم کہ امروز برابوبکر سبق گرم و یک نیمہ مال خود را بحضرت رسول بردم تا کار لشکر بساز و فرمود یا بن الخطاب! از بہر اہل خود چہ ذخیرہ نہادہ ی؟ عرض کردم ہم بدیں مقدار برائے اہل خویش ذخریہ نہادہ ام

ایں ہنگامہ ابوبکر برسید و اندوختہ خویش را بتمامت پیش داشت پیغمبر فرمود از برائے اہل خود چہ نہادہ ای؟ عرض کرد اِذَ خَرتُ اللّٰہُ وَرَسُولَہ یعنی خدا ور سول را بہر ایشاں ذخیرہ نہادم

(ناسخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۱۸۴ از زندگانی رسول اللہ ﷺ)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اسوقت بائیس اونٹ اور بائیس اوقیہ چاندی تھی جوانہوں نے شام کی طرف تجارت کی غرض سے تیار کر رکھا تھا۔ یہ تمام سامان انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر حاضر کردیا۔ تاکہ لشکر اسلام کی تیاری میں صرف ہوسکے۔ اس امداد کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان اس کے بعد جو بھی عمل کرے گا اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یعنی یہ اس عمل کی بنا پر جنتی ہوگئے۔ چاہے اب کچھ کرتے پھریں۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ بمعہ ساز و سامان کے لدے ہوئے اور ایک ہزار مثقال سونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہوجا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ تیس ہزار کے اسلامی لشکر کہ جس نے غزوہ تبوک میں شرکت کی اس میں۔ دو حصوں (بیس ہزار) سپاہیوں کی خوراک وضروریات کی ذمہ داری حضرت عثمان نے اٹھالی۔ علماء کہتے ہیں کہ جس نے غزوہ تبوک کیلئے سامان جنگ اور دیگر ضروریات میں مجاہدین کی مدد کی اس کیلئے جنت واجب ہے۔ سبحان اللہ حضرت عثمان غنی نے یہ سب کچھ کیا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میں اس غزوہ میں مالی طور پر امداد دینے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ جاؤں گا۔ میں نے اپنا آدھا مال ومتاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کردیا تاکہ آپ لشکریوں پر صرف فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے؟ عرض کیا حضور جتنا حاضر خدمت کردیا اتنا ہے گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔

اسی دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور اپنی تمام پونجی حضور کے قدموں میں ڈھیر کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ

ہے؟ عرض کی اُن کیلئے اللہ اور اس کے رسول کا عظیم الشان ذخیرہ چھوڑ کر آیا ہوں۔

ان حضرات کے علاوہ دیگر صحابہ نے بھی دل کھول کر خوب ایثار و قربانی کی مثالیں پیش کیں۔

کیا آپ کوئی ایسی روایت دکھا سکتے ہیں کہ حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا نے بھی اس میں کوئی حصہ ڈالا ہو۔ ایسا بھی نہیں کہ اتنا مال اکٹھا ہو گیا کہ ضرورت ہی نہ رہی۔ بلکہ قرآن پاک صاف بتا رہا ہے کہ بعض مجاہدین میدان جنگ میں جانے کے لئے حاضر ہوئے لیکن سواری کا انتظام نہ ہو سکا۔

پارہ ۱۰ آیت نمبر ۹۲ میں یہ الفاظ غور سے پڑھیے۔ لَآ اَجِدُ مَآ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ میرے پاس تمہاری سواری کیلئے کوئی جانور نہیں ہے۔ ناچار انہیں واپس ہونا پڑا۔ اس وقت ان کے رنج و غم کی یہ حالت تھی کہ انکی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَوَلَّوۡا وَّ اَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا وہ لوٹے اس حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ اللہ اللہ یہ صحابہ کرام کا جذبہ جہاد جس کی خداوند کریم خود شہادت دیتا ہے۔

اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اتنی جاگیر کی مالکہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کیلئے تیار نہ تھیں۔ مگر اس بات کو کوئی صاحب ایمان ماننے کیلئے تیار نہیں کہ جس گھرانے سے دنیا نے جود و کرم، بخشش و عطا کا سبق سیکھا ہو۔ وہاں بخل و کنجوسی کا کیا گزر۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اور اس کے اہل بیت اور اولاد پاک کو دنیا کی لذتوں سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ آخر دم تک کئی کئی دن فاقے سے گذرتے، کئی کئی دن

چولھے میں آگ نہ جلتی تھی۔اب ان روشن حقائق کے سامنے اس کذب وافترا کا پردہ چاک نہیں ہو جاتا۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو تمام دوسرے وراثتی حقداروں کو محروم کر کے اتنی بڑی جائیداد لاکھوں کی جاگیر اپنی بیٹی کو ھبہ کر کے مالکہ بنادیا۔محبت کے بلند بانگ دعوے کے شوروغل میں ناموس مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم التحیۃ والثنا اور عظمت اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو داغدار کرنا ان ہی دوستوں کو وطیرہ ہے۔

شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں باغ فدک جناب فاطمۃ الزاہرا سلام اللہ علیہا کو ہبہ کر دیا تھا۔تو ہم ہبہ کی تردید میں کافی حقائق گذشتہ اوراق میں کر چکے ہیں۔اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایات شیعہ وسنی جس سے وہ ہبہ کا ثبوت گذارتے ہیں ان کا جائزہ لیا جائے۔پہلے شیعہ روایت لیجئے۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ. قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَا جِبْرِيْلُ قَدْ عَرَفْتُ الْمِسْكِيْنَ مَنْ ذوى الْقُرْبٰى قَالَ هُمْ اَقَارِبِكَ فَدَعَا حَسَنًا وَحَيْنًا وَفَاطِمَه صَلٰوتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَنَّ رَبِّىْ اَمَرَنِىْ اَنْ اُعْطِيَكُمْ مِمَّا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى قَا اَعْطِيْتُكُمْ فَدَكَ

ترجمہ: یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے واٰتِ ذَالْقُرْبٰى وَالْمِسْكِيْنَ اُتاری تو رسول اللہ نے فرمایا۔اے جبریل مسکین تو میں نے پہچان لئے بتائے ذالقربیٰ کون ہیں؟

جبریل نے جواب دیا کہ وہ آپ کے رشتہ دار ہیں جو زیادہ قریبی ہیں۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین اور فاطمہ کو بلایا اور کہا کہ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ مال فئے میں سے میں تم کو عطا کروں اور فدک تم کو دے دوں۔

اہل سنت کی کتابوں میں یہ روائت تفسیر در منثور، کنز العمال، معارج النبوۃ وغیرہ میں ملتی ہے۔ ناظرین کرام کسی روایت کی صحت پرکھنے کی سب سے اعلیٰ اور اولین کسوٹی قرآن پاک ہے جو روایت قران پاک کے مطابق ہو اسے قبول کرلو خواہ وہ روایت کسی ہو۔ اور جو روایت قرآن پاک کے مخالف ہو وہ خواہ کیسی معتبر ہو موضوع اور باطل ماننی پڑے گی۔ اور یہ شیعہ سنی کا مسلمہ اصول ہے۔

(اصول کافی صفحہ ۶۷، بات بست وسوئم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَمَاوَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَدَعُوْهُ

ترجمہ: جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اُس کو مان لو اور جو حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو اُسے چھوڑ دو۔ تو اب اس ہبہ والی روایت جو اوپر بیان ہوئی ہے کو قرآنی کسوٹی پر پرکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع اور باطل ہے اور قرآن کے ساتھ ٹکراتی ہے۔ کیونکہ یہ آیت وات ذوالقربی حقہ بالاتفاق شیعہ وسنی مکی ہے کیونکہ یہ آیت سورہ بنی اسرائیل میں ہے جو کہ مکی ہے۔ یعنی یہ آیت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اور اسبات پر بھی تمام کا اتفاق ہے۔ کہ باغ فدک ہجرت کے ساتویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا۔ تو اب یہ کہا کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فدک فتح کیا تو یہ آیت وَاٰتِ ذَالقربیٰ نازل ہوئی۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے فدک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آچکا تھا۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوا۔ پس واضح ہوگیا کہ شان نزول کی یہ روایت موضوع ہے۔ یار لوگوں کی گھرنت ہے انہوں نے گھڑ کر امام موسیٰ کاظم کے ذمہ لگادی۔ یہ جو روایت میں ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فدک اُن کے حوالے کیا۔ اس سے بھی اس روایت کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ۲ ہجری میں ہوئی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۳ ہجری کو ہوئی۔ اصول کافی صفحہ ۱۵۷ لہذا جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت تو ابھی امام حسن اور امام حسین پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر فدک حوالے کیا۔

یہاں شیعہ حضرات یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت خواہ مخواہ خلفائے ثلثہ نے سورہ بنی اسرائیل میں ٹھونس دی ہے حالانکہ آیت مدنی ہے۔ لیکن وہ امام محمد باقر کے اس قول کو نہیں ٹھکرا سکتے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَنْزَلَ عَلَیْہِ فِیْ سُوْرَۃِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ بِمَکَّۃَ وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًام بَصِیْرًا (اصول کافی باب الکفر والایمان)

یعنی خداوند تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ شریف کے اندر سورۃ بنی اسرائیل میں وَقَضٰی رَبُّکَ سے لیکر خبیراً بصیراً تک نازل فرمایا اور آیت وَاٰتِ ذالقربیٰ بھی انہی آیات میں ہے تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آیت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھی اگر ہبہ فدک کی روایات پر اور کوئی بحث نہ کی جائے نہ کوئی دلیل پیش کی جائے تو بھی یہ دلیل کافی ہے کسی لحاظ سے کم نہیں۔

ولما قصہ ہبہ وگواہی دادن ام ایمن وحسن وحسین پس باطل محض است ہیچ جاروآیتے باں صحیح نشدہ

ترجمہ: باغ فدک کا سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہ کو ہبہ کرنا اور ام ایمن اور حسنین کریمین کا ہبہ کے متعلق گواہی دینا سوائے کذب وافترا کے اور کچھ نہیں۔ خواہ وہ روایت درمنشور میں ہے یا معارج النبوۃ کنز الاعمال میں ہے محض باطل ہے۔ (قرۃ العینین صفحہ ۲۳۰)

روضۃ الصفا۔ حبیب السیر وغیرہ کتب تواریخ شیعہ میں سے ہیں۔

اگر ہبہ فدک کی اس روایت کو جو صفحہ نمبر ۴۴ پر بحوالہ تفسیر صافی ہم نے تحریر کی ہے کو بست تسلیمکیا جائے تو لازم آتا ہے کہ آیت ذالقربیٰ حقہ' میں خطاب خاص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو۔ حالانکہ اس آیت میں خطاب آنسرور عالسیاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس آیت کا دوسرا جملہ یہ ہے۔

وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مسکین اور مسافر کو فدک دے دو۔ اور نہ فضول خرچی کر۔ خط کشیدہ جملے سے تو ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مخاطب نہیں ہیں کیونکہ آپ سے تو فضول خرچی ممکن ہی نہیں اور نہ ہی کا مدار امکان فعل ہوا کرتا ہے۔ اور پھر جملہ آگے یوں ہوں۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ . وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۷ ترجمہ شیعہ کی کتاب سے)

ترجمہ: فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے یقیناً شیطانوں کے بھائی ہیں (اور دوزخ میں ان کے ساتھ ہوں گے) اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکری کرنے والا ہے۔ گناہان کبیرہ جلد چہارم تالیف شہید محراب لیۃ اللہ العظمی سید عبدالحسین دست غیب مکتبہ بیت سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی کراچی۔

تو ثابت ہوا کہ فضول خرچی کا کام آپ سے ممکن ہی نہیں۔ اس لئے آپ اس نہی کے مخاطب ہی نہیں۔ پس اگر حدیث ہبہ فدک کو صحیح تسلیم کیا تو لازم آتا ہے کہ اس آیت میں آپ کو خطاب ہو۔ اور آپ کو اس آیت میں خطاب نہیں ہو سکتا تو نتیجہ یہ نکلا یہ حدیث صحیح نہیں

موضوع اور باطل ہے۔

خلاصہ بحث ہبہ اور مندرجہ صفحہ ۴۴ والی تفسیر صافی والی روایت زیر آیت وات ذالقربیٰ حقہ' جس کے راوی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ بتایئے ذالقربیٰ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ کے رشتہ دار جو زیادہ قریبی ہیں۔ حدیث کے الفاظ فَدَعَا حَسَنًا وَ حُسَيْنًا وَفَاطِمَه اب شیعہ علماء ہی بتائیں جبکہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ آیت وَاتِ ذالقربیٰ کا نزول ہجرت سے پہلے اور حسنین کریمین کی ولادت شریفہ ہجرت کے بعد ہے۔ تو اس آیت کے نازل ہونے پر حسنین رضی اللہ عنہم کو آنحضور نے کہاں سے بلا کر فدک عطا کیا؟ آپ ابھی تک دنیا میں تشریف لائے نہیں۔ اور فدک پہلے ہبہ ہو رہا ہے۔ اس معمہ کو حل کرنا شیعہ علماء کا کام ہے کیونکہ انہیں کے محدثین نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ حقیت یہی ہے کہ ایسی بے سروپا بعید از عقل وقیاس اور خلاف واقعہ باتیں امام پاک جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں فرما سکتے۔ تو سبائی مصنفین اپنے جی سے بنا کر اُن پاک ہستیوں کے نامِ نامی سے جوڑ دی ہیں تا کہ عوام مقبول ہو جائیں۔

ہم شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں اگر باغ فدک سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ فاطمہ کو ہبہ فرما دیا تھا اور سیدہ نے اس پر قبضہ بھی فرما لیا تھا۔ جیسا کہ اسی کتاب کے صفحہ ۳۱ پر بحوالہ حیات القلوب ثابت ہے۔ تو شیعہ لوگوں کو میراث رسول علیہ السلام کا دعوٰی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دعوٰی میراث دعوٰی ہبہ کی نفی کرتا ہے۔ بایں سبب کہ میراث موت کو چاہتا ہے اور ہبہ حیات کو چاہتا ہے۔ مطالبہ فدک اگر ہوا ہے تو ضرور ہے کہ میراث کی بنا پر ہو۔ یا ہبہ کی بنا پر ہو یہ نہیں ہو سکتا کہ دعوٰی کی بنیاد میراث اور ہبہ دونوں پر رکھی جائے۔ کیونکہ اس میں اجتماع

متعین صریح طور پر پایا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر مطالبہ فدک میراث پر مبنی ہے تو ہبہ کی روایات باطل اور من گھڑت ہیں۔ اگر یہی مطالبہ ہبہ پر مبنی ہے تو قصہ میراث باطل ہے۔ دیگر روایت اصول کافی کا ملاحظہ کیجئے۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰى حَقَّهٗ لَمْ يَدْرِ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْهُمْ فَرَاجَعَ فِيْ ذَالِكَ جِبْرَائِيْلُ رَبَّهٗ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنِ ادْفَعْ فَدَكَ اِلٰى فَاطِمَةَ فَدَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَدْفَعَ اِلَيْكِ فَدَكَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ مِنْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْكَ

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اس (فدک) کے بارے میں ارشاد فرمایا قرابت والوں کو انکا حق دیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اشارہ کو نہ جان سکے۔ پھر جبرائیل سے اللہ نے فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فدک کا رقبہ اپنی لخت جگر فاطمہ کو عطا کر دیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو بلایا اور فرمایا فاطمہ! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے فدک دے دوں۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عطا مجھے قبول ہے۔

اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰى آیت کے ذریعے اقربا کے حقوق دینے کا حکم دیا۔ جس سے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف مالا یطاق کا حکم دیا جا رہا ہے۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ کہنا پڑے گا کہ اسے بھی علم نہیں۔ کہ جو چیز ابھی زیر تصرف آئی نہیں جیسا کہ ہم پیچھے ثابت کر چکے ہیں کہ اس کا حکم دے رہا ہوں کہ فدک فاطمہ رضی اللہ عنہ کو دے دو۔ مگر یہ لوگ (شیعہ حضرات) ہیں اور کہ اس معدوم کے ہبہ کرنیکی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔

اگر ایک اور پہلو سے اس مسئلہ پر غور و خوض کیا جائے تو بھی ان حضرات کے دامن میں سوائے خاک کے اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ صاحب اصول کافی لکھتے ہیں کہ جب جبرائیل امین آیت وَاٰتِ ذَالقُربٰی لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مفہوم و مطلب نہ سمجھ سکے۔ جس کی بنا پر آپ کو جبرائیل علیہ السلام کی پھر ضرورت پڑی کہ پوچھا اے جبرائیل تم ہی بتاؤ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ کیونکہ مجھے سمجھ نہیں آئی جبرائیل نے بھی جواب دیا حضور مجھے کیا علم اس سے اللہ کی کیا مراد ہے۔ چنانچہ پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جبرائیل نے پوچھا اے مالک و خالق تو نے جو آیت کریمہ واٰتِ ذالقربٰی حقہ نازل فرمائی ہے اس کی مراد نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ سکے نہ مجھے معلوم ہے۔ لہذا اس کی مراد بتلا دیجئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اس سے مراد کہ فدک کی جائیداد اپنی بیٹی کو بلا کر ہبہ کر دو۔ شیعہ حضرات اس روایت پر غور کریں کہ اللہ پاک نے ایسا حکم دیا کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھ سکے لہذا اس کی فہمائش کی خاطر جبرائیل علیہ السلام کو پھر آسمانوں پر جانا پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام ائمہ اہل بیت کے متعلق شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ کا علم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اصول کافی باب ۱۴۷ ائمہ علیہم السلام علم ماکان و ما یکون کو جانتے ہیں اور ان پر کوئی شے پوشیدہ نہیں۔

اسی باب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان لکھا ہے۔

وَقَدْ وَرِثْنَاهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وِرَاثَةً

ترجمہ: اور ہم نے یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں پایا۔ (صفحہ ۲۹۸)

تو اتنے علم کا حامل ہوتے ہوئے ''ذالقربیٰ'' کی مراد نہ سمجھ سکے۔ اُدھر رب العزت جو بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ کی صفت والا ہے اُس نے بھی ایسا حکم دے دیا جو معمہ بن گیا اور

آنحضرت کو بلاوجہ تردد میں ڈالا۔ کیا اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ صاف سیدھے الفاظ میں فرما دیتے۔ وَاٰتِ فَاطِمَۃَ فَدَک یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فَدَک دے دو۔

دوسرے باب صفحہ ۳۴ اصول کافی آئمہ علیہم السلام کے سوا کسی نے پورا قرآن جمع نہیں کیا۔ اُن کے پاس کل قرآن کا علم تھا۔ اس باب کی دوسری حدیث

عَنْ اَبِیْ جعفر علیہ السلام اِنَّہٗ قَالَ مَا یَسْتَطِیْعُ اَحَدٌ ان یَدعی اَنَّ عِنْدَہٗ جَمِیْعُ الْقُرْاٰن کُلَّہٗ ظاھرہٗ وَباطِنَہٗ غیر الاوصیاء

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کسی کی یہ طاقت نہیں کہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس ظاہر و باطن قرآن کا پورا پورا علم ہے۔ سوائے اوصیاء علیہم السلام کے۔ (اصول کافی باب ۳۴ صفحہ ۲۶۱) ان دو حدیثوں سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ آنحضرت عالیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ائمہ اہل بیت کو کل قرآن کا علم تھا۔ اور قرآن پاک کے ظاہر و باطن کا بھی پورا پورا علم تھا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے بیان کردہ شان نزول کے واقعات سے ایک نہیں بہت سی قباحتیں اور گستاخیاں ثابت ہوتی ہیں۔ انہوں نے اپنے مطلب کو ثابت کرنے کی خاطر نہ خدا تعالیٰ کو معاف کیا اور نہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کا پاس کیا۔ جو کل قرآن اور اس کے ظاہر و باطن کے علم رکھنے کے باوجود "آتِ ذالقربیٰ" کا مطلب نہ سمجھے باوجود اس کے کہ تاریخ کا مطالعہ کیا کہ ابھی تو حسنین کریمین پیدا ہی نہیں ہوئے تو کس کو بلا کر فَدَک ہبہ کر دیا۔ اب ہم ہبہ فَدَک کی بحث کو ختم کرتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس قسم کی تمام روایات بے اصل اور غیر معتبر ہیں۔

کوئی شیعہ عالم مجتہد آیت اللہ ایک ہی ایسی صحیح روایت دکھا دیں کہ جس کے رواۃ

سب کے سب ثقہ اور سنی المذہب ہوں۔ جس سے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ خاتون جنت کو باغ فدک ہبہ کرنا اور سیدہ کا اسپر قبضہ کرنا ثابت ہو۔ پانچ صدروپیہ نقد انعام دینگے۔ ایسی کوئی روایت تا قیامت نہیں دکھا سکتا۔ ہبہ فدک کے متعلق جتنی روایات ہیں ان کے راوی غالی شیعہ اور سب کے سب کذاب اور وضاع ہیں۔ ایسی روایات کو اہل سنت کی کتب اسمائے رجال نے کذاب وؔ ضاع ثابت کردکھایا ہے۔

دعویٰ وراثت

جب شیعہ حضرات دعوای ہبہ فدک میں لاجواب اور فیل ہوتے ہیں تو وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق کے پاس دعوای کیا کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہیے۔ سو یہ سوال پہلے دعوای ہبہ فدک سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ کیونکہ وراثت اُن ہی اشیاء میں ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہوں۔ جب پچھلے اوراق میں براہین قاطعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ باغِ فدک از روئے قرآن مال فئے (وقف) تھا اور اس میں عامۃ المسلمین کا بھی حق تھا تو وراثت کیسی؟

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ آنسرور عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور میراث کا مطالبہ کیا۔ یہ بات عقل سلیم نہیں مانتی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کا ابھی بھی زخم تازہ ہو اور حصول میراث کیلئے دربار خلافت میں آپ خود بنفس نفیس تشریف لے گئی ہوں یہ آپ کی شان اعلیٰ واطہر سے بعید ہے۔ جس طرح عام طور پر کم علم خیال کرتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کسی اور کے ذریعے اس مطالبہ کو خلیفہ برحق کے گوش گذار کیا اور امام بخاری رحمۃ اللہ

علیہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

عَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّ فَاطِمَۃَ اَرْسَلَتْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ تَسْئَلُہٗ مِیْرَاثَھَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ

ترجمہ: یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر کے پاس آدمی بھیجا اور حضور کی میراث کا مطالبہ کیا۔ تو اَرْسَلَتْ فَاطِمَۃُ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا کی بنفسِ نفیس عدالت میں حاضری ایک غلط کہانی ہے۔ درست یہ ہے کہ آپ نے کسی معتمد شخص کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا۔

ایک اور غور طلب بات ہے کہ سیدہ فاطمہ کی وہ وصیت دیکھتے ہیں جو آپ نے اسماء بنت عمیس کو فرمائی تھی۔ کہ جب میرا انتقال ہو تو مجھے جنت البقیع تک پالکی میں لے جانا یہ وصیت اس لئے تھی تا کہ بعد از وفات بھی کوئی غیر محرم آپ کے بدن پاک کی قامت نہ دیکھ سکے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ مجھے آپ کے سوا کوئی دوسرا غسل نہ دے تا کہ وقت غسل کسی کی میرے جسم پر نظر نہ پڑے۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے دفن کرنے کیلئے رات کی تاریکی میں لے جانا تا کہ میرے جسم کا چارپائی پر پڑے ہوئے کوئی اندازہ بھی نہ کر سکے۔ اور نہ ہی کوئی اشارہ کر سکے کہ وہ بنت رسول کا جنازہ جا رہا ہے۔ تو جس خاتون جنت کی عفت و پاکدامنی اور شرم وحیا کا یہ عالم ہو۔ اس کے متعلق یہ باور کر لینا کہ محض چند درختوں کی خاطر خود عدالت صدیقی میں اپنے پاؤں چل کر تشریف لے گئی ہوں۔ بالکل خلاف عقل ہے۔ پھر ایک یہ روایت پڑھیئے۔

نَادٰی مُنَادٍ مِنْ جِھَۃِ الْعَرْشِ یَا اَھْلَ الْمَوْقِفِ غُضُّوْا اَبْصَارًا کُمْ لِعُبُوْرِ فَاطِمَۃَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ این خبر از حدیث صحیح است

قیامت کے دن جب حضرت فاطمۃ الزاہرا سلام اللہ علیہا بہشت میں جانے کیلئے تیار ہوں گی تو جبرائیل آمین بلند آواز سے کہیں گے کہ لوگو آنکھیں بند کرلو تا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گذر جائیں۔ پس نبی رسول، صدیق، شہید سب کے سب آنکھیں بند کرلیں گے۔ یہ حدیث احادیث صحیحہ سے ہے۔ (ناسخ التواریخ جلد اول صفحہ ۱۱۹)

ان روایات سے ثابت ہوگیا کہ سیدہ فاطمۃ الزاہرا کا عدالت صدیقی میں بنفسِ نفیس جانا مذکورہ ہے۔ بالکل عقل ونقل کے خلاف ہے۔ ہاں اہل بیت کی فرط محبت کے دعویدار اس قسم کے افسانے تراشیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہاں اگر کسی روایت میں سیدہ خود عدالت صدیقی میں جانا مذکور ہوتو اُن روایات کی تاویل کرنا پڑے گی۔ جن روایات میں کسی کو بھیجنے کا ذکر ہے۔ وہ حقیقت پر مبنی ہیں اور جن میں سیدہ کا خود جانا مذکور ہے وہ مجازاً ہوگا۔

کیونکہ وکیل کا کام اس کے مؤکل کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ کسی کے سفیر کی گفتگو اس کے بھیجنے والے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اس لئے اُن روایات میں مجاز سے کام لیا گیا اور اس کی نسبت حضرت خاتون جنت کیطرف کردی گئی ہے۔ کیونکہ ان کا کسی کو بھیجنا گویا خود جانا تھا۔

جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کا پیغام حضرت صدیق اکبر کو پہنچا تو آپ نے جواب دیا وہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں سن لیجئے۔

فَقَالَ اَبُوبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَا ...... وَاِنِّى وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئاً مِنْ صَدَقَاتِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهَا فِى عَهْدِ النَّبِىِّ صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَلَاَعْمَلَنَّ

فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ ثُمَّ قَالَ إِنَّا قَدعَرَفْنَا يَا اَبَابَكْرٍ فَضِيْلَتَکَ وَ ذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ وَتَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ وَالَّذِى نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَىَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِىْ

ترجمہ: حضرت سیدہ کے جواب میں حضرت ابوبکر نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ ہمارا جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی مال میں سے کھائیں جو اللہ نے انہیں دیا ہے۔ (ابوبکر نے) کہا بخدا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ بلکہ اس میں میرا عمل بھی وہی ہوگا جو خود آپ کا تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تشہد پڑھا اور اس کے بعد کہا۔ اے ابوبکر ہم تمہاری بزرگی جانتے ہیں پھر آپ نے اس رشتہ داری کا ذکر کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے سن کر یہ فرمایا کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی سے کہیں یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول پاک کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کروں۔ آپ خود سوچئے کہ اس جواب میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں اور بے ادبی کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں پایا جاتا کیا اس سے سیدہ فاطمہ الزاہرا کی حق تلفی کی نیت کا گمان ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ نے خاتون جنت کی خدمت میں یہ عرض کی کہ اللہ کے پیارے رسول آپ کے والد گرامی اور میرے آقا و مولا کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے ہمارا جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے اور مجھ میں یہ تاب نہیں کہ میں ارشادات نبوی سر سرمو انحراف کروں اور دونوں فریق کی کتب اس بات کی بھی شہادت دیتی ہے کہ سیدہ فاطمہ کی خدمت میں حضرت ابوبکر نے عرض کی اے دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں جب تک

زندہ ہوں اموال فئے (فدک وغیرہ) میں وہی طریقہ اور عمل جاری رکھوں گا جس کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا تھا۔ اور تغیر و تبدل کے ذریعہ کوئی دوسرا طریقہ نہیں اختیار کروں گا۔ ہاں یہ پیش کئے دیتا ہوں کہ میرے ذاتی مال جائیداد میں اے دختر رسول! تمہیں کلی اختیار ہے جو چاہیں لے لیں اور یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہے۔

شیعہ حضرات کی مستند کتاب حق الیقین سے یقین حاصل کیجئے۔

ہمہ اموال واحوال از تو مضائقہ ندارم آنچہ خواہی بگیر تو سیدۂ امت پدر خودی وشجرہ طیبہ از خود راز برائے فرزندانِ خود۔ انکار فضل سے کسے نمے تواں کرد وحکم نافذ است در مال امادر اموالِ مسلمانان مخالفت گفتۂ پدرت نمے توانم کرد

ترجمہ: میں اپنے مال واحوال کو تم سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا آں اس میں خود مختار ہیں جو چاہیں لے سکتی۔ تم اپنے والد گرامی کی امت کی سیدہ ہو اور اپنے فرزندوں کیلئے شجرہ طیبہ ہو آپ کے فضل کا بھی انکار نہیں کر سکتا اور آپ کا حکم میرے ذاتی مال میں نافذ ہے۔ لیکن مسلمانوں کے اجتماعی مال میں آپ کے والد بزرگوار کے ارشاد کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

(حق الیقین صفحہ ۲۳۰ ملا باقر مجلسی)

بخدا سوگند کہ من از رائے رسول خدا تجاوز نہ کردہ ام و آنچہ کردہ ام باذن او کردہ ام و خدا را گواہ مے کردم کہ شنیدہ ام از رسول خدا کہ گفت ما گروۂ انبیاء میراث نمے گذاریم نہ طلاء نہ نقرہ: نہ خانہ ونہ عقار ونیست میراث ما مگر کتاب ہا وحکمت وعلم پیغمبری و آنچہ طعمہ ما است ولی امر خلافت بعد از ما۔ دراں حکم میکند بحکم خود و من چناں کردہ حکم کردم کہ آنچہ تو از ما طلب مے کنی۔ صرف اسباب واسلحہ شود کہ مسلمانان با کفار قتال کنند وایں را باتفاق مسلمانان کردہ ام و دریں امر منفرد و تنہا نہ بودہ ام

ترجمہ: اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تجاوز نہیں کیا اور جو کچھ کیا

ہے اُن کے ہی اذن سے کیا ہے۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ نے فرمایا ہم گروہ انبیاء میراث چھوڑ کر نہیں جاتے۔ نہ چاندی نہ سونا نہ گھر اور نہ ہی زمین ہماری وراثت ہوتی ہے۔ ہماری وراثت صرف کتابیں، حکمت اور علم پیغمبران ہوتا ہے اور جو کچھ ہماری خوراک ہوتی ہے اس میں ولی امر ہمارے بعد خلیفہ ہوتا ہے اور اس بارے میں وہ ہی فیصلہ کرتا ہے۔ میں نے بھی اسی طرح فیصلہ کیا اور جو آپ نے مجھے طلب فرمایا وہ مسلمانوں کے اجتماعی امور میں صرف ہوگا۔ مسلمان اس سے سامان جنگ خریدیں گے اور کفار کے ساتھ جنگ کریں گے اور یہ فیصلہ مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے اس فیصلہ میں تنہا نہیں۔

خلاصہ کلام حق الیقین کی ان ہر دو عبارتوں سے یہ بات اظہر من الشمس ثابت ہوگئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت کو اپنے مال و متاع میں تصرف کرنیکا کلی اختیار دے دیا۔ لیکن باغ فدک چونکہ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کیلئے وقف تھا اس لئے اس کو دینے سے معذرت کرلی۔ یہ ان کی ذاتی رائے نہ تھی بلکہ جمیع صحابہ کرام کا اجتماعی اور متفقہ فیصلہ تھا۔ جس کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی مخالفت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر امام حسن تک کسی خلیفہ راشد نے نہیں کی بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر ہی عمل فرماتے رہے۔

بعض لوگ فرط غیظ وغضب میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ابوبکر صدیق کے خود ساختہ ہے قرآنی آیات کی موجودگی میں خود ہی وضع کردہ حدیث کی کیا وقعت ہے۔ حیرت ہے ایسے بے سروپا کلمے منہ سے نکالتے وقت نہ شرم نبی نہ خوف خدا نہ اہل علم کے ٹھٹھا کرنے کی ندامت کی فکر۔ حلانکہ اس حدیث مبارک کو روایت کرنے والے اکیلے حضرت ابوبکر صدیق ہی نہیں بلکہ صحابہ سے اکثر مروی ہے کہ یہ حدیث پاک بخاری و مسلم یعنی اہل سنت کی کتب ہی

میں نہیں بلکہ شیعہ حضرات کی سب سے اعلیٰ واقدام کتاب اصول کافی میں بھی موجود ہے صفحہ ۳۵ جلد اول پر ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَذَالِکَ اَنَّ الْاَنْبِیَآءِ لَمْ یُوْرِثُوْ دِرْھَمًا وَلَا دِیْنَارًا وَانَّمَا اَوْرَثُوْ اَحَادِیثَ مِنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ فَقَدْ اَخَذَ بِحظٍ وَافِرٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ بیشک انبیاء ورثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ وہ اپنی احادیث چھوڑ دیتے ہیں۔ پس جس شخص نے میراث (احادیث الانبیاء) پائی اسے بڑا وافر حصہ ملا۔

اس حدیث میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء دنیاوی مال کی میراث ہرگز نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی میراث علم و حکمت ہوتی ہے۔ جس کو یہ میراث ملی وہی کامیاب ہوا۔ اب تو شیعہ حضرات کو یہ کہنے کی مجال نہیں ہو سکتی کہ یہ حدیث بناوٹی اور غلط ہے۔ ایسی لایعنی باتیں اس وقت چل سکتی ہیں جب علمائے حق کے پاس شیعہ مذہب کی کتابیں موجود نہ تھیں۔ اب ان کو سوچ کر بات کرنی چاہیے۔ یہی ایک حدیث نہیں اور دیکھئے شاید آپ کو بصیرت حاصل ہو جائے کیا لطف جو غیر پردہ کھولے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

دوسری حدیث بحذف اسناد، عبداللہ بن میمون نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءَ اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّلٰکِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ

فَمَنْ اَخَذَمِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں۔ بے شک انبیاء کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے۔ لیکن وہ تو علم کی میراث چھوڑتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے وافر حصہ حاصل کیا۔

(مالی صدوق صفحہ ۳۷ المجلس خامس عشر نمبر ۳)

انبیاء کی میراث علم ہے علماء اُن کی وارث ہیں۔ صول کافی

وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِالنُّجُوْمِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَآءِ لَمْ يُوَرِّثُوا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا لٰكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ وَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بَحَظٍّ وَّافِرٍ

ترجمہ: اور فرمایا کہ عالم دین کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت ستاروں پر اور چاندنی رات پر اور علماء وارث انبیاء اور نہیں چھوڑتے اپنی اُمت کیلئے درہم و دینار بلکہ چھوڑتے ہیں علم دین کو پس جس نے اُس کو حاصل کیا اس نے بڑا نصیبہ پایا۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۳۷)

چوتھی دلیل: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرماتے ہیں۔ (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد دوم صفحہ ۳۴۶)

وَتَفَقَّه فِي الدِّيْنِ فَاِنَّ الْفُقَهَاءَ وَرِثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَلٰكِنَّهُمْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ

ترجمہ: علم دین حاصل کر اس لئے کہ علمائے دین ہی پیغمبروں کے وارث ہیں۔ تحقیق ہے

کہ پیغمبروں نے کسی کو سونے اور چاندی کا وارث نہیں بنایا۔ لیکن انہوں نے علم دین کا وارث بنایا ہے۔ پس جس نے حاصل کیا علم دین اس نے لیا بڑا نصیبہ یعنی وہ خوش بخت ہے۔ ناظرین کرام چونکہ محمد ابن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بزرگوار والد شریف کی یہ وصیت خوب دلنشین ہو چکی تھی۔ اس لئے اپنے بھائیوں حسنین کریمین سے مال کی میراث نہیں طلب کی تھی بلکہ صرف علمی میراث کا مطالبہ کیا تھا۔ جیسا کہ **ان علیا لما قبض الی محمد ابنہ' حسنا و حسینا علیہما السلام فقال لھما اعطیانی میرالی من ابی فقال لہ' قد علمت عن اباک لم یترک صفراء ولا بیضاء اطلب میراث العلم**

ترجمہ: جب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس جہان سے روانہ ہو گئے تو آپ کا بیٹا محمد اپنے دونوں بھائیوں حسن وحسین علیہما السلام کے پاس آیا اور کہا میرے باپ کی میراث مجھے دے دو حسنین شریفین نے کہا تو جانتا ہے کہ تیرے باپ نے سونا چھوڑا نہ چاندی پس محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس بات کو تو میں جانتا ہوں اور مال کا میراث میں نہیں طلب کرتا میں تو صرف علم کی میراث طلب کرتا ہوں۔ (ابن ابی الحدید شیعی نہج البلاغہ جلد اول جز ہفتم)

ناظرین کرام علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فرزندوں کے اس مکالمے سے دو مسئلہ واضح ہو گئے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی لفظ میراث سے محمد ابن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے علم مراد لیا اور اسی لفظ سے امامین شریفین رضی اللہ عنہ نے مال مراد لیا۔ اور تینوں بزرگ اہل زبان تھے معلوم ہوا کہ لفظ میراث مشترک ہے۔ حقیقت ومجاز نہیں۔ شیعہ حضرات کے علماء کا یہ کہنا ہے کہ لفظ میراث میں حقیقت ہے اور علم میں مجاز ہے۔ اُن کا یہ کہنا غلط ثابت ہوا دوسرا مسئلہ اس مکالمے سے یہ نکلتا ہے کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس جہان سے روانہ ہوئے ہیں تو اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں وقف کر گئے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی یہ کاروائی کسی کے طرز عمل کی نقاب کشائی کرتی ہے یعنی حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں وقف کر

گئے تھے اس واسطے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں وقف کر دیا۔ اب علمائے شیعہ کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے کہ یہاں غاصب میراث کا تعین کریں اور بقائی ہوش وحواس جواب دیں کہ اولاد علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میراث علی سے کس نے محروم کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اپنے روضات یعنی قبور میں تھے حکومت حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ کی تھی۔ تعجب ہے کہ اس محرومی وارث پر کوئی شیعہ اعتراض نہیں کرتا۔ حضرت علی المرتضیٰ کی یہ کاروائی اسی اصل کی فروعات میں سے ہے۔ جس کی فرع میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کاروائی۔

نوٹ: اصول کافی کی یہ حدیث پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہے اور شیعہ علماء کیلئے سوہان روح بنی ہوئی ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حقیقت ترجمان سے صادر ہوئی۔ بعض شیعہ علماء نے کمال عیاری وہوشیاری سے اس حدیث کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً وہی مجرم وہی منصف کے مصنف عبدالکریم مشاق کہتے ہیں کہ حدیث مذکورہ نورثِ درھما ولا دینارًا الا العِلماً کو روایت کرنے والا راوی سوائے ابوالبختری کے کسی اور نے روایت نہیں کی۔ حدیث مذکور کو روایت کرنے والا راوی سعید بن فیروز ابوالبختری ہے اور اس کے متعلق شیعہ علماء کا فیصلہ ہے کہ یہ کذاب اور مانا ہوا وضاع ہے۔

(ملاحظہ کریں فی معرفۃ الرجال الکشی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۱۹)

جواب رجال کشی کے بنظر عمیق مطالعہ سے پتہ چلا کہ سعید بن فیروز ابوالبختری کا نام تک نہیں "رجال کشی" میں جس ابوالبختری کو کذاب کہا گیا ہے اس کا نام سعید بن فروز ابوالبختری نہیں بلکہ وہب بن وہب ابوالبختری ہے۔ جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رجال کشی کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

اَبُو الْبَخْتَرِيِّ فَهُبَ بْنُ وَهْبٍ ذَكَرَ اَبُوْ الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ قُتَيْبَةَ .... قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدِ الفَضْلُ بِنْ شَاذَان كَانَ اَبُوْ الْبَخْتَرِيِّ مِنْ اَكْذَبِ الْبَرِيَّةِ

ترجمہ: ابوالبختری وہب بن وہب ابوالحسن علی بن قتیبہ القتیبی نے علی بن سلمہ کوفی سے ذکر کیا کہ ابوالبختری کا نام وہب بن وہب بن کثیر بن ذمعہ بن الاسود ہے۔ وہ صحابیٔ رسول ہے اور ان کی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی کی تھی۔ علی نے بھی یونہی کہا ہے۔ ابوالفضل بن شاذان نے کہا کہ ابوالبختری مخلوق میں سب سے زیادہ جھوٹا تھا۔

۲۔ شیعہ حضرات غور کریں کہ یہ حدیث ہم نے اصول کافی اور من لایحضرہ الفقیہ سے نقل کی ہیں کتاب من لایحضرہ الفقیہ کی فارسی شرح کے مقدمہ میں گیارہویں فائدے کے ضمن میں ہے۔

وہم چنیں احادیث مرسلہ محمد بن یعقوب کلینی ومحمد بن بابویہ قمی بلکہ جمع احادیث ایشان کہ درکافی ومن لایحضرہ است ہم راصحیح ے تواں خواند۔ زیرا کہ شہادت ایں دو شیخ بزرگوار کمتر از شہادت اصحاب رجال نیست یقیناً بلکہ بہتر است۔

ترجمہ: اسی طرح مولوی کلینی اور ابن بابویہ قمی کی مرسل حدیثیں بلکہ ساری حدیثیں جو کہ کتاب کافی اور من لایحضرہ میں ہیں سب کو صحیح کہنا چاہیے۔ اس لئے کہ ان دو بزرگوں کی گواہی علمائے رجال کی گواہی سے کم نہیں بلکہ بہتر ہے۔

ناظرین کرام شارح محقق کے بیان سے واضح ہوگیا کہ مولوی محمد بن یعقوب کلینی کا کسی حدیث کو اپنی کتاب میں درج کر دینا اس حدیث کے صحیح ہونے کی شہادت ہے۔ اگر علمائے رجال کوئی اعتراض کریں تو ان کی جرح پر مولوی کلینی کی تصدیق مقدم ہوگی۔ کیونکہ

علمائے رجال میں سے کوئی بھی فاضل کلینی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ (عین الغزال فی فہرس اسماء الرجال صفحہ۲)

نیز یہ کتاب حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اقدس میں پیش ہو چکی ہے۔ آپ نے اس کتاب کو اول سے آخرت تک دیکھا ہے۔ پھر اس کتاب کے بارے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ کتاب ہماری شیعوں کیلئے کافی ہے۔

آپ کے ملفوظ شریف یہ ہیں ھذا کاف لشیعتنا یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب شیعہ روایات کی رو سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق شدہ اصول کافی کا وہ نسخہ جو تہران سے طبع ہو کر آیا ہے۔ سب سے پہلے ورق کی داہنی جانب المصنف لکھا ہوا ہے۔ جس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

اَلَّذِیْ سَمَّاهُ حُجَّة الْعَصْر صَلٰوةُ اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَامَه' بِالْکَافِیْ

ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جس کو امام مہدی علیہ السلام نے کافی کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

ادھر ہمارے شیعہ صاحبان حدیث میراث کو موضوع بتلاتے ہیں۔ اب ہم کس کی مانیں امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق اور ان کے اکابر علمائے کرام کی تحقیق کی حدیث میراث صحیح ہے۔ یا کہ ان موجودہ علماء شیعہ کی جو اپنی جان چھڑانے کیلئے حدیث میراث موضوع بتلاتے ہیں۔

شیعہ صاحبان ہم آپ کی جان نہیں چھوڑیں گے۔ اگر چہ اب کوئی ضرورت باقی نہیں کہ حدیث میراث کی صحت پر کوئی اور دلیل پیش کی جائے مگر ہم انہیں لاجواب کرنے کیلئے روایاں حدیث میراث پر بحث کرتے ہیں۔ معترض مولوی عبدالکریم مشتاق نے حدیث مذکور

نُوْرِثُ دِرْهَمًا وَّ لَا دِیْنَارًا اِلَّا عِلْمًا

کے مردود اور موضوع ہونے پر جن دو چیزوں سے استدلال کیا۔

اس حدیث کا راوی سعید بن فیروز ابوالبختری ہے اور وہ کذاب ہے۔(بحوالہ رجال کشی صفحہ ۱۱۹)

حالانکہ رجال کشی میں اس نام کا کوئی بھی راوی موجود نہیں بلکہ رجال کشی میں جسے کذاب ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہب بن وہب ابوالبختری ہے۔ جیسا کہ ہم صفحہ ۶۸ میں بحوالہ جال کشی ثابت کر آئے ہیں۔ معترض کے علم و دیانت سے بالکل تہی دامن ہونے کی کتنی بڑی دلیل ہے کہ اس نے ابوالبختری کے لفظ سے دھوکہ دے کر وہب بن وہب کو سعید بن فروز قرار دیا اور پھر مسلک شیعہ کی اسمائے رجال کئی کتب دیکھنے میں آئیں ان میں سے کسی نے بھی سعید بن فیروز کو کذاب نہیں کہا۔ بلکہ ثقہ گردانا ہے شیعہ اسماء رجال کی کتب سعید بن فیروز ابوالبختری کے متعلق کیا کہتی ہیں۔(تنقیح القال صفحا)

سَعِيْدُ بْنُ فَيْرُوْزَ اَبُوْ الْبُخْتَرِيّ بِفَتْحِ الْمُوَحَّدَةِ وَالْمُثَنَّاة بَيْنَهُمَا خَآءٌ مُعْجَمَةٌ ابْنُ عِمْرَانَ الطَّائِيُّ مَوْلَاهُمُ الْكُوْفِيُّ ثِقَةٌ

ترجمہ: سعید بن فیروز ابوالبختری باء اور تاء کے فتح کے ساتھ اور ان دونوں کے درمیان خاء معجمہ ہے۔ یہ ابن عمران طائی کوفی مولا ان کا ثقہ راوی ہے۔ تنقیح القال فی علم الرجال مصنفہ عبداللہ مامقانی شیعی جدل دوم صفحہ ۲۹ باب سعید

۲۔ جَامِعَ الرَّوَاة اَبُوْ الْبُخْتَرِيّ سَعِيْدُابْنُ فَيْرُوْزَ (ق) فِيْ اَصْحَابِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْيَمَنِ وَقَدْ تَقَدَّمَ عَنْ (ی) اَنَّهٗ سَعِيْدُ ابْنُ عِمْرَانَ اَوْبُنُ فَيْرُوْزَ

ترجمہ: ابوالبختری سعید بن فیروز اصحاب علیہ السلام میں سے یمن سے ہے اور پہلے گذر چکا ہے کہ وہ سعید بن عمران یا ابن فیروز ہے۔

(جامع الروۃ مصنفہ محمد بن علی الاردبیلی شیعی جلد دوم صفحہ ۳۶۸ باب الباء الکنی)

قارئین کرام! آپ نے مذکورہ حوالہ جات سے ملاحظہ فرمالیا کہ کس نے سعید بن فیروز ابوالبختری کو وضاع اور کذاب نہیں کہا بلکہ اس ثقہ اور اصحاب علی رضی اللہ عنہ میں شمار کیا ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب خاص سے شمار کیجئے۔ (تنقیح المقال)

سَعِیْدُ بْنُ فَیْرُوْزَ اَبُوْالْبَخْتَرِیِّ قَدْ عَدَّ الْعَلَّامَةُ سَعِیْدُ ابْنَ فَیْرُوْزَ مِنْ غَیْرِ کُنْیَةٍ مِنْ اَصْحَابِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْیَمَنِ وَ عَنِ الْبَرْقِیِّ اَنَّہٗ مِنْ خَوَاصِہٖ

ترجمہ: سعید بن فیروز ابوالبختری علامہ نے اسے بغیر کنیت کے شمار کیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یمنی اصحاب میں سے تھا۔ برقی نے کہا وہ آپ کے اصحاب خاص میں سے تھا۔ (تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۹ باب سعید)

پہلی بات کا جواب دندان شکن قارئین پڑھ چکے ہیں۔ کہ کتب شیعہ میں یہ روایت کرنے والا راوی سعید بن فیروز ابوالبختری جو کذاب اور وضاع ہے۔ رہی دوسری دلیل کہ اس حدیث کا سوائے سعید بن فیروز ابوالبختری کے کوئی دوسری راوی نہیں۔ تو اس بات میں بھی معترض عبدالکریم مشتاق شیعی کی کم علمی، خیانت اور کتمان حق ظاہر ہے۔ کیونکہ حدیث مذکور کا راوی سعید بن فیروز ابوالبختری کے علاوہ عبداللہ بن میمون بھی ہے۔ جس کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ کے چار نوروں میں سے ایک نور قرار دیا ہے۔ لیجئے پہلے عبداللہ بن میمون سے مروی حدیث ملاحظہ کریں۔

(امالی شیخ صدوق)

حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ........ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنْ مَیْمُوْنِ الصَّادِقِ جَعْفَر بِنْ مُحَمَّدٍ اَبِیْهِ...... عَنْ اٰبَآئِهٖ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ .... إِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ اِنَّ الْاَنْبِيَآءِ لَمْ يُوَرِّثُوْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَلٰكِنْ وَرَّثُوْ الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَمِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ

ترجمہ: (بحذف اسناد) عبداللہ بن میمون نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ.......... بے شک علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں۔ بیشک انبیاء کرام کو درھم و دینار کا وارث نہیں بناتے۔لیکن وہ تو علم کی میراث چھوڑتے ہیں۔ پس جس نے علم حاصل کیا اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث سے وافر حصہ حاصل کیا۔

روایت مندرجہ بالا میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ حدیث۔''لانورث'' کا روای عبداللہ بن میمون بھی ہے۔اب اس حدیث کی سند کتب اسماء رجال شیعہ سے راوی اول ، رجال العلامہ الحلی

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَيْمُوْنِ الْاَسْوَدُ الْقَدَّاحُ ....رَوٰى اَبُوْهُ عَنْ جَعْفَرَ وَاَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَ رَوٰى هُوَ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ ثِقَةً وَرَوٰى اَلْكَشِّىُّ .... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَيْمُوْنِ عَنْ اَبِىْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يَابْنَ مَيْمُوْنِ كَمْ اَنْتُمْ بِمَكَّةَ؟ قُلْتُ نَحْنُ اَرْبَعَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ نُوْرًا اللّٰهِ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ

ترجمہ: عبداللہ بن میمون اسود قداح جو کہ تراشا کرتا تھا اور نبی مخزوم کا غلام تھا۔اس کے باپ نے امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور خود عبداللہ بن میمون نے روایت کی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور وہ ثقہ راوی تھا اور روایت کی کشی نے حمدویہ سے اس نے ایوب بن نوح سے اس نے صفوان بن یحیٰی سے اس نے ابی خالد القماط سے اس نے

عبداللہ میمون سے اس نے امام باقر علیہ السلام سے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن میمون! تم مکہ میں کتنے آدمی ہو؟ میں (ابن میمون) نے عرض کی کہ ہم چار ہیں۔ آپ نے فرمایا تم زمین کی تاریکیوں میں اللہ کے نور ہو۔

(رجال العلامہ الحلی مصنف الحسن بن یوسف الحلی صفحہ ۱۰۸)

تنقیح المقال

عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَيْمُوْنِ الْاَسْوَدُ الْقَدَّاحُ........ وَعَدَّهُ ابْنُ النَّدِيْم فِیْ فَهْرِستَه مِنْ فُقَهَآءِ الشِّيْعَةِ وَقَالَ النَّجَاشِی عبد اللّٰهِ ابْنُ مَيْمُوْنٍ.... رَوٰی اَبُوْهُ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَوٰی هُوَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَكَانَ ثِقَةً......... وَرَوٰی الْكَشِّیُّ عَنْ حَمْدَوِيَةَ......... عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنَ مَيْمُوْنٍ بِمَكَّةَ؟ فَقُلْتُ نَحْنُ اَرْبَعَةٌ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ نُوْرٌ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ

ترجمہ: عبداللہ بن میمون اسود قداح اس کو ابن ندیم نے اپنی فہرست میں فقہائے شیعہ سے شمار کیا ہے اور نجاشی نے کہا کہ عبداللہ بن میمون بن اسود قداح مولےٰ بن مخزوم پتھر تراشا کرتا تھا اور اس کے باپ نے امام باقر و جعفر علیہما السلام سے روایت کی اور وہ (عبداللہ بن میمون) ثقہ راوی تھا۔

(تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۲۰ باب عبداللہ)

راوی دوم ابراہیم بن ہاشم کی ثقاہت:

اِبْرَاهِيْمُ بْنُ هَاشِمِ الْقُمِّیْ قَدْ عَدَّهُ الشَّيْخُ فِیْ رِجَالِهٖ مِنْ اَصْحَابِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ......... وَ قَالَ فِی الْفَهْرِسْتِ اِبْرَاهِيْمُ

بْن هَاشِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَبُوْ اِسْحَاق الْقُمِّيّ اَصْلُه' مِنَ الْكُوْفَةِ وَانتقل اِلٰى قُمْ وَّاَصْحَابُنَا يَقُوْلُوْنَ اِنَّه' مِنْ نَشَرَ حَدِيْث الْكُوْفِيِّيْنَ بِقُمٍّ وَ ذَكَرُوْا اَنَّه' لَقِيَ الرِّضَا وَالَّذِيْ اُعْرِفَ مِنْ كُتُبِهٖ كِتَابُ النَّوَادِرِ وِكِتَابُ الْقَضَايَا لِاَمِيْر الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ترجمہ: ابراہیم بن ہاشم قمی کو شیخ طوسی نے اپنی کتاب الرجال میں امام رضا علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور فہرست میں کہا کہ ابراہیم بن ہاشم ابواسحاق قمی کا اصل وطن کوفہ تھا۔ وہاں سے منتقل ہو کر قم پہنچا اور ہمارے اصحاب کہتے ہیں یہ وہ شخص ہے جس نے کوفیوں کی احادیث کی قم میں اشاعت کی اور ذکر کیا اس نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی اس کی مشہور کتابیں۔ کتاب النوادر اور کتاب القضایا لامیر المومنین ہیں۔

(تنقیح المقال بعد اللہ مامقانی شیعی جلد اصفحہ ۳۹ باب ابراہیم)

۳۔ راوی علی بن ابراہیم کی ثقاہت از تنقیح المقال

عَلِيُّ بْن اِبْرَاهِيْمَ هَاشِمٌ اَبُو الْحَسَنِ الْقُمِّيُّ قَالَ النَّجَاشِيُّ بَعْدَ هٰذَا الْعُنْوَانِ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيْثِ ثَبَتَ مُعْتَمَدًا صَحِيْحُ الْمَذْهَبِ

ترجمہ: علی بن ابراہیم ہاشم ابوالحسن قمی اس عنوان کے بعد نجاشی نے کہا کہ وہ حدیث کے معاملہ میں ثقہ معتمد اور صحیح المذہب ہے۔

(تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۶۰ باب علی علیہ السلام)

چوتھے راوی حسین بن ابراہیم کی ثقاہت از تنقیح المقال

اَلْحُسَيْنُ بْن اِبْرَاهِيْمَ ذَكَرَهُ الصُّدُوْقُ مُتَرَضِّيًا وَاَكْثَرُ مِنَ الرِّوَايَةِ عَنْهُ وَذَالِكَ يَشْهَدُ بِوَثَاقَتِهٖ

ترجمہ: حسین بن ابراہیم شیخ صدوق نے اسے پسندیدہ لوگوں میں ذکر کیا شیخ کی اکثر روایات اسی سے ہیں اوری وبات اس کی ثقاہت پر شاہد ہے۔

(تنقیح المقال جلد اول صفحہ ۳۱۵ باب الحسین)

نوٹ: قارئین نے مخلصانہ دعوتِ غور و فکر کی التجا ہے۔ آپ کو علم ہوگا جس کا پہلے بیان ہو چکا کہ معترض عبدالکریم مشتاق شیعی نے جو کہ مصنف میں رسالہ وہی مجرم وہی مصنف کے کہ حدیث لانورث موضوع ہے اس لئے ہم پر حجت نہیں۔

دلیل اول: اس کی پہلی دلیل یہ تھی کہ اس حدیث کا روای سعید بن فیروز ابو البختری وضاع اور کذاب ہے۔

اس کے متعلق آپ شیعہ اسمائے رجال کی کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہ راوی ثقہ ادمی ہے۔

دلیل دوم: اور معترض کا دوسرا دعوٰی یہ تھا کہ اس حدیث کا روای سعید بن فیروز ابو البختری کے سوا اور کوئی راوی نہیں ہے۔ اس دعوٰی کا بطلان بھی آپ پر واضح ہو گیا کہ اس کا ایک راوی عبداللہ بن میمون بھی ہے۔ جسے شیعہ کتب رجال نے امام باقر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ بلکہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس کو زمین کے نوروں میں سے ایک نور قرار دیا ہے اور عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال میں تو فیصلہ ہی کر دیا کہ عبداللہ بن میمون فقہائے شیعہ میں سے ہے اور ثقہ آدمی ہے۔ حدیث عبداللہ بن میمون کے سارے راوی ثقہ ہیں تو جب شیعہ حضرات کی معتبر کتب اسمائے رجال نے تصدیق کر دی کہ حدیث

لَا نُوْرِثُ دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا (الخ)

صحیح ہے تو اس سے اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغ فدک میراث

رسول نہ ہونے پر استدلال کیا تو بتاؤ خدائے پاک کا دل میں خوف رکھ کر تو کونسا جرم کیا۔
دراصل یہ حدیث میراث انبیاء پر نص صریح ہے کہ انبیاء کی میراث دین ہے دنیا نہیں ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ اِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَلٰكِنْ وَرَّثُوْا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علمائے دین اسلام پیغمبروں کے وارث ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ خدا کے پیغمبر کسی شخص کو سونے چاندی کا وارث نہیں بناتے۔ لیکن وہ علم دین کا وارث بناتے ہیں۔ پس جس نے علم دین کیا وہ بڑا خوش بخت ہے اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔

سوال: اس حدیث شریف میں درہم و دینار یعنی سونے چاندی کی میراث کی نفی تو موجود ہے زمین و مکان کی نفی موجود نہیں ہے۔

جواب: حدیث شریف میں اگرچہ سونے چاندی کا ذکر ہے مگر مقصود متکلم ہر دنیاوی چیز کی میراث کی نفی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ لفظ ولکن کے بعد علم دین کا مرکوز ہے اور یہ تسلیم شدہ امر ہے۔ ولکن کے بعد علم دیا کا مذکور ہے اور یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ لفظ لکن استدراک کے واسطے بتایا گیا ہے۔ استدراک وہم کے دفعیہ کو کہتے ہیں تو یہاں سامع کے دل میں وہم یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب درہم و دینار کی میراث کی نفی ہوگی تو سرے سے میراث ہی نہ رہا یا کہ میراث کی کوئی قسم باقی رہ گئی؟ اس وہم کو متکلم نے دفع کر دیا کہ علم شریعت کی میراث باقی ہے۔ اس کے علاوہ سب قسم کی میراث ختم ہو گئے ہیں۔ اگر مقصود متکلم صرف سونے چاندی کی میراث کی نفی ہوتی اور زمین اور مکانات کی میراث کو باقی رکھنا ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا۔

وَلٰكِنْ وَرَّثُوْا الْعِلْمِ والدّار والعقار

دوسرا جواب: (اصول کافی صفحہ ۳۵)

اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْدِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَاِنَّمَا اَوْرَثُوْا اَحَادِيْثَ مِنْ اَحَادِيْثِهِمْ.........

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا بیشک انبیاء ورثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ وہ اپنی احادیث چھوڑ جاتے ہیں۔ پس جس شخص نے یہ میراث (احادیث انبیاء) پائی اس بڑا وافر حصہ ملا۔

قارئین! گزشتہ سوال یہاں بھی پیدا ہوتا ہے۔ جواب کیلئے اس حدیث شریف میں لفظ اِنَّما موجود ہے۔ کلام عرب کے اندر یہ لفظ حصر کیلئے بنایا گیا ہے۔ حصر معنی میں بندش کے ہے۔ پس اس حدیث شریف میں پیغمبروں کی میراث کو صرف ان کی حدیثوں میں بند کر دیا گیا۔ تو جس طرح ان بزرگوں نے میراث میں سونے چاندی کی کوئی جگہ نہیں ہے اسی طرح زمین اور مکانات کے لئے بھی میراث انبیاء میں کوئی جگہ نہیں۔ درہم و دینار کا ذکر نمونہ کیلئے ہے دنیاوی چیزوں میں سے بطور نمونہ سونے چاندی کا ذکر کر دیا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اس حدیث شریف سے اہل سنت کا استدلال نہایت ہی مضبوط ہے۔ علمائے شیعہ نے اس استدلال کو کمزور اور توڑنے کی بہت کوشش کی ہے مگر گوہر مقصود ہاتھ نہیں آیا کبھی اس حدیث کو خبر احاد اور آخر یہ کہا یہ حدیث موضوع ہے۔

اہل سنت کی کتب میں یہ ارشاد نبوی کثیر التعداد صحابہ سے مروی ہے۔ بعض کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیں۔ حذیفہ بن یمان، زبیر بن عوام، حضرت عباس، علی، عثمان، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابو دردا، ابو ہریرہ اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم

اجمعین ان تمام حضرات سے اس قسم کی روایات آئی ہیں۔ جن میں انبیاء کرام کی مالی وراثت نہ ہونے کا ذکر ہے۔ جب کوئی بات بنتی نظر نہیں آتی تو جھٹ پینترا بدل لیا کہ یہ حدیث خواہ کتنی صحیح اور مضبوط ہے مگر آیات قرآنی کی خلاف ہے۔ مخالف قرآن حدیث معتبر نہیں ہوتی۔

مسئلہ میراث میں شیعہ حضرات کے اعتراضات اوراُنکے جوابات

اعتراض نمبرا: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت فرماتا ہے کہ تمہارے ترکہ میں سے ایک لڑکے کو دولڑکیوں کے برابر حصہ ہوگا۔ (سورۃ نساء پارہ۴)

اس آیت میں حکم عام ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ماننے والے تمام مومنین داخل ہیں تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس آیت کے حکم سے خارج نہیں تو پھر بموجب اس حکم کو آپ کی وراثت بھی آپ کی اولاد (سیدہ خاتون جنت) کو ملنی چاہیے۔

جواب: مذکورہ آیت میراث میں خطاب صرف اُمت کو ہے یعنی خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسمیں داخل نہیں۔ کیونکہ بات ثابت شدہ اور تحقیق شدہ ہے جسے شیعہ سنی دونوں مانتے ہیں۔ جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں بدلائل قاہرہ شیعہ کتب سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں۔ دوسرے اس حدیث کے ذریعے آیت میراث کے عمومی حکم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام داخل نہیں۔ جس طرح وہ لوگ اس میں داخل نہیں جن کا ترکہ ہی نہیں ہوتا۔ یا جن کی اولاد ہی نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔

اس کی مثال ایک اور آیت کریمہ سے دی جاسکتی ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ

اپنی پسند کی دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے شادی کرو۔ اس آیت میں چار بیویوں کی بیک وقت نکاح میں رکھنے اور لانے کی اجازت ہے۔ تو یہ اجازت بھی امت کیلئے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عام حکم سے مستثنیٰ ہیں تو جس طرح اس آیت کے عموم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مستثنیٰ کر دیا گیا حالانکہ امہات المومنین کی تعداد مبارک ۹ تک ہے۔ اسی طرح آیت میراث بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخصیص تعین اور تشریح ہو رہی ہے۔ معترض نے کبھی قرآن کی تفسیر اور قرآن کی تردید میں جو فرق ہے اس پر بھی غور کیا۔ اگر بیٹا باپ کو قتل کر دے تو اگر چہ وہ اس کا بیٹا ہے لیکن کیا اس آیت کی رو سے آپ اس کو وارث بنائیں گے۔ اسی طرح خدانخواستہ اگر کسی مسلمان کا بیٹا مرتد ہو جائے تو اس کا بیٹا ہونے میں تو شک نہیں لیکن وہ مرتد بیٹا اپنے مسلمان باپ کا وارث ہوگا ہرگز نہیں۔ اگر بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تو یہ بیٹا باپ کی میراث سے محروم ہو جائیگا جیسا کہ آپ بھی مانتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ لَا مِيْرَاثُ لِلْقَاتِلِ

ترجمہ: خدا کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قاتل کیلئے مقتول کی میراث نہیں ہے۔

(فروع کافی جلد سوم صفحہ ۷ ۱۴ شیعی کتاب)

لَا مِيْرَاثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمُ کافر مسلمان کا وارث نہیں وہتا۔ شرح لمعہ شیعی کتاب فقہ کیا یہ احادیث میں قاتل اور مرتد کے وارث نہ ہونے کا حکم مذکور ہے۔ کیا آپ اس لئے مسترد کر دیں گے کہ وہ قرآن کی اس آیت کے منافی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ان احادیث کے متعلق یہ کہا جائیگا کہ ان احادیث نے اسبات کی تفسیر کر دی کہ کون سا بیٹا اپنے باپ کا وارث

ہوسکتا ہے اور کونسا نہیں۔ یہ احادیث آیت قرآنی کی مفسر ہیں مغیر یا ناسخ نہیں۔ اسی طرح ایک اور آیت میں غور کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

احل اللّٰہُ البیع و حرم الربوا

کہ اللہ تعالیٰ نے بیع (خرید وفروخت) کو حلال کر دیا لیکن سود کو حرام اگر اس آیت کو سند بناتے ہوئے کوئی شخص شراب، سور، مردار کی خرید وفروخت کا کاروبار شروع کر دیتا ہے۔ کیا آپ اس کے استدلال کو صحیح مانیں گے۔ اور وہ احادیث جن میں ان حرام چیزوں کے کاروبار سے روکا گیا ہے انہیں قرآن کی ناسخ اور مخالف گردان کر مسترد کر دینگے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ یہ فرمائیں گے کہ بیع حلال ہے لیکن ان احادیث نے تفسیر کر دی کہ کن اشیاء کی بیع حلال ہے اور کن کی حرام ہے۔

اعتراض نمبر۲:

حضرت سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث بنے اگر انبیاء کرام کی (مالی وراثت) نہیں ہوتی جیسا کہ تم نے ثابت کر دکھایا ہے تو حضرت سلیمان اپنے والد داؤد علیہ السلام کے وارث کیونکر قرار پائے۔ اُن کے وارث ہونے کا قرآن گواہ ہے۔

وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ (پارہ ۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام جناب داؤد علیہ السلام کے وارث بنے۔

جواب: وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ میں وارث علمی مراد ہے کیونکہ اگر اس وراثت سے مراد وراثت مالی ہوتی تو صرف سلیمان علیہ السلام کے وارث ہونے کا کوئی معنی نہیں۔ وہ اسلئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کیہان کے علاوہ اٹھارہ اور بھی بیٹے تھے۔ ان اٹھارہ کو چھوڑ کر اکیلے سلیمان علیہ السلام کیونکر (وارث مالی) بنے۔ اور دوسرے کیوں محروم رہے پھر تمہاری معتبر

کتاب جو کہ امام معصوم مہدی علیہ السلام کی مصدقہ ہے اس میں امام جعفر صادق نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو (وراثت علمی) قرار دیا ہے۔

قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہ سلیمان علیہ السلام کو علمی وراثت ملی۔

(اصول کافی)

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ سُلَيْمَانُ وَرِثَ دَاوُدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا وَرِثَ سُلَيْمَانَ وَاَنَّا وَرِثْنَا مُحَمَّدًا وَّ اِنَّ عِنْدَنَا عِلْمَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ وَ تِبْيَانَ مَافِى الْاَلْوَاحِ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوئے۔ اور ہمارے پاس علم توریت وانجیل وزبور کا اور ہمارے پاس بیان واضح ہے اُس کا جو الواح موسیٰ میں تھا۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۵۷) کراچی

سوال: وراثت علمی کے اثبات کے ضمن میں جو تم نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے اس کا ثبوت کہاں ہے جواب شیعہ حضرات کی معتبر منہج الصادقین وبصحت پیوستہ کہ داؤد (علیہ السلام) رانوزدہ پسر بود وہریک لیاقت نبوت ووراثت داشتند

ترجمہ: درجہ صحت تک پہنچی ہے کہ داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے اور ان میں سے ہر ایک نبوت ووراثت کے قابل تھا۔ لیکن اس مقام پر (قابل وراثت) سے یہ ہرگز نہ خیال کیا جائے کہ اس سے مراد (وراثت مالی) تھی۔ بلکہ اس سے مراد حکومت تھی۔ اسی تفسیر کے اسی مقام پر اس کی وضاحت موجود ہے۔

(تفسیر منہج الصادقین)

اکابر ہمہ بنی اسرائیل بفضل وکمال سلیمان معترف شدند و داؤد ملک باو تسلیم کرد۔ و دیگر روز وفات نمود سلیمان بر تخت نشست۔

ترجمہ: بنی اسرائیل کے تمام اکابر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے فضل وکمال کا بہ نسبت دیگر (اٹھارہ بھائیوں کے) اعتراف کر لیا اور داؤد علیہ السلام نے اپنا ملک وحکومت اُن کے سپرد کر دیا۔ اس کے دوسرے روز حضرت داؤد علیہ السلام انتقال کر گئے اور سلیمان علیہ السلام تخت پدری پر بیٹھ گئے۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ صفحہ ۴۷۲)

زیر آیت ورث سلیمان داؤد

مجمع البیان جلد چہارم جز ۷ صفحہ ۲۱۴ زیر آیت ورث سلیمان داؤد

اعتراض نمبر۳: (سورہ مریم پارہ ۱۶)

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۝

ترجمہ: پس عطا کر مجھے ایک لڑکا جو کہ میرا وارث بنے اور حضرت یعقوب کی اولاد کا وارث بنے اے میرے پروردگار اسے پسندیدہ بنا لیو۔

جواب: اس آیت میں بھی وراثت علم شریعت مراد ہے۔ مال کی وراثت ہرگز مراد نہیں ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ پیغمبروں کی نگاہ میں مالِ دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ یہ پاک ہستیاں تو علوم الٰہیہ اور احکام شرعیہ سے سروکار رکھتے ہیں۔ دنیا داروں کی نگاہ میں مال وزر کی بڑی وقعت ہوتی ہے۔ دنیا دار چاہتے ہیں کہ ہمارا جمع شدہ مال وزر ہماری اولاد ہی کے کام آئے کسی دوسرے کے کام نہ آئے۔ اگر دنیا داروں کا مال اس کے فرزندوں کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار کے پاس چلا جائے تو ان کے پیٹ میں سخت درد اٹھتا ہے اور نہایت غمناک

ادتا ہے مگر خدا کے پیغمبروں کا یہ حال نہیں ہے وہ خود بھوکے رہتے ہیں اور اپنی اولاد کو اہل بیت کو بھوکا رکھتے ہیں۔ دو دو مہینے ان کے چولھوں سے دھواں نظر نہیں آتا لیکن دنیاوی مال جس قدر بھی آ جاتا ہے وہ تقسیم کر کے مسجد سے جاتے ہیں۔ خدارا ان برگزیدہ ہستیوں کو اپنے پر قیاس نہ کرو۔ یہ عقلی دلیل ہے جو ہر عقلمند کو مجبور کرتی ہے کہ آیت ذکریا میں علم شریعت کی وراثت مراد لیں اور اگر اس آیت کے ماقبل کو اور مابعد کو سوچ سمجھ کر بنظر انصاف دیکھ لیا جائے تو علمی میراث کے علاوہ کوئی معنی تصور میں بھی نہیں آ سکتے۔ دیکھو اس آیت جس میں دعائے ذکریا علیہ السلام کا ذکر ہے۔ ماقبل کی آیت

وَاِنِّی خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِ یْ

ترجمہ: اور میں ڈرتا ہوں اپنے رشتہ داروں سے جو کہ میرے پیچھے رہنے والے ہیں۔

اب سوچنا چاہیے کہ حضرت ذکریا علیہ السلام کو کس بات کا ڈر ہے؟ کیا اس بات کا ڈر ہے کہ رشتہ دار چونکہ بدکار ہیں وہ مال کو بُرے کاموں میں خرچ کریں گے۔ اور یہ کاروائی آپ کو پسند نہیں ہے تو اس اندیشے کا علاج تو نہایت ہی تھا کہ سارا مال خدا کی راہ میں خیرات کر دیتے اور خدائی خزانہ میں جمع کرا دیتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب آرزوئے شریعت خداوندی آپ کے رشتہ دار مال کے وارث ہیں اور قانون خداوندی آپ کا مال آپ کے رشتہ داروں کو دلاتا ہے۔ تو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے یہ گھبراہٹ تو حقیقت میں احکام شرعیہ سے گھبراہٹ معلوم ہوتی ہے۔ جس سے خدا کے پیغمبر لاکھوں کوس دور ہیں۔ اور اگر آپ کو ڈر اس بات کا ہے کہ میرے رشتہ دار میرے بعد علم شریعت کے پھیلانے میں اور دین اسلامی کی تبلیغ میں کوتاہی کریں گے تو یہ اندیشہ واقعی صحیح ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے مطابق تو اس صورت میں حضرت ذکریا علیہ السلام کی دعا میں بھی وراثت علم شریعت مراد ہو گی۔ اگر کوئی

وراثت مال لینے کی کوشش کرے تو آیت کے ماقبل کے خلاف کرے گا جو نظم قرآن کو مضر ہے اور اگر اس آیت میں دعائے ذکریا علیہ السلام کے مابعد دیکھا جائے تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔

یٰیَحْیٰی خُذِالْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ

یعنی اے یحییٰ اس کتاب کو زور سے پکڑو۔

قارئین کرام! یہ وہی مولود ہے جس کے لئے حضرت ذکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے درخواست کی تھی۔ اللہ پاک نے حضرت ذکریا علیہ السلام کی دعا کو حضرت یحییٰ کی صورت میں قبول فرمایا۔ اور یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے یحییٰ اس کتاب تورات کو قوت سے پکڑلو۔ اگر حضرت ذکریا علیہ السلام کی مراد مال وراثت ہوتی تو اللہ پاک یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیتے کہ اے یحییٰ اس مال کو قوت سے پکڑلو۔

یٰا یَحْیٰی خُذِالْمَالِ بِقُوَّۃٍ تو ان عقلی اور نقلی دلائل سے معلوم ہو گیا کہ حضرت ذکریہ علیہ السلام کی دعا میں علم شریعت کے وارث کی طلب ہے۔ مال کے وارث کی طلب نہیں۔ اگر شیعہ علماء قرآن کے اندر تدبر سے کام لیتے اور اپنی عقل سے کام لیتے تو ضرور ہدایت سے ہمکنار ہو جاتے۔ مگر ایں سعادت بزور باز و نیست تا نہ بخشند خدائے بخشندہ۔

خلاصہ کلام: حقیقت یہی ہے کہ حضرت ذکریا علیہ السلام ایسے بیٹے کیلئے دامن طلب پھیلا کر دعا مانگا کرتے تھے جو ان کی نبوت کی ذمہ داریوں اور علوم وحکمت کا وارث ہو۔ ورنہ ان کے پاس کونسے خزانے تھے جن کیلئے وہ اتنے بے چین رہتے ہوں اور یہ بات بھی قابل غور وفکر ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو گزرے تو صدیاں بیت چکی تھیں اور ان کے بارہ بیٹے تھے ہر ایک فرزند کی کثیر اولاد تھی اور صدیوں میں ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہو گی۔ اگر بہت بڑی دولت بھی ہو گی تو تقسیم در تقسیم سے ناپید ہو چکی ہو گی۔ تو آل یعقوب کی وراثت جس کے

لئے آپ التجا کر رہے ہیں۔ وہی نبوت کے فرائض ہیں اور علوم وحکمت کے گوہر آبدار ہیں جن کے ضائع ہونیکا آپ کو اندیشہ رہا کرتا تھا۔ جو ان کے نزدیک دنیا کے تمام خزانوں سے زیادہ بیش بہا تھے۔

حدیث میراث اصول کافی کے مقابلہ میں جن احادیث کو شیعہ علماء پیش کرتے ہیں وہ ایک ہی بات کو پیش یعنی بیان کرتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت صرف حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ملی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکے کا وارث ان کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

من لا یحفرہ الفقیه عن الفُضَیْلُ بِنُ یَسَار قَالَ سَمِعُتُ اَبَا جَعُفر عَلَیْـه السَّلَامُ یَـقُـوْل لاوَاللّٰه ماورث رَسُوْل اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمُ الْعَبَّاس وَلَا عَلی وَلآ وَرثَتَه' اِلَّا فَاطِمَةُ عَلَیْهَا السَّلَام

ترجمہ: فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے خدا کی قسم نہیں وارث ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عباس نہ علی اور نہ کوئی اور وارث سوائے حضرت فاطمہ کے سلام اللہ علیہا

قارئین کرام!

یہ حدیث امام محمد باقر رضی اللہ عنہ قرآن کے برخلاف ہے۔ کیونکہ اللہ پاک قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَهُـنَّ الـرُّبُـعُ مِـمَّـا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

ترجمہ: اے مردو اگر تمہارے ہاں اولاد نہ ہو تو جو کچھ بھی تم چھوڑ جاؤ اس میں سے تمہاری جوروؤں کیلئے ایک چوتھائی اور اگر تمہارے ہاں اولاد ہو تو جو کچھ بھی تم چھوڑ جاؤ اس میں سے

تمہاری جوروؤں کیلئے آٹھواں حصہ ہے۔ یہ آیت پکار کر کہہ رہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجات مطہرات آپ کی وارث ہیں اور حدیث امام باقر رضی اللہ عنہ آپ کی زوجات مطہرات کے میراث کی نفی کر رہی ہے۔ اور آپ ہی کہتے ہیں کہ حدیث مخالف قرآن متروک ہوا کرتی ہے۔ اس لئے یہ حدیث بھی متروک ہوگی۔ اب شیعہ علماء کو اختیار کہ اس حدیث کو صحیح مانیں اور قرآن کو غلط یا قرآن کو صحیح جانے اور اس حدیث کو غلط۔ امید ہے کہ آپ قرآن کو غلط کہنے کی جرأت نہ کریں گے۔ تو ضرور یہ حدیث غلط ہوگی۔ اور جب یہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہ نکلی تو اصول کافی کی حدیث جس میں پیغمبروں کی مالی میراث کی نفی موجود ہے صحیح ثابت ہوگی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس آیت میں قرآن کریم اُمت کے مردوں کو خطاب کرتا ہے کہ تمہاری زوجات تمہارے بعد وارث ہوں گی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس خطاب سے باہر ہیں۔

جواب: آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ میں تو کہتے تھے کہ اس خطاب میں پیغمبر علیہم السلام داخل ہیں اور سخت اصرار کرتے تھے کہ پیغمبر علیہم السلام ضرور داخل ہے۔ خدا جانے اب کیا مشکل پیش آئی کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آیات میراث کے خطاب سے خود ہی خارج کر دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ دونوں مقاموں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطاب کے اندر داخل ہوں گے یا دونوں جگہ پر آنحضور خطاب سے باہر ہونگے۔ اگر علمائے شیعہ دونوں مقاموں پر جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو داخل خطاب مانتے ہیں تو من لا یحضرہ الفقیہ کی حدیث مخالف قرآن بن کر واجب الترک ہو جاتا ہے۔ اگر دونوں جگہ پر آنحضرت کو خطاب سے خارج مانتے ہیں تو چشم ماروشن دل ماشاد ہماری تخصیص حق بجانب ثابت ہوگئی اور سارا جھگڑا میراث کے مسئلے میں ختم ہوگیا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب ہم آخر میں حدیث بخاری شریف کی وضاحت کرنا ضرور سمجھتے ہیں۔ اسے بکثرت اچھالا جاتا ہے۔ اور سادہ لوح لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا حضرت ابوبکر صدیق پر ناراض ہو گئیں عمر بھر کیلئے ان سے قطع تعلق کر دیا۔

فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ اَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَا جَرَتُهٗ حَتّٰى تُوَفِّيَتْ

کہ حضرت سیدہ ابوبکر صدیق کی اسبات پر ناراض ہو گئیں اور صدیق اکبر سے قطع تعلق کر لیا۔ ان الفاظ میں چند امور غور طلب ہیں۔

کیا یہ حضرت سیدہ کا قول ہے کہ میں ابوبکر پر ناراض ہوں ہرگز نہیں۔ کیا یہ سیدہ عائشہ کا قول ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے بعد کے راویوں میں سے کسی راوی نے اپنے خیال کے مطابق یہ قیاس آرائی کی جن روایتوں میں ناراضگی ہے ذکر آتا ہے کہ ان کا حال ملاحظہ فرمائیے۔

اہل سنت کی کتابوں میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا فدک کے بارے میں دعوٰی کرنا ان تین بزرگوں سے منقول ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو طفیل رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات یا حضرت ابو طفیل سے جتنی روایات مروی ہیں ان میں ناراضگی کا نام و نشان تک نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو مروی ہے کہ ان میں سے بعض میں تو ناراضگی کا لفظ اور بعض میں نہیں۔

سیدہ صدیقہ سے روایت بذریعہ (زہری) ہے اور امام زہری کے بہت سے

شاگردوں میں سے بعض نے ناراضگی کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بعض مواضع پر ان الفاظ کا ترک کیا اور جہاں جہاں ناراضگی کا ذکر آیا ہے ان میں سے کسی جگہ ناراضگی خود سیدہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے طور پر بیان نہیں کی گئی۔ تا کہ ان کی وجہ سے سیدہ کا غضب ناک ناراض ہونا ثابت ہو سکے۔ باقی تین روایات جو سیدہ عائشہ صدیقہ سے مروی ہیں ان میں امام زہری کے واسطہ سے ان کے صرف ایک شاگرد (صالح) کی ذکر کردہ روایت میں اور انہیں (امام زہری) سے روایت کرنے والے دو راوی (شعیب، خالد) اس لفظ کا ذکر نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زہری کے شاگرد صالح نے جب اس واقعہ میں جب اپنے استاد زہری سے لَمْ تَتَکَلَّمْ حتی ماتت کے الفاظ سنے تو اس سے خود اندازہ لگایا کہ سیدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر صدیق سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا بوجہ غصہ اور ناراضگی کے تھا۔ اس قیاس کی بنا پر (صالح) نے (غَضِبَتْ) کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ حقیقت حال اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ سیدہ کا آخری دم تک کلام نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث کے بارے سوال و جواب کے بعد انہیں یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ وہ صرف ان مستحقین پر صرف ہو گی جن پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود صرف فرماتے رہے۔ تو اس حقیقت کی آگاہی کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پھر تا دمِ آخر اس معاملہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قطعاً کلام نہ کیا اور اگر حقیقت میں آپ ناراض ہوتیں تو بوجہ ناراضگی گفتگو کا ترک فرماتیں تو اسکا صحابہ کرام، اہل بیت، اہل مدینہ اور تابعین وغیرہ میں بہت چرچا ہوتا۔ لیکن ہمیں صرف امام زہری کے ایک شاگرد (صالح) کی روایت میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے شاگرد نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناراضگی نہ تھی۔ بلکہ راوی کا اپنا قیاس تھا۔

نوٹ: کیا حضرت سیدہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا پر ناراض

ہوں ہرگز نہیں اور نہ ہی یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔راوی نے اپنے خیال کے مطابق قیاس آرائی کی لیکن یہ قیاس آرائی شان بتول رضی اللہ عنہا کے سراسر اخلاف ہے۔ کیونکہ یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کیا جائے اور آپ اسے بخوشی قبول نہ کریں۔قرآن کی اس آیہ کریمہ پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(سورۃ النساء پارہ نمبر ۵ رکوع نمبر ۹)

ترجمہ: قسم ہے آپ کی پروردگار کہ اس وقت مسلمان ہی نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں وہ آپ کو اپنا حکم نہ مان لیں اور پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے دلوں میں سے کسی طرح کی خلش نہ محسوس کریں اور آپ کا فیصلہ خوش دلی سے تسلیم کریں۔تو جب ایک عام مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے سامنے بلاحیل وحجت سر تسلیم خم کر دے اور کسی قسم کا ملال دل میں نہ لائے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے متعلق یہ کہنا کہ آپ حدیث رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سن کر ناراض ہو گئیں کہ قطع تعلق کر لیا۔ ہرگز قابل قبول نہیں۔ راوی کا یہ قیاس ہے اور نیک سے نیک آدمی بلکہ اندازہ یا قیاس کرنیوالا خواہ معصوم ہی کیوں نہ ہو قیاس وقرائن سے لگایا ہوا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب وہ طور سے واپس آئے تو اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا۔تو انہوں نے خیال کیا کہ میرے بھائی ہارون نے میری ہدایات پر پورا عمل نہیں کیا اور لوگ ان کی سستی کاہلی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر خدائے وحدہٗ لاشریک کے ساتھ

بچھڑے کو شریک بنالیا۔ اتنا غصہ آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر جھنجوڑا۔ لیکن یہ قیاس واندازہ غلط تھا۔ تو اس طرح کی غلط فہمیاں جب اکابر کو ہو جاتی ہیں تو راوی حدیث خواہ ثقہ وعادل ہی کیوں نہ ہو اگر اس قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو جائے تو بعد از فہم نہیں۔

اسی طرح جناب خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کر دیا یعنی ناکارہ کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال وقیاس میں آیا کہ کشتی اس لئے ناکارہ کی تاکہ اس کے اندر سوار لوگوں کو ڈبو دیا جائے۔ لیکن یہ اندازہ درست نہ تھا بلکہ جو ارادہ تھا اسے حضرت خضر علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ جو وقت آنے پر آپ نے اپنا ارادہ بتلا دیا۔

بلکہ حدیث پاک کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ازواج مطہرات سے الگ ہو کر چند روز بالا خانہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رویہ کا کچھ لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج پاک کو طلاق دیدی ہے۔ یہ خبر حضرت عمر کو پہنچ گئی حضرت عمر مسجد میں گئے تو لوگ کہہ رہے تھے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواج پاک کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر فاروق نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں میں نے طلاق نہیں دی۔ ناظرین کرام جس طرح حضور نبی کریم کی خلوت نشینی سے صحابہ نے طلاق سمجھ لیا۔ حالانکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی تھی۔ ٹھیک اسی طرح اس روایت کے کسی راوی نے سیدہ کے ترک کلام کو ناراضگی کا خیال کر لیا۔ حالانکہ واقع میں ناراضگی نہیں ہوئی۔ یہ بھی سوچئے ترک کلام کی صرف یہی وجہ ہی نہیں کہ ناراضگی ہی ہو، ترک کلام کی وجہ عدم ضرورت یعنی گفتگو کی ضرورت لاحق نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اطمینان حاصل ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل مقصد ہی پورا ہو گیا ہو۔ جب ترک کلام کے اتنے

احتمالات ہوں تو راوی نے جو ترک کلام کی علت تجویز کی ہے یہ راوی کی غلط فہمی ہے۔ پھر اسی غلط فہمی کو ایک دوسرے نقل کرنے لگے یہاں تک کہ امام بخاری تک پہنچ گئی وار آپ نے اپنی کتاب میں درج کر دی۔ مذکورہ واقعہ طلاق میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور خود آنسرور عالمیاں سے پوچھ کر غلط فہمی کو دور کر لیا۔ لیکن ابن شہاب زہری کی غلط فہمی کو الگ کیا جاوے تو کس طرح کیا جاوے۔

ابن شہاب زہری نے جس وقت اپنے قیاس اجتہاد سے ناراضگی کا فقرہ روایت میں درج کیا تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اس وقت دنیا میں موجود ہوتیں تو اصل واقعہ کی تحقیق کی جا سکتی تھی۔ اب تو عقل سے ہی کام لیا جا سکتا ہے لیکن جن اہل علم کی توجہ اسطرف پھر گئی انہوں نے اس روایت کو تنقید سے معاف نہیں کیا۔

نوٹ: اگر شیعہ حضرات از راہ تعصب ان الفاظ ناراضگی کو حقیقت پر سمجھنے پر مصر ہیں تب بھی ایسی روایات شیعہ حضرات کی معتبر کتب میں موجود ہیں۔ جن سے حضرت سیدہ پاک کی خوشنودی کا ثبوت ملتا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

ا۔ روایات از کتب شیعہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئیں۔ (شرح نہج البلاغہ)

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَاخُذُ مِنْ فَدَكِ قُوْتَكُمْ وَيُقَسِّمُ الْبَاقِيْ وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ اَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَتْ بِذَالِكَ وَاَخَذَتِ الْعُهْدَ عَلَيْهِ بِهٖ وَكَانَ يَاخُذُ غَلَّتَهَا فَيَدْفَعُ اِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيْهِمْ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَآءُ بَعْدَهٗ كَذَالِكَ اِلٰى اَنْ وَلِىَ مُعَاوِيَةُ

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت سیدہ خاتون جنت کو کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فدک سے تمہاری خوراک لے لیا کرتے تھے۔ اور باقی ماندہ تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ اور فی سبیل اللہ سواریاں بھی لے کر دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ میں فدک کی آمدنی اسی طرح صرف کروں گا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ تو حضرت سیدہ اس پر راضی ہوگئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا عہد لے لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید شیعی جز ۱۶ جلد ۴)

۲۔ ذکر ما فَعَل ابو بکر بفدک وقاله فی شانها

حضرت ابو بکر صدیق کے دلائل سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ کیلئے ان پر راضی ہوگئیں۔ (از شرح نہج البلاغہ ابن میثم)

وَرُوِیَ اَنَّہٗ لَمَّا سَمِعَ کَلَامَھَا اَحْمَدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَصَلّٰی عَلٰی رَسُوْلِہٖ ثُمَّ قَالَ یَا خَیْرَۃَ النِّسَآءِ وَابْنَۃَ خَیْرِ الْاٰبَآءِ وَاللّٰہِ مَا عَدَوْتُ رَاٰیَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا عَمِلْتُ اِلَّا بِاَمْرِہٖ

ترجمہ: روایت کی گئی ہے کہ جب ابوبکر نے سیدہ کا کلام سنا (یعنی یہ کہ سیدہ ابوبکر سے کلام نہ کریں گی تو یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ کے گھر آئے) اللہ کی حمد وثنا کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجی پھر کہا۔ اے خیر النساء اے بہترین باپ کی بیٹی۔ خدا کی قسم میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی مخالفت نہیں کی۔ میں نے وہی کچھ کیا جس کا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا۔اس کے بعد آپ نے عرض کیا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاخُذُمِنْ فَدَكٍ قُوْتَكُمْ وَيُقَسِّمُ الْبَاقِيَ وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ اَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَتْ بِذَالِكَ وَاَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهٖ وَكَانَ يَاخُذُ غَلَّتَهَا فَيَدْفَعُ اِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيْهِمْ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَآءُ بَعْدَهٗ كَذَالِكَ اِلٰى اَنْ وَلِيَ مُعَاوِيَةُ

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فدک سے آپ کی ضروریات زندگی جو آپ کیلئے کافی ہو لیا کرتے تھے۔اور باقی ماندہ کو تقسیم فرما دیتے اور مجاہدین کو سواریاں اسی سے مہیا کرتے۔اور میں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ میں اسی طرح تم سے سلوک کروں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلوک فرمایا کرتے تھے۔تو یہ سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہوگئیں اور اسی پر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عہد لے لیا۔اس کے بعد علامہ کمال الدین میثم جس سے امام بخاری کی روایت کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے جو ان کیلئے کافی ہوتا اور ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ عمل جاری رہا۔(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد پنجم صفحہ ۱۰۷ زیر خط نمبر ۴۴)

۳۔ اہل تشیع کا مایہ ناز مصنف سید علی نقی لکھتا ہے۔

خلاصہ: ابوبکر وسود آں را گرفتہ بقدر کفائت اہل بیت مے داد وخلفائے بعد از وہم برآں اسلوب رفتار نمودند تا زمانِ معاویہ کہ ثلث آنرا بعد از امام حسن علیہ السلام بمروان داد

ترجمہ: فدک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی سے اہل

بیت کو ضرورت کے مطابق دے دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد دوسرے خلیفوں یعنی عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اسی طریق پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ آ گیا انہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک تہائی فدک میں سے مروان کو دے دیا۔

(شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام فارسی شرح جلد ۵ صفحہ ۹۶۰)

نوٹ: ان حوالہ جات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شیعہ حضرات کا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرنا کہ انہوں نے اپنی خلافت میں فدک مروان کو دے دیا تھا یہ بے بنیاد اور غلط ہے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ابوبکر صدیق نے فدک کے بارے میں ہم پر رائی بھر بھی ظلم نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو ابن حدید

قُلْتُ لِاَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بنِ عَلِيّ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاکَ اَرَاَيْتَ اَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَ هَلْ ظَلَمَكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا اَوْقَالَ ذَهَبَا مِنْ حَقِّكُمْ بِشَيْءٍ فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا مَا ظُلِمْنَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ

ترجمہ: ابوعقیل کہتے ہیں میں نے امام باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میری جان آپ پر قربان۔ کیا ابوبکر اور عمر نے تمہارے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا۔ یا تمہارے حق دبائے رکھے۔ فرمایا نہیں اللہ کی قسم! جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کیلئے نذیر بن جائے۔ ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانہ برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد چہارم صفحہ ۸۲)

حضرت علی نے فرمایا کہ باغ فدک کے متعلق شیخین کی مخالفت سے مجھے اللہ سے حیا آتی ہے۔ ملاحظہ ہو ابن حدید شیعی

لَمَّا سَمِعَ كَلَامِهَا اَحْمَدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا خَيْرَةَ النِّسَآءِ وَابْنَةَ خَيْرِ الْاٰبَاءِ .... اِنِّىْ اَشْهَدُ اللّٰهُ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اِنَّا مَعَاشِرُا لْاَنْبِيَآءِ لَا نُوْرِثُ ذَهَبًا وَّ فِضَّةً وَّلَا دَارًا وَّلَا عِقَارًا وَّ اِنَّمَا نُوْرِثُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالْعِلْمَ وَالنُّبُوَّةَ قَالَ فَلَمَّا وَصَلَ الْاَمْرُ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَلَّمَ فِىْ رَدِّ فَدَكٍ فَقَالَ اِنِّىْ لَاَسْتَحْيِ مِنَ ا للّٰهِ اَنْ اَرُدَّ شَيْئًا مَنَعَ مِنْهُ اَبُوْبَكْرٍ وَّ

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا ہی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجا اور پھر کہا۔ اے خیر النساء اے بہترین والد کی بیٹی اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف نہیں کیا۔ میں نے صرف ان کے کہنے پر عمل کیا ہے۔ اور پانی وگھاس کا متلاشی اپنے بھیجنے والوں سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں اور اللہ کافی گواہ ہے۔ بے شک میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ ہم جماعت انبیاء بطور میراث نہ سونا چھوڑتے ہیں نہ چاندی نہ زمین اور نہ (ساز و سامان) ہماری وراثت کتاب وحکمت اور علم ونبوت ہوتی ہے۔ فرمایا جب معاملہ خلافت حضرت علی بن ابی طالب کے پاس پہنچا۔ آپ سے فدک کے لوٹانے میں گفتگو ہوئی آپ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! مجھے اس چیز کے لوٹانے سے شرم خدا آتی ہے۔ جس کو ابو بکر صدیق نے نہیں لوٹایا۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد چہارم صفحہ ۹۴ فی رد المرتضیٰ علی قاضی)

شیعہ حضرات ہم نے ثابت کر دیا کہ غضبت فاطمۃ کے الفاظ راوی نے اپنی طرف سے قیاس اور اندازے کے پیش نظر زائد کر دیئے۔ ہمارا دعوی ہے کہ کوئی شیعہ عالم یہ ثابت کر دے کہ اس قسم کی ناراضگی کے الفاظ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلے ہیں ہم اسے پانصد روپے انعام دینگے۔

حقیقت یہ ہے کہ راوی نے جب اپنے شیخ اور استاد سے لم تتکلم کے الفاظ سنے تو اس سے یہ قیاس کر لیا کہ یہ الفاظ سیدہ کی حالت غضب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ لہذا اسی قیاس کے مطابق غلط فہمی سے غضبت کا لفظ زیادہ کر دیا یہ اسی طرح کی قیاس آرائی ہے کہ نبی کریم ازواج مطہرات سے الگ ہو کر بالا خانہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ لوگوں کو اس سے یہ تاثر ملا کہ آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی۔ تو اسی طرح لم تتکلم کا مطلب یہ تھا کہ سیدہ غصے ہو گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کلام نہ کیا۔ بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ انہیں علم ہو گیا کہ اس میں بقول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وراثت نہیں چلتی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں وہی عمل اور طریقہ باقی رکھا ہے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حین وحیات ظاہری میں تھا۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ نے اس تسلی اور تشفی کے بعد انہوں نے اس معاملہ میں مزید گفتگو نہ کی۔ حالانکہ شرح ابن میثم، شرح ابن حدید شیعی اور درۃ نجفیہ کے مطابق جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں فدک کی آمدنی انہی مصارف پر خرچ کرونگا جن پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام صرف فرمایا کرتے تھے۔ تو

فَرَضِيَتْ بِذَالِكَ وَاَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ کے الفاظ ان تینوں مصنفین نے لکھے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی ابو بکر صدیق سے ہم کلامی اور رضا مندی دونوں ثابت ہیں اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ سیدہ نے حضرت ابو بکر صدیق

سے تادم آخر کلام نہیں فرمائی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے فیصلہ ابو بکر صدیق کے بعد باغ فدک کے بارے میں کوئی نزاعی کلام نہیں فرمائی۔ تائید

شیعی مؤرخ سعودی سے کہ سیدہ نے ترک کلام فرمائی ہے تو اس سے مراد نزاعی کلام ہے۔

وَكَانَتْ مُهَاجِرَةً لَّهٗ مُنْذُ طَالَبَتْ بِارِثِهَا مِنْ اَبِيْهَا عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ فَدَكٍ وَغَيْرِهَا وَ بَيْنَهُمَا مِنَ النِّزَاعِ فِيْ ذَالِكَ اِلٰى اَنْ مَاتَتْ

ترجمہ: جب سے باغ فدک وغیرہ کے مطالبہ کی وجہ سے سیدہ نے ترک کلام فرمائی ہے۔ (تو اس سے مراد) نزاعی کلام ہے جو ان کے درمیان سیدہ کے آخر وقت نہ ہوئی۔

(التنبیہ والاشراف ابوالحسن علی بن حسین صفحہ ۲۵۹)

ظاہر ہے کہ اگر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حضرت ابو بکر صدیق سے ناراض تھیں تو ان کی خدمات کو ہرگز قبول نہ فرماتیں۔ آدمی جس سے ناراض ہو اس کے ہاتھ سے تو پانی کے گھونٹ کا بھی روا نہیں ہوتا چہ جائیکہ گھر کے سارے اخراجات وصول کرے۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیق پر در بارہ باغ فدک عائد کردہ الزامات کا رد اکابر علماء شیعہ کی تحریرات سے کر دیا۔ اور سیدہ کی ناراضگی بقول شیعہ حضرات کا دلائل قاہرہ سے رد کر دیا۔

اب بھی اگر شیعہ علماء کی تسلی نہیں ہوئی تو کتب شیعہ معتبرہ سے وہ واقعات پیش کرتے ہیں جن سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ناراضگی ثابت ہوگی۔

کتب معتبرہ شیعہ حضرات سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر سیدہ کا ناراض ہونا۔

فَدَخَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَوْمًا فَنَظَرَتْ اِلٰى رَاْسِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ حُجْرِ الْجَارِيَةِ فَقَالَتْ يَا اَبَا الْحَسَنِ فَعَلْتَهَا فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلْتُ شَيْئًا فَمَا الَّذِيْ

تُرِيْدِيْنَ قَالَتْ تَاذِنُ لِيْ فِي الْمَسِيْرِ اِلٰى مَنْزِلِ اَبِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَقَالَ لَهَا قَدْ اَذِنْتُ لَكِ

ترجمہ: حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو شاہ حبشہ نے ایک لونڈی ہبہ کی انہوں نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی۔ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اس لونڈی کی گود میں تھا۔ تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا اے ابو الحسن آپ نے اس سے جماع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اے بیٹی رسول میں نے اس سے کچھ نہیں کیا۔ سیدہ فاطمہ نے ناراضگی کے عالم میں کہا آپ مجھے رخصت دے دیں کہ میں اپنے والد گرامی کے گھر چلی جاؤں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں اس کی اجازت دیدی۔

(انوار نعمانیہ جلد اول صفحہ ۷۹ نور مرتضوی جلاء العیون صفحہ ۱۴۰)

شیعہ حضرات اس ناراضگی سیدہ سے حضرت علی کی خلافت پر قطعاً کوئی آنچ نہیں آئی اسی طرح سیدہ کی ناراضگی صدیق اکبر سے فرض کر بھی لیں تو بھی اس سے اُن کی خلافت باطل نہیں ٹھہرتی۔

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بعد از نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بوجہ اُن کے فقیر ہونیکے غم وغصہ سے رو پڑیں۔ (معاذ اللہ) امالی صدوق قال کنا قعود

عِنْدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَتْ فَاطِمَةُ تَبْكِيْ بُكَآءً شَدِيْدًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيْكِ يَا فَاطِمَةُ قَالَتْ يَا اَبَاهُ غَيَّرَتْنِيْ نِسَآءُ قُرَيْشٍ وَقُلْنَ اِنَّ اَبَاكِ زَوَّجَكِ مِنْ مُعْدُوْمٍ لَا مَالَ لَهٗ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ لَا تَبْكِيْنَ فَوَاللّٰهِ مَازَوَّجْتُكِ حَتّٰى زَوَّجَكِ اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ وَاَشْهَدَ بِذٰلِكَ جِبْرَائِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت روتی ہوئی تشریف لائیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہ؟ تمہیں کس نے رولایا؟ عرض کی اباجان! قریشی عورتوں نے مجھے طعنہ دیا ہے کہ تمہارے والد نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جس کے پاس کچھ مال نہیں۔ تو آپ نے فرمایا بیٹی مت رو۔ اللہ کی قسم! میں نے تیری شادی اس وقت کی جب اللہ نے تیری شادی عرش پر کردی تھی اور اس پر حضرت جبرائیل اور میکائیل گواہ بنے تھے۔

(امالی صدوق صفحہ ۲۶۳ المجلس السابع والستون)

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! ایمان سے کہیے ایک طرف شیعہ حضرات فرضی ناراضگی کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اس کی بنا پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافرو منافق تک کہتے ہیں اور دوسری طرف اُن کے مذہب کے بانی مبانی اور صحاح اربعہ میں سے من لا یحضرہ الفقیہ کے مصنف شیخ صدوق نے اس روایت میں کھلے الفاظ میں جو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی گستاخی اور توہین کی۔ وہ کسی سے مخفی نہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کے بارے میں سرور کائنات نے "بتول" فرمایا۔ جس کے معنی دنیا سے بے نیاز کے ہیں۔ شیخ صدوق نے اس روایت کے ذریعے اس سیدہ کو بہت بڑا دنیادار ثابت کیا اور کہا کہ آپ نے اس کمینی دنیا کی خاطر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فقیر سمجھتے ہوئے انتہائی گریہ وبکا کیا۔ اور روتی ہوئی بارگاہِ رسالت میں آئیں اور تمام صحابہ کرام کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی غربت اور اپنی بدقسمتی کا رونا رو دیا تو کیا یہ اندازِ روایت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شدید توہین کے مترادف نہیں؟ اگر ہے اور واقعی ہے تو خود اس روایت کا راوی اور اس کے متبعین اور بناوٹی مخلصین مومنین کا ایمان اور

خلوص کدھر گیا؟ ادھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرضی داستان غصہ سے کفر ونفاق کا فتویٰ۔ ادھر گستاخی اور توہین سے خالص ایمان:

۳۔ حوالہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باغ صدقہ کیا تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے انہیں غصہ سے مارا۔ العیاذ باللہ

امالی صدوق۔ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سلیمان فارسی کو بلایا اور فرمایا وہ باغ جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ بازار میں جا کر تجار حضرات کے پاس فروخت کردو۔ چنانچہ سلیمان فارسی نے بارہ ہزار درہم پر اسے فروخت کر دیا۔ اور وہ رقم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کر دی۔ وہاں ایک اعرابی تھا اس نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس رقم میں سے چار ہزار چالیس درہم اس کو عطا فرما دیئے۔ تو یہ خبر مدینہ شریف میں پھیل گئی۔ ایک آدمی انصار میں سے سیدہ فاطمہ کے پاس گیا آپ کو مذکورہ واقعہ کی خبر دی آپ نے اس کو دعا دی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بقیہ رقم وہیں بیٹھے ہوئے لوگوں میں تقسیم کر دی۔ یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔ اس کے بعد سیدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے میرے باپ کے باغ کو فروحت کر دیا ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا ہاں میں نے فروخت کر دیا ہے۔ سیدہ فاطمہ نے سوال کیا کہ رقم کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے وہ اللہ کے راستے میں تقسیم کر دی۔ پھر حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ میں بھوکی ہوں اور ہمارے بیٹے بھوکے ہیں اور آپ بھی ہماری طرح بھوکے ہیں اور ہمارے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر سیدہ فاطمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن کو پکڑ لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے فاطمہ مجھے چھوڑ دے تو سیدہ نے فرمایا کہ میں خدا کی قسم ہرگز آپ کو نہیں چھوڑونگی یہاں تک کہ میرے اور آپ کے درمیان میرے ابا جان

فیصلہ فرمادیں۔ پس جبرائیل نازل ہوئے اور فرمایا۔ اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور علی کو اللہ تعالیٰ سلام فرماتا ہے۔

قُلْ لِفَاطِمَةَ لَيْسَ اَنْ تَضْرِبِىْ عَلٰى يَدَيْهِ وَتَلْزِمِىْ بِثَوْبِهٖ

ترجمہ: یعنی فاطمہ کو فرمادیجئے۔ کہ تیرے لئے یہ جائز نہیں کہ تو علی کے ہاتھوں پر مارے اور اس کے دامن کو نہ چھوڑے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر آئے تو فاطمہ کو دیکھا انہوں نے حضرت علی کا دامن پکڑا ہوا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کا دامن کیوں پکڑا ہوا ہے؟ سیدہ فاطمہ نے مذکورہ بالا واقعہ سنایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے بیٹی! میرے پاس جبرائیل تشریف لائے اور مجھے اور علی کو اللہ کا سلام پہنچایا اور فرمایا کہ فاطمہ کو فرمادیجئے کہ تیرے لئے جائز نہیں کہ تو حضرت علی کے ہاتھوں پر مارے۔ لہذا حضرت فاطمہ نے چھوڑ دیا اور معافی مانگی۔

شیعہ حضرات اس صراحت کے ساتھ سیدہ کی ناراضگی جب علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ اسی طرح سیدہ کی ناراضگی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بفرض محال اگر مان لی جائے تو بھی اس سے ان کی خلافت باطل نہیں ٹھہرتی۔ (حوالہ ناسخ التواریخ)

درکتاب علل الشرائع سند با ابو ہریرہ منتہی مے شود۔ مے گوید نماز یاد اور را با رسول خدا گذاشتیم آں گاہ پیغمبر برخاست۔ ورواں شد سخت اندوہناک بود۔ مانیز از قضائے او روانہ شدیم چوں بباب سرائے فاطمہ رسیدیم رسول خدا علی را نگریست کہ در پیش روئے باب برخاک خفتہ است پیغمبر درکنار او بہ نشست وگرد از جانۂ اور بستر۔ ویقول قم فداک ابی وامی یا ابا تراب۔ فرمود پدر و مادرم فدائے تو باد۔ اے ابوتراب برخیز ودست علی را بگرفت وداخل سرائے شد۔ زمانے دیر برنگذشت کہ بانگ خندہ ایشاں راضعا نمودیم ورسول خدا بیروں شد بوجہ مشرق عرض کردیم یارسول اللہ بدروں سرائے شدی باقلب پژماں و بیروں آمدی باروئے شادماں۔

فَقَالَ كَيفَ لا اَفرَحُ وَقَدْ اَصْلَحْتُ بَينَ اَثْنَينَ هُمَا احَبُ اَهْلَ الاَرْضَ اِلے اَهْلَ السَّمَاء فرمود چگونہ شاد خاطر نباشم درحال آنکہ اصلاح نمودم میان دو کس را۔ کہ محبوب ترین مردم زمین اند درنزد اہل آسمان۔

ترجمہ: کتاب علی الشرائع میں سند ابو ہریرہ تک پہنچائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نماز صبح رسول اللہ کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد خدا کے پیغمبر اُٹھے اور روانہ ہوئے۔ درآں حالیکہ سخت غمناک تھے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے روانہ ہوئے جس وقت حضرت فاطمہ کے مکان کے دروازے پر پہنچے ہیں تو خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو دروازے کے پاس مٹی پر سوئے پایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اور علی کے کپڑوں سے غبار صاف کیا اور فرمایا اٹھ کھڑا ہو اے ابو تراب میرے ماں باپ تجھ پر فداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ گھر والوں کے ہنسنے کی آواز ہمیں سنائی دی۔ اس کے بعد خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے آئے۔ درآں حالیکہ آپ کا چہرہ مقدس خوشی سے چمک رہا تھا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس گھر میں داخل ہوئے تو آپ کا دل غمناک تھا اور باہر تشریف لے آئے تو آپ کا چہرہ ہشاش بشاش۔ وجہ کیا ہے فرمایا کیوں خوشی نہ کروں اس حال میں کہ میں نے صلح کرادی ان دو ہستیوں میں جو آسمان والوں کو سارے زمین کے باشندوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(ناسخ التواریخ جلد چہارم از کتاب دوم صفحہ ۶۷، ۶۹ مرزا تقی لسان الملک در بیان کیفت معاشرت امیر المومنین وحضرت فاطمہ بلفظہ جلاء العیون صفحہ ۱۴۰)

ابو جہل کی لڑکی سے علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا ارادہ کیا تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ناراض ہوگئیں۔

امالی صدوق

إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَادَ اَنْ يَّتَزَوَّجَ ابْنَةَ اَبِيْ جَهْلٍ عَلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَاهُ عَلَى الْمِنْبَرِ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَزَوَّجَ ابْنَتَ عَدُوِّ اللّٰهِ عَلٰى ابْنَةِ نَبِيِّ اللّٰهِ اِنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِنِّى فَمَنْ اٰذَا هَا فَقَدْ اٰذَا نِىْ وَمَنْ سَرَّهَا فَقَدْ سَرَّنِىْ وَمَنْ غَاظَهَا فَقَدْ غَاظَنِىْ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ کے ہوتے ہوئے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہی۔ آنسرور عالسیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برسر منبر عام صحابہ کرام کے سامنے اس کا اظہار فرمایا اور فرمایا (علی کرم اللہ وجہہ) چاہتا ہے کہ اللہ کے پیغمبر کی بیٹی کے ہوتے ہوئے اللہ کے دشمن کی بیٹی سے شادی رچائے۔ خبردار! فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اُسے دکھایا۔ اُس نے مجھے دکھایا اور جس نے اُسے خوش کیا۔ اُس نے مجھے خوش کیا جس نے اُسے غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا۔

(امالی صدوق صفحہ ۱۶۴ المجلس الثانی والعشرون)

تعجب ہے کہ شیعہ علماء بخاری شریف کی ناراضگی والی روایت کو رات دن اُچھالتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک شعیت کا مقصد ہی یہی ہے۔

سیدہ کی ناراضگی والی روایت صرف امام زہری کے واسطہ سے ان کے صرف ایک شاگرد (صالح) کی ذکر کردہ روایت میں (غضبت) یہ لفظ آیا ہے اور انہی (امام زہری) سے روایت کرنیوالے دو راوی (شعیب۔ خالد) اس لفظ کا ذکر نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ امام زہری کے شاگرد، صالح، جب اس واقعہ میں اپنے استاد امام زہری سے (لاتحکلم حتی ماتت)

کے الفاظ سنے تو اس سے خود اندازہ لگا لیا کہ سیدہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا بوجہ غصہ اور ناراضگی سے تھا۔ اس قیاس کی بنا پر (صالح) نے غضبت کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا جو اس کا اپنا خیال تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ناراضگی نہ تھی بلکہ راوی کا اپنا قیاس تھا۔ حالانکہ اس روایت کے بعض طرق میں ناراضگی کا ذکر تک نہیں۔

نوٹ: اہل سنت کی کتابوں، بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، شمائل ترمذی وغیرہ ان کتابوں میں حدیث فدک کا چودہ مقاموں پر مذکور ہے۔ چودہ میں سے صرف چار مقام ایسے ہیں۔ جہاں ناراضگی کا ذکر ہے۔ باقی دس مقام ناراضگی سے خالی ہیں۔

اب ہم کو سوچنا چاہیے کہ جن دس مقاموں پر ناراضگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کیا وجہ ہے؟ غور وفکر کرنے معلوم ہو گیا کہ جن صاحبان نے ناراضگی کے فقرے کو ترک کیا۔ انہوں نے جان بوجھ کر ترک کیا۔ کہ وہ اس زیادتی کو قابل قبول نہیں سمجھے اور راوی کا اپنا قیاس خیال کیا۔ خود بخاری ومسلم کی بعض سندیں بھی ناراضگی سے خالی ہیں جیسے حضرت عائشہ صدیقہ سے عروہ بن زبیر کے واسطے سے امام زہری روایت کرتے ہیں۔ ناراضگی نام نہیں لیتے۔

شیعہ حضرات کے آگے ہم نے اُن ہی کی کتب معتبرہ سے پانچ روایات پیش کی ہیں۔ ان میں ناراضگی کے الفاظ کتب شیعہ میں متفق علیہ ہیں۔ اور صراحتاً ناراض ہونا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضٰی سے ثابت ہو گیا مگر شیعہ علماء روایت خمسہ مذکورہ کے بیان کرنے میں اپنی شکست جانتے ہیں۔ اب شیعہ علمائے کرام کا فرض ہے کہ روایت خمسہ مذکورہ کا جواب دیں اور اگر جواب دینے کی ہمت نہیں تو صحیح بخاری والی روایات کا تذکرہ چھوڑ دیں۔ بارہا شیعہ علماء سے اس مسئلے پر بحث ہوئی مگر جواب ندارد۔

نوٹ: روایت نمبر ۵ کے متعلق جس میں حضرت علی المرتضٰی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے۔ ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہی۔ کا ذکر ہے بحوالہ امالی صدوق اس کا

جواب دیا صرف باقی چار روایات سے اعراض کیا۔

جواب شیعہ کا منافقین نے حضرت زہرا رضی اللہ عنہ کے پاس بغرض ایذا رسانی یہ غلط خبر اڑادی جس سے سیدہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ناراضگی کا اظہار ہوا۔ جب سیدہ کو علم ہو گیا کہ یہ خبر جھوٹی ہے تو وہ غصہ جو منافقین سے یہ خبر سننے پر پیدا ہوا تھا زائل ہو گیا۔ مگر یہ جواب شیعہ حضرات کی شکست یا تجاہل عارفانہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ جواب حقیقتاً جواب دینے سے عاجز ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ ہمارا سوال سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ناراض ہونے کا تھا۔ اگر سیدہ فاطمہ سچی بات سنکر حضرت علی سے ناراض ہو جاویں تو بھی ناراضگی ہوگی اور اگر کوئی جھوٹی بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں تو بھی ناراضگی ہی ہوگی۔ اس کو رضامندی تو نہیں کہا جائیگا۔ ان شریف آدمیوں سے کوئی پوچھے خبر سچی ہو یا جھوٹی اس سے تو بحث ہی نہیں تھی۔

ایک طرف شیعہ حضرات فرض ناراضگی کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اس کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و منافق تک کہتے ہیں۔ اب ان روایات خمسہ کا جواب جو کہ ان کی کتب معتبرہ سے ہم نے پیش کئے اور ہم نے بھی شیعی کتب معتبرہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی رضامندی حضرت ابوبکر سے ثابت کردی ہے۔ پچھلے اوراق کا بغور مطالعہ کیجئے۔ اور ہمارا یہ دعویٰ ہے کوئی شیعہ عالم "غَضَبَتْ فَاطِمَةُ" کے الفاظ سیدہ فاطمہ کے منہ سے نکلے ہیں ثابت کردے ہم اُسے پانصد روپے انعام دیں گے۔ اس کے برعکس ہم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی اور غصہ جنابہ کے قول و فعل سے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے ثابت کر دیا۔ اور اگر اب بھی کوئی شیعہ عالم بخاری کی روایت بخاری کی روایت کا ذکر کرتے تو دیانتداری کا تقاضا ہے ہماری ان پانچ روایات کا جواب دے۔ انشاء اللہ جواب کا نام ہی نہ لے گا۔

دعوتِ غور و فکر شیعہ حضرات سے

اہل بیت رسول کو اللہ رب العزت نے دنیاوی مال و دولت اور زیب و زینت سے منع فرمایا۔

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا (پارہ ۲۱ رکوع آخر)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنی ازواج سے یہ کہہ دو کہ اگر تم زندگانی دنیا اور اس کی زینت کی خواستگار ہو تو آؤ میں تم کو نفع پہنچا دوں اور پھر تمہیں نہایت خوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اور آخرت کے گھر کی خواستگار ہو تو اللہ نے نیکو کار عورتوں کیلئے بہت بڑا اجر مہیا فرمایا ہے۔ (ترجمہ مقبول شیعی)

اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

تَطْھِیْرًا (پارہ ۲۲ رکوع ۱)

بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے دنیاوی مال کی حب دور کر دے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دارِ آخرت کے محبت کے عالی مرتبہ و مقام سے نوازے تو جب ازواج مطہرات نے سامان دنیا کا تھوڑا سا مطالبہ کیا تو اس کو اللہ اور رسول نے اچھا نہ سمجھا اور اس مذموم دنیا کی حرص ان کے دل سے نکال کر طہارت قلبی عطا فرمائی۔ تو کیا سیدہ خاتون جنت کیلئے ہی حضور الصلوٰۃ والسلام نے اس لعنت اور قابل مذمت چیز کو پسند فرما کر لاکھوں کروڑوں کی جائیداد (فدک) حضرت خاتون جنت کو عطا فرما دی۔

یہ لوگ ایک طرف سیدہ خاتون جنت کی محبت کے دعویٰ میں اور دوسری طرف حضرت صدیق اکبر کی عداوت میں اسقدر حواس باختہ نظر آتے ہیں کہ خود اپنی کتب کا مطالعہ نہیں کرتے۔

۲۔ ایک دن سیدہ خاتون جنت حسنین کریمین کو لے کر اپنے والد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اُس اوقات میں کہ غم وفات سے خیر الوریٰ کے حسرت و یاس میں نہائیں۔ یعنی زندگی آخری لحات میں۔

فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَانِ اِبْنَاکَ فَوَرِثْھُمَا شَیْئًا

عرض کی کہ اے خلیفہ خدا یہ دونوں تمہارے لاڈلے بیٹے ہیں انہیں اپنی وراثت سے کچھ دو۔

فَقَالَ اَمَّا الْحَسَنُ فَاِنَّ لَہٗ ھَیْبَتِیْ وَ سُؤْدَدِی وَاَمَّا الْحُسَیْنُ فَاِنَّ لَہٗ شَجَاعَتِیْ وَجُوْدِیْ

فرمایا مخبر صادق نے امام حسن کو اپنی ہیبت اور سرداری کا مختار کیا اور امام حسین رضی

اللہ عنہ کو صفت شجاعت اور جود وسخا کا افتخار دیا۔ یعنی میراث انبیاء مال وزر نہیں۔ علم وحلم شجاعت وسخاوت وغیرہ صفات حمیدہ ہیں۔

(اخبار ماتم صفحہ ۲۰۸ جلا العیون صفحہ ۲۴۸ حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد دوم جز ۱۶)

قارئین کرام! سیدہ خاتون جنت جیسی محبوب ترین لخت جگر اپنے فرزندوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کہہ کر آپ کے پیش کرتی ہے اور عرض کرتی ہے کہ انہیں اپنی وراثت سے کچھ دو۔ اس وقت اگر آنسرور عالمیاں کے پاس دنیاوی چیزوں میں سے کوئی چیز ہوتی تو ضرور حسنین شریفین کو عطا کر دیتے۔ کیونکہ عرض کرنیوالی خاتون جنت ان سے بڑھ کر اور کوئی شفیع نہیں ہوسکتا اور جود وسخا رحمۃ للعالمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ اکبر

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اور محل شفقت ومحبت اور عنایت حسنین کریمین سے زیادہ اور کون؟ معلوم ہو گیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لخت جگر کی شفاعت سے پہلے اپنا سب کچھ راہ خدا میں وقف فرما چکے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔

نَحنُ مَعَاشَرُ الاَنبِیَاءِ لاَ نُوَرِثُ مَا تَرَکُنا صَدَقَۃٌ

ترجمہ: ہم پیغمبروں کی جماعتیں موروث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ وقف ہوا کرتا ہے۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شفاعت کے جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنا اور دنیاوی چیزوں میں سے کسی چیز کا ذکر تک نہ کرنا۔ اسبات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ سرور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے دین چاہتے تھے وار دنیا نہیں چاہتے تھے۔

اموال پیغمبراں وقف ہوجاتے ہیں رشتہ داروں میں حسب قاعدہ تقسیم نہیں ہوا کرتے۔

۳۔ قارئین کرام! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ فاطمۃ الزاہرا کو ملنے کیلئے تشریف لائے گھر میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ کیا دیکھا کہ سیدہ کے گلے مبارک اور کانوں میں چاندی کے زیور پہنے ہوئے ہیں اور دروازے پر پردہ لٹکایا ہوا ہے آنحضرت دیکھتے ہی غضبناک ہو کر گھر سے چلے گئے اور مسجد میں چلے گئے اور منبر کے نزدیک بیٹھ گئے۔ حضرت سیدہ نے خیال کیا کہ آنحضرت کو کچھ دنیاوی زیب و زینت کی چیزیں نظر آئیں تو ناراض ہو کر چلے گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سب کچھ خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ جب آنسرور عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ٹھیک کام کیا۔ اس کا باپ اُس پر فدا ہوا۔ اس فقرے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ دہرایا اور فرمایا بات یہ ہے کہ دنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نہیں ہے۔ اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کیلئے ہے اگر دنیا کی قدر و قیمت خدا تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔ کتاب ناسخ التواریخ جلد چہارم کتاب دوم صفحہ ۲۳۹ اور یہی روایت جلاالعیون میں شیعہ حضرات کے رئیس المحدثین ملا باقر مجلسی بیان کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سہ مرتبہ فرمود کہ کرد آنچہ ے خواستم پدرش فدائے او باد۔ دنیا از محمد و آلِ محمد نیست اگر دنیا در خوبی نزد خدا برابر پر پشہ ے بود دنیا کافراں را شربت آب نمے داد پس برخواستند و بخانہ فاطمہ داخل شدند (ترجمہ اوپر کی خط کشیدہ عبارت میں پڑھ لیجئے)

(جلاالعیون باقر مجلسی صفحہ نمبر ۹۸)

سوچنے کا مقام ہے کہ آنسرور عالمیاں دنیا سے بے تعلقی کے اظہار کے موقع پر اپنی آل کو اپنے ساتھ ملا کر ذکر کرتے ہیں اور کسی کو اس موقع پر اپنے ساتھ نہیں ملاتے۔ اس میں یہی حکمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی وراثت سے پاکیزگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اور اپنی اولاد کو اپنی حیات میں اس مسئلہ کی عملی تعلیم دے رہے ہیں۔

۴۔ ملا محمد باقر مجلسی شیعہ حضرات کے خاتم المحدثین سید الفقہائے والمجتہدین جلاء العیون میں رقم طراز ہیں۔

:سند معتبر حضرت امیر المومنین روایت کردہ است کہ آنحضرت فرمود کہ فاطمۃ الزاہرا محبوب ترین مردم بود نزد حضرت رسالت و آنقدر آب از مشک آورد کہ در سینہ اواثر کرد و آنقدر آسیا گردانید کہ دستہائش آبلہ کرد۔ و آنقدر خانہ راجاروب کرد کہ جامہائش سیاہ شد بسبب ایں خدمتہا بآنحضرت ضر شدیدی رسید پس من روزے باو گفتم کہ بروواز پدر خود سوال کن کہ برائے تو کنیز کے بخرد کہ بعض از خدمتہائے ترا محتمل گردد۔۔۔۔۔۔۔۔۔فرمود اے فاطمہ چہ حاجت داشتی ویروز نزد من فاطمہ در گفتن شرم کرد۔ من ترسیدم اگر جواب نگویم حضرت برخیزد من سرخود را بیروں آوردم و حالت و راعراض کردم فرمود آیا مے خواہید کہ خبر دہم شمارا بیک چیزے کہ بہتر است از برائے شما از کنیز چوں برخت خواب میروی سی و سہ مرتبہ سبحان اللہ وسی وسہ مرتبہ الحمد للہ وسی و چہار مرتبہ اللہ اکبر بگوید۔ پس فاطمہ سرخود را بیروں آورد و سہ مرتبہ گفت راضی شدم از خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ: شیخ صدوق نے معتبر سند کے ذریعے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فاطمۃ الزاہرا نبی کریم کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سینے میں نشان پڑ گئے۔ پانی کی مشکیں بھر کر لانے سے اور چکی پیسنے کیوجہ سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اور گھر میں جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے سیاہ ہو گئے۔ اپنے ان گھر کے کاموں کی وجہ سے حضرت فاطمہ سخت تکلیف میں تھیں۔ پس میں نے ایک دن حضرت فاطمہ سے کہا کہ جاؤ اور اپنے والد شریف سے عرض کرو کہ ایک باندی خدکرتم دیویں جو کہ گھر کے کام کاج میں تمہارا ہاتھ بٹائے۔ حضرت فاطمہ جب اپنے والد شریف کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس وقت آنحضرت کے یہاں کچھ لوگ باتیں کر رہے

تھے۔ حیا کی وجہ سے واپس اپنے گھر تشریف لے آئیں تھیں۔ دوسرے دن صبح سویرے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے آئے درآں حالیکہ ہم دونوں ایک ہی لحاف میں پڑے ہوئے تھے۔ اور لحاف کے علاوہ کوئی کپڑا ہمارے گھر پاس نہ تھا جو کہ پہن کر ہم لحاف سے باہر نکل آتے۔ پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السلام علیکم ہم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس حالت کی وجہ سے جس حالت میں ہم دونوں تھے۔ پھر دوسری دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام دیا۔ ہم نے کوئی جواب نہ دیا جب تیسری دفعہ آپ نے سلام کہا تو ہم ڈر گئے کہیں ایسا نہ ہو ہمارے جواب نہ دینے کی وجہ سے آپ چلے جائیں کیونکہ آپ کی عادت مبارکہ یہی تھی پس میں نے عرض کیا وعلیک السلام یارسول اللہ تشریف لائیے۔ پس آپ گھر میں تشریف لے آئے اور ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے فاطمہ کل میرے پاس کس کام کیلئے آئی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے شرم کیوجہ سے کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خوف ہوا اگر ہم جواب نہ دیں گے تو آپ واپس چلے جائیں گے میں نے لحاف سے سر نکالا اور فاطمہ کی وہ حاجت بیان کی جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتلا دوں جو تمہارے لئے باندی سے بہت بہتر ہو۔ جب سونے کیلئے تیار ہو جاؤ تو ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ پس حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے سر لحاف سے باہر نکالا اور تین مرتبہ کہا خدا اور کے رسول سے میں راضی ہوں۔

قارئین کرام! اس روایت سے ظاہر ہے کہ نبوی دور میں حضرت فاطمہ کی زندگی نہایت تنگی میں بسر ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ضروری پوشاک بھی دستیاب نہ ہوتی تھی۔ آدمی خالی پیٹ تو گذارہ کر لیتا ہے مگر بغیر ضروری لباس کے کوئی آدمی گذارہ نہیں کر سکتا۔ شیعہ حضرات ایمان سے غور کرو اگر سیدہ فاطمۃ الزاہرا فدک جیسی اتنی بڑی لاکھوں کی جائیداد کی

مالکہ تھیں تو خداداد دولت سے آپ کئی باندیاں خرید سکتی تھیں کہ کسی قسم کی اور ضرورت نہ تھی۔

۵۔ قارئین کرام! ایک اور روایت پر غور کیجئے۔

جو جو تکالیف روایت میں پچھلے اوراق میں تحریر شدہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزاہرا اور حضرت علی المرتضٰی نے باہمی انہیں تکالیف کا آپس میں ذکر کیا۔ حضرت علی المرتضٰی نے کہا کہ پانی کی مشکیں بھر کر لانے سے میرا بدن دکھیا ہوگیا ہے اور چمڑا بدن کا اڑ گیا ہے اور حضرت فاطمہ نے کہا کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھ بیکار ہو گئے ہیں چونکہ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدیوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کہا کہ اپنے والد شریف کے پاس جاؤ اور ایک خادم طلب کرو۔ پھر حضرت علی نے اسی وقت حضرت فاطمہ کو ہمراہ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔

پیغمبر فرمود از جماعت اسیراں فاطمہ را خدمتگارے نمے دہم وایشاں را میفر وشم و بہائے ایشاں را باصحاب صفہ بذل مے نمائم و فاطمہ رضی اللہ عنہا را تسبیح زہرہ بیاموخت

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰہ والسلام نے فرمایا کہ قیدیوں کی جماعت میں سے کوئی خدمتگار فاطمہ کو نہیں دونگا ان کو تو میں فروخت کرونگا اور ان کی قیمت صفہ کے رہنے والوں پر خرچ کروں گا۔ اور خدمت گار کی جگہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو تسبیح دہرا کر تعلیم دیدی۔ ناظرین کرام روایت نمبر۴ میں تو کنیز خریدنے کی درخواست تھی جو نامنظور ہوئی تھی۔ اس روایت میں خدمت گار موجود ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خادم دینے سے بھی انکار کر دیا اور خادم کی جگہ پر تسبیحات کی تعلیم کر دی۔

ناظرین کرام وہ ہستی جسے لخت جگر رسول ہونیکا شرف حاصل ہے۔ آپ وہ ہستی ہیں جس کے دکھ رحمت عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھ ہوتا ہے۔ آپ وہ مقرب الٰہی ہیں کہ آپ

کی ناراضگی میں خداوند کریم کی ناراضگی ہے۔ ایسی محبوب ترین بیٹی اپنے والد گرامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتی ہے۔ بوجہ تکلیف درخواست صرف ایک خادم کی ہے۔ درخواست اس ہستی کی خدمت میں ہے جو مہربانی رحمت وشفقت میں بے مثل ہو۔ اور اگر دعا مانگیں تو اللہ رب العزت احد پہاڑ کو سونے کا بنادیں اور اس حالت میں کہ خدام کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہے۔ مگر ہمہ جواب ملتا ہے کہ سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ معلوم ہوا کہ دنیاوی آسودگی تو آپ کے گوشہ خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ آپ کے نزدیک نفع نام ہی آخرت کی آسودگی کا تھا۔ جبھی تو خادم کے بدلے میں تسبیحات کو رکھ دیا۔

شیعہ صاحبان کیلئے ہمارے ان بیان کردہ واقعات میں سبق موجود ہے۔ کہ جب آنسرور عالمیاں اپنی لخت جگر کی ایسی حالت دیکھ کر سن کر خادم کی جگہ تسبیحات کی تعلیم دیتے ہیں تو پھر باغ فدک کس طرح ان کے حوالے کر دیتے جو لاکھوں دینار و درہم کی جائیداد ہے۔

کار پاکاں را قیاس خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

قارئین کرام! ہماری بیان کردہ روایات میں کچھ نازیبا اور خلاف تہذیب جملے واقع ہوئے ہیں ہم اہل سنت پر ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اہل سنت اپنی کتابوں میں ان طیب و طاہر افراد کا فقر و فاقہ تنگدستی تو بیان کرتے مگر اس طرح بے لباس ہونا بیان نہیں کیا ہے۔

باب نمبر 6

بحث در مسئلہ خلافت بلافصل سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

باغ فدک اور خلافت یہ دونوں مسئلے مابین شیعہ واہل سنت نہایت اہم ہیں۔اس سے پہلے ہم مسئلہ فدک کو اہم سمجھتے ہوئے بالتفصیل اعتراضات وجوابات کیساتھ بیان کر چکے ہیں۔اب مسئلہ خلافت شروع کرتے ہیں۔جس کا منکر کافر ہے چونکہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل شیعہ حضرات کے عقیدہ میں جیسے توحید۔رسالت۔قیامت اصول دین میں سے ہے اسی طرح عند الشیعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل۔

لہذا اصول دین کیلئے صریح نص قرآن کا ہونا ضروری ہے۔اس لئے کہ جیسے توحید و رسالت، قیامت کا منکر کافر ہے۔تو جس طرح توحید، رسالت، قیامت کا عقیدہ قرآن مجید کی نص صریح اور واضح الفاظ میں صاف صاف ثابت ہے ایسے ہی خلافت بلافصل علی کرم اللہ جہہ اور دروازۂ ائمہ کی امامت قرآن مجید کی نصح صریح سے واضح اور صاف الفاظ میں ثابت کرو۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْم ٥ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط

توحید۔رسالت۔قیامت کا قرآن پاک میں واضح اور صاف الفاظ میں ذکر۔مگر تا
قیامت شیعہ حضرات خلافت بلافصل حضرت علی المرتضٰی اور باقی اماموں کی امامت ثابت
کرنے کے لئے اس قسم کی قرآنی نص پیش نہیں کر سکتے۔شیعہ حضرات کا ازراہ انصاف اور علم و
عقل فرض بنتا ہے کہ جس طرح رسالت کا منکر کافر فرماتے ہیں اسی طرح حضرت علی رضی اللہ
عنہ کی خلافت بلافصل کا منکر بھی ان کے عقیدہ میں کافر ہے۔تو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نص قرآنی سے صاف اور واضح الفاظ میں ان کی رسالت کا ثبوت ہے اسی طرح یہ بھی
حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے خلافت بلافصل کا واضح اور صاف الفاظ نص قرآن سے دیکھلا
دیں۔مگر ہرگز ہرگز نہیں دیکھلا سکتے۔حال یہ ہے شیعہ حضرات بارہ اماموں کی خلافت و امامت
کا منصوص بالاسم قرآن مجید میں ہونا تو بجائے خود صرف ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت
بلافصل بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں کر سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کی پہلی دلیل

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي
الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي
ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ
بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَالِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ (۱۸)

ترجمہ: ان سب لوگوں سے جو تم سے پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔اللہ
نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو جانشین بنائے گا۔جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور
ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کیلئے پسند کر لیا ہے۔اُن کی خاطر سے پائیدار کر دے گا اور
ضرور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔اس وقت وہ میری عبادت کرینگے اور کسی چیز کو میرا

شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہی نافرمان ہیں طریقہ استدلال۔ دیکھو اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت فرمارہے ہیں کہ میں تم سے ویسے خلفاء بناؤں گا جیسے تم سے پہلے لوگوں میں بنائے تھے۔ پہلے بنائے گئے خلفاء کا خود قرآن پاک میں ذکر ہے وہ دو طریقوں سے مسند خلافت پر متمکن ہوئے تھے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود خلیفہ بنایا اور دوسری یہ کہ اللہ کے کسی پیغمبر نے کسی کو خلیفہ بنایا۔ دونوں طرح کی خلافت ان آیات سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

تحقیق میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور اسی طرح داؤد علیہ السلام فرمایا۔

یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ

اے داؤد! تحقیق ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور فرمایا۔

هَارُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ

اے ہارون تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں تو یہ آیات صراحتاً بتلا رہی ہیں کہ اگلے لوگوں میں خلافت کے دو طریق ہی قرآن مجید میں ہیں جن کی تشبیہ اس آیت استخلاف میں دے کر فرمادیا گیا ہے۔ کہ میں تم میں بھی اسی طرح خلفاء بناؤں گا۔ اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان الفاظ میں فرمائی۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا

یعنی ہم نے قرآن پاک کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جن کو ہم نے چن لیا۔ چونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو شوریٰ نے چنا۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا لہذا یہ

کتاب کے وارث اور خلیفہ نہیں بن سکتے۔ آیت استخلاف سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خلافت
اللہ تعالیٰ دیتا ہے شوریٰ سے نہیں ہوتی۔ تو ہمارا دعویٰ یہ کہ آیت استخلاف میں جس خلافت کا ذکر
فرمایا ہے اس کے مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں اور خلیفہ بلافصل ہیں۔ اسبات کی تائید
آیت کریمہ کے آخری حصہ سے ہوتی ہے۔ جس میں خلیفہ برحق کی صفت بھی بیان فرمادی۔

یَعْبُدُو نَنِیْ لَا یُشْرِ کُوْنَ بِیْ شَیْئًا

کا مطلب یہ ہے کہ خلفاء ایسے ہوں گے جنھوں نے کبھی شرک و بت پرستی نہ کی ہو
اور عبادت اُن کا طرہ امتیاز ہوگی حالانکہ سوائے حضرت علی کے یہ صفت خلفائے ابوبکر و عمر میں
نہیں پائی جاتی کیونکہ بقیہ خلفائے ثلٰثہ میں بت پرستی کا ثبوت ملتا ہے۔

جواب نمبر ۱:

جن خلفاء کے متعلق آپ نے یہ آیات پیش کی ہیں یہ تمام اللہ کے خلفاء اور نبی ہیں
حالانکہ ہماری اور تمہاری بحث جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ بلافصل کے متعلق
ہے۔ جو کہ خلیفہ رسول ہے۔ نبی نہیں لہذا آپ کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔

جواب نمبر ۲:

اگر بالفرض شیعہ حضرات کا یہ مہمل اصول مان لیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء
حضرت انبیاء علیہم السلام اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
خلافت تمام صفات ولوازمات میں ایک جیسی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن ہمارا اور رسول ہمارا،
اور خلیفہ بلافصل بھی ہمارا تو اس سے پہلے خلفاء کا ذکر تو نام بنام ہو۔ مگر ہمارے خلیفہ بلافصل کی
خلافت کا کہیں نام نہ ہو۔ جب آپ کے نزدیک پہلے خلفاء کی طرح حضرت علی کی خلافت ہے
تو آپ حضرت علی خلافت بلافصل کا ذکر نام کے ساتھ ثابت کیجئے۔ جو قیامت تک آپ کے

مجتہدین اور آپ ثابت نہیں کر سکیں گے۔

يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

کا مطلب یہ ہے کہ خلفاء ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی شرک و بت پرستی نہ کی ہو۔

(قول شیعہ)

جواب: خدا جانے شیعہ علماء تجاہل عارفانہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں یا کہ لاعلمی کی وجہ سے آیت میں لا یشرکون بی صیغہ مضارع منفی ہے۔ جس کے معنی حال اور استقبال ہی ہوتے ہیں۔ ماضی کے نہیں ہوتے۔ جس میں یہ شرط نہیں کہ وہ کفر شرک سے منزہ رہ کر ایمان لا چکے بلکہ مطلق ایمان سے اور وہ اب کبھی شرک نہیں کرینگے۔ یہاں آیت

مَا اَشْرَكُوا یا لَمْ يُشْرِكُوا

نہیں ہے کہ زمانہ ماضی پر دلالت کرے۔

دیگر شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل توحید و رسالت کی طرح اصول دین سے ہے تو شیعہ حضرات پر لازم ہے کہ اس کا ثبوت اسی طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ پیش کریں۔

جس طرح صراحتاً توحید لا الٰہ الا اللہ کے کلمات ہیں اور رسالت محمد رسول اللہ کے کلمات میں ہے اور یہ دونوں اصل قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اگر تم قرآن پاک میں نہیں دکھا سکتے تو نہ سہی۔ اہل سنت کی کتب حدیث میں کسی کتاب میں سے حدیث متواتر کے ساتھ ہی۔ اس اصل کو ثابت کر دکھائیں تا کہ اس کو بطور حجت دلیل پیش کر سکیں۔ ہمارا چیلنج ہے کوئی شیعہ اگر خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرآنی آیات میں واضح اور صریح طور پر پیش کر دے۔ یا اہل سنت و جماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث اس

بارے میں دکھادے۔ پانچ ہزار روپے انعام دیں گے۔اس آیہ استخلاف کے طریقہ استدلال کے ضمن میں جو شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ کا انتخاب مجلس مشاورت کے ذریعہ ہوا نہ کہ خدا اور اس کے رسول کا انتخاب تھا۔لہذا وہ برحق خلیفہ نہیں ہو سکتے۔تو یہ ان شیعہ حضرات کا اپنا مفروضہ اور خود ساختہ قانون ہے۔کیا یہ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ اپنے مذہب سے بھی ناواقف ہیں۔دیکھئے فرمان علی کرم اللہ وجہہ وہ تو فرماتے ہیں کہ۔

اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمُّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذَالِکَ لِلّٰهِ رِضًی

ترجمہ: بے شک شوریٰ مہاجرین اور انصار کے شایان شان ہے۔پس اگر مہاجرین وانصار کسی شخص پر متفق ہو جاویں اور اسے اپنا امام وخلیفہ بنانا منظور کر لیں۔تو وہ امام وخلیفہ خدا تعالیٰ کا پسندیدہ امام ہوگا۔(نہج البلاغہ حصہ دوم مکتوبات ورقعات صفحہ ۲۴۷ مکتوب نمبر ۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود مہاجرین اور انصار کی مشاورت کو اپنی خلافت کی دلیل بنا کر پیش کر رہے ہیں۔تو آپ کی انتخاب انہی حضرات کے باہمی متفقہ مشورہ سے ہوا کسی کے خلیفہ برحق ہونے کے لئے اس کا اللہ کی طرف سے منتخب ہونا کوئی شرط نہیں۔بلکہ مہاجرین وانصار کا انتخاب ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی مضمون کی واضح تائید بھی فرمائی۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ

یعنی شوریٰ مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔مسلمانوں کے امور باہمی مشورت سے طے پاتے ہیں۔شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت اللہ

تعالیٰ نے نہیں دی ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ہی خلافت دی ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ماں کے پاس واپس لوٹانا اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اگرچہ فرعون کے گھر سے اور فرعون کے آدمیوں کے سبب سے ہوا۔ لیکن وعدہ الٰہ تعالیٰ کا پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (پارہ ۲۰)

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

اور ہم نے والدہ موسیٰ کی طرف وحی کی کہ تم اس کو دودھ پلاؤ پھر اگر تم اس کی بابت خوف کرو تو اس کو دریا میں ڈال دو اور تم نہ (اس کے آئندہ کے متعلق) خوف کرو اور نہ (اس کے فراق کا) رنج کرو یقیناً ہم اس کو تمہارے پاس واپس بھی کر دینگے اور اس کو رسولوں میں سے بھی قرار دیں گے۔ یا جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

تحقیق اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے تو باوجود یکہ بظاہر کوئی ملازمت کے ذریعے کوئی تجارت کے ذریعے کوئی کھیتی باڑی اور کوئی کسی ہنر کے سبب رزق پا رہا ہے۔ لیکن رازق ہر ایک کا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا وعدہ رزق پورا ہو رہا ہے۔ لیکن رازق ہر ایک کا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس کا وعدہ رزق پورا ہو رہا ہے۔ اسی طرح خلافت اگرچہ جناب ابوبکر صدیق، جناب عمر فاروق، جناب عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بذریعہ شوریٰ ملی ہے اور ظاہری سبب شوریٰ بنا ہے۔ مگر وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہوا ہے۔ تو ان حضرات کو اللہ تعالیٰ ہی نے خلیفہ بنایا اور چنا ہے۔ شیعہ حضرات کو یہ آیہ استخلاف

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کیلئے پیش کرنا ہی ان کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔ دیکھیے تفسیر صافی میں اسی آیت کے متعلق لکھا ہوا ہے۔

نَزَلَتْ فِي الْقَائِمِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اور آگے لکھتے ہیں۔

عَنْ اَهْلِ الْبَيْتِ اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ الْمَهْدِيْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

یعنی یہ آیت استخلاف صرف امام مہدی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

یہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت علی کی خلافت بلافصل اس آیت سے ثابت ہے۔ بولو اگر آپ کو تسلی نہیں ہوئی تو ایک اور آپ کے مفسر قرآن سے آپ تسلی کروا دیتے ہیں۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعی دہلوی)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ مِنْكُمْ الخ

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں بروائت اہل بیت مروی ہے کہ یہ مہدی آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام زین العابدین نے اس آیت کو تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ واللہ یہ ہم اہل بیت کے شیعہ ہیں جن کے لئے خدا تعالی یہ سب کچھ ہم میں سے ایک شخص کے ہاتھوں انجام دے گا جو اس اُمت کا مہدی ہوگا۔

(صفحہ ۷۱ برحاشیہ نمبر ۳ ترجمہ قرآن مقبول افتخار بک ڈپو لاہور)

اور آیت استخلاف میں **کما استخلف الذین من قبلهم** سے شیعہ حضرات یہ مفہوم بیان کرتے ہیں۔ کہ اگلے لوگوں میں خلافت کے دو طریق ہے قرآن مجید ہیں کہ اللہ

تعالیٰ خلیفہ خود مقرر فرماتا تھا۔ یا اس کا کوئی پیغمبر یہ فریضہ سرانجام دیتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انہیں دو طریقوں سے خلیفہ کا ہونا لازمی ہے۔ مگر شیعہ حضرات کا یہ بھی محض مفروضہ اور سراسر غلط مفہوم ہے۔ اس آیت میں جو تشبیہ ہے وہ نفس خلافت میں ہے۔ یعنی جس طرح پہلے لوگوں میں خلفاء اللہ تعالیٰ نے بنائے تھے۔ اور ان کو تمکین فی الارض اور سلطنت عطا فرمائی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا

اسی طرح اے اُمت محمدیہ! تم میں بھی خلفاء مقرر فرمائیگا اور اس وعدہ خداوندی کے مطابق خلفائے راشدین کو خلیفہ بنایا اور وہ عرب وعجم کے والی بنے تو تشبیہ کیلئے اسی قدر کافی ہے۔ امر تشبیہ میں یہ کوئی ضرور نہیں کہ جن چیزوں میں تشبیہ دی گئی ہو وہ تمام اوصاف لوازمات میں ایک دوسرے کے مشابہہ ہوں۔ جیسے کسی بہادر آدمی کو شیر سے تشبیہ دی کر کہا جاتا ہے۔ ھو کالاسد وہ شیر کی مانند ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ آدی درندہ بھی ہو اور اس کے لئے دم بھی ہو اور گردن پر لمبے لمبے بال ہوں یعنی صرف شجاعت میں تشبیہ مراد ہے۔ اسی طرح اسی طرح یہاں آیت استخلاف کما استخلاف الذین میں بھی صرف خلاف اور حکومت دینے میں ہے تمام صفات ولوازمات میں نہیں ورنہ شیعہ حضرات ان آیات میں جن خلفاء آپ ذکر کر کے (آدم، داؤد، موسیٰ وہارون)

تشبیہ دے رہے ہیں وہ تو انبیاء تھے۔ اگر پوری تشبیہ مراد ہے تو پھر شیعہ جواب دیں کہ خلافت حضرت علی کیلئے ثابت کرنا چاہے ہو وہ تمام اوصاف موجود ماننا لازمی ہوگا۔ جو ان لوگوں میں تھے جن کے ساتھ تشبیہ دی گئی! اور ان آیات میں جن خلفاء کا ذکر کر کے آپ تشبیہ دے رہے ہیں وہ انبیاء تھے۔

خلاصہ جواب: شیعہ حضرات کا آیت استخلاف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ''خلافت بلافصل'' کو ثابت کرنے کیلئے جن تاویلات کا شیعہ حضرات نے سہارا لیا ہے وہ خود ساختہ اور پوچ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل شیعہ حضرات کے عقیدہ میں توحید۔ رسالت قیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے۔ تو توحید۔ رسالت۔ قیامت قرآنی آیات سے واضح اور صریح یعنی صاف الفاظ میں مذکور ہیں لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل واضح اور صاف الفاظ میں نہ قرآن پاک مذکور اور حدیث متواترہ میں اس کا ذکر تو شیعہ حضرات کی یہ حضرات کی یہ تاویلات بے معنی ہیں۔ دوسرے چونکہ شیعہ حضرات کے عقیدہ میں جناب علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل توحید، رسالت قیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے جس کا منکر کافر و مرتد ہے اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا منکر ہمارے عیقدہ میں فاسق ہے جیسا کہ خود رب العزت نے فرمایا۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَالِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

ترجمہ: جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہ فاسق ہے۔ تو شیعہ حضرات کا اس آیہ استخلاف میں ذکر ہے جس خلافت کا اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنا لاعلمی نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ ایسی آیت قرآن پاک سے تلاش کریں جس میں منکر خلافت کو کافر و مرتد کہا گیا ہو۔ شاید اُس قرآن میں ہو جو ان کے عقیدہ میں حضرت امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ صاحبان کی دلیل دوم

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَکَ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ فِيْ عَلِيٍّ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فلما

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ........ ثُمَّ قَالَ اَلَا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ

ترجمہ: جب رسالت مآب چلتے چلتے غدیرخم پر پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اے میرے نبی! جو آپ کی طرف آپ کے رب نے اُتارا اسے لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھیے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو ہی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھا جائے گا۔ جب آپ نے اس پیغام کو سنا تو آپ نے لوگوں کو اپنی اونٹنی بٹھانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم! میں اس مقام سے اُس وقت تک ہرگز آگے نہ بڑھوں گا جب تک اپنے رب کی رسالت کو پہنچا نہ دوں اور فرمایا کہ اونٹوں کے کجاوے جوڑ کر ایک منبر تیار کیا جائے۔ منبر تیار ہوا پھر آپ نے حضرت علی کے ساتھ لیا اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے لوگوں کو سخت ڈانٹا حتیٰ کہ فرمایا اے لوگو! کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہوں۔ سب نے کہا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس کے بعد آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا! کھڑے ہو جاؤ۔ جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا۔ کہ آپ کے بغلوں کی سپیدی دکھائی دی اس کے بعد فرمایا! خبردار! جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے اور دعا مانگی اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو علی کا دشمن ہے تو بھی اس کا دشمن ہو۔ (احتجاج طبرسی باب احتجاج النبی یوم الغدیر)

جواب: شیعہ حضرات کے نزدیک جب کہ خلافت، اصول دین میں سے ہے تو پھر اس کا ثبوت کسی ایسی آیت یا حدیث سے ہونا چاہیے جو ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے قطعی ہو۔ مزید یہ کہ اس آیت یا حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ بلافصل ہونے کو آپ کے

نام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو اور حال یہ ہے کہ مذکورہ بالا۔ آیت تبلیغ کا ''غدیر خم'' کے موقعہ پر بھی نزول غیر یقینی ہے اور الفاظ

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ

میں حضرت علی کی ولایت پر قطعی الدلالۃ نہیں ہیں۔ خود شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر منہج الصادقین میں لکھا ہے۔ (منقول است)

کہ آنحضرت راشبہائی حراست و پاسبانی ے کردند چوں ایں آیت نازل گشت سر مبارک از قبہ کہ از عدیم دوختہ بودند بیروں کرد و فرمودائے مردماں گردید کہ خدائے مرانگہداشت

ترجمہ: اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رات کے وقت صحابہ کرام نگہبانی کیا کرتے تھے۔ تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے اپنا سر انور چمڑے کے بنے ہوئے خیمہ سے باہر نکالا اور نگہداشت پر مامور صحابہ کو ارشاد فرمایا لوگو! اب تم چلے جاؤ کیونکہ میری حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا ہے۔ اس کے علاوہ اسی آیت کریمہ (منہج الصادقین جلد سوم صفحہ ۲۸۴ زیر آیت یاایھا الرسول کے شان نزول میں شیعہ حضرات کے مجتہد علامہ فرات اپنی معتبر کتاب تفسیر فرات کوفی کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں کہ ''فرات''

قَالَ حَدَّثَنِیْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ مُعَنْعَنًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ الْقُرَظِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ (ص) يَتَحَارَسُهٗ اَصْحَابُهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فَتَرَكَ الْحَرَسَ حِيْنَ اَخْبَرَهُ اللّٰهُ اَنَّهٗ يَعْصِمُهٗ مِنَ النَّاسِ

ترجمہ: فرات کہتا ہے کہ مجھے اسمٰعیل بن ابراہیم نے بیان کیا اُس نے بیان کیا اُس نے محمد

بن کعب قرظی سے اور وہ کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابہ کرام حفاظت فرمایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ اے رسول آپ کی طرف سے آپ کے رب نے جو کچھ نازل فرمایا اسے لوگوں تک پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو گویا آپ نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ آدمیوں کے شر سے آپ کو محفوظ فرمائے گا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاسبانی کروانی چھوڑ دی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی خبر آپ کو دی تھی۔

۳۔ شیعہ حضرات کے رئیس المحدثین علامہ الدہر باقر مجلسی قمطراز ہیں۔ حدیث دیگر منقول است کہ پیوستہ جمعے از اصحاب حراست آنحضرت مے نمودند چوں ایں آیہ نازل شد کہ

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

یعنی خدا نگاہ دارید ترا از شر مردم فرمود کہ دیگر کسے مرا حراست نکند کہ خدا مرا نگاہ میدارد۔ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت فرمایا کرتے تھے تو جب یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ فرمائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگہداشت پر مامور صحابہ کرام کو فرمایا کہ لوگو! اب تم چلے جاؤ کیونکہ میری حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا ہے۔ (حیٰوۃ القلوب باب ہشتم صفحہ ۱۱۹)

(تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

تو ان مذکورہ روایات شیعہ حضرات کی کتب معتبرہ سے ثابت ہو گیا کہ آیت تبلیغ

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فِيْ عَلِيٍّ

ترجمہ: نہ تو خم غدیر کے موقع پر نازل ہوئی اور نہ ہی حجۃ الوداع میں وقوف عرفات کے وقت اس کا نزول ہوا اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل کے اعلان کیلئے بطور ڈانٹ نازل ہوئی اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے خطرہ کی ضمانت دیتے ہوئے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس کے الفاظ نازل ہوئے۔ بلکہ مذکورہ بالا روایات کے الفاظ واضح طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ''خم غدیر'' اور ''حجۃ الوداع'' سے بہت پہلے مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کفار کے خطرہ کے پیش نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی حفاظت فرمایا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جب حفاظت اور عصمت کا وعدہ فرمالیا تو آپ نے صحابہ کرام کو حفاظت کرنیکی ذمہ داری سے رخصت عطا فرما دی۔ شیعہ حضرات کا دعویٰ کہ خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ نص قرآنی اور متواترات احادیث اہل سنت و جماعت سے ثابت ہے۔ مگر اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے آیت تبلیغ کے شان نزول میں روایات پیش کی ہیں اُن کا متواتر ہونا تو درکنار۔ خبر واحد ہونا بھی درست نہیں بلکہ وہ موضوع اور ان کی من گھڑت روایات میں سے ہیں۔ دیگر حضرت علی سے چند ایسی باتیں لوگوں نے سرزد ہوتے دیکھیں جن کو انہوں نے زیادتی، سختی، بخل، گمان کیا حالانکہ جو کچھ حضرت علی نے کیا تھا وہی حق و صواب تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احکام حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف سے روانہ ہوئے تو مقام خم غدیر پر آپ نے ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت علی کی فضیلت قرابت، امانت، عدالت کا ذکر فرمایا جس سے لوگوں کے شکوک وشبہات دور ہو گئے۔ ان ایک صاحب بریدہ نامی تھے وہ خود بیان کرتے ہیں۔

عَنْ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ عَلِيِّ الْيُمْنَ .... قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

ترجمہ: کہ میں نے حضرت علی کیساتھ مل کر یمن میں لڑائی کی تو وہاں مجھے ان سے کچھ ایسی حرکات دیکھا پڑی جو زیادتی کے ضمن میں آتی تھیں۔ میں نے ان باتوں کا ذکر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اُس دوران مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس دیکھنے کا اتفاق ہوا مجھے

ناراضگی آثار نظر آئے۔ آپ نے فرمایا اے بُریدہ! کیا میں مومنین کی جانوں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہوں میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے فرمایا جس کا میں مولا اُس کا علی مولا۔ اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو اُن سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔ (حافظ بن کثیر)

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ ۲۰۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق شکایات بے نبیاد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کرنا ہے۔ اس لئے حضرت علی سے پیار، محبت، الفت رکھنی چاہیے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اس واقعہ کا آیت تبلیغ سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کو شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کیلئے دلیل بناتے ہیں۔ اگر بفرض محال اس واقعہ کو درست بھی مان لیا جائے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی۔ من کنت مولا فعلی مولا میں لفظ "مولیٰ" کا معنی خلیفہ بلافصل آیا ہی نہیں۔

وِلَایَت اور وَلَایَت جُدا جُدا دو مصدر ہیں۔ ولَایَت کے معنی راغب اصفہانی عربی زبان کے مشہور لغات میں ہے۔

اَلْوِلَایَۃُ النُّصْرَۃُ وَالْوَلَایَۃُ اَوْلٰی الْاَمْرِ! مَوْلٰی وِلَایَتْ

سے ۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔ اور والی ولایت سے لہٰذا مولیٰ کے معنی ہوئے یا دو مددگار اور والی کے معنی ہوئے۔ امام اور حاکم اور خلیفہ! مولیٰ کے معنی اولیٰ بالتصرف یا خلیفہ اور امام نہیں۔ لغت عرب کی شہرہ آفاق کتاب قاموس میں ہے۔ المولیٰ۔ رب۔ مالک۔ مددگار۔ مُحب۔ محبوب۔ ہمسایہ۔ چچازاد۔ بھائی۔ خُسر۔ حلیف وعقید۔ تابع۔ آزاد۔ غلام۔ منعم۔ منعم

علیہ۔ دوست۔ قریب۔ بیٹا۔ چچا۔ بھانجا۔ شریک۔ نزیل۔ سرپرست۔ وغیرہا مولیٰ کے معنی ہیں۔ اگر نہیں تو خلیفہ نہیں۔ مولیٰ کے اور جو چاہو معنی کرو۔ لیکن اگر نہیں کر سکتے تو اس کے معنی اولیٰ بالامامۃ اور خلیفہ نہیں کر سکتے۔ شیعہ حضرات خدارا سوچو ایسے کئی معنی رکھنے والا لفظ بغیر کسی قرینہ اور دلیل کے کب ایک معنی میں مستعمل ہوگا۔ اور وہ بھی ایسا معنی جو لغت میں آیا ہی نہیں۔ اگر بفرض محال اس لفظ کا وہی لیا جائے جو شیعہ لیتے ہیں تو کہیے اس آیت کریمہ میں اسی لفظ کا معنی کیا یہی کرو گے؟ قرآن مجید

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور جبرائیل آمین اور تمام صالح مؤمن آپ کے مددگار ہیں۔ اگر خلافت بلافصل ہی معنی درست ٹھہرا تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ اور جبرائیل علیہ السلام اور صالح مومنین جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلافصل ہیں۔ العیاذ باللہ۔ باقی جیسا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مولیٰ کہا ہے تو اس طرح مشکوۃ شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ کو فرمایا۔

اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا

تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولا ہے۔ تو کیا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلافصل تھے؟

شیعہ حضرات آپ اپنے اشتہارات میں لکھا کرتے۔ مولانا محمد اسمٰعیل مولانا کفایت حسین مولانا بشیر احمد صاحب تو کیا یہ سب مولانا بلافصل خلیفہ ہیں؟ یہ وہی مولانا کا لفظ تو ہے جو جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق فرمایا اور تم اپنے علماء کے متعلق فرماتے ہیں۔ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے بھی مقتدا مولیٰ رہنما

پیشوا ہیں۔مگر خلافت بلافصل کی کوئی واضح اور صاف صاف دلیل پیش کیجئے۔اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو آپ کے اس ارشاد میں دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ

اے اللہ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ۔اور جو علی رضی اللہ عنہ کا دشمن بنے تو بھی اس کا دشمن ہو وجہ یہ ہے کہ یہاں لفظ مولیٰ عداوت کے مقابلہ میں مذکور ہے۔جب عداوت کا معنی دشمنی ٹھہرا تو لامحالہ اس کی ضد دوستی ہی ہوگی۔اس حدیث کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے شکایات وشبہات غلط اور بے بنیاد ہیں۔شکایت کرنیوالوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت علی شکایت کرنا دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کرنا ہے۔تو بجائے شکایات حضرت علی سے محبت اور الفت جز ایمان سمجھے دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود مولا ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ نہیں بلکہ محبوب مومنین ہیں۔اگر کہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیک وقت مولا ہیں۔

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ

اور یہ جبھی ممکن ہے کہ مولیٰ کے معنی محبوب اور دوست ہوں۔ورنہ ایک ہی وقت میں دو امام اور حاکم اور صاحب تصرف ممکن نہیں۔شیعہ حضرات کی ایک بے بنیاد اور غلط قیاس آرائی یہ کہ لفظ مولیٰ جو اس حدیث میں وارد ہے۔اس کا معنی سردار ہے تو اس معنی سے مراد یہ ہو گی کہ جسے رسول اللہ علیہ وسلم سردار ہیں اُس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی سردار ہیں۔یعنی جس معنیٰ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مولیٰ ہیں اسی معنی سے حضرت علی مولیٰ ہیں۔

جواب: اگر مولیٰ کے معنی آپ کے بیان کردہ اس مقام پر درست مان لئے جائیں تو لازم

آئے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ باقی تمام مخلوقات سے افضل ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی تمام پیغمبروں اور رسولان عظام سے افضل ہوں۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کا انبیاء کرام سے افضل ہونا تو درکنار بقول حضرت امام جعفر صادق انہیں انبیاء کی صف میں شمار کرنا موجب لعنت ہے۔

فتویٰ امام جعفر صادق رجال الکشی صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ کربلا

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِیَآءٌ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَمَنْ شَکَّ فِیْ ذَالِکَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ ہم اہل بیت نبی ہیں اُس پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے اُس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بقیہ تمام انبیاء و رسل سے افضل تو جبھی ثابت ہونے کا احتمال ہے۔ جب آپ خود وصف نبوت اور رسالت سے موصوف ہوں حالانکہ اس ضمن میں ضمیمہ مقبول احمد شیعی دہلوی میں مذکور ہے۔

پھر حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا علی! جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا ہے اُتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملے گا اور اللہ نے تمہیں تنہا ایک اُمت قرار دیا ہے۔ ضمیمہ مقبول احمد شیعی کی اس عبارت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واضح ارشاد مذکور ہوا کہ اے علی! تو تنہا ایک امت ہے یعنی اگرچہ تو کئی اُمتیوں جیسا ایک اُمتی ہے مگر پھر بھی اُمتی ہے نبی نہیں۔

نوٹ: شیعہ حضرات کی یہ دلیل کہ جس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سردار ہیں۔ اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی سردار ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت علی المرتضیٰ ہی سب سے افضل ہیں اور خلیفہ بلافصل ہونا آپ ہی کا حق ہے۔ بے بنیاد

اور غلط ہونا ثابت ہو گیا۔

مذکورہ دلیل کا جواب نمبر۲ (جلا العیون)

پس آنحضرت چشم کشود و فرمود اے عباس اے عم پیغمبر قبول کن وصیت مرا در اہل من و زنان من و بگیر میراث مرا و ادا کن دین مرا و وعدہ ہائے مرا بعمل آور و ذمت مرا بری گرداں عباس گفت یا رسول اللہ من مرد پیر عیال دارم و تو از تیغ عاصف باد دست تر واز ابر بہارے بخشندہ تری و مال من وفائے کند بوعدہ ہائے تو ز بخشش ہائے تو ایں از من بگرداں پس حضرت نے چشم کھولکہ فرمایا۔

اے عباس رضی اللہ عنہ اے عم رسول خدا میری وصیت میرے اہل بیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو اور میرا دین ادا کرو اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ اور مجھ کو بری کرو۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مرد عیالدار ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوائے تند اور ابر بہار سے زیادہ بخشش وسخاوت فرمانے والے ہیں۔ اور میرا حال اپ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا اس سے مجھ کو معاف رکھیئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ اسبات کا اعادہ کیا مگر تینوں مرتبہ حضرت عباس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی جواب دیا۔

پس حضرت فرمود کہ میراث خود را بکسے دہم کہ قبول کند آں را۔ چنانچہ حق قبول کردن است وسزاوار آں باشد چنانچہ تو جواب گفتی جواب نگوید پس با حضرت امیر المومنین خطاب کرد دفرمود یا علی رضی اللہ عنہ تو بگیر میراث مرا کہ مخصوص تست وکسی را با تو نزاع نیست وقبول کن وصیت مرا وبعمل آوار دوعدہ ہائے مرا وادا کن قرضہائے مرا یا علی خلیفہ من باش در اہل من وتبلیغ رسالت من۔

ترجمہ: پس حضرت نے فرمایا میں میراث اس کو دونگا جو قبول کرے اور اس طرح قبول

کرے جو حق قبول کریگا ہے۔ اور جیسا کہ اے عباس رضی اللہ عنہ تو جواب دیا وہ جواب نہ ہوگا۔ پس جناب امیر رضی اللہ عنہ سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں ہے میری وصیت کو قبول کرو اور میرے وعدوں پر عمل کرو اور میرے قرض ادا کرو میرے اہل اور تبلیغ رسالت میں خلیفہ بنو۔

اس روائیت سے معلوم ہوا کہ وصی کے بارے پہلے خم غدیر وغیرہ میں فیصلہ ہوا ہی نہ تھا۔ ورنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کیوں کہا جاتا کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت علی کو کہا جاتا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تم کو ہم نے بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنی وصی بنا دیا ہے۔ تم ایسا کرنا ویسا کرنا۔ (جلاء العیون صفحہ ۵۹ در بیان وصیت مذکورہ دلیل کا جواب نمبر ۳)

جناب رسول کریم کا آخری وقت میں جو خطبہ ارشاد فرمایا اور آخر میں یہ فرمایا۔ کسے کہ والی امرے باید کہ نیکوکار انصار را بنوازد و از بدکردار ایشاں عفو نماید ایں آخر مجلسی بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ حق تعالیٰ را ملاقات کرد

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا کہ جو شخص والی امر مسلمانان ہو لازم ہے کہ وہ انصار نیکوکار کی رعایت کرے اور بدکار سے گردر گذر کرے اور یہ آخری مجلس تھی کہ حضرت منبر پر تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ حق سے ملاقات فرمائی

(جلاء العیون صفحہ ۶۳ در بیان آخرین خطبہ حضرت رسالت)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت تک کسی شخص کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلیفہ نہیں بنایا تھا اگر زخم غدیر میں حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ بن چکے ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ نہ فرماتے کہ جو شخص والی امر مسلمانان ہو (الخ)

بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صاف خطاب فرماتے کہ اے علی تم میرے بعد والئے

امر مسلمانان ہو تم ایسا کرنا ویسا کرنا۔ (جلاء العیون صفحہ ۶۳ مذکورہ دلیل کا جواب نمبر۴)

۴۔ سید ابن طاؤس و ابن شہر آشوب و دیگراں روایت کردہ آند کہ عامر بن طفیل وازید بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند چوں داخل مسجد شدند عامر بنزدیک آنحضرت آمد گفت یا محمد اگر من مسلمان شوم برائے من خواہد بود، حضرت فرمود کہ برائے تو خواہد بود آنچہ برائے ہمہ مسلماناں است گفت مے خواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود۔ اختیار ایں امر بدست خدا است و بدست من تو نیست۔

ترجمہ: سید ابن طاؤس ابن شہر آشوب و دیگر حضرات نے روایت کیا کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس بارادہ قتل آنحضرت آئے جب مسجد میں داخل ہوئے تو عامر نے کہا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے وہ کچھ ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملے گا۔ جب تمہارا فائدہ اور نقصان سب کے ساتھ مشترکہ ہو گا۔ اس نے کہا میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مجھے اور تجھے اس میں کوئی دخل نہیں۔

غور کیجئے! اگر بمقام خم غدیر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کی موجودگی میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان فرما کر ان سے اس معاملہ میں بیعت بھی لی ہوتی جیسا کہ احتجاج طبرسی میں لکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ فَاَقِمْ يَا مُحَمَّدُ عَلِيًّا عَلَمًا وَخُذْ عَلَيْهِمُ الْبَيْعَة

ترجمہ: جبرائیل آمین حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ آپ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی اونچی جگہ کھڑا فرما

کرلوگوں سے ان کے بارے میں بیعت فرمائیں۔سو اگر فیصلہ خلافت بحق علی المرتضیٰ ہو گیا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یہ ہوتا کہ خلافت کا فیصلہ تو بحق علی المرتضیٰ کر چکے ہیں۔ بمقام خم غدیر ہزاروں کے مجمع میں اب اس کا فیصلہ بے فائدہ ہے اور تمہارے لئے اب کوئی گنجائش نہیں۔مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ خلافت کا معاملہ اللہ پاک کے اختیار میں ہے وہ جسے بنانا چاہے گا اسے بنادے گا میں اور تو اس میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہرہ میں اپنے بعد خلیفہ بلا فصل ہونے کا فیصلہ نہیں فرمایا۔لہذا حدیث غدیر

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے پر بطور دلیل پیش کرنا لاعلمی ہے۔

نمبر۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

ترجمہ: بفرض محال اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً آپ کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔اور آپ لازماً خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔اس آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے جناب امام محمد باقر سے جو اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا۔تو اُن حضرت نے فرمایا کہ اس کی تفسیر یہ ہے۔کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم نے اپنے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کے ساتھ کسی اور کی ولایت کا حکم دے دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

کافی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ لَئِنْ اَشْرَكْتَ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم

نے ولایت میں علی کا شریک کسی اور کو کیا تو نتیجہ یہ ہوگا۔ لَيَحْبَطَنَّ

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ تمہارے بعد حضرت علی کی خلافت بلافصل ہوگی اور اس میں کسی کو ساجھی نہ کرنا ہوگا۔ ورنہ آپ کے تمام اعمال معاذ اللہ ضبط کر لئے جائیں گے اور ٹوٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ مگر اس جاہلانہ اور باطل تاویل سے جو توہین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلو نکلتا ہے اس طرح عقل کے اندھوں نے نہ دیکھا اور کور باطنی سے یہ بھی نہ سوچا کہ آپ کی نبوت تو کجا؟ اعمال حسنہ بھی ضبط ہو چکے ہیں۔ ایسی عقل و دانش پر جتنا بھی رویا جائے کم ہے۔ شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر صافی صفحہ ۱۶ے پر ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زوجہ مبارکہ کو یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری اس وقت سنائی جب کہ وہ افسردہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ فرمایا۔

فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ يَلِي الْخَلَافَةَ بَعْدِىْ ثُمَّ بَعْدَهٗ اَبُوْكِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاكَ هٰذَا قَالَ نَبَّانِىَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ

ترجمہ: راز کی بات ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا میرے بعد بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے پھر ان کے بعد تیرے والد بزرگوار یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس منصب پر فائز ہوں گے۔ اس پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ آپ نے فرمایا! مجھے اللہ علیم و خبیر نے خبر دی ہے۔

(تفسیر صافی صفحہ ۱۶ے سورہ تحریم)

اس حدیث کے الفاظ اتنے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ جس کے پڑھنے کے بعد یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا قصہ سراسر باطل اور من گھڑت

ہے کہ اس کے جھوٹ ہونے میں کوئی شبہ تک نہیں رہتا۔ کیونکہ ''خم غدیر'' کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا اعلان کر دیا ہوتا تو اس اعلان کے بعد آپ اپنی زوجہ حضرت حفصہ کو یہ کیسے فرما سکتے تھے۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے۔ کہ میرے بعد خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہوگی اور ان کے بعد تمہارے والد عمر فاروق اس منصب کو سنبھالیں گے اور اگر ان دونوں روایات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بالکل تضاد اور تناقص ہے۔ وہ اس طرح کہ دونوں سچی تو ہو نہیں سکتیں بلکہ ایک صادق اور دوسری کاذب ہوگی جس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ اگر حدیث خم غدیر سے شیعہ لوگوں کا یہ استدلال مان لیا جائے کہ حضرت علی کی خلافت بلافصل کا وہ اعلان تھی۔ تو پھر اس حدیث کی رو سے کذب باری تعالیٰ لازم آئے گا جو کہ اس کی ذات پر بہتان عظیم ہے کیونکہ اس کی شان تو مَن اَصدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیثاً ہے۔

دیگر اس روایت کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ امر خلافت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں حضرات شریک فرمایا۔ اور یہی شرکت تھی کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرمایا تھا۔ تو جب منع کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکے تو اس پر جو وعید تھی وہ لازماً اثر انداز ہوگی تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت علی میں ان دونوں کو شریک فرما کر اپنے اعمال حسنہ بھی ضائع کر دیئے اور اپنا شمار اُن لوگوں میں کر لیا جو سراسر نقصان اٹھانے ہیں۔ العیاذ باللہ من الرافضین

دلیل نمبر ۶: شیخ مفید روایت کردہ است کہ حضرت مردم را مرخص فرمود بیروں رفتند عباد و فضل پسر او و علی بن ابی طالب و اہل بیت مخصوص آنحضرت بنزد او ماندند پس عباس گفت یا رسول اللہ اگر ایں امر خلافت در ما بنی ہاشم قرار خواہد گرفت پس ما را بشارت دہ کہ ما شاد شویم و

اگر میدانی بر ماستم خواہند کرد و خلافت را از ما غصب خواہند کرد۔ پس با صحابہ خود سفارش ما را کن بگفت حضرت فرمود کہ شمارا بعد از من ضعیف خواہند کرد و بر شما غالب خواہند شد پس ہمہ اہل بیت گریاں شدند۔

خلاصہ کلام: واقعہ حدیث قرطاس کا ہے کہ قلم دوات لانے کے متعلق جب صحابہ کرام میں اختلاف ہوگیا۔ تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کو اُٹھ جانے کا حکم دیا۔ جب سب اٹھ کر چلے گئے تو وہاں صرف حضرت عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور صرف اہل بیت تھے۔ تو حضرت عباس نے عرض کی یارسول اللہ اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا تو پس ہم کو بشارت دیجئے۔ کہ ہم خوش ہوں اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے اور ہم سے خلافت کو غصب کریں گے پس اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو بعد میرے ضعیف کریں گے اور تم پر غالب ہوں گے۔ اور حالت یہ تھی کہ جناب عباس فضلِ بن عباس علی بن ابی طالب اور دیگر موجود اہل بیت رو رہے تھے اور آپ سے ناامید ہوگئے۔ مذکورہ حدیث میں اس بات کی صاف وضاحت ہے اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا فیصلہ خُم غدیر کے مقام پر ہو چکا ہوتا اور وہ بھی ہزاروں لوگوں کے سامنے تو قلم دوات لانے کے اختلاف کے موقعہ پر حضرت عباس بجائے اس کے کہ امر خلافت ہم نبی ہاشم میں قرار پائیگا کی بجائے یوں کہتے یارسول اللہ اگر خلافت علی (جیسا کہ آپ خُم غدیر پر فیصلہ فرما چکے ہیں) قائم و بحال رہے گی۔ تو ہم کو خوشخبری دیجئے۔

مذکورہ حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اہل بیت، حضرت عباس، فضل بن عباس، حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سب کا یہ عقیدہ تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف زبان اقدس سے بغیر تحریر کئے صحابہ کرام کو فرما دیں کہ میرے بعد حضرت علی کو خلیفہ بنالینا تو کوئی بھی انکار نہ کرتا۔ خلاصہ کلام (کہ حدیث قرطاس) نے ثابت تو کیا کرنا تھا یہ واضح کردیا۔ کہ خُم غدیر

کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سروپا واقعہ ہے۔ (جلاالعیون صفحہ ۱۶۱)

دلیل نمبر ۷: اہل سنت کے ہاں ایک حدیث پاک ہے

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور اس حدیث کی تصدیق شیعہ حضرات کے مشہور مجتہد علامۃ الدھر ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب حیات القلوب میں مندرجہ ذیل الفاظ سے کی ہے۔ (صفحہ ۱۳۸ جلد دوم)

میزدہم آن است کہ خدا ایشاں را از گرسنگی نے کشد وایشاں را بر گمراہی جمع نہ کند و مسلط نے گرداند بر ایشاں دشمن غیر از ایشاں و ہماں را بعذاب معذب نے گرداند و طاعون را شہادت ایشاں گرویندہ است۔

ترجمہ: خواص اُمت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تیرھویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھوک سے ہلاک نہیں کرے گا اور انہیں گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور ان پر ان کے علاوہ کسی دشمن کو مسلط نہیں کرے گا۔ سابقہ اُمتوں جیسے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا اور طاعون سے واقع موت کو شہادت گردانے گا۔ یہ وہ حدیث ہے جس پر شیعہ سنی کا اتفاق ہے اس میں علاوہ دوسری خصوصیات کے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ میری اُمت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو گی۔ تو آیئے اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ خلافت کو سمجھیں۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ خلافت بلافصل حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی منصوص تھی اور خُم غدیر کے مقام پر تمام صحابہ کرام نے اس کو مان لیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے فوراً بعد تین افراد کے سوا سبھی اپنے اقرار و بیعت سے پھر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر لی۔ اس طرح

وہ الضلالۃ پر اکٹھے ہوگئے جس کی بنا پر وہ مرتد ٹھہرے (معاذ اللہ) اور یہ کہنا ہماری طرف سے فرضی کہانی نہیں بلکہ ان کے ارتداد کو مشہور شیعہ مصنف رجال کشی میں یوں تحریر کرتا ہے۔

قَالَ اَبِی جَعْفر (ع) قَالَ کَانَ النَّاسُ اَھْلَ الرِّدَّۃِ النَّبِیَّ اِلَّا ثَلٰثَۃً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَۃُ فَقَالَ الْمِقْدَادُ ابْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْ ذَرِ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْغِفَارِیُّ

ترجمہ: امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین افراد کے سوا تمام مسلمان مرتد ہوگئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ تین کون تھے؟ فرمایا مقداد بن مسعود، ابوذر غفاری، سلمان فارسی رجال کشی درذکر سلمان فارسی صفحہ نمبر ۱۲

رجال کشی کے مصنف کی تحریر کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد آپ کی اُمت (سوا تین افراد) الضلالۃ پر جمع ہوگئی۔ اور حالانکہ گذشتہ حدیث جو شیعہ سنی میں متفق علیہ ہے۔

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ

بحوالہ حیات القلوب ذکر کی گئی کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میری اُمت کسی دور میں بھی گمراہی پر جمع و متفق نہ ہوگی۔ سوچو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اُمت کا گمراہی پر متفق نہ ہونے خصوصیت بیان فرمائیں۔ لیکن خدا کا یہ کہ (رجال کشی والا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد سب کو متفق علی الضلالۃ گردانے۔ جب اس کفریہ عبارت کا مطلب شیعہ حضرات سے پوچھا کہ تم نے

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَھۃ

کے خلاف عقیدہ کہاں سے لیا اور اس کی صحت کی تمہارے ہاں کیا دلیل ہے؟

جواب ملا کہ اس وقت تمام صحابہ کرام کا (تین افراد کے علاوہ) مرتد ہونا بایں وجہ تھا کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد حدیث خُم غدیر کی مخالفت کی تھی جس میں حضرت علی کے خلیفہ ہونے کا اعلان تھا۔

مقام غور وفکر خدارا سوچو دین وایمان ملا تو قرآن حدیث کے ذریعے سے اور قرآن وحدیث ملا تو صحابہ کرام کے ذریعے سے۔ معاذ الہ اگر بقول ان کے سب مرتد ہو گئے تھے تو ان کے ذریعے قرآن وحدیث ہم تک پہنچے وہ نا قابل یقین اگر یہی نا قابل یقین ہوئے تو دین وایمان کہاں سے اور کس سے ملے گا۔

آج تک اپنے بیگانے اس پر متفق ہیں کہ قرآن وحدیث صحیح حق ہیں جب یہ حق ہیں تو جن کے ذریعے ہم تک یہ پہنچے وہ بھی لامحالہ حق ہیں اور ان کی حقانیت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ سے بالکل صاف ظاہر ہے۔

احقاق الحق صفحہ ١٦ پر ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَ مَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: وہ دونوں حضرات امام تھے۔ جو عادل ومنصف تھے ہمیشہ حق پر رہے۔ اور حق پر فوت ہوئے۔ پس ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو قیامت کے دن تو جب ثابت ہو گیا کہ قرآن وحدیث بھی حق اور صحابہ کرام بھی حق پر ہیں اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی حق تو ان کی صداقت چاہتی ہے کہ "حدیث خُم غدیر" والا واقعہ سراسر باطل ہے جس

سے ساری اُمت کی گمراہی نکلتی ہے۔

شیعہ حضرات کا یہ کہنا ہے کہ جس معنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مولیٰ ہیں اسی معنیٰ سے حضرت علی مولیٰ ہیں۔تو یہاں اس روایت میں مولیٰ کے معنی دوست کے ہیں۔جس پر اسی روایت کے اگلے الفاظ خود دال ہیں۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ

اے اللہ تو دوست اس کو جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔یہ الفاظ بین قرینہ ہیں کہ اس روایت میں مولیٰ کے معنیٰ دوست ہیں۔وجہ یہ ہے کہ یہاں لفظ مولیٰ عداوت کے مقابلہ میں مذکور ہے جب عدوات کا معنی دشمنی ٹھہرا تو لامحالہ اس کی ضد دوستی ہی ہوگی۔لہٰذا اس حدیث پاک کا مفہوم صرف اس قدر ہے جس کا میں دوست ہوں اس کا علی دوست ہے اس سے اُس شخص کو تنبیہ مقصود تھی جس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ رنجش تھی اور حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں شکایات وشبہات بے بنیاد ہیں۔شکایت کرنیوالوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شکایات کرنا دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکایت کرنا ہے۔اوران لوگوں کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پیار ومحبت اور الفت رکھنی چاہیے۔تو اس شخص کی بے بنیاد رنجش کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسی جنگل میں عالم ہوا جس کی فیصلہ اُسی جنگل یعنی خم غدیر میں فرمادیا۔

مگر شیعہ حضرات کی الٹی منطق وہ اس حدیث پاک سے لفظ مولیٰ سے خلافت بلا فصل کے معنی گھڑتے ہیں۔کبھی مولیٰ کا معنی سردار لیکر اپنا مدعا ثابت کرنیکے کوشش کرتے ہیں۔ کیا اس معنی کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے برابری لازم نہیں آتی؟ اور زمانہ نبوت میں ایک مرتبے پر دو حضرات فائز المرام نہ ماننے پڑیں گے؟

(سورۃ تحریم پارہ ۲۸ آیت نمبر ۴)

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلَ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

بلاشبہ اللہ وہی اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولا ہیں اور جبرائیل آمین اور نیک مومنین اس آیہ کریمہ میں مولا کا معنی دوست نہیں؟ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہاں بھی معنی نہیں لیا جاتا۔ اگر

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ

والی آیت میں مولیٰ کا معنی سردار لیا جائے تو معنی یوں بن جائیگا۔ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرادر ہیں اور جبرائیل بھی سردار ہیں اور نیک مومن بھی سردار۔ شیعہ حضرات پر سخت حیرانگی ہے کہ ایک طرف تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل کو اصول دین سے گردانتے ہیں۔ جیسا کہ توحید رسالت قیامتم توجیسے توحید۔ رسالت۔ قیامت کا منکر کافر ہے۔

اسی طرح عند الشیعہ حضرت علی کی خلافت بلافصل اصول دین سے ہے اس کا منکر کافر ہے۔ لہذا اصول دین کیلئے صریح نص کا ہونا ضروری ہے۔ تو جس طرح توحید رسالت کا عقیدہ قرآن مجید کی نص صریح واضح اور صاف صاف الفاظ میں ثابت ہے ایسے ہی خلافت بلا فصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ قرآن مجید کی نص صریح سے واضح اور صاف صاف الفاظ میں ثابت کریں مگر قیامت تک نہیں کر سکتے۔ باقی یازدہ اماموں کی خلافت وامامت کا منصوص بالاسم قرآن مجید میں ہونا تو بجائے خود صرف حضرت علی کی خلافت بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں کر سکتے۔ مزید حیرانگی اس بات پر ہے کہ یہ کیسا اصول دین ہے۔ (خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ) جس کا ذکر نہ قرآن پاک میں صراحتاً موجود ہے نہ کسی حدیث متواتر اہل سنت میں حق تو یہ تھا جیسا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک مسئلہ خلافت بلافصل اسقدر اہم

ہے اور توحید رسالت کی طرح اصول دین سے اور اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے تو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلایا اور ہر مرتبہ تمام فرائض اور رئیس المحدثین ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں رقمطراز ہیں۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ حق تعالیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صد و بیست مرتبہ بہ آسمان بردودر ہر مرتبہ آنحضرت دادر باب ولایت و امامت امیر المومنین و سائر ائمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین زیادہ بر سائر فرائض تاکید و مبالغہ نمود سے معتبر سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ کہ

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلایا اور ہر مرتبہ حضرت علی امیر المومنین اور دیگر تمام ائمہ طاہرین صلوٰت اللہ علیہم اجمعین کی ولایت و امامت کی اتنی تاکید اور مبالغہ فرمایا کہ دوسرے فرائض میں اتنی تاکید و مبالغہ نہیں۔

حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۷۰ باب بست و چہارم در ذکر معراج اور اس کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر یکے بعد دیگرے تین دفعہ سخت تاکید اور ڈانٹ پلانے ساتھ خلافت علی کے اعلان کی حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی مخالفت کے ڈر سے بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حفاظت کا مطالبہ کیا اور جب حفاظت کی ضمانت مل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا ان الفاظ میں اعلان فرمایا۔

شیعہ حضرات غور کر جب یہ مسئلہ عقائد قطعیہ میں تھا یعنی اصول دین سے تھا تو پروردگار عالم نے

يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ

کی طرح صراحتاً کیوں نہیں فرمایا۔

يَا عَلِيُّ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِيْفَةً بِلَا فَصْل بَعْدَ النَّبِیُّ

قرآن میں آ جاتا مزید حیرانی اس پر جب رب العزت نے یہ الفاظ نازل فرمائے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس

جن کے ذریعہ آپ کی حفاظت کا ذمہ اپنے سپرد کیا تو پھر ایسے گول مول لفظ۔ خلافت بلافصل کیلئے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاب صاف کہہ دیا ہوتا کہ اے رسول علی آپ کے بلافصل خلیفہ ہیں۔ اُن کی ایسی خلافت کا اعلان کردو اور عبارت نازل ہوتی۔

قُلْ يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ عَلِیٌّ خَلِيْفَتِیْ مِنْ بَعْدِی بِلَا فَصْل

لفظ مولی فرمایا جو کئی معانی رکھتا ہے۔ دوست مالک۔ غلام۔ قریبی۔ چچا زاد بھائی۔ پڑوسی۔ داماد وغیرہ جن میں خلیفہ بلافصل کا نام نہیں

شیعہ حضرات کا اعتراض حضرت عبداللہ بن مسعود سے ابن مردویہ نے نقل کیا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یوں (آیت تبلیغ پڑھ کرتے تھے)

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْکَ اَنَّ عَلِيًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه، وَاللّٰهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مومنین کا مولی ہونے کا حکم نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچادیں اور بفرض محال اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھئے کہ آپ نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ درمنشور جز ثانی زیر آیت

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ

لہذا اس روایت کے الفاظ کے مطابق۔

اِنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

کے جملے کا یہی مفہوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام مومنوں کے مولیٰ اور خلیفہ ہونگے لہذا ثابت ہوا کہ

حضرت علی کی خلافت منصوص من اللہ ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ خلافت بلافصل ہے۔

جواب نمبر ۱: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ثقہ اور عادل ہونے میں واقعی کسی سنی کو اختلاف نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ابن مردویہ جو اس حدیث کے ابن مسعود سے مروی ہیں کی روایت کی سند کہاں سے معلوم اور واضح ہے۔ ابن مردویہ حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ اصفہانی ہیں جن کی پانچویں صدی ہجری میں رحلت ہوئی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بلا واسطہ ان کا سماع تو ہو نہیں سکتا لازماً دونوں حضرات کے درمیان اس روایت کے اور بھی راوی ہوں گے لیکن بسیار تلاش کے باوجود ان درمیان روایت حدیث کا کوئی پتہ نہ چل سکا نہ اُن کے نام معلوم نہ ان کی ثقاہت وعدالت کا پتہ تو جس روایت کا معیار معلوم نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر کوئی شیعہ علماء سے اس روایت کی مکمل سند اور صحیح الاسناد ہونا ثابت کر دے تو پانصد روپیہ انعام حاصل کرے اور دلیل وحجت بھی بتائے۔

جواب نمبر ۲: قرآن مجید میں آیہ کریمہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ

ہم نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور ہم خود اس کے محافظ ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے جس کی شان

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ھے

توجس کلام کے حفاظت ایسی قدرت والا اپنے ذمہ لے اُس سے یہ الفاظ

اَنَّ عَلِیًا مَوْلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ

کیسے کوئی نکال سکتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ تفسیر درمنشور میں جو یہ الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب کئے گئے۔ موضوع ہیں وہی یہ بات کہ اس جملہ کو کس نے گھڑا۔ تو اس کے جواب میں گذارش ہے کہ خلافت بلافصل ثابت کرنیکی جسارت کی اور یہاں تک کہ کہہ دیا کہ قرآن پہاک کی خلافت بلافصل ثابت کرنیکی جسارت کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن پاک میں (معاذ اللہ) تحریف ہو چکی ہے۔ چنانچہ آیت زیر بحث میں لکھا ہے کہ اس کا نزول ان الفاظ کے ساتھ ہوا تھا۔

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فِیْ عَلِیٍّ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ

ثبوت شیعہ حضرات کے علماء کا کہ (معاذ اللہ) قرآن پاک میں تحریف ہو چکی ہے۔

وَلَقَدْ عَھِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا

اور آدم کو ہم نے پہلے ہی ایک حکم دیا تھا پس وہ اس کو بھول گئے اور ہم نے اُن میں پختگی نہ پائی۔ (ترجمہ مقبول)

وَلَقَدْ عَھِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ کَلِمٰتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَالْاَئِمَّۃِ مِنْ ذُرِّیَّتِھِمْ فَنَسِیَ

ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا واللہ جناب رسول خدا پر یہ آیت اس طرح نازل ہوئی۔ (بحوالہ اصول کافی)

غور کیجئے موجودہ قرآن پاک میں

كَلِمٰتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَفَاطِمَۃَ وَ حَسَنٍ وَحُسَیْنٍ وَ ائمہ

کے الفاظ موجود نہیں بلکہ موجودہ قرآن پاک میں یہ آیت یوں ہے۔

وَلَقَدْ عَھِدْنَآ اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ

شیعہ حضرات ایمان سے کہیے تحریف ہوئی یا نہیں؟ (ترجمہ مقبول شیعی صفحہ ۶۳۷ پر حاشیہ نمبر ۲ تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر سے منقول ہے)

کہ جبریل آمین نے جناب رسول خدا کو یہ آیت یوں پہنچائی تھی۔

ذَالِکَ بِاَنَّھُمْ کَرِھُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ

(صفحہ ۱۰۱۱ سورہ محمد ترجمہ مقبول)

ذَالِکَ بِاَنَّھُمْ کَرِھُوْ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْ عَلِیٍّ

مگر مرتدین نے نام اڑا دیا پس اس کا نتیجہ بھگتیں گے۔ ایمان و انصاف سے کہو تحریف ہوئی یا نہیں؟

کیونکہ موجودہ قرآن پاک میں سورہ محمد کی اس آیت میں فی علی کے الفاظ نہیں۔

جواب نمبر ۳: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ پ ۴ آل عمران کے متعلق ترجمہ مقبول کے صفحہ ۱۲۵ پر مرقوم ہے ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

اَنْتُمْ خَیْرَ ائمۃٍ اور خَیْرَ اُمَّۃٍ

کی سخت تردید فرمائی۔ شیعہ حضرات امام معصوم کا قول ہے سوچ کر جواب دیجئے اور ایمان سے کہیے تحریف ہوئی یا نہیں؟ آیئے اب اصلی مقصد پر جب اللہ پاک فرماتا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ

ہم نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور ہم خود اس کے محافظ ہیں تو جب اللہ تعالیٰ اس

کا محافظ ہے کون اس کو محرف و مبدل کر سکتا ہے اور اس نص قرآنی کے مقابلے میں کوئی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ ثابت ہو گیا کہ اِنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ والی روایت موضوع ہے من گھڑت اور باطل۔

بہت حیران ہیں علمائے شیعہ اس بات میں کہ رسول معصوم نے اللہ کے حکم کو بار بار کیوں رد کیا؟ خلیل قزوینی نے صافی شرح کافی میں جو تاویل کی ہے وہ یہ ہے۔

میل رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایں بود کہ شاید کہ تصریح و تفسیر ولایت در قرآن شود اکتفا بہ سنت نہ شود۔ رسول علیہ السلام کی یہ خواہش تھی کہ شاید تصریح اور تفسیر حکم ولایت کی قرآن میں نازل ہو جائے فقط سنت پر اکتفا نہ رہے۔

بھلا تاویل کیوں کر صحیح ہوگی؟ اللہ کے کاموں میں رسول کو کیا دخل تھا۔ اللہ کو اختیار ہے کہ جس حکم کو چاہے قرآن میں بیان کرے جس کو چاہے نہ بیان کرے اس تاویل سے رسول کو بار بار اللہ کے حکم کا رد کرنا جائز ہو گیا۔ اور یہاں سے یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن میں نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے سے اللہ تعالیٰ کا انکار

حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْفَزَارِیُّ............ فَمَا تَاوِیْلُ قَوْلِہٖ (لَیْسَ لَکَ وَسَّمِ حَرَصَ اَنْ یَّکُوْنَ الْاَمْرُ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (ع) مِنْ بَعْدِہٖ فَاَبَی اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ وَکَیْفَ لَا یَکُوْنُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ وَ قَدْ فَوَّضَ اِلَیْہِ فَمَا اَحَلَّ کَنَ حَلَالًا اِلٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَا حَرَّمَ کَانَ اِلَی الْقِیَامَۃِ

ترجمہ: حضرت ابن محمد الفزاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اور حضرت جابر

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے (لیس لک من الامر شیئ) آیت کا حصہ تلاوت کیا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملہ کو قطعاً کوئی اختیار نہیں) چونکہ اس آیت کا حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار کی عام اور مطلق نفی ہے حالانکہ آپ مختار ہیں تو اس پر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا۔ امام موصوف کے کہنے کے بعد میں نے عرض کی آپ پر اے امام میرے ماں باپ قربان (اگر آپ کا فرمانا درست ہے) تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے۔

لَيۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ

اور اس کی کیا تاویل ہوگی۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کے شدید متمنی تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے خلافت بلافصل کا حکم عطا فرمائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کرنے سے انکار فرمادیا۔ پھر امام موصوف نے فرمایا یہ کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی تفویض فرمادی۔ تو اللہ کی تفویض کیوجہ سے جو کو آپ نے حلال فرمادیا۔ وہ قیامت تک حلال ہوئی اور جس کی حرمت فرمادی وہ قیامت تک حرام ہوئی۔

شیعہ حضرات غور کا مقام ہے کہ اس روایت میں تو حضرت امام باقر نے ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت" بلا فصل کا سوال تو کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکا انکار کر دیا۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل نہ ہونے پر قرآن مجید کی آیت کی تاویل بیان فرمادی۔

اور وجہ اس انکار کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے اسلئے آپ نے فرمایا کہ

ے حبیب محترم! جس خلافت کا میں نے اپنے کلام میں وعدہ فرمایا ہے اس کی ترتیب میں بلا فصل ابو بکر صدیق ہونگے اور بالفصل چوتھے نمبر پر حضرت علی کی خلافت ہوگی۔ چونکہ یہ ترتیب قلم قضاء قدر سے تحریر ہو چکی ہے اسلئے اس میں تغیر وتبدل محال ہے۔ اور میرا اعلان بھی ہے۔

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

یعنی کلمات خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

لمحہ فکریہ! اگر آپ بنظر غائر اس مقام کا مطالعہ فرمائیں گے تو یقیناً آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اگر واقعی اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ آسمان سے امرِ خلافت کا فیصلہ حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں فرما دیا تھا۔ (جیسا کہ بحوالہ حیات القلوب سے اس کی تائید پیش کی جا چکی ہے) تو پھر خم غدیر کے موقعہ پر مزید تہدید زور سے اس کے اعلان کا ارشاد ہوتا تو اس کے بعد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس فرمائش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا تو اس سے اُس روایت کا کیا مقام رہ جاتا ہے؟

اب اس کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات یہی بے سرا راگ الاپتے ہیں کہ خُم غدیر کے موقعہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا اعلان فرما دیا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بھی سوائے تین چار صحابہ کے تمام نے مخالفت کی جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے۔ (معاذ اللہ) تو پھر ہم شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

کی غلط تاویل کرتے ہوئے مذکورہ جرم کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟ تفسیر القرآن الکوفی قرات بن ابراہیم

حضرت علی کے خلیفہ بلافصل ہونے سے نبی پاک کا انکار

شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا اور سب چلے گئے تو عباس رضی اللہ عنہ ان کے بیٹے فضل اور علی ابن ابی طالب اور اہل بیت مخصوص حضرت کے نزدیک رہ گئے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر امر خلافت ہم نبی ہاشم میں قرار پائیگا پس ہم کو بشارت دیجئے کہ ہم خوش ہوں اور اگر آپ کے علم میں یہ ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں گے تو ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیجئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد تمہیں بے بس کر دیا جائے گا۔ بس اس قدر الفاظ فرما کر سکوت فرمالیا اور حالت یہ تھی کہ جناب عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور دیگر موجود اہل بیت رو رہے تھے اور روتے روتے آپ سے ناامید ہو کر اٹھ گئے۔ اس سے صاف بالوضاحت ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی آخری وقت تک کسی کو خلافت کیلئے نامزد نہیں فرمایا تھا۔ اگر حضرت علی کی خلافت بلافصل کا فیصلہ مقام خُم غدیر پر ہو چکا ہوتا وہ بھی ہزاروں لوگوں کے سامنے تو قلم دوات لانے کے اختلافت کے موقعہ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی گذارش مذکورہ الفاظ کی بجائے یوں ہونا چاہیے تھا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر خلافت علی رضی اللہ عنہ جیسا کہ آپ خُم غدیر پر فیصلہ فرما چکے ہیں قائم ودائم رہیگی تو ہمیں خوشخبری سنا دیجئے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ بمقام خُم غدیر ہزاروں کے مجمعے میں اعلان فرما چکے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ و دیگر اہل بیت اسبات کے خواہش مند تھے کہ آخری ایام میں شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حق میں خلافت بلافصل کا اعلان فرما دیں۔ تو اس موقعہ پر جب آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلا کہ تم کو کمزور و بے بس کر دیا جائیگا تو

ان الفاظ کو سنتے ہی یہ سب حضرات جان گئے کہ خلافت بلافصل ہمیں نہیں ملے گی۔

(جلاء العیون صفحہ ۶۱)

خلاصہ حدیث قرطاس نے ثابت تو کیا کرنا تھا بلکہ یہ واضح کر دیا کہ خُم غدیر کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سروپا واقعہ ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو قطرۂ خون نہ نکلا

(الارشاد للشیخ المفید باب فی طلب رسول اللہ بدواۃ وکتف)

حضرت علی المرتضٰی کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کی تیسری دلیل

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رٰکِعُوْنَ (پارہ ۶)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں ہے کہ حاکم تمہارا اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (ترجمہ مقبول شیعی)

شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ حاکم اور متصرف بالامور صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ہیں اور وہ مومنین ہیں جو حالت نماز میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے ایک سائل آیا تو آپ نے اپنی انگشتری حالت رکوع میں اس کو دے دی جیسا کہ اہل سنت کی معتبر مدارک میں منقول وموجود ہے۔

غور کیجئے! اس آیت کے اندر نہ تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا نام مذکور ہے اور نہ ہی خلافت کا کوئی ذکر موجود ہے تو اس آیت سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کیسے ثابت ہوگئی۔ اگر شیعہ حضرات کہیں کہ ولی کے معنی یہاں خلیفہ بلافصل ہے تو پھر

اللہ اور اس کے رسول کا ولی ہونا بھی بلافصل کے معنی میں ہوگا۔

آیت مذکور میں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰواةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ

تمام جمع مذکر کے الفاظ ہیں۔ تو پھر اکیلے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ولایت کو خاص کرنا کن اصول وضوابط کے ماتحت ہے؟ تو اس نص قرآنی سے تو قطعاً خلاف بلافصل ثابت نہیں ہوسکتی۔

باقی رہا حالت رکوع میں انگشتری سائل کو دینے کا قصہ تو شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں کہ یہ اہل سنت کے نزدیک روایت متواترہ ہے؟ اس روایت کا متواتر ہونا درکنار خبر واحد صحیح کا درجہ بھی نہیں رکھتی بلکہ پرلے درجے کی ضعیف اور موضوع کہی گئی ہے۔ جیسا کہ تفسیر مدارج میں قیل کے لفظ سے نقل کی گئی ہے جو کہ اس روایت کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

شیعہ حضرات اس آیت کے شان نزول کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُتری حالانکہ مفسرین اسباب پر متفق نہیں ملاحظہ کیجئے تفسیر ابن جریر۔

وَقَالَ اَتَوَلَّى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَبْرَأُ مِنْ حَلْفِ الْكُفَّارِ وَلَا يَتَهِمُ فَفِيْهِ نَزَلَتْ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰواةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ لِقَوْلِ عُبَادَةَ اَتَوَلَّى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَبَرُّئِهٖ مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعٍ وَوِلَايَتِهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا کہ میں اللہ، اللہ کے رسول اور

مومنین کو دوست رکھتا ہوں اور کفار کی دوستی اور حلف سے دست بردار ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جو

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے لے کر فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ تک ہے۔

روح المعانی میں اس آیت کے تحت ایک اور روایت مذکور ہے جس کا مفہوم ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام مشرف باسلام ہوئے اور اُن کے ساتھ چند اور بھی لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ تو ان کی قوم اور رشتہ داروں نے ان کے ساتھ کھانا پینا، لین، دین، رشتہ وغیرہ سب امور یکسر ختم کر دیئے۔ جس پر یہ آیتکریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّما وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

روح المعانی کی یہی روایت شیعہ حضرات کی معتبر مجمع البیان میں بھی موجود ہے۔ مگر دونوں روایتوں کی سند میں اختلاف ہے۔

صاحب روح المعانی نے ابن مردویہ سے روایت فرمائی جبکہ صاحب مجمع البیان میں یوں منقول ہے۔

قَدْ رَوَاهُ لَنَا السَّيِّدُ اَبُوْ الْحَمْدِ عَنْ اَبِي الْقَاسِمِ الْحَسْقَانِيْ بِالْاَسْنَادِ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوْعِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

صاحب مجمع البیان نے اس آیت کریمہ کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں متصل سند کے ساتھ ہونا ذکر فرمایا ہے۔

اس تفسیر میں ایک اور روایت بھی منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

وَقَالَ الْكَلْبِيُّ نَزَلَتْ فِيْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّلَامِ وَاَصْحَابِهٖ لَمَّا

اَسْلَمُوْا فَقَطَعَتِ الْيَهُوْدُ مَوَالَاتِهِمْ

ترجمہ: کلبی نے کہا کہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰہُ الاخر یہ آیت کریمہ حضرت عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب وہ مشرف باسلام ہوئے اور اسلام لانے کے بعد یہودیوں نے ان سے دوستی ختم کردی تھی۔ صاحب مجمع البیان نے اسی آیت کریمہ کے تحت ایک اور روایت کی ہے۔

فِيْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ذُهَيْرٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ رَهْطٍ مِنْ قَوْمِهٖ يَشْكُوْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَقُوْ مِنْ قَوْمِهِمْ بَيْنَهُمْ يَشْكُوْنَ اِذْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

ترجمہ: ابراہیم بن حکم بن زہیر کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو اپنی قوم سے ملنے والی تکالیف کی شکایت کرنے لگے۔ دوران شکایت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰہُ'' الخ تو ثابت ہو گیا کہ اس اختلافات روایت سے لفظ ولی کو اس مقام پر حاکم اور متصرف بالامور کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہاں اس ظاہری کمی کو جو کفار اور یہود کی دوستی سے متوقع تھی کا ازالہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی اپنے پیغمبر کی دوستی اور مومنین کی دوستی کا مژدہ سنایا۔ جس سے واضح ہوا کہ لفظ ولی اس مقام پر دوست کے معنی پر استعمال ہوا ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس آیت کے شانِ نزول میں جو شیعہ حضرات بتلاتے ہیں کہ شیعہ اور سنی مفسرین بھی متفق نہیں۔

شیعہ حضرات سے سوال ہے کہ کیا آیت کے ماقبل اور مابعد والی آیت کا تعلق ہوتا

ہے یا نہیں کیا ماقبل کی آیت ادائیگی مفہوم کیلئے قرینہ بن سکتی ہے یا نہیں اگر نہیں بن سکتی تو باہمی ارتباط نہ رہا حالانکہ قرآن پاک افصح اور ابلغ کی کلام ہے۔ اگر ہوتا تو ماقبل والی آیت میں محبت اور مودت کا ذکر ہے اب فرمایئے اس ربط و نسق کے پیش نظر ولی کا معنی محبت کیوں نہ لیا جائے۔ ماقبل کی سورۂ مائدہ میں آیت ۵۱

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَآءَ

ترجمہ: اے ایمان والو مت پکڑو یہود اور نصاریٰ کو دوست اور آیت نمبر ۵۵

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْهے .اور آیت ۵۷

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ

ترجمہ: اے ایمان والو دوست و رفیق نہ پکڑو ایسوں کو جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں یہود و نصاریٰ کو اور کفار کو

خلاصہ کلام

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اس آیت سے پہلے آیت نمبر ۵۱ اور اس کے بعد آیت نمبر ۵۷ میں اللہ تعالیٰ جو مومنین کو حکم دے رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تم کس سے دوستی اور محبت رکھو اور کس سے دوستی و محبت نہ رکھو۔ جس میں یہ فرمایا گیا کہ تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ اور اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو اہل کتاب میں سے تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں۔ بلکہ تمہارے دوست و رفیق صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور مہاجرین و انصار ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رکوع اور عاجزی کرتے ہیں۔

اس آیت میں اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ کے بعد جو آیت نمبر ۵۶ اس میں

فرمایا گیا۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ کہ یہی اللہ تعالیٰ کی جماعت غالب ہوگی۔

تو شیعہ حضرات اپنے عقائد کے مطابق اس آیت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کیسے مراد لے سکتے ہیں۔ جبکہ ان کے نزدیک حضرت علی تمام عمر مغلوب رہے حتیٰ کہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر ان سے حضرت ابوبکر کی خلاف پر بیعت کرائی گئی۔ جیسا کہ آپ کی معتبر کتاب جلاالعیون صفحہ ۱۵۵ پر یہ عبارت موجود ہے۔

ریسمانی درگردن امیر موموناں انداختند وبسوائے مسجد کشیدند

اوپر کی خط کشیدہ سطر اس جلاء العیون کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

علاوہ ازیں وھم راکعون کو ماقبل سے حال بنانا بھی محل نظر ہے۔ کیونکہ اگر حالت نماز میں زکوٰۃ ادا کرنا خارج از نماز زکوٰۃ ادا کرنے سے زیادہ بہتر ہے لیکن یہ بات عقلاً ونقلاً درست نہیں۔ نقلاً اس لئے خود شیعہ حضرات کے ہاں حالت رکوع میں زکوٰۃ کا ادا کرنا افضل نہیں اور عقلاً اس کی عدم افضلیت کے بارے اصول کافی کی روایت ملاحظہ ہو۔

كَانَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَام فِيْ صَلٰوةِ اُظْهِرِ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ رَاكِعٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ قِيْمَتُهَا اَلفُ دِيْنَارٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِسَاهُ اِيَّا هَا وَكَانَ النَّجَاشِيُّ اَهْدَا فَجَاء سَآئِلٌ فَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ وَاَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ تَصَدَّقْ عَلٰى مِسْكِيْنٍ فَطَرَحَ الْحُلَّةَ اِلَيْهِ وَاَوْمٰى بِيَدِهٖ اَنِ احْمِلْهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ

(اصول کافی کتاب الحجت باب مانص اللہ ورسولہ الائمۃ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز ظہر ادا کر رہے تھے۔ دو رکعتیں پڑھی تھیں رکوع میں تھے

اور آپ نے قیمتی شال اوڑھ رکھی تھی۔ جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی اور آپ نے وہ شال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمادی تھی۔ اس دوران ایک سائل آیا اور عرض کیا یا ولی اللہ السلام علیک آپ مومنین کے نہایت غمگسار ہیں مجھ سائل کو کچھ عطا فرما دیجئے تو آپ نے وہ شال حالت نماز میں اس کی طرف پھینکی اور اشارہ کیا اسے اٹھالو اس پر مذکورہ آیت

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ نازل ہوئی

اس روایت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہزار دینار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذمہ بشکل زکوٰۃ ادا کرنا واجب تھا۔ جس کو آپ نے حالتِ رکوع کے ادا فرمایا۔ کیونکہ قرآن مجید میں لفظ زکوٰۃ جب لفظ صلوٰۃ کے ساتھ اکٹھا استعمال ہو وہاں اس سے زکوٰۃ فرضی ہی مراد ہے۔ جب زکوٰۃ ایک ہزار دینار بنی تو کل مال اس کا چالیس گنا یعنی چالیس ہزار دینار آپ کی اس وقت ملکیت تھا۔ تو پتہ چلا کہ حضرت علی المرتضیٰ اس وقت ایک کثیر مال کے مالک تھے۔ اور یہ بات عقل گوارا نہیں کرتی۔ خود آپ کو اپنی حالت کے بیان میں اس ایک شعر اسقدر کثرت مال کی نفی کرتا ہے۔

رضیت قسمة الجبار فینا　　　لنا علم الجہّال مال

ترجمہ: ہمارے لئے اللہ جبار وقہار جو قسمت میں لکھ دیا میں اُس سے خوش ہوں۔ ہماری قسمت میں علم اور جاہل لوگوں کو مال دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ نے سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کیطرف توجہ دلائی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی بات سن کر حضرت علی کی آنکھیں آشک آدر ہو گئیں اور کہا اے ابو بکر فاطمہ سے شادی

کرنا میری دلی تمنا ہے ایسی باکمال عورت سے شادی نہ کرنے میں (کہ باشد کہ فاطمہ از نخواہد ولیکن من باعتبار تنگدستی شرم میکنم) میری مالی حالت رکاوٹ ہے کیونکہ میں تنگ دست ہوں۔
اسی صفحہ پر چند سطور تحریر ہیں۔

پس ابوبکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید بنزد علی برویم و او را تکلیف نمائم کہ خواستگاری فاطمہ بکند اگر تنگدستی او را مانع شدہ باشد ما او را دریں باب مدد کنیم

ترجمہ: یعنی اگر تنگدستی کی بنا پر اگر آپ کو یہ خیال آئے کہ حق مہر اور دیگر اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے ہم اللہ ورسول کے فضل وکرم سے یہ ذمہ داری اٹھالیں گے۔

(اصل عبارت جلاء العیون صفحہ ۱۲۱)

قرآن پاک میں آیا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَا قُلِ الْعَفْوَه

ترجمہ: اے رسول آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں فرما دیجئے جو کچھ تمہاری ضرورت سے بچ رہے۔

حدیثِ پاک:

كَانَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ لَا يَدَّخِر شَيْئًا لِغَدٍ

خلاصہ امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھانا تناول فرمالیتے تو صبح کیلئے کچھ نہ ہوتا اگر صبح کا کھانا تناول فرمالیتے تو رات کیلئے کچھ نہ ہوتا۔

ایک دفعہ حسنین کریمین بیمار ہو گئے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ اور ان کی کنیز فضہ نے ان کی صحت کیلئے تین روزوں کی نذر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ

نے شفا فرمائی۔ تینوں نے روزے رکھے، حضرت علی تین صاع جو لے آئے سیدہ عالم نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا۔ لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو ایک روز مسکین، دوسرے دن یتیم اور تیسرے روز اسیر آ گیا۔ ان حضرات نے تینوں دن سب روٹیاں سائلوں کو دے دیں اور سب نہ ہر روز اپنا روزہ پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا۔ روزے کی حالت میں تین دن کا فاقہ یہ ایسا مثالی نمونہ ایثار و احسان تھا کہ قدرت نے اسے معیاری طور کے عمل پر قرآن میں قلمبند کر دیا۔

امام حسن پاک کے گھر چند دن فاقے کی حالت دیکھ کر آپ کی خادمہ چاندی کا ٹکڑا لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ اے امام عالیمقام اسے فروخت کر کے کچھ دنوں کا سامان خورد و نوش لے آیئے۔ امام ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے جلال میں آ کر اپنا قدم زمین پر مارا۔ گھر کی ساری زمین سونا بن گئی۔ آپ نے فرمایا خادمہ تو نے کیا سمجھ رکھا ہے۔ کہ ہم محتاج ہیں اور فقیر اضطراری میں مبتلا ہیں۔ نہیں خدا کی قسم یہ فقر تو ہم نے خود اپنے اوپر خود طاری کر رکھا ہے۔ تاکہ دوسروں کا فقر مٹا سکیں۔ یہ فقر اختیاری ہے۔ اضطراری نہیں اور ہمارے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپ نے یہ فرمایا تھا۔ الفقر فخری فقر اختیار کرنا میرے لئے باعث فخر ہے۔ ورنہ عام لوگوں کیلئے تو حکم یہی ہے کہ اپنی ضرورتوں کا خیال رکھ لیں۔ بقایا انفاق کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَبِيْتُ اللَّيَالِيْ الْمُقْتَابِعَة طَاوِيًا هُوَ وَاَهْلَهٗ

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل و عیال متواتر کئی کئی دن رات کچھ نہ تناول فرماتے تھے۔ (ترمذی شریف)

الغرض سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کئی کئی دن کچھ نہ تناول فرمانا اور آپ کے اہل و عیال کا بغیر کھائے پیئے اوقات گذارنا۔ اختیاری فعل تھا۔ ورنہ اگر چاہتے تو زمین سونا اور آسمان ہیروں اور جواہرات کا مینہ برسا دیتا۔ ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں۔

يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَصَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ

عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔ اور آپ کو حکم دیا گیا۔

وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ

اور جو کوئی سائل آپکی خدمت میں آئے اسے خالی نہ موڑیئے یعنی جو کچھ مانگے اسے عطا کیجئے۔

بس اسی قرآنی حکم کی تعمیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مال و دولت کے تمام ذرائع خلق خدا کی بہتری اور فلاح و بہبود پر خرچ کر دیئے اور خود ساری زندگی اپنے لئے فقر کو منتخب کیئے رکھا۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات اقدس بھی اس معاملے میں منفرد مقام کی حامل بھی آپ نے بھی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

کی اتباع میں اپنی ساری دولت اور کمائی ہمیشہ دوسروں پر خرچ کی اور اپنے گھر کو فرقہ وفاقہ کی زینت سے نوازے رکھا۔ اہلبیت نبوی کا یہ گھرانہ انفاق و احسان اور فقر اختیاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نظیر نہیں رکھتا۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اسوۂ مبارک کے ضمن ماہیں سورہ دھر قرآن شہادت پیش کر چکے ہیں تمام اصحاب سیر اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت علی کے ایثار و انفاق کا یہ عالم تھا کہ آپ تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی صاحب

نصاب نہ ہو سکے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی نوبت آتی۔ آپ نے فرمایا۔

فَمَا وَجَبَتْ عَلَى زِكوٰةِ مَالٍ فَهَلْ تَجِب الزَّكوٰةَ عَلَى الجَوَّاد

میرے اوپر مال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی۔ کیا سخی لوگوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہوسکتی ہے۔

ا۔ اس روایت کے من گھڑت ہونے کا ثبوت بفرض محال اگر مان لیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایسی گراں قیمت چادر اوڑھ رکھی تھی اور نماز پڑھ رہے تھے تو پھر یہ بات بعید از عقل ہے کہ سائل جو آپ کو نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا اور وہ تھا بھی مؤمن جو کہ حدیث کافی کے اس جملہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ سائل کا سوال کرتے وقت یہ کہنا۔ یا ولی اللہ السلام علیک آپ مؤمنین کے نہایت غمگسار ہیں مجھے کچھ عطا فرمایئے۔ اُنے اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ آپ نماز سے فارغ ہوں لیں۔ ایسی جلد بازی تو اندھا شخص بھی نہیں کرسکتا پھر مؤمن مسلمان ہو کر ایسی بڑی حماقت! دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کی نسبت مشہور ہے کہ نماز پڑھتے وقت آپ ایسے استغراق میں ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ جیسا کہ بحالت نماز آپ کے جسم مبارک سے تیر کا نکالنا مشہور ہے۔ پھر ایسی حالت استغراق میں ایک گداگر کی بک بک کی آواز آپکے کانوں تک کس طرح پہنچ گئی۔ مان لو اس وقت آپ کو استغراق تام نہ تھا۔ آپ نے گداگر کی آواز سن لی تو نماز کی حالت میں فعل کثیر یعنی چادر اُتار کر پھینکنا اور پھر سائل کو اشارہ کرنا کہ یہ لے جا کیا معنی رکھتا ہے۔ آپ فرض نماز سے فارغ ہو کر سائل کو حلّہ دے سکتے تھے۔

اس سے پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ جناب علی المرتضٰی صاحب زکوٰۃ تھے اور اسقدر مال کثیر رکھتے تھے کہ اس کی زکوٰۃ ایک ہزار دینار دینی آپ کے ذمہ واجب الادا تھی۔ اگر شیعہ صاحبان ایڑی چوٹی کا بھی زور لگا لیں تو وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ تو پھر جب آپ

صاحب زکوٰۃ نہ تھے اور نہ زکوٰۃ آپ کے ذمے واجب تھی تو پھر

يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ

وہ دیتے ہیں زکوٰۃ

کی آیت اور کافی کی وضعی روایت اور سائل کی جھوٹی حکایت سے شیعہ حضرات کا خلافت بلافصل حضرت علی المرتضیٰ ثابت کرنا ان ہی کا شیوہ ہے۔

۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ کی دلیل چہارم

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (پارہ ۱۹ ع ۱۵)

اور اپنے بہت نزدیک کے کنبہ والوں کو ڈراؤ۔ کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر خازن اور معالم التنزیل یوں فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی دو بہترین چیزیں لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان کی طرف بلاؤں لہٰذا تم میں اس سے میرے امر میں کون وزیر بننا چاہے گا۔ اور فرمایا۔

وَيَكُوْنَ اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ

وہ کون ہے جو تم میں میرا خلیفہ وصی اور بھائی ہے؟

یہ سن کر سب حاضرین خاموش ہو گئے اور کسی نے اس بات کا ذمہ داری نہ لی اور میں (یعنی حضرت علی) نے باوجود کم عمر ہونے کے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا وزیر بننا چاہوں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر میری گردن پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔

قَالَ هٰذَا اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْ

یہ حضرت علی میرے بھائی اور میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم لوگوں میں پس اس کا حکم

سنو اور مانو۔ دیکھئے حضرات کیسی واضح روایت ہے۔ حضرت علی کے خلیفہ ہونیکی اور معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیکر انہیں اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کر دیا اور ان کی اطاعت کو لازم قرار دیا تھا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کا ارشاد ہے۔ اس کی بات یعنی حکم سنو اور مانو سے ثابت ہے لہذا آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل اس حدیث سے صاف صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ اور اس کو روایت بھی اہل سنت کے مفسرین نے کیا ہے۔

جواب: تفسیر خازن اور معالم التنزیل کی روایت ایک ہی ہے۔ تفسیر خازن میں اس کی سند مختصر ہے۔ اور زیر بحث معالم التنزیل واقعی مکمل سند کے ساتھ مذکور ہے۔ وہ سند یہ ہے۔

رَوٰى مُحَمَّدُ بْن اِسْحَاق عَنْ عَبْدِ الْغَفَّارِ بْنِ قَاسِمٍ عَنْ مِنْهَالِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْن عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيِ بْنْ اَبِیْ طَالِبٍ زیر آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ

یہ اس روایت کی اصل اور پوری سند ہے۔ اور یہ روایت اہل سنت کے نزدیک قطعاً نا قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ روایت کا راوی عبدالغفار ہے جو رافضی شیعہ ہے۔ ائمہ حدیث نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ روائتیں اپنی طرف سے وضع کیا کرتا تھا۔

عبدالغفار بن القاسم مَتْرُوْكٌ شِيْعِيٌّ يَضَعُ یعنی عبدالغفار بن قاسم مطعون ہے۔ اور طعن یہ ہے کہ اس کی روایت چھوڑ دی جاتا ہے۔ وہ شیعہ تھا اور احادیث گھڑ بھی لیا کرتا تھا۔

(قانون الموضوعات علامہ الطاہر الفتنی الہندی صفحہ ۲۷۰)

اس کے علاوہ موضوعات کبیر میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے۔

إِنَّ هَذَا أَخِيْ وَوَصِيِّ وَالْخَلِفَةُ مِنْ بَعْدِي

موضوعات میں سے ہے کتاب الوضوعات الکبیر مجتبائی صفحہ ۹۴ ملا علی قاری۔

(لسان المیزان جلد چہارم صفحہ۴۲)

حرف عین کے ضمن میں مذکور ہے۔ عبدالغفار القاسم

هُوَ رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَيُقَالُ مِنْ رُؤُسِ الْشِيْعَةِ

یعنی عبدالغفار بن قاسم رافضی ہے اور روایات میں ثقہ نہیں اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ سرخیلان شیعہ میں سے تھا۔

عبدالغفار بن قاسم بن ابی مریم الانصار الکوفی متروک یضع شیعی کشف الاحوال فی نقد الرجال

(علامہ مولانا عبدالوہاب صفحہ ۷۰)

عبدالغفار متروک راوی ہے جو روایتیں وضع کرتا اور بناتا اور شیعی تھا۔ تو اس کی تائید خود شیعہ حضرات کی معتبر کتاب مجالس المومنین میں ملا نوراللہ شوستری لکھتے ہیں کہ طائفہ دوم یعنی غیر بنو ہاشم میں جو حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعوں میں سے تھے ان میں ایک شیعہ عبدالغفار بن قاسم بھی ہے جس کا ذکر نوراللہ شوستری نے فہرست میں پچاس نمبر پر صفحہ ۲۶۴ مجالس المومنین میں کیا ہے۔

درقسم مقبولان از کتاب خلاصہ مذکور است

یعنی عبدالغفار بن قاسم کو صاحب کتاب خلاصہ نے از قسم مقبولاں (علی) شمار کیا ہے۔ مقام صد افسوس خلاف بلافصل حضرت علی کیلئے ثابت کرنے میں ایک روایت گھڑی دوسرے آیات ربانی کی غلط تاویل کی۔ روایت کا راوی ایسا شخص جو من گھڑت روایتیں بیان

کرے اور اس سے بڑھ کر کہ اس کے شیعہ ہونے کی تصدیق خود شیعہ مجتہد ملا نور اللہ شوسکتری بھی کر دے تو انصاف فرمائیں ایسی روایت اصول دین یعنی خلافت بلافصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیلئے ایسی حدیث پیش کرتے جو متواتر ہوتی۔ مگر کریں کیا سوائے ایسی من گھڑت روایات کے اور ہے نہیں جو پیش کریں۔

حضرت علی کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کی پانچویں دلیل۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

(سورۃ انعام آیت نمبر ۸۶)

اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم پر (غلبہ پانے کیلئے) عطا کی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بہت سے درجے بلند دیتے ہیں بے شک تمہارا رب صاحب حکمت وعلم ہے۔ اور ہم نے اُن کو اسحٰق و یعقوب عطا کیے ہر ایک کو اپنا راستہ دکھایا اور نوح کو پہلے ہی راستہ دکھا دیا تھا اور اُن کی اولاد کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ کو اور ہارون کو (راہ دکھائی) اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور ذکریا کو اور یحیٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو (راہ دکھائی) ان میں سے ہر ایک صلحا میں سے تھا اور

اسمٰعیل کواور الیسع اور یونس کواور لوط کو(راہ دکھائی) اور ہر ایک کو تمام عالموں پر فضیلت دی اور ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے ان کے بھائیوں میں سے (جن کو مناسب سمجھا) ہم نے منتخب کرلیا اور راہ راست کی ہدایت کردی۔

(ترجمہ مقبول شیعی پارہ ۷، رکوع ۱۶)

دیکھئے! اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور بھائیوں کو چنا گیا۔ تو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خلافت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور رشتہ داروں کا حق ہوگی۔ اہل سنت کی معتبر کتاب سے اسی استحقاق کا ایک ثبوت یہ بھی ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو فرمایا۔ میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے وہی مانگتا ہوں جو ابراہیم علیہ اسلام نے اپنے بیٹوں کیلئے مانگا تھا تو آیت زیر بحث میں اس سوال کا ذکر ہے۔ جو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے سوال کیا تھا جسے پورا فرماتے ہوئے اُن کے بیٹے ان کے قائم مقام اور خلیفہ ہوئے۔

لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زیب دیتی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں اس امر کی بالکل وضاحت فرمادی ہے۔

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی

اے علی تیری مجھ سے نسبت اور تعلق ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اور اس میں بھی سبھی متفق ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا آپ

علیہ السلام کے بعد خلیفہ بلافصل ہونا ضروری ہے۔

جواب اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں خلافت بلافصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سرِ مُو کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے خلفاء ہیں اور ان کی خلافت سے نبوت مراد ہے اور ہماری بحث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے متعلق ہے۔ جو قطعاً نبی اور رسول نہیں ہیں۔ لہذا رسالت ونبوت کی آیات کو خلافت کیلئے کیسے دلیل بنایا جا سکتا ہے۔ شیعہ حضرات کا فرض ہے کہ خلافت بلافصل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نص قرآن وحدیث متواترہ اہل سنت سے ثابت کریں۔ جب قرآن ہمارے لئے آیا اور سابقہ خلفاء کے نام لیکر ان کو بیان کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے خلیفہ بلافصل کی خلافت جو کہ نبوت ورسالت کی طرح اصول دین میں سے ہو اور اس کا منکر کافر و مرتد ہو اس کا ذرہ بھر واضح الفاظ میں کسی ایک آیت میں بھی نام نہ ہو یہ انتہائی تعجب کی بات ہے لہذا خلافت باری تعالیٰ جو رسل کرام اور انبیاء عظام کو ملی اس کے بارے میں نازل شدہ آیات مبارکہ سے خلافت بلافصل اور حضرت علی کا حق ہے۔ ثابت کرنا چاہتے تو یہ نادانی اور حماقت ہے۔

جواب نمبر ۲: جس طرح خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں داخل نہیں اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اولادِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہیں۔ لہذا اس آیت مبارکہ سے اولاد کی طرف خلافت کے انتقال سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اولاد پیغمبر نہیں۔

اور اگر اس کا یہ مطلب ہو کہ اگرچہ حضرت علی اولاد پیغمبر نہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہیں تو اولاد ابراہیم علیہ السلام ہونے کے حوالہ سے خلافت انہیں ہی ملنی چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اولاد ابراہیم علیہ

السلام میں سے ہیں اسی طرح خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم بھی تو اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں سے ہیں تو اُن کو خلافت ملنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے خلافت نکل جائے گی جبکہ آپ کی معتبر کتاب شرح نہج البلاغۃ حاجی سید علی نقی شیعہ فیض الاسلام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے

اَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

فرمایا شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے دادے میں نسب میں ملتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چھٹے دادے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتویں دادے میں نسب میں ملتے ہیں۔ (نہج البلاغۃ جلد اول صفحہ ۵۲۲ خطبہ ۱۶۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت علی المرتضیٰ کو غزوہ تبوک کے وقت گھر پر ہی ٹھہرنے کو کہا تو حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کی

فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُخَلِّفُنِیْ فِی النِّسَآءِ وَالصِّبْیَانِ فَقَالَ اَمَا تَرضیٰ اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ غَیْرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑیں گے۔ (جو بوجہ بچے اور عورتیں ہونے کے جہاد سے مستثنیٰ ہیں) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا یہ تو پسند نہیں کرتا کہ تیری حیثیت میرے نزدیک ویسی ہی ہے جیسے ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی۔ (وہ انہیں کوہ طور پر لے جاتے وقت اپنی قوم میں نگہبانی اور وعظ و نصیحت کیلئے چھوڑ گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام بحیثیت پیغمبر پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں پیچھے اپنے اہل وعیال اور قوم میں حضرت ہارون کو چھوڑ گئے۔ اور اُخلفنی کے معنی بھی

پیچھے رہ جاتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی غزوہ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل وعیال کی خدمت میں حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑا اور اس قسم کی خدمت بہ سبب قرابت اپنے پسر یا داماد ہی کے سپرد کی جاسکتی ہے۔ جب اس موقعہ پر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا تو وہ غمگین ہوئے کہ میں عورتوں اور بچوں میں پڑا ہوں اور فضیلت جہاد سے محروم رہوں تو سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کی اور یہ الفاظ فرمائے کہ اے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس پیچھے رہ جانے میں تیرا رتبہ کم نہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ہارون پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام بحیثیت پیغمبر پیچھے چھوڑے گئے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا گھبراؤ نہیں اور تمہیں اسبات پر راضی ہونا چاہیے کہ تمہارا معاملہ اس سلسلہ میں ایسا ہے ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کیلئے جاتے وقت اپنے گھر بار اور اہل وعیال کی حفاظت کیلئے حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے۔

۱۔ ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام نے عارضی طور پر اپنی عدم حاضری کے وقت خلیفہ کیا تھا۔ جب آپ کوہ طور سے واپس آئے تو پھر حضرت ہاروان خلیفہ نہ رہے کیونکہ وہ مستقل نبی تھے۔ ایسا ہے یہاں بھی سمجھنا چاہیے۔

۲۔ اگر شیعہ حضرات یہ کہیں کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد بلا فصل خلیفہ جناب ہارون علیہ السلام تھے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل خلیفہ جناب علی المرتضیٰ ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی لغو اور باطل تاویل ہے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام تو موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی دار فانی سے رحلت فرما گئے تھے۔

لہذا ان کا خلیفہ موسیٰ ہونا، اور وہ بھی بلا فصل، کس طرح ثابت ہوسکتا ہے کیا خلیفہ

وہی ہوتا ہے جو دنیا سے پہلے رخصت ہو اور جو خلیفہ بنانے والا ہو وہ بقید حیات ہو۔ کچھ عقل کے ناخن لو ایسی بے تکی بات تو نادان بچہ بھی نہیں کرتا۔ یا شاید آپ کو علم ہی نہیں جب مشبہ بہ ہی خلیفہ نہ ہوئے تو مشبہ کی خلافت کیسی۔ دیکھئے شیعہ حضرات کی معتبر کتاب اصول کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامِ قَالَ اَوْصٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامَ اِلٰی یُوْشَع بِنْ نُوْنِ وَاَوْصٰی یُوْشَعُ بْنُ نُوْنِ اِلٰی وَلْدِ هَارُوْنَ وَ لَمْ یُوْصِ اِلٰی وُلْدِهٖ اِلٰی وُلْدِ مُوْسٰی

بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام منقول است کہ حضرت موسیٰ وصیت کرد یوشع بن نون واو را وصی خود گردانید۔ ویوشع فرزندان ہارون را وصی وخلیفہ خود گردانید وفرزندان خود موسیٰ را بہرہ نداو (حیات القلوب)

ترجمہ ہر دو روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد یوشع بن نون کو اپنی وصی اور جانشین بنایا اور یوشع بن نون نے اپنے بعد ہارون علیہ السلام کے لڑکے کو اپنی وصی اور جانشین بنایا۔ اور نہ اپنے لڑکے کو وصی بنایا اور نہ موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے کسی کو وصی بنایا۔

(حیات القلوب جلد اول صفحہ ۳۰۲ در بیان قصہ یوشع)

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ ہارون علیہ السلام کو وصی بنایا تھا یہ بھی غلط ہے۔ اور یہ دعویٰ کہ خلافت اولاد انبیاء میں رہی یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضرت یوشع علیہ السلام باوجودیکہ اولاد موسیٰ علیہ السلام نہ تھے موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہوئے اور پھر یوشع علیہ السلام کے خلیفہ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوئے نہ خود یوشع علیہ السلام کی اولاد سے ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے۔

۳۔ حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ صرف قرابت داری کیوجہ سے دی تھی۔ ورنہ ہارون علیہ السلام نبی تھے۔ عمر میں موسیٰ سے بڑے تھے اور موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے۔ جناب علی المرتضیٰ میں ان اوصاف سے ایک بھی نہ تھی۔ تو پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلافصل علی المرتضیٰ کے کیا معنی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس حدیث میں صرف اتنی تشبیہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں کوہ طور پر جانے کے وقت پیچھے اپنے اہل وعیال اور قوم میں حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی غزوہ تبوک میں حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے اہل وعیال کی خدمت اور حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑا۔ تو اہل وعیال کی حفاظت ونگرانی وہ بھی صرف چار یوم کیلئے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد کی گئی۔ کہاں چار دن کیلئے اہل وعیال کی نگرانی اور جو قرآنی آیت سے شیعہ حضرات استدلال کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور فرمایا۔

هَارُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِي

اے ہارون تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں اور ھَارُوْنَ اخْلُفْنِيْ کے معنی بھی پیچھے رہ جانا ہے۔ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی غزوہ تبوک میں حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے اہل وعیال کی خدمت اور حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑا۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں امامت اور جماعت کیلئے بھی دوسرے صحابی عبداللہ بن ام مکتوم کو مقرر فرمایا جب اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا تو وہ غمگین ہوئے کہ میں عورتوں اور بچوں میں پڑا ہوں اور فضیلت جہاد سے محروم ہوں تو

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کی اور یہ الفاظ فرمائے کہ اس پیچھے رہ جانے میں تیرا رتبہ کم نہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ہارون پیچھے رہ گئے تھے۔ اس روایت میں نہ خلافت کا کوئی ذکر ہے اور نہ خلاف بلافصل سے اس کا کوئی تعلق۔ کہاں چار دن کیلئے اہل وعیال کی نگرانیا اور کہاں آپ کے وصال کے بعد خلافت بلافصل حضرت علی المرتضیٰ کا ثبوت۔ حالانکہ بعد وفات موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام نہیں بلکہ یوشع بن نون خلیفہ ہوئے اسی طرح بعد وصال رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے۔ گویا یہ حدیث شیعہ حضرات کی تردید کر رہی ہے۔ نہ کہ ان کی مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

رہا شیعہ حضرات کا استدلال اس حدیث سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں دعا فرمائیں۔ تو گذارش ہے اس دعا سے حضرت علی کی خلافت بلافصل کا کیا تعلق ہے۔ دعا حسنین رضی اللہ عنہما کیلئے ہو اور خلافت بلا فصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ثابت ہو اس دعا سے حسنین رضی اللہ عنہما کے مناقب و فضائل کا بیان ہے۔ مگر آپ کے اس استنباط نادرالوجود کو اگر بوعلی سینا یا دنیا کا کوئی بڑا فلسفی بھی سن لے تو آپ کی ذہانت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِىْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَالِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

ترجمہ: وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن سے جو تم میں سے ایمان لائے یہ کہ خلیفہ کرے گا اُن کو زمین میں جیسے کہ خلیفہ کیا تھا اُن کو جو ان سے پہلے تھے۔ اور البتہ قوی کرے گا اُن کیلئے اس دین کو جو اللہ نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور البتہ بدل دے گا اُن کو اُن کے خوف کے بعد امن سے میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ اور جو کفر کریگا اس کے بعد پس وہ لوگ وہ ہیں جو فاسق ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل امور صراحتاً ذکر فرمائے۔

ا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ مِنْكُمْ اس آیت میں خطاب اُن لوگوں سے ہے جو اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مشرف بایمان ہو چکے تھے۔

۲۔ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے ثابت ہوا کہ نزول آیت کے وقت جو اعمال صالحہ والے تھے وہی خلیفہ بنائے جائیں گے۔

۳۔ منکم کا لفظ الذین امنو کے بعد صراحتاً ذکر فرما کر مخاطبین اولین صحابہ کرام سے یہ وعدہ خلافت فرمایا گیا ہے۔

۴۔ اس آیت میں تمام صیغے جمع کے ہیں اور کم از کم تین افراد کو ضرور چاہتے ہیں۔

۵۔ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمْ یعنی ان کی خلافت زمین میں ہوگی اور ان کے دین و مذہب کو تمکین و مضبوطی اور قوت حاصل ہوگی۔

۶۔ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی اُن خلفاء کو خوف و خطر کے بعد امن و اطمینان عطا کر دیا جائے گا۔

ہم ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس آیت کے مصداق خلفاء راشدین ہی ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرات خلفاء راشدین اس آیت کے مصداق نہیں۔ تو وہ آیت مذکورہ بالا کے تمام امور منصوصہ کو مدنظر رکھ کر بتائے کہ وہ کون سے خلفاء ہیں جو کہ نزول آیت کے وقت مخاطب اور موجود بھی ہوں۔ اور اُن کو تمکین فی الارض بھی حاصل ہو۔ اور اُن کے دین کے طریقے کا بھی بول بالا ہو۔ اور ان کے خوف و خطر امن و اطمینان سے بدل دیئے گئے ہوں۔ اگر خلفاء راشدین مراد نہیں تو پھر اس وعدہ کی سچائی کیلئے آیت کا مصداق کون ہیں؟

نوٹ: ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ "آیت استخلاف" کے مصداق خلفائے راشدین ہی ہیں کیونکہ جو اوصاف اور امور اس میں بطور نص بیان ہوئے وہ کسی دوسرے پر صادق آ ہی نہیں سکتے۔ یہ مضمون حدیث صحیح میں بھی وارد ہے۔ جس سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس آیہ استخلاف کی تفسیر ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو حیات القلوب در حدیث صحیح از امام باقر علیہ السلام منقول است۔

اس کے بعد انہوں نے ایک طویل حدیث نقل کی اس میں بیان اس قسم کا ہے۔
جب ابتدائے بعثت میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو دعوت اسلام کی تھی۔ یہاں ہم بقدر ضرورت عبادت نقل کرتے ہیں۔

دلیل اول:

حق تعالیٰ امر فرمود آنحضرت تا باظہار دعوت خود پس حضرت بمسجد آمد۔ و برحجر اسمٰعیل ایستادہ بصدائے بلند ندا کرد۔ کہ اے گروہ قریش واے طوائف عرب شمارا ے خوانم بسوئے شہادت بواحدانیت خدا وایمان آوردن بہ پیغمبری من۔ وامرے کنم شمار کہ ترک کنید بت پرستی را واجابت نمائید مرا در آنچہ شمارا بآں ے خوانم۔ تا بادشاہان عرب گردید وگروہ عجم شمارا فرماں برداراں گردند در بہشت بادشاہان باشید

ترجمہ: حق تعالیٰ نے آنحضرت کو حکم دیا کہ آپ اپنا دعویٰ ظاہر کرو۔ تو حضرت مسجد میں یعنی خانہ کعبہ میں آئے اور حجر اسمٰعیل پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے ندا کی کہ اے گروہ قریش اور اے اقوام عرب میں تم کو بلاتا ہوں خدا کی واحدنیت کے شہادت اور میری پیغمبری پر ایمان لانے کی طرف اور حکم کرتا ہوں کہ تم بت پرستی کو چھوڑ دو اور میرا قول قبول کرو۔ اس امر میں جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں۔ تا کہ تم عرب کے بادشاہ ہو جاؤ اور اہل عجم تمہارے فرماں بردار ہو جائیں اور تم بہشت میں بادشاہ بنو۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۶۳ در بعثت آنحضرت)

قارئین! غور فرمائیں جو مضمون آیت استخلاف میں ہے وہ سب اس حدیث میں بھی ہے۔ یہی وعدہ ہے کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی طرف سے قریش کے سامنے پیش کیا۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آیت استخلاف میں جو اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم اُن کو

زمین میں خلیفہ کریں گے اس سے مراد عرب وعجم کی بادشاہت ہے اور یہ جو آیت میں مذکور ہے کہ اللہ کو خلفاء کا دین پسند ہوگا اور وہ اللہ کی عبادت کرینگے۔کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں گے تو یہ مضمون حدیث میں یوں مذکور ہوا کہ تم بہشت میں بادشاہ بنو گے۔اسی مضمون کا دوسرا حوالہ۔

دلیل نمبر۲:

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ کی تفسیر میں صاحب مجمع البیان یوں لکھتے ہیں۔

وَالْمَعْنِىٰ لَيُوَرِّثَنَّهُمْ أَرْضَ الْكُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَيَجْعَلُهُمْ سُكَّانَهَا وَمُلُوكَهَا مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم

ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ عرب وعجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنائے گا۔وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہونگے اور بادشاہ بنیں گے اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تمام ممالک فتح ہوئے اور آپ بموجب وعدہ الٰہی عرب وعجم کی سرزمین اور اس کے باسیوں کے بادشاہ بنے۔

دلیل سوم:

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو صفحۂ دنیا سے نیست ونابود کرنے کی غرض سے سینکڑوں قبائل کو اپنی حمایت میں شامل کر لیا۔اور ہزار ہا کا لشکر مہیا کر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کے گرداگرد خندق کھودنے کی تجویز فرمائی تاکہ دشمن اسلام شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔اور دس دس اصحاب کے ذمہ چالیس چالیس ہاتھ خندق کا کھودنا تقسیم فرمایا۔چنانچہ سلیمان رضی اللہ عنہ فارسی وحضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں جو زمین آئی اس میں ایک بھاری پتھر آ گیا جس میں گینتی (کلنگ) اثر نہیں کرتی تھی۔حضرت

سلیمان رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پتھر کے نزدیک آئے پس آپ نے (کلنگ) کو پتھر پر مارا۔

ابن بابویہ روایت کردہ است کہ چوں کلنگ اول راز د سنگ را شکست د فرمود کہ اللہ اکبر کلید ہائے شام را خدا بمن داد و بخدا سوگند کہ قصر ہائے آں را مے بینم۔ پس کلنگ دیگر زد۔ وثلث دیگر شکست و گفت اللہ اکبر خدا کلید ہائے ملک فارس را بمن داد و بخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن را مے بینم۔ و چوں کلنگ سوم بارزد باقی سنگ جدا شد۔ گفت اللہ اکبر کلید ہائے یمن را بمن داد و بخدا سوگند کہ دروازہ ہائے صنعا را مے بینم

ترجمہ: جب آپ نے پہلی مرتبہ کلنگ مارا تو تھوڑا سا پتھر لوٹا اور آپ نے اللہ اکبر فرماتے ہوئے فرمایا اللہ کی قسم خداوند قدوس نے شام کی کنجیاں مجھے عنایت فرما دیں۔ میں اس کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ دوسری مرتبہ مجھے کلنگ مارا جس سے اس پتھر کا دو تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے مجھے ایران کی کنجیاں عنایت فرمائیں اور میں مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں۔ تیسری مرتبہ کلنگ چلاتے ہوئے اللہ اکبر کہا اور پتھر مکمل طور پر ٹوٹ گیا اور فرمایا اللہ کی قسم یمن کی کنجیاں مجھے دے دیں اور صنعا کے دروازے میں دیکھ رہا ہوں۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۳۹۵)

پتھر سے ہر ضرب پر روشنی نکلتے دیکھ کر اور اللہ اکبر کہتے سن کر حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان! یہ سب کیا تھا۔؟

فَقَالَ اَمَّا الْاُوْلٰی فَاِنَّ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فَتَحَ عَلَیَّ بِھَا الْیَمَنَ وَاَمَّا

الثَّانِيَةُ فَاِنَّ اللّٰهُ فَتَحَ عَلَيَّ بِهَا الشَّامَ وَالْمَغرِبَ وَاَمَّا الثَّالِثَةُ فَاِنَّ اللّٰهَ فَتَحَ بِهَا الْمَشْرِقَ فَاسْتَبْشَرَ بِذَالِكَ وَقَالُوا الْحَمْدُلِلّٰهِ مَوْعِدٌ صَادِقٌ قَالَ وَطَلَعَتِ الْاَحْزَابُ فَقَالَ الْمُؤمِنُوْنَ هٰذَا مَاوَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ

ترجمہ: تو آپ نے فرمایا پہلی مرتبہ اللہ عزوجل نے مجھے فتح یمن کی خبر دی دوسری مرتبہ شام اور مغرب کو زیر نگین کیا اور تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مشرق کو مفتوح کیا یا کردی ا۔اس پر تمام مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا الحمد للہ۔ اللہ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے۔ راوی فرماتے ہیں پھر جب مسلمانوں کے گروہ ان مقامات میں داخل ہو گئے تو سب نے پھر کہا یہ وہ وعدہ پورا ہوا جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ۸ صفحہ ۳۴۱)

دلیل نمبر ۵:

مِنْ يَدِ اَمِيْرِ الْمُؤمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْمِنْ يَدِ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَضَرَبَ بِهَا ضَرْبَةً فَتَصَرَّقَتْ بِثُلُثِ فَرَقٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ فُتِحَتْ عَلَيَّ فِيْ ضَرْبَتِيْ هٰذِهٖ كُنُوْزُ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ (الخ)

(فروع کافی جلد سوم کتاب الروضہ صفحہ ۲۱۶)

ترجمہ: کلینی بسند معتبر روائت کردہ است از امام جعفر صادق (ع) کہ کلنگ را از دست امیر

المومنین (ع) یا سلمان رضی اللہ عنہ گرفت ویک ضربت زو کہ سنگ سہ پارہ شد پس فرمود! فتح شد برمن درایں ضربت گنج ہائے کسریٰ وقیصر

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کلنگ لے کر یا سلمان کے ہاتھ سے لے کر پتھر پر مارا۔ پتھر کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیصر وکسریٰ کی چابیاں میرے ہاتھ میں دی گئی ہیں۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۹۵)

نوٹ: یہ اظہر من الشمس کہ قیصر وکسریٰ ابھی فتح نہیں ہوئے تھے کہ محبوب خدا واصل بحق ہو گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول خدا کے ہاتھ ہیں جن کہ ہاتھوں رسول خدا کی یہ پیش گوئی سچی ہوئی۔ کیونکہ حضرت عمر کے ہاتھوں سے اس زمانہ کی یہ دونوں عظیم ترین مملکتیں تباہ وبرباد ہوئیں۔ اگر حضرت عمر کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہ مانا جائے تو کسی صورت میں بھی پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیش گوئی سچی ثابت نہیں ہو سکتی اور جب یہ پیش گوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر پوری ہو رہی تھی تو اس وقت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے اور خوش ہو کر۔

نَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزُ وَعْدِهٖ وَنَاصِرُ جُنْدِهٖ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرما رہے ہیں کہ اللہ نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کو وفا کرنیوالا ہے وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ کی مبارک خوشخبریوں سے فتح ونصرت کے خدائی وعدے یاد دلا کر مسلمانوں کی ہمتوں کو بلند کر رہے تھے۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۶ صفحہ ۴۷۸)

اب قابل وضاحت بات یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

نَحۡنُ مَوۡعُوۡدٍ مِنَ اللّٰهِ سے یہاں انہوں نے کیا مراد لی اس کی وضاحت آپ ہی کے ایک مجتہد سے سنئے۔

ثُمَّ وَعَدَنَا بِمَوۡعُوۡدٍ وَهُوَ النَّصۡرُ وَالۡغَلَبَةُ وَالۡاِسۡتِخۡلَافُ فِي الۡاَرۡضِ كَمَا قَالَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِي الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ الۡاٰيَه وَكُلُّ وَعۡدٍ مِنَ اللّٰهِ فَهُوَ مُنۡجَزٌ لِعَدَمِ الۡخَلۡفِ فِيۡ خَبَرِهٖ

ترجمہ: پھر اس نے ہم سے اپنی تقدیر میں مقدر وعدہ کا اعلان فرمایا۔ اور وہ مدد اور غلبہ اور زمین میں خلیفہ بنانا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا۔ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور اچھے عمل کئے البتہ ان کو ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسے اُس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ (الخ) اور اللہ کا وعدہ بہر صورت پورا ہونے والا ہے کیونکہ اس کی خبر جھوٹی نہیں ہوسکتی۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد سوم صفحہ ۲۹۶ طبع جدید)

شارح نہج البلاغہ فیض الاسلام صفحہ نمبر ۴۴۵ پر

نَحۡنُ عَلٰى عُوۡدٍ مِنَ اللّٰهِ

کی تفسیر میں بھی یہی آیہ استخلاف لکھی ہے۔ اور اس کا مصداق بقول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہی قرار دیا ہے۔

نوٹ: فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۲۱۶ اسی واقعہ خندق والی حدیث کے حاشیے پر علی اکبر غفاری شیعی لکھتا ہے کہ یہ چٹان والی حدیث متواترات میں سے ہے اور اسے خاص و عام علماء

نے مختلف اسناد سے ذکر کیا۔اور برائے بن عازب کی روایت سے شیخ صدوق نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا۔

لہذا معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین کے خلافت حقہ قرآن مجید اور حدیث متواتر سے ثابت ہے۔کیونکہ اس حدیث چٹان میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا۔

فَاِنَّ اللّٰہَ فَتَحَ عَلَیَّ

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فتح عطا کی اور ان فتوحات کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آیت استخلاف کا مصداق بنایا ہے۔جیسا کہ نہج البلاغہ کی دو شرحوں کے حوالہ جات سے ثابت ہو چکا ہے تو ان مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا کہ خلفائے راشدین کی خلاف حق ہے اور قرآن مجید اور کتب شیعہ سے ثابت ہے۔

اعتراض: شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ آیہ استخلاف کا مصداق ہمارے نزدیک حضرت علی، حضرت حسن وحسین علیہم السلام تین خلیفہ ہیں کیونکہ یہ تینوں حضرات اس زمانے کے بھی تھے اور مؤمن صالح بھی تھے اور تین کا عدد بھی پورا ہے۔

جواب: ہماری مراد صرف ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہی ہیں اور یہ تین حضرات اور ان کے ساتھ حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم کا دور خلافت بھی شامل ہے۔لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر تینوں خلفاء کی خلافت کو اس سے نکال دیا جائے جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے تو آیت استخلاف میں کئے گئے وعدے کی تکذیب لازم آتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں جو خوف کو امن میں تبدیل کر دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور زمین عرب وعجم کی بادشاہت دینے کو کہا تھا۔وہ وعدہ خلفائے راشدین کے دورِ خلافت میں پورا ہوا لہذا ان کی خلافت بھی حقہ اور من اللہ تھی۔اور آپ کا کہنا کہ حضرت علی، حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم

یہ تین خلیفہ ہیں۔ تو حضرت غور فرمائیے کہ اس حدیث پر اہل سنت اور اہل تشیع کا اتفاق ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ (الارشاد للشیخ المفید ص صفحہ ۱۲ اور کشف الغمہ جلد اول صفحہ ۶۳) پر یہ حدیث موجود ہے۔ اور مذکورہ تیس سال کا دور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دست بردار ہونے پر مکمل ہوا۔ جس کا یہ مطلب ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ سے لیکر امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری تک کا زمانہ خلافت حقہ کا زمانہ تھا۔ لیکن شیعہ حضرات نے حسد وبغض کیوجہ سے خلفائے ثلثہ کو خلیفہ برحق ماننے سے انکار کر دیا اور انکار کے بعد جب آیت استخلاف میں مذکور وعدے دیکھے تو انہیں اس ضمن میں دکھائی دیا کہ وہ وعدے نے تو خلافت علی کے دور میں پورے ہوئے اور نہ ہی امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری تک نظر آئے تو ظالموں نے ان دونوں کو بھی آیت استخلاف کا مصداق نہ بنایا۔ اگر مصداق نظر آیا تو وہ امام قائم کی شکل میں جو عقلاً محال ہے نقلاً محال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آیت استخلاف میں لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (سورہ نور) میں ھم کی ضمیر تین یا زیادہ خلفائے راشدین کا تقاضا کر رہی ہے۔ اگر امام حسن کی شش ماہہ کو بھی شمار کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک امام حسن دو تو تیسرا خلیفہ راشد کہاں سے لاؤ گے؟ تو اکیلے امام مہدی (امام قائم) ان کا مخاطب کس طرح بن سکتے ہیں۔

نوٹ: ہم جو یہ کہتے ہیں کہ اگر اول الذکر تین خلفاء کی خلافت کو اس سے نکال دیا جائے۔ تو آیت استخلاف میں کئے گئے وعدے (خوف کو امن میں تبدیل کر دینے کا وعدہ فرمایا اور عرب وعجم کی بادشاہت کا وعدہ) کی تکذیب لازم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوال مذکور کی تردید خود شیعہ کتب میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ تفسیر صافی میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے۔

قَالَ الْقُمِّيُّ نَزَلَتْ فِي الْقَآئِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَقُوْلُ تَبْدِيْلُ

خَوْفِهِمْ بِالْاَمْنِ یَکُوْنُ بِالْقَائِمِ

ترجمہ: یعنی قمی نے کہا کہ آیت استخلاف امام قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ (یہی صحیح ہے) کیونکہ مسلمانوں کا خوف سے امن ہو جانا (امام قائم کے زمانے میں ہی ہوگا)

(تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۱۷۸)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّمُجَاهِدٍ وَالْمَرْوِیَ عَنْ اَهْلِ الْبَیْتِ اِنَّهَا فِی الْمَهْدِیَ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ

(تفسیر مجمع البیان جلد ۴ صفحہ ۱۵۶)

یعنی حضرت ابن عباس مجاہد اور اہل بیت سے روایت ہے کہ آیت استخلاف امام مہدی کے متعلق (اتری) جو آل محمد میں سے ہیں۔

۳۔ آیہ استخلاف کی تفسیر قمی میں سے ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں بروائت اہل بیت مروی ہے کہ یہ آیت مہدی آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام زین العابدین نے اس آیت کو تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ واللہ ہم اہل بیت کے شیعہ ہیں جن کے لئے خدا تعالیٰ یہ سب کچھ ہم میں سے ایک شخص کے ہاتھوں انجام دے گا جو اس امت کا مہدی ہوگا۔

(حاشیہ ترجمہ مقبول صفحہ ۱۷۰)

تو نقلاً محال ہونے کیوجہ ثابت ہوگئی کہ آیت استخلاف میں تمام صیغے جمع مذکر مخاطب کے مذکور ہیں تو اکیلے امام مہدی (امام قائم) ان کا مخاطب کس طرح بن سکتے ہیں۔ اور عقلاً محال اس وجہ سے کہ امام قائم شیعہ حضرات کے نزدیک دراصل امام مہدی اور امام غائب ہی کا

نام ہے۔ جن کے بارے شیعہ حضرات کا خیال ہے کہ ۲۵۰ ہجری یا ۲۵۲ ہجری میں سرمن شہر میں پیدا ہوئے اور نو سال کی عمر میں غار میں چھپ گئے آج تک اُس غار سے باہر تشریف نہیں لائے۔

تاریخ آئمہ صفحہ ۳۸۰ تذکرہ صاحب العصر والزمان علیہ السلام اور قریب قیامت یہ غار سے نکل کر حکومت کریں گے اور سب سے پہلے ان کی بیعت کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہوں گے۔۔۔۔۔۔۔الی آخرہ

اسبات کا ثبوت حق الیقین ملا باقر مجلسی

از امام محمد باقر علیہ السلام چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آید خدا اور ایاری کند بملائکہ واول کسے کہ با او بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد و بعد ازاں علی علیہ السلام و شیخ طوسی و نعمانی از امام رضا علیہ السلام آنست کہ بدن برہنہ در پیش قرص آفتاب ظاہر وخواہد شد ومنادی ندا خواہد کرد کہ ایں امیر المومنین است برگشتہ است کہ ظالماں را ہلاک کند

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوں گے تو فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا۔ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی بیعت کریں گے اور اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ شیخ طوسی اور نعمانی حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قائم علیہ السلام کے ظاہر ہونے کی علامت یہ ہے کہ ننگے جسم سوج کی ٹکیہ کے سامنے آئے گا اور منادی کرنے والا منادی کرے گا کہ یہ امیر المومنین ہیں اور نافرمان کو ہلاک کریں گے۔

(حق الیقین صفحہ ۳۹۸ در اثبات رجعت ملا باقر مجلسی)

اسی صفحہ پر لکھتے ہیں: از امام باقر علیہ السلام کہ چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا براو حد بزند وانتقام فاطمہ را بکشد

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہمارے قائم ظاہر ہوں

گے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کریں گے تا کہ ان پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا انتقام لیں اوران پر حد جاری کریں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۳ پر لکھتے ہیں کہ:

ابوبکر وعمر ولشکر ہائے ایشاں کہ غصب حق آل محمد کردند منھم یعنی از آل محمد آنچہ غصب کردند از کشتن وعذاب

ترجمہ: ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم اوران کے ساتھیوں کو کہ جنہوں نے آل محمد کے حقوق چھینے اوران کو سخت ترین عذاب دیں گے اور قتل کریں گے۔

غور فرمائیں! تمام رسولوں کے رسول اللہ تعالیٰ کی کائنات کے والی ومختار کا کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گنبد خضرا سے نکال کر سزا دینا یعنی روضۂ اقدس سرور عالم کے دیوار پھاڑ کر ثبوت جب حضرت امام مہدی روضہ اطہر رسول پاک کے نزدیک جا کر فرمائیں گے۔ پس بعد از سہ روز امر فرمائید کہ دیوار بشگافند وہر دو از قبر بیروں آورند۔ تین دن کے بعد حکم دیں گے کہ روضہ مبارک کو شگاف دے کر ہر دو کو قبر سے باہر لائیں اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حد جاری کرنا اور امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ کا ننگے جسم برآمد ہونا کیا عند الشرع ممکن ہے۔ جس امام قائم آل محمد کا تصور یہ شیعہ لوگ پیش کرتے ہیں اس کا ظہور محال ہے۔ تو جس کا ظہور از من محالات ٹھہرا وہ آیت استخلاف کا مصداق کیسے بنے گا؟ نعوذ باللہ ایسی خرافات سے اور آیت استخلاف کا مصداق وہی ہے جو ہم نے گذشتہ اوراق میں تحریر کیا۔ اور حقیقی امام محمد مہدی تو وہ ہوں گے جو ساری انسانیت کے امام ہوں گے اور شریعت مصطفویہ کو زندہ کریں گے۔

اب شیعہ حضرات اپنے شمس العلماء حضور حجۃ الاسلام والمسلمین صدر المفسرین محی الملت والدین سرکار شریعتمدار قبلہ وکعبہ علامہ السید علی الحائری کے سنیے۔ خلافت قرآنی کے

صفحہ ۱۳ پر فرماتے ہیں جو انہیں کا تصنیف کردہ کتابچہ ہے۔ آیہ استخلاف میں

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

میں لفظ منکم دو فائدوں کے بیان کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ تم مسلمانوں میں سے (جو کہ سب کے سب صحابہ کرام تھے) جو مؤمن ہوگا وعدہ خلافت میں داخل ہوگا نہ ہر مسلمان دوسرا فائدہ یہ ہے کہ منکم میں من بعضیہ ہے۔ یعنی تم مسلمانوں میں سے جس قدر مومن ہوں گے سب کے سب خلیفہ بنائے نہیں جائیں گے۔ بلکہ وہ بعض مومن جو خلافت کے حق دار ہوں گے تو

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ مِنْكُمْ

میں پہلے خلفاء صحابہ کرام میں سے ہوں گے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ صحابہ کرام میں سے تو کوئی اس وعدے کا مصداق نہ ہو اور کوئی دوسرا اس کا مصداق ٹھہرے یہ ہے آپ کے علامہ علی الحائری کی منکم کے لفظ کی تفسیر کا خلاصہ تو امام قائم آیت استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتا۔

۲۔ بحوالہ تفسیر مجمع البیان لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ کی تفسیر میں والمعنی

لَيُوَرِّثَنَّهُمْ اَرْضَ الْكُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَيَجْعَلُهُمْ سُكَّانَهَا وَمُلُوْكَهَا لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

فی الارض کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرب وعجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنائے گا۔ وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہوں گے اور بادشاہ بنیں گے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے جس کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ ممالک فتح ہوئے اور فاروق بموجب وعدہ الٰہی عرب وعجم کے باسیوں اور سرزمین عرب وعجم کے بادشاہ بنے۔

۳۔ اسی آیت استخلاف کی تفسیر میں ہم نے بحوالہ حیٰوۃ القلوب

در حدیث از امام محمد باقر منقول است کہ جب ابتدائے بعثت میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوتِ اسلام کی تھی تو حضرت خانہ کعبہ میں آئے اور حجر اسمٰعیل پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے ندا کی کہ اے گروہ قریش اور اے اقوام عرب میں تم کو بلاتا ہوں خدا کی واحدنیت کی شہادت اور میری پیغمبری پر ایمان لانے کی طرف اور حکم کرتا ہوں تم کو بت پرستی کو چھوڑ دو اور میرا قول قبول کرو اس امر کی طرح جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں۔ تا کہ تم عرب کے بادشاہ ہو جاؤ اور اہل عجم تمہارے فرماں بردار ہو جائیں اور تم بہشت میں بادشاہ بنو۔ اصل حوالہ پیچھے گذر چکا ہے

(حیات القلوب صفحہ ۲۶۳ در بیان بعث آنحضرت)

اور یہ وہ عقیدہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف قریش کے سامنے پیش کیا اور غور فرمائیں یہی وہ وعدہ ہے جو آیہ استخلاف میں ہے جو اللہ پاک نے فرمایا ہم اُن کو زمین میں خلیفہ کریں گے۔ اس سے مراد عرب و عجم کے بادشاہت ہے۔ جیسا کہ شیعی مفسر صاحب مجمع البیان نے بھی آیہ استخلاف کی تفسیر میں عرب و عجم کی بادشاہت ہی لکھا ہے۔

حوالہ نمبر ۳ تفسیر منہج الصادقین ملا فتح اللہ کاشانی زیر آیت نمبر ۳ یَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ اِلٰی آخرہ

کی تفسیر میں ملا فتح اللہ کاشانی شیعی یوں تحریر کرتے ہیں۔ و در اندک وقتے حق تعالٰی بوعدہ مومناں وفا نمودہ جزائر عرب و دیار کسرٰی و بلاد روم بالیشاں ارزانی داشت

ترجمہ: قلیل مدت میں اللہ تعالٰی نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا فرما دیا۔ عرب کے جزیرے اور کسرٰی کے شہر اور روم کے علاقے انہیں عطا فرما دیئے۔ لمحہ فکریہ برائے شیعہ حضرات۔ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ آیت استخلاف کا مصداق تو امام مہدی ہیں مگر یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ نزول آیت کے وقت امام مہدی کا وجود ہی نہیں تھا تو مخاطب کیونکر

ہوئے۔ دوسرے آپ کے قبلہ وکعبہ محی الملت والدین علامہ علی الحائری تو فرماتے ہیں کہ آیہ استخلاف کے مخاطبین جو سب کے سب صحابہ کرام تھے تو آپ کس منہ سے کہتے کہ آیہ استخلاف کا مصداق امام محمد مہدی ہے۔

شیعہ حضرات کو نادم ہونا چاہیے کہ اپنے قبلہ وکعبہ کو نہ جھٹلائیں۔ تیسرے آپ کے مفسر ملا فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۸۸ ہجری منہج الصادقین کے مطابق اللہ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس آیت کی اب یہ تاویل کرنا اس وعدہ کی ایفا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوگی۔ بالکل باطل اور لغو ہے۔ کیونکہ عرب وعجم کی بادشاہت یعنی قیصر وکسریٰ کے شہروں کا مسلمانوں کے زیر تسلط آنا اسے شیعہ سنی سب متفقہ طور پر مانتے ہیں۔ جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں آیہ استخلاف کی تفسیر میں چھ سات حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں اور ان فتوحات کا سہرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر ہے اور آپ کے دورِ خلافت میں ہی یہ فتوحات ہوئیں لہٰذا مذکورہ حوالہ منہج الصادقین کے مطابق خلفائے راشدین ہی آیت استخلاف کے مصداق بنتے ہیں۔

۴۔ سابقہ اوراق میں آیت استخلاف کی تفسیر میں ہم نے دلیل چہارم یعنی حوالہ نمبر ۴ میں بحوالہ تفسیر مجمع البیان ثابت کیا کہ آیت استخلاف میں کیا ہوا وعدہ الٰہی بالکل سچا ہوا۔ حوالہ پڑھیے۔

راوی فرماتے ہیں پھر جب مسلمانوں کے گروہ ان مقامات (یعنی یمن وشام مشرق ومغرب) میں داخل ہو گئے تو سب نے کہا کہ یہ وہ وعدہ پورا ہوا جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ فرمایا۔

۵۔ اِنَّهَا وَارِدَةٌ فِىْ اَصْحَابِ النَّبِى ﷺ وَقَدْ اَنْجَزَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ بِاسْتِخْلَافِهِمْ فِى الْاَرْضِ وَتَمْكِيْنَ دِيْنَهُمْ وَتَبْدِيْلَ خَوْفِهِمْ اَمْنًا بِمَا

اَعَزُّ الْاِسْلَامَ بَعْدَ رِحْلَةَ النَّبِیْ فِیْ اَیَّامِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ وَالْمُرادُ
بِاسْتَخْلَافِهِمْ اسْتَخْلَافُ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةُ بَعْدَ النَّبِیْ

ترجمہ: یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں اپنا وعدہ پورا کیا کہ انہیں زمین کی خلافت دی ان کے دین کو استحکام دیا۔ اُن کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ اسلام کا غلبہ اس کا سبب بنا۔ یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں ہوا۔

استخلاف سے مراد خلفائے اربعہ ہیں

۱۔ یہ آیت حضور کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے خلافت وحکومت دینے کا وعدہ کیا اور وہ وعدہ پورا کر دیا اور ان کی خلافت وہی موعودہ خلافت ہے۔

۳۔ ان کے ہاتھوں دین حق کو استحکام دیا۔

۴۔ خوف کے بعد امن دے کر یہ وعدہ بھی پورا کیا۔

۵۔ شیعہ مجتہد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقلید کی کہ آپ نے خلفائے ثلثہ کو سب سے پہلے خلفاء الراشدین کے لقب سے یاد کیا۔ یہاں بھی شیعہ مجتہد نے خلفائے ثلثہ کو خلفائے راشدین لکھا۔

(المیزان فی تفسیر القرآن سید محمد حسین طباطبائی جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۳)

ہم نے آیت استخلاف وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کی تفسیر میں صاحب تفسیر صافی یوں لکھتے ہیں لَيَجْعَلَنَّهُمْ خُلَفَآءَ بَعْدَ نَبِيِّكُمْ

(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران صفحہ ۷۷ الطبع جدید)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یقیناً ان صحابہ کرام کو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلیفہ بنائے گا۔ یعنی موعودہ خلافت وہی ہے جو نبی کریم کے بعد متصل خلفائے اربعہ کو اللہ نے عطا کی۔ بعض شیعہ کہتے ہیں کہ آیت استخلاف لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ سے مراد صرف حضرت علی ہیں۔ کہ اس کا مصداق صرف امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کا رد تفسیر صافی میں لَيَجْعَلَنَّهُمْ خُلَفَآءَ کے الفاظ میں۔ لفظ خلفاء کو جمع لانے سے ظاہر ہے کیونکہ خُلَفَاء خلیفہ کی جمع اور جمع سے کم از کم تین افراد مراد ہوتے ہیں۔ لہذا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تین یا اس سے زائد خلیفہ بنائے گا۔ نہ یہ کہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے اور اسی طرح بَعْدَ نَبِيِّكُمْ کے الفاظ صاف صاف بتاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد خلیفہ بنیں گے۔ جو اس اُمت کا آپ کے قائم مقام ہو کر نظام اسلام چلائیں گے۔ تو ایسے خلیفہ خلفائے اربعہ ہی ہیں نہ کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کیونکہ ان کی آمد تو قرب قیامت ہوگی۔ اگر امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی آیہ استخلاف سے مراد ہوتے تو لازم آتا کہ ان کی آمد تک اُمت گمراہی میں بھٹکتی رہتی۔

تمکین دین نہ ہونے کی وجہ سے خلاصہ کلام تفسیر آیہ استخلاف چند ورق الٹ کر آیہ استخلاف کی تفسیر میں دلیل اول کے تحت حدیث صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امام محمد باقر سے منقول ہے۔ کہ مومنین سے عرب وعجم کی بادشاہت اور جنت میں بادشاہی کی بشارت کا وعدہ ہے۔ صفحہ ۵۲ پر حیات القلوب دیکھیے۔ اور دلیل دوم میں بھی خلافت فی الارض کا مطلب عرب وعجم کی بادشاہت کا وعدہ ہے۔ تفسیر مجمع البیان صفحہ ۵۳ پر دیکھئے اور یہ وعدہ خلافت یعنی عرب وعجم بادشاہت کا ہو پورا ہو گیا۔ زیر آیت استخلاف قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا کر دیا بحوالہ منہج الصادقین ملا فتح اللہ کاشانی پیچھے

ورق الٹ کر صفحہ ۶۶ پر دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن سے خلافت وحکومت یعنی عرب وعجم کی بادشاہت دینے کا وعدہ کیا اور وہ وعدہ پورا کردیا۔ (بحوالہ المیزان فی تفسیر القرآن پیچھے صفحہ ۶۸ پر دیکھئے)

اور یہ ہم آیت استخلاف کی تفسیر میں ثابت کر چکے ہیں کہ عرب وعجم کی بادشاہت یعنی شام، یمن، مدائن یعنی قیصر وکسریٰ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا کہ سیدنا فاروق اعظم کے دور خلافت میں یہ ممالک فتح ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بموجب وعدہ الٰہی عرب وعجم کے باسیوں اور سرزمین عرب وعجم کے بادشاہ بنے اور خلفائے ثلثہ کی خلافت حقہ میں کوئی شک نہیں ہے کوئی سعید الفطرت شیعہ حضرات میں سے جو ہمارے بیان کردہ تفسیر آیت استخلاف کے دلائل کا ٹھنڈے دل اور ضد اور تعصب کو بالائے طاق رکھ کر مطالعہ کرے۔

آیہ استخلاف کی وضاحت

آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مومنین مخاطبین سے جو خلافت کا وعدہ فرمایا اُسے تھوڑے ہی عرصہ میں پورا فرما دیا۔ کیونکہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخلِفُ الْمِیْعَادَہ

اُسکی شان ہے یعنی وہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ کیونکہ وعدہ خلافی کے تین ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ (سورہ رعد پ ۱۳)

۱۔ وعدہ کرنے والا وعدہ بھول جائے تو اللہ تعالیٰ سے اس قسم کی وعدہ خلافی محال ہے۔ کیونکہ

لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی

میرا رب نہ بھٹکا ہے اور نہ ہی بھولنا اس کی شان ہے۔ (سورہ طٰہٰ پ ۱۶)

۲۔ وعدہ کرنے والے نے جس سے وعدہ کیا ہے سچی بات ہی نہ کہو ہو۔ یہ بھی اُس اللہ تعالیٰ کیلئے باطل ہے وہ فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا

۳۔ وعدہ کرنیوالا وعدہ پورا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ تو یہ بھی باطل ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف کیونکہ۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ

اُس کی شان ہے یعنی وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورہ بقر) اللہ ہی سب سے زیادہ سعا ہے۔ تو جب وعدہ خلافی کی تمام صورتیں اُس ذات کیلئے باطل ٹھہریں تو پھر اس کی ضد پر (یعنی وہ وعدہ پورا کرنیوالا ہے) ایمان لانا لازم ہے۔ جب اللہ نے یہ وعدہ فرمایا تو خلفائے راشدین جوان تمام صفات مذکورہ کے متصف تھے اپنے وعدے کے مطابق انہیں خلافت عطا فرما کر اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ اب اس آیت استخلاف کا حقیقی مصداق معلوم کرنے کے لئے ہم ایسی ہستی کے اقوال مبارکہ پیش کرتے ہیں کہ پھر اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہے۔ وہ مبارک ہستی ابو الائمہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ان کی مشہور کتاب نہج البلاغۃ شیعہ حضرات کے ہاں مستند اور مسلم ہے۔

خطبہ نمبر ۱۴۶ کی کثرت و قلت اس خطبے کا پس منظری ہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جنگ فارس (ایران) میں خود شریک ہونا چاہا اور اس بات میں آپ سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ یَکُنْ نَصْرُہٗ وَلَا خَذْلَانُہٗ بِکَثْرَۃٍ وَّ وَلَاقِلَّۃٍ وَهُوَ دِیْنُ اللّٰهِ الَّذِیْ اَظْهَرَہٗ وَجُنْدُہُ الَّذِیْ اَعَدَّہٗ وَاَمَدَّہٗ حَتّٰی بَلَغَ مَا بَلَغَ حَیْثُمَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰی مَوْعُوْدٍ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدِہٖ وَنَاصِرُ جُنْدِہٖ

ترجمہ: اسلام کی نصرت اور خذلان کا انحصار فوج کی کمی یا زیادتی پر نہیں یہ اسلام کا وہ دین ہے جسے تمام ادیان پر اُس نے غلبہ عطا فرمایا ہے اور یہ اس کا وہ لشکر ہے جسے اُس نے مہیا کیا ہے اور اس کی ہر جگہ مدد اعانت کی ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہاں تک پہنچا اور اُس نے کہاں تک ترقی کی؟ ہمیں خدا کے وعدہ پر کامل یقین اور بھروسہ ہے اور بلاشبہ خدا اپنا وعدہ (ضرور) پورا

کرے گا اور وہ اپنے لشکر کا مددگار و ناصر ہے۔

(ترجمہ رئیس احمد جعفری نہج البلاغہ صفحہ ۴۷۸)

۲۔ وَمَكَانُ الْقِيِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهٗ وَيَضُمُّهٗ فَاِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهٖ اَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَاِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ عَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا......... حَتّٰى يَكُوْنَ مَا تَدَعُ وَرَائَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ اَهَمَّ اِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ

ترجمہ: دین اسلام کے حاکم وامیر کی حیثیت ہار کے دھاگے کی مانند ہوتی ہے۔(جو موتیوں اور جواہرات کو) مجتمع رکھتا ہے۔پس اگر دھاگہ ٹوٹ گیا مہرہ بھی جدا ہو جائیگا اور ہار کے دانے پراگندہ ہو جائیں گے اور وہ پھر کسی طرح اکٹھا نہیں ہو سکیں گے آج اگر چہ عرب کم ہیں لیکن دین اسلام کے سبب وہ سب پر بھاری ہیں اور اپنے اجتماع واتحاد کے باعث سب پر غلبہ رکھتے ہیں۔آپ وہ میخ بن جایئے جو چکی کے وسط میں ہوتی ہے اور پھر اُسے عربوں کے ذریعہ گردش دیجئے جنگ میں اُن ہی کو روانہ کیجئے خود نہ جایئے اور اگر آپ نے اس سرزمین (مدینہ طیبہ) سے قدم باہر نکالا تو عرب اطراف جوانب سے ٹوٹ پڑیں گے۔عہد توڑ دیں گے اور فسا اور تباہ کاری پر مائل ہو جائیں گے۔(رشتہ نظم مملکت کمزور پڑ جائیگا) اور یہ اُن رخنوں سے زیادہ اہم ہو جائیں گے جو اسوقت آپ کے سامنے ہے۔

(خطبہ ۱۴۶ ترجمہ رئیس احمد جعفری)

اس خطبہ شریف کا ماحصل:

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاروق اعظم کے خاص مشیر تھے اور قابل اعتماد ہستی

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر اعتماد کرتے ہوئے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر بنا کر جنگ فارس کیلئے روانہ کیا۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو لشکر اسلام سمجھتے تھے اور ان کے دین کو اللہ کا پسندیدہ دین سمجھتے تھے۔ وہ فوج جو فاروق اعظم بھیج رہے تھے وہی اللہ کی فوج تھی جس کو غلبہ دینے کا اللہ نے وعدہ فرمایا اور غلبہ عطا کر کے وعدہ پورا کر دیا جیسا کہ

وَاللّٰهُ مُنجِزُ وَعْدِهٖ وَنَاصِرُ جُنْدِهٖ

سے ثابت ہے۔ اسی لیے آپ نے اپنے اس خطبہ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تین القاب سے نوازا ہے۔ (قیم ۲ نظام ۳ قطب عربی)

لغت کی مشہور کتاب القاموس جلد سوم صفحہ ۹۲ پر قیم الامر کا یہ معنی لکھا ہے۔ المصلح له والقران والنبی والخلیفة گویا آپ نے فرمایا کہ اے خلیفہ وقت تم بمنزلہ نظام کے ہو یعنی ایسی لڑی ہو جس میں موتی پروئے جاتے ہیں۔ اور اس وقت بقیہ مسلمان اس لڑی کے موتی ہیں جس کی وجہ سے وہ منتشر نہیں تو یہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے اور تمام مسلمانوں کا ملجا (جائے پناہ) بھی سمجھتے تھے اسی لئے انہیں لشکر اسلام کی چکی کے قطب (کیلی) بننے کو کہا تو اب نہایت حیرت کی بات ہے کہ جس شخص کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے لشکر کا قطب (کیلی) کہیں وہ لشکر تو اسلام کا لشکر ہو مگر اس کا قطب اور محور (کیلی) معاذ اللہ کافر و منافق ہو۔ شیعہ حضرات خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ انصاف کرو۔

۳۔ علامہ کمال الدین میثم بن علی البحرانی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ نحن علی موعود من الله سے یہاں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے کیا مراد لی آیئے اس کی

وضاحت اُپنے مجتہد سے سنئے ابن میثم لکھتا ہے۔

ثُمَّ وَعَدَنَا بِمَوعُودٍ وَهُوَ النَّصرُ وَالغَلَبَةُ وَالإِستِخلَافُ فِي الأَرضِ كَمَا قَالَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنكُم وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَستَخلِفَنَّهُم فِي الأَرضِ كَمَا استَخلَفَ الَّذِينَ مِن قَبلِهِم وَكُلُّ وَعدٍ مِنَ اللهِ فَهُوَ مُنجَزٌ لِعَدَمِ الخُلفِ فِي خَبَرِهٖ

ترجمہ: پھر ہم سے مدد غلبہ اور خلافت فی الارض کا وعدہ فرماتے ہوئے۔ ''وعد اللہ الذین الخ'' اور ہر وعدہ جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے وہ پورا ہوا کے رہتا ہے کیونکہ خدا کے وعدہ میں خلاف نہیں ہوتا۔

وَمِن جُملَةِ وَعدِهٖ نَصرَ جُندِهٖ هُمُ المُؤمِنُونَ وَالمُؤمِنُونَ منصُورُونَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ سَوَاء كَانُوا قَلِيلِينَ اَو كَثِيرِينَ

اور اس کے وعدوں سے ایک وعدہ یہ ہے کہ میں اپنے لشکر کی مدد کرتا ہوں۔ اور اللہ کی فوج مومن ہیں۔ اور مؤمن خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ ہر حال میں اللہ کی مدد اُنؑ کے ساتھ ہوتی ہے۔ (مقام غور وفکر)

ابن میثم البحرانی شیعی نے یہ تسلیم کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد فرمودہ خطبہ میں موعود من اللہ سے مراد آیہ استخلاف ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب عمر فاروق اعظم کے بارے میں یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس زمین میں خلافت عطا فرمائی ہے اور خلیفہ کی مدد کرنی ہے اور ان کے دین کو غلبہ دینا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرنے کا وعدہ فرمایا وہ یقیناً فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لشکر کی

مدد فرمائے گا۔ کیونکہ اس کا یہ وعدہ ہے۔ (شیعہ حضرات کی معتبر کتاب حملہ حیدری سے اور شہادت) مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو صفحہ دنیا سے نیست و نابود کرنے کی غرض سے سینکڑوں قبائل کو اپنی حمایت میں شامل کیا اور ہزار ہا کا لشکر مہیا کر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کے گرد اگرد خندق کھودنے کی تجویز فرمائی۔ اصحاب خندق کھودنے لگ گئے اور حضرت سلمان فارس رضی اللہ عنہ و حضرت خذیفہ کے حصہ میں جو زمین آئی اس میں ایک بھاری پتھر آ گیا جس میں گیتی اثر نہیں کرتی حضرت سلیمان فارس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی تو آپ اُس پتھر کے پاس تشریف لائے اور پے درپے تین ضربیں لگائیں اور ہر بار پتھر کے جدا ہوتے وقت روشنی اور چمک ظاہر ہوتی اور ہر بار نعرہ تکبیر بلند کیا اور صحابہ کرام بھی ہر بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نعرہ بلند کرتے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے کبھی سخت پتھر سے اس قسم کی چمک اور روشنی نمودار ہوتے نہیں دیکھی یہ سب کچھ کیا تھا اور آپ کا ہر مرتبہ تکبیر کہتے ہوئے ضرب لگانا یہ بات ہمیں سمجھائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ بپاسخ چنیں گفت خیر البشر کہ چوں است برق نخست از حجر

نمودند ایوان کسریٰ بمن ۔۔۔ دوئم قیصر روم وسیم از یمن

سبب را چنیں گفت روح الامین ۔۔۔ کہ بعد از من اعوان وانصار دین

بر آں مملکت ہا مسلط شوند ۔۔۔ بآئین من اھل ملت شوند

بدیں مژدہ شکر ولطف خدا ۔۔۔ بہر بار تکبیر کردم ادا

شنیدند این مژدہ چوں مومناں ۔۔۔ کشیدند تکبیر شادی کناں

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ پتھر سے چمک اور روشنی نکلی تو مجھے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کسریٰ کے محلات دکھائے اور جب دوسری اور

تیسری مرتبہ ضرب سے روشنی نمودار ہوئی تو روم اور یمن کے محلات دکھلائی دیئے۔ اس دکھانے کی حکمت جبرئیل آمین نے یہ بتائی کہ آپ کے غلام آپ کے بعد ان ممالک کے فاتح بن کر ان کے حکمران ہوں گے اور آپ کے دین وشریعت سے سب مل کر ایک ملت بن جائیں گے۔ اس خوشخبری اور مہربانی پر میں نے شکرادا کرتے ہوئے تکبیر کہی جب آپ کی زبان مبارک سے مؤمنین صحابہ نے یہ خوشخبری سُنی تو مارے خوشی کے سب نے اللہ کی تکبیر بلند کی۔

حملہ حیدری مصنفہ مرزا محمد رفیع مشہدی مطبوعہ تہران صفحہ ۹۵

نوٹ: بعد از من اعوان او انصار دین الخ شعر نمبر ۳

ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا فاروق اعظم اور آپ کے لشکر کو دین اسلام کا مددگار اور معاون فرمایا ہے۔

اور شعر نمبر ا سبب راچنیں گفت روح الامین الخ کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ جبرائیل آمین اللہ کی طرف سے وحی لے کر آئے اور آپ کو پیغام خداوندی پہنچایا۔ جس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ نے بآواز بلند اللہ اکبر کہا جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ اللہ نے آیہ استخلاف میں آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کے متعلق جو وعدہ فرمایا تھا اس کو پورا کردینے کی خوشی میں آپ نے تکبیر کہی تھی جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ فتوحات فاروقی کو آپ من جانب اللہ تعالیٰ سمجھتے تھے۔

شیعہ حضرات کا اعتراض کہ اہل سنت آیہ استخلاف کے لفظ منکم سے استدلال فرما کر مخاطبین اولین صحابہ کرام ہیں ان میں سے تین کا ہونا ضروری ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیت

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ يَا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

میں جو جمع مخاطب کے صیغے ہیں ان میں صرف حاضرین کو خطاب ہے باقی اُمت پر اولی الامر کی اطاعت یا روزے فرض نہیں ہیں؟

جواب: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ اور اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ وغیرہ میں ان تمام امور کے مخاطب اول صحابہ تھے باقی اُمت ان تمام امور میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ کیا شیعہ حضرات یہ کہہ سکتے ہیں کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ میں جو روزے کی فرضیت کا حکم ہے وہ صحابہ کرام پر نہ تھا اور باقی اُمت پر ہو گیا تو جیسے اولاً روزہ صحابہ کرام پر فرض تھا اور تبعاً باقی اُمت پر ہوا تو اسی طرح آیت

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

میں بہت پہلے خلفاء صحابہ کرام میں سے ہوں گے۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ صحابہ کرام میں سے تو کوئی اس وعدے کا مصداق نہ ہو اور باقی اُمت مصداق ٹھہرے لہذا شیعہ حضرات ثابت کریں کہ نزول آیت کے وقت جن حاضرین سے خطاب ہو رہا ہے۔ اُن میں سے خلفائے ثلاثہ کو چھوڑ کر کم از کم تین آدمی پیش کریں جن کے ہاتھ سے یہ تینوں انعامات خداوندی پورے ہوئے ہوں۔ یعنی تمکین دین، استخلاف فی الارض اور امن بعد خوف

جواب: شیعہ حضرات ہمارے نزدیک آیت استخلاف کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ یہ تین خلیفہ ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں حضرات اُس زمانے کے بھی تھے اور مومن صالح بھی تھے اور تین کا عدد بھی پورا ہو گیا۔

جواب: شیعہ حضرات یا تو تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں یا ان کو اپنی مذہبی کتابوں کا علم نہیں۔ دیکھو آپ کی معتبر تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۱۷۸

قَالَ الْقُمِّيُّ نَزَلَتْ فِي الْقَائِمِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ

قی نے کہا کہ آیہ استخلاف امام قائم آل محمد یعنی امام مہدی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

۲۔ عَنْ ابْنِ عَباس وَمجاهد والمَرْوِیُ عَنْ اَهْلِ بَیْتِ اِنَّهَا فِیْ الْمَهْدِیْ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ

(تفسیر مجمع البیان جلد ۴ صفحہ ۱۵۲)

یعنی حضرت ابن عباس اور مجاہد اور اہل بیت سے رروایت ہے کہ آیت استخلاف امام مہدی علیہ السلام کے متعلق (اُتری) جو آل محمد میں سے ہیں۔اور تفسیر صافی پر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ بھی اس آیت استخلاف کے مصداق نہیں بن سکتے کیونکہ اُن کے زمانے میں تمکین فی الارض اور دین کو پوری مضبوطی وقوت حاصل نہیں ہوئی۔ترجمہ مقبول کے صفحہ ۱۷۰ پر ہے۔اور خاص کر جناب امیر المومنین کے زمانہ میں تو بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے۔شیعہ دوستو آپ کہتے ہیں کہ آیہ استخلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں آئی ہے۔ حالانکہ تمہارے عقیدہ کے مطابق تو ہرگز ان کے عہد میں دین کو مضبوطی حاصل نہیں ہوئی بلکہ مسلمان بھی مرتد ہو گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کی حیثیت شیعہ حضرات کے چوٹی کے عالمؒ نور اللہ شوشتری نے اپنی مایہ ناز کتاب احقاق الحق میں یوں بیان کی ہے۔

اَنَّ اَمْرَ الْخَلَافَةِ مَا وَصَلَ اِلَیْهِ اِلَّا بِالْاِسْمِ دُوْنَ الْمَعْنیٰ

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت برائے نام ملی تھی۔

شیعہ حضرات تمہاری کتابیں تو کہتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اس آیت کے قطعاً مصداق نہیں۔اور تمہارے عقیدہ کیمطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کیسے مصداق بن سکتے

ہیں۔ کیونکہ ان کی خلافت تو ہرگز نہ رہی بلکہ آپ کی کتابوں میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنی پڑی۔ جیسا کہ تمہاری معتبر کتاب رجال کشی میں لکھا ہے۔

فَاذِنَ لَهُمْ مَعَاوِيَةُ وَاَعَدَّلَهُمُ الْخُطَبَآءَ فَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ

(رجال کشی صفحہ ۱۰۲ تذکرہ سعد بن عبادہ)

باقی رہے امام حسین پاک اُن کو کب خلافت فی الارض ملی اور کیسے تمکین فی الارض حاصل ہوئی کہ آیت کا وہ مصداق بن سکیں اور تمہارے عقائد کے لحاظ سے تو ان تینوں حضرات کی زندگیوں میں

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

کی صفت بالکل حاصل نہیں ہوسکی بلکہ یہ تینوں حضرات خوف وخطر کی زندگی بسر کر کے دنیا سے کوچ کر گئے۔

الحاصل: تفسیر صافی، تفسیر مجمع البیان، ترجمہ مقبول مذکو ہر حوالوں سے ثابت ہوا کہ شیعہ مفسرین کے نزدیک اس آیت کا نزول حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امامین حسنین کریمین کے بارے میں نہیں ہوا کیونکہ ان دو چوٹی کی معتبر تفسیروں میں اس آیت کا مصداق صراحتاً امام قائم آل محمد (امام محمد مہدی علیہ السلام) کو کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس آیت میں وعدہ فرمایا کہ زمانہ تک، تقیہ واجب ہے اور صاحب تفسیر صافی اسبات کی تردید بھی کر رہا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خوف امن میں تبدیل ہو گیا تھا۔

تفسیر صافی وَفِىْ عَهْدِ عَلِىٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ اِرْتِدَادِ مُسْلِمِيْنَ

وَالْفِتَنِ النَّبِیَّ کَانَتْ تَثُوْرُ فِیْ اَیَّامِهِمْ وَالْحُرُوْبِ الَّتِیْ کَانَتْ تَنْشِبُ بَیْنَ الْکُفَّارِ وَبَیْنَهُمْ

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور ان کی خلافت کا تمام تر وقت مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں اور فتنوں کی نذر ہو گیا۔ تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۷۸ اطبع جدید)

صاحب تفسیر صافی نے آیت استخلاف کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں نازل ہونے کی نفی کر دی ہے۔ کیونکہ اس آیت کے مطابق اُن کے دورِ خلافت میں بدستور خوف رہا اور امن نہ ہو سکا بلکہ ان کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی خوف کے بادل چھائے رہے۔ اسی وجہ سے امام حسن پاک اپنی اور اپنے اہل وعیال اور اپنے مخلصین حضرات کی جانی ومالی حفاظت کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس حفاظت کا عہد لینے کے بعد اُن کے ہاتھ پر بیعت کی بلکہ بقول شیعہ حضرات قبلہ وکعبہ علامہ السید علی الحائری خلافت قرآنی اپنے تالیف کردہ کتابچہ صفحہ ۶۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ زمانہ حاضرہ کا خلیفہ بالحق امام عصر صاحب الدولۃ والعصر حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام قرآن مجید کے اسی عظیم الشان نشان کے مطابق اس وقت دیکھ لو کہ بحالت خوف وخطر غائب عن الانظار اور حاضر فی الامصار موجود ہے اور وہ جب اظہار خلافت وامامت کیلئے مامور من اللہ ہوں گے۔ تو اس آیت استخلاف کے مطابق خدائے تعالیٰ ان کے اس خوف وخطر کو بمصداق

وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

امن اور اطمینان سے بدل دے گا۔

تفسیر قمی: قَالَ الْقُمِّیُّ نَزَلَتْ فِی الْقَائِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ

السَّلامُ اَقُوْلُ تَبْدِیْلَ خَوْفِهِمْ بِالاَمْنِ یَکُوْنُ بِالْقَائِمِ

یعنی قمی نے کہا آیہ استخلاف امام قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ (یہی صحیح ہے) کیونکہ مسلمانوں کا خوف سے امن میں ہو جانی امام قائم کے زمانہ میں ہی ہوگا۔ تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران

خلافت حقہ پر دلیل دوئم

یہ بات شیعہ وسنی میں مسلم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی مبارک کے آخری ایام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے پر مامور فرمایا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف جلد اول (سنی) اور درہ نخفیہ شرح نہج البلاغہ صفحہ ۲۲۵ (شیعہ)

فَلَمَّا اشْتَدَبِهِ الْمَرَضُ اَمَرَ اَبَابَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ

ترجمہ: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

نوٹ: شیعہ حضرات کا گمان ہے کہ صرف ایک نماز پڑھائی اور یہ وہی نماز تھی جس کی ادائیگی کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی اور فضل بن عباس کے سہارے مسجد میں جلوہ فرمائے ہوئے تھے۔ آپ نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں سے پیچھے ہٹ آئے۔

درہ نخفیہ:

وَالصَّحِيحُ عِنْدِيْ وَهُوَا الْاَكْثَرُ الْاَشْهَرُ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ اٰخِرَ الصَّلٰوةِ فِيْ حَيَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ جَمَاعَةً وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ صَلّٰى

بِالنَّاسِ بَعْدَ ذَالِکَ یَوْمَیْنِ ثُمَّ مَاتَ

ترجمہ: میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہی مشہور اور اکثر کا قول ہے کہ یہ نماز جو آپ نے پڑھائی آپ کی حیات مقدسہ کی آخری نماز نہ تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد دو دن متواتر نمازیں پڑھائیں۔ دو دن کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انتقال فرما گئے۔ مقامِ غور وفکر کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امور دینیہ میں

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیO اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُّوْحٰیO

کے مطابق کبھی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرمایا بلکہ اس سورہ نجم کی آیت کے مطابق امر الٰہی ہوتا ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ نبی کسی کے خوف ولالچ سے اللہ کے حکم کو ہرگز نہ تبدیل کرتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو چھپاتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ ط

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے احکام پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرے اس آیت شریف نے بتلا دیا کہ جن پاک ہستیوں پر تبلیغ حق کا مدار ہے وہ اللہ رب العزت کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ پس اُن کے کسی مصلحت کا شکار ہونے اور اظہار خلافت حق پر آمادہ ہونیکا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ہر دو آیات اس امر کی شاہد ہیں۔ اسبات کے ذہن نشین ہونے کے بعد اگر غور وفکر سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اور صحابہ کرام کی موجودگی میں امامت کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

منتخب فرمانا نا کسی خواہش کی تکمیل تھا اور نہ ہی کسی قسم کا خوف ولالچ اس میں کارفرما تھا۔ بلکہ اللہ کا حکم تھا۔ دوسرے یہ بات ثابت ہوئی نماز افضل العبادات بڑی شان والی بندگی کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی، حضرت عباس اور دیگر حضرات صحابہ کرام میں سے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے پر کھڑے ہوکر اس کی ادائیگی کا حکم دینا گویا دین محمدی کی پیشوا ہونا ثابت کرتا ہے۔ ثقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے معاملہ میں ابوبکر صدیق کے حق میں اسی لئے اس امامت کو بطور استدلال پیش کیا گیا کہ جس شخصیت کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آخری ایام میں اُمت کا امام بنا دیا۔ ان کی امامت وخلافت پر ہمیں بھی اتفاق کر لینا چاہیے اور راضی ہو جانا چاہیے۔ اس لئے کہ جب افضل العبادت میں بحکم رسول پیشوا اور امام بنائے گئے تھے تو دنیوی امور میں بدرجہ اولیٰ امام بننے کے مستحق ہیں۔ خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل سوم ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ میں نے صحابہ ثلثہ کی بیعت کی اور اُن کا وفادار رہوں۔ (امالی طوسی)

اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قُبِضَ وَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِهٖ وَ بِالنَّاسِ قَالُوْا اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ فَبَايَعْتُمْ اَبَابَكْرٍ وَعَدَلْتُمْ عَنِّي فَبَايَعْتُ اَبَا بَكْرٍ كَمَا بَايَعْتُمُوْهُ وَكَرِهْتُ اَنْ اَشُقَّ عَصَا الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنْ اُفَرِّقَ بَيْنَ جَمَاعَتِهِمْ .... وَكَرِهْتُ اَنْ اُفَرِّقَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَشُقَّ عَصَاهُمْ فَبَايَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَايَعْتُهٗ

(شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی جلد دوم صفحہ ۱۲۱ الجزائر الثامن عشر طبع ایران)

ترجمہ: میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور میں آپ کے نزدیک اور تمام مسلمانوں کے نزدیک سب سے بہتر تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں

پھر فرمایا تم نے مجھے چھوڑ کر ابو بکر کی بیعت کر لی تو میں نے تمہاری طرح انکی بیعت کیر لی یعنی اسی طرح کی جیسے تم نے ان کی بیعت کی تھی۔ اور مجھے یہ ناپسند تھا کہ میں مسلمانوں میں یعنی صحابہ کرام میں نا اتفاقی ڈالوں اور مسلمانوں کی وحدت کو توڑنا اور ان کی جمعیت کو پاش کرنا میں نے اچھا نہ سمجھا۔ پھر ابو بکر صدیق نے اپنے بعد خلافت عمر کے سپرد کر دی اور تم جانتے ہو میری قرابت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ تھی۔ پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اسی طرح کی جیسے تم نے کی تھی اور میں نے حضرت عمر کے ساتھ کما حقہ وفا کی حتی کہ جب وہ شہید ہوئے تو مجھے مجلس شوریٰ کے ارکان میں چھٹا رکن میں نے حضرت عمر کی مقرر کی ہوئی رکنیت کو قبول کیا اور میں نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا پسند نہ کیا۔ پھر تم نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی اور میں نے بھی کی یعنی میں نے تمہاری طرح حضرت عثمان کی بیعت کر لی۔ مذکورہ حدیث سے یہ بات بالکل وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلثہ کی بیعت کی تھی۔ کیونکہ شیعوں کے صحاح اربعہ کے مصنفین میں سے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے امالی شیخ طوسی جلد دوم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار بیعت کو صاف صاف الفاظ نقل کیا۔ وہ یہ کہ حضرت علی نے جنگ جمل کے موقع پر اپنے ساتھیوں سے یوں خطاب فرمایا۔ میں نے ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی بیعت کی اور پھر ان کی بیعت کی مکمل وفاداری اور پاسداری کی جیسا کہ امالی طوسی میں حضرت علی کے قول مبارک سے ثابت ہے۔

فَبَايَعْتُ عُمَرَ كَمَا بَايَعْتُمُوْهُ لَهٗ بِبَيْعَتِهٖ سے ظاہر ہے۔

یعنی نہ تو اسے توڑا اور نہ ہی مخالفت کی کیونکہ ان کے دور خلافت میں میں نے ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں۔ تفسیر قمی کے اندر ان الفاظ پر ذرا نظر اٹھائیں۔

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّا لِلصَّلٰوةِ وَتَهَيَّا لِلصَّلٰوةِ وَ حَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ وضو کر کے اٹھے اور نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا پھر مسجد تشریف لائے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے (اُن کی اقتدا میں) نماز ادا کی۔اب سارے اقتباس کو غور سے پڑھیے۔

یہ حضرت علی کا اپنا قول ہے کسی مجتہد اور ذاکر ماکر کا نہیں۔

۲۔ آپ نے دوٹوک فیصلہ دیا کہ کس طرح تم لوگوں نے خلفائے ثلثہ کہ ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ میں نے بھی اسی طرح کی تھی۔تو اب یہ ثابت کیا جائے کہ سب صحابہ نے تقیہ کیا تھا۔ شیعہ حضرات یہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے تو پھر شیعہ حضرات یہ مان لیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی باقی صحابہ کی طرح دل سے بیعت کی تھی۔اسی طرح یا تو ثابت کیا جائے کہ سب سے جبراً بیعت کر لی گئی تھی۔یا مان لیا جائے کہ سب صحابہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی برضا و رغبت بیعت کی تھی۔یہ کَمَا بَا یَعْتُمُوْہُ کہہ کر حضرت علی پاک نے ہر افترا پرداز حیلہ جو کج رو کے منہ وہ زناٹے دار تھپڑ رسید کیا تاکہ عقیدہ درست کر لیں۔

خلفائے ثلثہ کی حقانیت پر دلیل چہارم

ازقول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلاَنِ قَاسِطَانِ كَانَ عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(احقاق الحق مصنفہ نوراللہ صفحہ ۱۶)

ترجمہ: وہ دونوں (ابوبکر صدیق وعمر فاروق) عادل اور انصاف کرنے والے امام تھے جب تک زندہ رہے حق پر رہے اور دونوں کی موت بھی حق پر ہی ہوئی اللہ کی ان دونوں پر تا قیامت رحمتیں نازل ہوں۔

اعتراض شیعہ حضرات، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد ھما مان عادلان قاسطان کے معنی یہ ہیں کہ ابوبکر وعمر امام اہل نار کے تھے اور عادل کے معنی پر ہیں کہ وہ دونوں حق سے پھر گئے اور وہ دونوں ظالم تھے اور کَانَ عَلَى الْحَقِّ کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں زور زبردستی سے حق پر چڑھ گئے اور اسی حالت پر فوت ہوئے اور فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن دونوں پر جناب رحمۃ اللعالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چڑھ جائیں گے اور ان سے اہل بیت کا حق وصول کریں گے۔

قارئین شیعہ حضرات کا یہ ترجمہ جوانہوں نے کیا ہے انتہائی تعجب خیز ہے۔ یہ دیکھئے

عادل کے معنی ظالم کرتے ہیں اور حق پر ہونے کا مطلب زور زبردستی سے حق پر چڑھ جانا بیان کرتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ پر خدا کی رحمت ہونے کا مطلب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چڑھ جانے کا کرتے ہیں۔ قارئین ازراہ انصاف ودیانتداری غور کرو کیا آپ لوگ جب یہ کہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا استاد پیرد مرشد پر خدا کی رحمت ہو کیا اسی کا یہی مطلب ہوتا ہے؟ کہ ان پر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چڑھ جائیں۔ اور تم جو کہتے ہو کہ فلاں شخص عادل ہے اور فلاں شخص حق پر ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ ظالم ہے اور دوسروں کے حق پر چڑھ جاتا ہے۔ شیعہ حضرات امام جعفر صادق کے قول وارشاد کا ترجمہ کرنے میں اُسی قسم کا ظلم کیا ہے جو شاید کسی جاہل ذاکرنے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کے معنی کرنے میں ظلم کیا تھا کہ (العیاذ باللہ) نقل کفر کفر نباشد

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ مان لے تو آیا بلا (بلی کا نر) وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور ملائی کھا گیا وَكُتُبِهٖ اور اس پر کتے چھوڑ دیئے گئے۔ وَرُسُلِهٖ اور اس کو رسیوں میں باندھا گیا۔ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور وہی اُس بلے کا آخری دن تھا۔ کہ ماردیا گیا۔

خلفائے ثلثہ کی خلافت حقہ پر دلیل پنجم

اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمُّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذَالِکَ لِلّٰهِ رِضیً فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰی مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰی قَاتَلُوْهُ عَلٰی اِتِّبَاعِهٖ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَهُ اللّٰهُ مَاتَوَلّٰی

ترجمہ: خلافت کے مشورے کا حق صرف مہاجرین وانصار کو ہے کسی شخص پر وہ اگر متفق ہو جائیں اور اس کو امام وخلیفہ بناویں تو ان کا پسندیدہ اللہ کا پسندیدہ ہوگا جو شخص اُن کے مشورے کے مخالف ہو۔ اعتراض کرے یا نئی راہ نکالے تو اسے سیدھی راہ پر واپس لاؤ جو مہاجرین و انصار کا فیصلہ ہے اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کرو کیونکہ وہ مسلمانوں کی راہ سے ہٹ کر اسلام سے نکل چکا اور اللہ تعالیٰ اُسے اُسی طرف پھیرے رکھے گا جدھر وہ پھر چکا۔

(نہج البلاغہ خط ۶)

یہ ہے ناطق فیصلہ جناب علی المرتضیٰ یہ کہ خلافت وامامت ایک ہی چیز ہے اور جس کو مہاجرین وانصار بالاتفاق خلافت کیلئے نامزد کردیں۔ وہی امام ہے اور اسی میں خوشنودیٔ رب العباد ہے۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا

حق کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کریم کی جو مخالفت کرتا ہے اس طرح کے سابقہ مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ نکالتا ہے ہم اسے اسی گمراہی میں چلائیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے۔

(نہج البلاغۃ کے خط ٦) میں حضرت علی نے امیر معاویہ سے خطاب کرتے ہوئے اس آیت کا حوالہ دیکر بیعت کے سلسلے میں ایک اصولی بیان فرمایا آپ نے یہ اصول بیان کیا کہ مہاجرین وانصار جس کو خلافت وامامت کا مستحق قرار دیں وہی امام برحق اور خلیفہ راشد ہے اور وہی اللہ کا پسندیدہ ہے۔ یعنی آپ نے بتایا کہ خلفائے ثلثہ کی خلافت پر مہاجرین و انصار کا اجماع تھا انہوں نے اُن کو خلیفہ چنا لہذا خلفائے ثلثہ امام برحق بھی تھے اور اللہ کے پ پسندیدہ بھی تھے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ خلافت امامت کیلئے نص کی ضرورت نہیں بلکہ مہاجرین وانصار کے اجماع کی ضرورت ہے۔ اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت علی اپنی خلافت کا حق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے منوانا چاہیے مگر کوئی نص نہیں پیش کی حالانکہ اس موقعہ پر نص سے بڑھ کر کوئی دلیل کارگر نہ تھی۔

٢۔ مہاجرین وانصار کے فیصلہ کے بعد جو شخص ان کے فیصلہ کو چھوڑ کر نئی راہ نکالتا ہے وہ واجب القتل ہے اور خارج از سلام ہے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ واضح کر دیا کہ انہوں نے تقیہ کر کے خلفائے ثلثہ کی بیعت نہیں کی تھی بلکہ ان کے فیصلہ کو اللہ کا پسندیدہ فیصلہ سمجھ کر سچے دل سے بیعت کی تھی۔

٣۔ لہذا حضرت علی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتا دیا کہ جس طرح میں نے مہاجرین

وانصار کے فیصلہ کو اللہ کا پسندیدہ فیصلہ سمجھ کر خلفائے ثلثہ کی بیعت کی تھی اور اسی طرح آج مہاجرین وانصار کے میرے حق میں فیصلہ کو تم بھی اللہ کے پسندیدہ فیصلہ کو تسلیم کرو اور میری بیعت کرلو۔ اسی اصول کی تائید پر علامہ میثم نے یوں تفسیر کی

وَحَصَرَ لِلشُّوْرٰی وَالْاِجْمَاعَ فِی الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ لِاَنَّهُمْ اَهْلُ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ فَاِذَا اتَّفَقَتْ كَلِمَتُهُمْ عَلٰی حُكْمٍ مِّنَ الْاَحْكَامِكَ اِجْتِمَاعِهِمْ عَلٰی بَیْعَتِهٖ وَتَسْمِیَتِهٖ اِمَاماً كَانَ ذَالِكَ اِجْمَاعًا حَقًّا هُوَ رَضِیَ اللّٰهُ اَیْ مَرْضِیٌّ لَهٗ وَسَبِیْلُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْ یَجِبُ اِتِّبَاعُهٗ

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد چہارم صفحہ ۳۵۳ طبع جدید زیر خط نمبر ۶)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شوریٰ کو صرف مہاجرین وانصار کے لئے مخصوص فرمایا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اہل حل وعقد (ارباب بست وکشاد) وہی ہیں اور جب وہ کسی معاملہ پر متفق ہو جائیں جس طرح حضرت علی کی امامت وبیعت پر متفق ہوئے تو ان کا یہ اجماع واتفاق "حق" ہوگا وہ اجماع اللہ کا پسندیدہ ہوگا اور مؤمنین کا ایسا راستہ ہوگا جس کی اتباع واجب ہے۔ خلاصہ کلام ابن میثم

اجماع حقہ وہی ہے جو مہاجرین وانصار کا ہو کیونکہ ان دونوں میں اکثریت اُن اصحاب کی ہے جو غزوہ بدر اور بیعت رضوان میں شامل تھے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت فرمائی ہے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کی معتبر تفسیروں سے ثابت ہے۔ تفسیر منہج الصادقین از جابر مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس دوزخ نرود از اں مؤمناں کہ در زیر درخت سمرۃ بیعت کردند۔ یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن مؤمنوں نے درخت کیکر کے نیچے بیعت کی تھی۔ اُن میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائیگا۔ ذکر بیعت رضوان اور اسی طرح تفسیر مجمع البیان طبرسی، تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ زیر آیت میں یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری لہ میں لکھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔

لَعَلَ اللّٰهُ اَطَّلِعَ عَلٰى اَهْلِ بَدر فَغَفِرَلَهُمْ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

پس جب پیغمبر خدا کی زبان مبارک سے تمام بدریوں کا قطعی جنتی ہونا اور خدا ان کی نسبت اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فرمانا ثابت ہو گیا یعنی جو چاہو سو کرو۔ میں تمہیں بخش چکا ہوں۔ تو لاریب ثابت ہو گیا اُن کا اجماع جنتیوں کا اجماع ہے اور یہ ناممکن ہے کہ یہ سب کسی دوزخی کیلئے متفق ہوئے ہوں۔ خلفائے ثلٰثہ کا انتخاب انہی کے اجماع واتفاق کا نتیجہ ہے جس پر تادم آخر یہ قائم رہے۔

انتباہ: شیعہ حضرات یہ اول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان اور ان کا فتوٰی ہے لہذا جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتوٰی کو قبول نہیں کرتا وہ مہاجرین وانصار کا مخالف اور مولٰی علی رضی اللہ عنہ کا دشمن اور اسلام سے کوسوں دور ہے۔ مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا یہ خط جس کی شرح کی گئی یاد رہے یہ قرآنی آیت وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کی تفسیر ہے اور خلاصہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرمایا۔ مگر جن کے دل بغض صحابہ سے معمور ہوں اُن کو اس پر ایمان لانا کڑوا گھونٹ ہے۔ اعتراض منجانب شیعہ حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ منصوص خلافت کے منکر تھے اور اجماع خلافت کے قائل تھے اور اس لئے حضرت علی نے یہ الزامی جواب دیا اور اپنی خلافت کے ثبوت میں مہاجرین وانصار کے اجماع کا اصول پیش کیا۔

جواب اگر یہ بیان حیدر کرار الزامی ہے تو صاحب بیان حضرت علی کا قول پیش کیا جائے۔ آپ اس واضح اور صاف صاف بیان میں اپنی پسند کا مفہوم داخل کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں اگر بات وہی ہوتی جو آپ بنا رہے ہیں تو حضرت علی پہلے اپنا عقیدہ پیش کرتے کہ خلافت منصوص ہے اور میری خلافت پر نص موجود ہے اور اے صحابہ رضی اللہ عنہ اگر تم اس حقیقت کو نہیں مانتے تو میں تمہارے عقیدے کے مطابق ثبوت دیتا ہوں کہ میری خلافت پر بھی مہاجرین وانصار کا اسی طرح اجماع ہوا ہے جیسے خلفائے ثلثہ کی خلافت پر ان کا اجماع ہوا تھا۔ مگر حضرت علی نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنا وہی عقیدہ بیان کیا جو سب مسلمانوں کا تھا کہ مہاجرین وانصار جس کی امامت پر متفق ہو جائیں وہ شخص اللہ کا پسندیدہ ہے۔ اگر آپ اس سیدھی بات کو تسلیم نہ کریں اور اسے الزامی جواب قرار دیں تو ہمارا سوال یہ ہے کہ ایسے مناسب موقعہ پر حضرت علی نے اپنی خلافت منوانے کیلئے نص کیوں نہ پیش کی۔ نص کیا ہے اللہ اور رسول کا حکم یعنی قرآن پاک سے یہ حدیث رسول پاک سے اپنی خلافت کا ثبوت تو یہ اقدام علی رضی اللہ عنہ کا ایک طرف حق چھپانے کا ہے دوسری طرف شیعہ کو گمراہی میں دھکیل دینے کا (صفحہ نمبر ۲ مکتوب ۶) میں فرمان علی کرم اللہ وجہہ کو غور سے پڑھیے ہم جیسے دلیل نمبر ۵ خلفاء ثلثہ کی خلافت حقہ کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ جو شخص مہاجرین وانصار کے مشورے کا مخالف ہو کر اعتراض کرے یا نئی راہ نکالے تو اسے سیدھی راہ پر واپس لاؤ جو مہاجرین وانصار کا فیصلہ ہے۔

فَاِنْ اَبٰی قَاتَلُوْهُ عَلٰی اِتِّبَاعِهٖ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ وَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰی

اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کرو کیونکہ وہ مسلمانوں کی راہ سے ہٹ کر اسلام سے نکال چکا اور اللہ تعالیٰ اُسے اُسی طرح پھیرے رکھے گا جدھر وہ پھر چکا ہے۔

خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ششم

اِنَّ اَبَابَکْرٍ یَلِی الْخِلَافَةَ بَعْدِیْ ثُمَّ بَعْدَہٗ اَبُوْکِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّانِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (تفسیر صافی صفحہ ۷۱۶)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد خلافت ابوبکر کو ملے گی اور اس کے بعد تمہارے والد خلیفہ بنیں گے جناب حفصہ نے عرض کی یہ بات آپ کو کس نے بتلائی؟ فرمایا اللہ علیم وخبیر نے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو یہ خوشخبری اس وقت سنائی جب کہ وہ مغموم بیٹھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی تھی کہ میرے وصال کے بعد خلیفہ بلافصل ابوبکر صدیق ہوں گے اور ان کے بعد عمر بن الخطاب ہوں گے۔ اور مَنْ اَنْبَاکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّانِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کی ''خلافت بلافصل'' اور انکے بعد عمر بن الخطاب کی خلافت کی پیش گوئی اللہ علیم و خبیر نے آپ کو دی تھی۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت من جانب اللہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سرکار دوعالم نے اپنی حیات شریفہ میں ہی تمام صحابہ کرام واہل بیت کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلّی امامت پر کھڑا ہو کر

نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ بعد میں خلافت صدیقی کے استحقاق کیلئے اسی امامت کوبطور دلیل پیش کیا گیا اور حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب ہو گئے اور انصار و مہاجرین نے جن کو اپنا خلیفہ بنانا پسند کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان الفاظ سے اس کی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمُّوْهُ اِمَاماً كَانَ ذَالِكَ لِلّٰهِ رَضیً

(نہج البلاغہ خط نمبر ۶ حضرت علی کے خطوط نہج البلاغۃ میں صفحہ ۲۴۷ درج ہیں)

ان میں خط نمبر ۶ میں تحریر تھا کہ مہاجرین وانصار اگر کسی شخص کو امامت کیلئے بالاتفاق چن لیتے ہیں تو وہ اللہ کا پسندیدہ ہوگا۔

مقام غور وفکر۔ جن کی خلافت کی خبر اللہ کی طرف سے ہو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اظہار فرمائیں اور اپنی حیات میں ہی مصلّی امامت پر انہیں کھڑا کریں تمام صحابہ کرام اور اہل بیت ان کی امامت کو تسلیم کرتے ہوئے اُن کی اقتدا کریں اور کسی قسم کی کوئی شکایت اُن کے خلاف نہ کریں۔ مولا علی رضی اللہ عنہ ایسی خلافت کو اللہ کی رضا سمجھیں تو ایسی خلافت کو خلافت مغصوبہ کہنا پر لے درجے کی بے علمی ہے کیونکہ اس انکار سے اللہ کی خبر میں کذب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتخاب غلط اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تائید فضول لازم آتی ہے۔

خلافت حقہ خلفائے ثلثہ پر دلیل ہفتم

قَالَ اَمِیرُ الْمُؤمِنِیْنَ وَمَنْ لَمْ یَقُلْ اِنِّی رَابِعُ الْخُلَفَآءِ فَعَلَیْهِ لَعْنُ اللّٰهِ

حضرت علی امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو مجھے (رابع خلیفہ یعنی چوتھا خلیفہ) نہ کہے اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔ نا قب علامہ ابن شہر آشوب جدل سوم صفحہ ۶۳ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اس کلام میں واضح طو پر فیصلہ فرمایا کہ میں چوتھے نمبر پر خلیفہ ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس کلام پر عمل کرنا اور اسے درست تسلیم کرنا اس وقت ناممکن ہوگا۔ جب تک خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق کو نہ مانا جائے۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق اور تیسرے خلیفہ حصرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تسلیم نہ کرلیا جائے اوران تینوں کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانا جائے۔ ورنہ اس کے بغیر اللہ کی لعنت سے بقول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچنا محال ہوگا۔

اعتراض منجانب شیعہ:

رابع خلفاء کا مطلب وہ نہیں جو تم لیتے ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ اول حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ اُن کے بارے میں آیا ہے اور

دوسرے خلیفہ یاداؤدانا جعلنک خلیفۃ فی الارض کے الفاظ سے حضرت داؤد ہوئے اور یاہارون اخلفنی فی قومی کے الفاظ سے تیسرے خلیفہ حضرت ہارون کا ذکر کیا گیا۔ ان تینوں کے بعد حضرت علی چوتھے خلیفہ قرار پائے۔ لہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا چوتھے نمبر پر ہونا اس طرح ہے۔

جواب: یاد رہے کہ شیعہ سنی کا اختلاف خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے نہ کہ خلیفہ اللہ کے متعلق کیونکہ اگر مراد خلیفۃ اللہ ہو تو خلیفہ اللہ کا منصب پیغمبروں کو ہی ملا تو اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نبی ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ خود امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی تحریر سے حضرت علی کو نبی ماننے والے پر لعنت آئی ہے۔

حدیث رجال کشی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِیَآءُ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَمَنْ شَکَّ فِیْ ذَالِکَ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص ہمیں نبی کہے اُس پر اللہ کی لعنت اور جس اس میں شک لائے وہ بھی اللہ کی لعنت کا مستحق ہے۔ خلاصہ کلام اگر آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول (رابع الخلفاء) اور امام محمد باقر کے ارشاد علیہ لعنۃ اللہ کے مضمون کو سامنے رکھیں تو پھر شیعہ حضرات کو لعنت سے بچنے کی ایک ہی صورت نظر آئے گی وہ یہ کہ شعیت چھوڑ دیں اور سنیت اختیار کرلیں۔ کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ اللہ میں شامل کر کے چوتھا مانیں تو امام محمد باقر کے نزدیک لعنتی ٹھہرے۔

نوٹ: شیعہ حضرات کی لاعلمی اور سادہ لوحی کو بھی حد نہیں۔ جن حضرات انبیاء کا خلیفہ اللہ ہونا قرآن سے پیش کیا اُن کے تو اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ صراحت کیساتھ ان کے اسمائے گرامی ذکر فرمائے۔ لیکن جس شخصیت کو ان انبیاء کے بعد اللہ نے اپنا چوتھا خلیفہ مقرر فرمایا ان کے

پورے قرآن مجید میں نام تک نہیں۔ آپ کے نزدیک جب پہلے خلفاء کیطرح حضرت علی کی خلافت ہے تو آپ حضرت علی کی خلافت بلافصل کا ذکر نام کے ساتھ ثابت کیجئے۔ کیا وجہ ہے کہ قرآن ہمارا اور رسول ہمارا اور خلیفہ بلافصل بھی ہمارا۔ قرآن میں پہلے خلفاء کا ذکر تو نام بنام ہو لہذا آپ کے نزدیک جب پہلے خلفاء کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر نام کے ساتھ ثابت کیجئے۔ مگر آپ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔ عجب بات ہے کہ قرآن مجید بھی اُمت کی رشد و ہدایت اور نظام حکومت کیلئے اللہ پاک نے سرور عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہو لیکن خلیفۃ الرسول کا اس میں نام تک ذکر نہ فرمایا اور پھر دعوای یہ بھی کہ حضرت کی خلافت منصوص من اللہ ہے۔

خلفاء راشدین کی خلافت پر دلیل ہشتم

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ باری تعالیٰ کے دربارِ مقدس میں التجا کر رہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُشْهِدُکَ وَکَفٰی بِکَ شَهِیْدًا فَاشْهَدْ لِیْ اَنَّکَ رَبِّیْ وَاَنَّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ رُسُوْلُکَ نَبِیَّ وَاَنَّ الْاَوْصِیَآءَ مَنْ م بَعْدِهٖ اَئِمَّتِیْ

ترجمہ: اے اللہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیری شہاست کافی ہے تو میرا گواہ رہ اس بات پر کہ بیشک تو میرا پروردگار ہے اور گواہ رہ اس بات پر کہ تیرا رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا نبی ہے اور گواہ رہ اس بات پر کہ بے شک رسول کے بعد جو اس کے اوصیاء ہیں وہ میرے امام ہیں۔ (صحیفہ علویہ صفحہ ۳۸)

نوٹ: رسول خدا کے بعد اوصیائے رسول حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضوان اللہ علیہ اجمعین ہی تو ہیں جنہیں حضرت علی اپنا امام اور پیشوا تسلیم کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے اس عقیدے پر گواہ بنا رہے ہیں۔ مِنْ بَعْدِہٖ سے صاف طور پر یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو

اوصیاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان گذرے ہیں انہی کو حضرت علی امام بنا رہے ہیں۔اور وہ یہی ہیں جن کے پیچھے حضرت علی نے نمازیں پڑھیں اور چوبیس سال عمر کا حصہ جن کی بیعت میں گذارا۔ اگر کوئی یہ کہے آئمہ سے علی کرم اللہ وجہہ کے بعد آنیوالے اوصیاء مراد ہیں تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حضرت علی من م بعدہٖ فرمارہے ہیں جو نبی کے بعد ہوئے ہیں نہ کہ من م بعدی جو کہ میرے بعد آنے والے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ حضرت علی کے بعد آنے والے حضرت علی کے امام متصور ہی نہیں ہو سکتے۔ بہر حال ثابت ہو گیا کہ حضرت خلفاء ثلٰثہ کو اپنا امام برحق تسلیم کرتے اور اس عقیدے پر اللہ رب العزت کو گواہ بنارہے ہیں۔

خلفاء راشدین کی خلافت پر دلیل نہم

تاریخ کی بعض کتابوں میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مروج الذہب المسعودی جلد دوم ذکر خلافت حسن علی مطبوعہ بیروت طبع جدید کے حالات میں میں نے یہ بات دیکھی ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی۔ کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۲ سال تین ماہ اور آٹھ دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ دس سال چھ ماہ اور چار راتیں عن رسول اللہ ﷺ

اَلْخَلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً لِاَنَّ اَبَا بَکْرِ ن الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَشَرَ سِنِیْنَ وَسِتَّةَ اَشْهُرٍ وَّ ثَمَانِیَةَ اَیَّامٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَشَرَ سِنِیْنَ وَسِتَّةَ اَشْهُرٍ وَّ اَرْبَعَ لَیَالٍ وَعُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِحْدٰی عَشْرَةَ سِنَةً وَّاَحَدَ عَشَرَ شَهْرًا وَثَلٰثَةَ عَشَرَ یَوْمًا وَالْحَسَنُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَمَانِیَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشَرَةَ اَیَّامٍ فَذَالِکَ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً

ترجمہ: میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال تین

ماہ اور آٹھ دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دس سال چھ ماہ اور چار راتیں، عثمان رضی اللہ عنہ نے گیارہ سال گیارہ ماہ اور تیرہ دن، علی المرتضیٰ نے چار سال ایک دن کم سات ماہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے آٹھ ماہ دس دن خلافت کی یہ کل مدت تیس سال ہوئی۔

(مروج الذہب للمسعودی شیعی)

حاصل کلام مذکورہ عبارت میں شیعی مورخ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ پر اس خبر صحیح کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت حقہ ہوگی۔ کیونکہ اس روایت کے شروع میں لکھا ہے۔

وَجَدْتُّ فِیْ بَعْضِ کُتُبِ التَّوَارِیْخِ فِی اَخبَارَ الْحَسَنِ وَ مَعَاوِیَۃَ اِنَّ بِخِلَافَۃِ الْحَسَنِ صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ

ترجمہ: تاریخ بعض تحریروں میں امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے حالات میں میں نے یہ بات دیکھی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح حدیث مروی ہے۔ کہ میرے بعد تیس سال خلافت حقہ ہوگی۔ تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت تک ہی پورے تیس سال ہوتے ہیں۔ تو شیعی مؤرخ کی زبانی یہ تیس سال خلافت حقہ کی روایت شیعہ مؤرخ کے نزدیک صحیح ہے۔

۲۔ اگر خلفائے حقہ کی خلافت کو خلافت حقہ نہ مانا جائے تو حضرت علی اور امام حسن رضی اللہ عنہما کا زمانہ خلافت تو صرف پانچ سال تین ماہ اور دس دن ہی بنتا ہے۔ اور خبر صحیح میں زمانہ خلافت کا عرصہ کل تیس سال مذکور ہے۔ اور مذکورہ حدیث میں اسبات کی تصریح ہرگز نہیں کہ پانچ سال تو خلافت حقہ ہوگی اور باقی تیس پچیس سال خلافت غاصبانہ ہوگی اور شیعی مورخ نے یہ مانا ہے کہ پونے پچیس برس کا عرصہ خلفائے ثلثہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ

خلفائے ثلثہ کی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرح خلافت حقہ تھی اور اس کو خلافت غاصبانہ کہنا شیعی اختراع ہے اور بے حقیقت ہے۔ (المجلس الرابع والثلاثون)

خلفائے راشدین کی خلافت حقہ دلیل دہم

ازامالی شیخ صدوق

دلیل نمبر۱۰:

عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ ثَلٰثًا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ خُلَفَائُکَ قَالَ الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ حَدِیْثِیْ وَسُنَّتِیْ ثُمَّ یُعَلِّمُوْنَهَا اُمَّتِیْ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ میرے خلفاء پر رحم کرتو عرض کی گئی کہ آپ کے خلفاء کون ہیں فرمایا کہ وہ لوگ جو میری حدیث کی اور سنت کی تبلیغ کریں گے اور میری اُمت کو سکھلائیں گے اس حدیث پاک کی شرح ازقول علی المرتضیٰ

لِلّٰهِ بَلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَی الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّةَ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ میرے خلفاء پر رحم کر۔تو عرض کی گئی کہ آپ کے خلفاء کون ہیں فرمایا کہ وہ لوگ

جو میری حدیث کی اور سنت کی تبلیغ کریں گے اور میری امت کو سکھلائیں گے۔ازقول علی المرتضیٰ

لِلّٰهِ بَلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ

اللہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے کیوں کہ انہوں نے ٹیڑھی کو سیدھا کیا، مرض کا علاج کیا اور سنت کو قائم کیا۔

(نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۲۲۸ مطبوعہ جدید بیروت چھوٹا سائز)

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس شرح سے ثابت ہوگیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن خلفاء کیلئے بارگاہ الٰہی میں اپیل کی وہ یہی خلفائے راشدین ہیں۔کیونکہ آپ نے اُن خلفاء کی یہ علامت بیان کی کہ وہ سنت کی تبلیغ کریں گے اور حیدر کرار علی پاک نے اپنی زبان اقدس سے تصدیق کردی کہ وہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے خلیفہ ہیں جنہوں نے سنت کو قائم کیا۔اب آپ قول نمبر ۲ علی المرتضیٰ اس ضمن میں غور سے پڑھیے۔

روی عن جعفر بن محمد بن ابیہ

اَنَّ رَجُلًا مِنْ قُرَیْشٍ جَاءَ اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ سَمِعْتُ یَقُوْلُ فِی الْخُطْبَةِ اٰنِفًا اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِیْنَ فَمَنْ هُمَا؟ قَالَ حَبِیْبَایَ وَعَمَّاکَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ اِمَامَا الْهُدٰی وَشَیْخَا الْاِسْلَامِ وَرَجُلَا قُرَیْشٍ وَالْمُهْتَدٰی بِهِمَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ مَنْ اقْتَدٰی بِهِمَا عُصِمَ وَ مَنِ اتَّبَعَ آثَارَهُمَا هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک قریش کا جوان امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

عرض کی کہ یا حضرت! میں نے آپ سے ابھی خطبہ فرماتے سنا ہے کہ آپ فرمار ہے تھے کہ اے میرے پروردگار ہم پر اُسی مہربانی کے ساتھ کرم فرما جو کرم و مہربانی تو نے خلفاء راشدین پر فرمائی۔ تو وہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا وہ میرے پیارے ہیں اور تیرے چچا ہیں۔

ابوبکر و عمر دونوں ہدایت کے امام ہیں اور وہ دونوں اسلام کے پیشوا ہیں اور دونوں جوان قریش سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت کے مقتدا اور پیشوا ہیں جس شخص نے انکی اقتدا کی اس نے صراط مستقیم کی ہدایت پائی۔ تلخیص الشافی للمحقق طوسی جلد دوم صفحہ ۴۲۸ یہ قول کسی ذاکر یا مجتہد کا نہیں بلکہ معدن صدق وصفا سیدنا علی المرتضیٰ کا ہے اور یہ قول روایت بھی آئمہ صادقین طاہرین میں سے ہے اب دیکھئے کہ محبت وتولی کے دم بھرنے والے اس فرمان پر ایمان لاتے ہیں یا۔

اعتراض محقق طوسی نے یہ روایت اپنی کتاب تلخیص شافی میں لکھ کر جو کیا ہے وہ کہتا ہے کہ روایت بے شک آئمہ معصومین سے ہے مگر اس کے راوی ایک ایک ہیں۔ اس لئے میں اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ یعنی امام جعفر صادق صاحب اکیلے اپنے والد امام زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں اور امام زین العابدین اکیلے اس روایت کو حضرت علی المرتضیٰ سے بیان فرماتے ہیں۔ لہذا یہ خبر احاد اور نا قابل اعتماد الشیعہ ہے۔

جواب: شیعہ مذہب میں بارہ امام آئمہ معصومین ہیں اس لئے ان سے غلطی تمہارے مذہب میں ممکن ہی نہیں دوسرے یہ روایت جو ہم نے لکھی ہے اس کے پہلے راوی حضرت امام جعفر صادق ہیں اور حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ میری حدیث اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اس کا ثبوت اصول کافی جلد اول حماد بن عثمان وغیرہ نے کہا۔ قالوا سمعنا ابا عبداللہ علیہ السلام یقول حدیثی حدیث ابی و حدیث ابی حدیث جدی و

حدیث جدی حدیث الحسین و حدیث الحسین حدیث الحسن
حدی الحسن حدیث امیر المؤمنین و حدیث امیر المومنین
حدیث رسول الله و حدیث رسول الله قول الله عزوجل

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے میری حدیث میرے والد ماجد امام محمد باقر کی حدیث ہے اوران کی حدیث میرے جد امجد امام زین العابدین کی اوران کی حدیث امام حسین پاک اوران کی حدیث امام حسن پاک کی اوران کی حدیث امیر المومنین کی اوران کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث خدائے عزوجل کا قول ہے۔ کاش یہ شیعہ حضرات کا پیشوا اسبات پر ایمان رکھتا کہ آئمہ ھدی کے ارشادات کے ہوتے ہوئے اوران پر ایمان لانے کیلئے کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(اصول کافی جلد ا کتاب العقل والجہل صفحہ ۵۶)

نوٹ: جس کو فرمان خدا پر یقین نہ آئے اس کا مرض لا علاج ہے۔

خلاصہ دلیل نمبر ۱۰ کا رحمت عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مرتبہ دعا فرمائی۔ اے اللہ میرے خلفائے پر رحم فرما اور حضرت علی شیر خدا بارگاہ الٰہی میں التجا کر رہے ہیں۔ اے میرے پروردگار ہم پر اُسی مہربانی کے ساتھ فضل وکرم فرما جو کرم ومہربانی تو نے خلفاء راشدین پر فرمائی۔ ثابت ہوگیا کہ قول حضرت علی پاک سے کہ اللہ رب العزت نے خلفائے راشدین پر اپنا کرم اور مہربانی فرمائی اور یہ بھی مولا علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد پاک سے ثابت ہوگیا کہ خلفاء ثلثہ بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم ہیں۔ جب کہ خلفاء راشدین فرمایا اور انہی کو اپنے پیارے اور ہدایت کے امام اور سلام کے پیشوا جیسے معزز ترین القابات سے نوازا۔

خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ پر دلیل یازدہم

وَتُجَاهِدُ مِنْ اُمَّتِیْ کُلَّ مَنْ خَالَفَ الْقُرْاٰنَ وَ سُنَّتِیْ مِمَّنْ یَعْمَلُ فِی الدِّیْنِ بِالرَّاْیِ ط

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کو فرمایا تھا کہ جو شخص قرآن اور میری سنت کی مخالفت کرے اور دین میں اپنی رائے کو دخل دے تو ایسے بدعتی کیساتھ جنگ کرنا۔

(احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۹۶)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل سر مو قرآن وسنت نبوی کے خلاف نہ تھا۔ ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حسب الارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان سے صلح و آشتی سے نہ رہتے بلکہ میدان کارزار گرم کر دیتے۔ اگر اصحاب ثلثہ سے ذرہ بھر بھی کوئی فعل خلاف قرآن وسنت سرزد ہوتا تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ پر فرض تھا کہ فرمان نبوی کو عملی جامہ پہنا کر حضرت حسین پاک رضی اللہ عنہ کی طرح دنیا پر روشن اور واضح کر دیتے کہ قرآن وسنت کی مخالفت کرنے والے ابھی زندہ ہیں۔ اگر یہ گمان صحیح سمجھا جائے کہ خلفائے ثلثہ سے بہت سے واقعات خلاف قرآن سنت سرزد ہوئے تو فوراً یہ سوال ذہن میں اتر کر اس غلط گمان کا ازالہ کر دیتا ہے۔ کہ حضرت علی کے

ہوتے ہوئے یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کوئی کام خلاف قرآن وسنت کیا ہو اور ذوالفقار حیدری میں جنبش نہ پیدا ہوئی ہو۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ قرآن وسنت کے مخالف سے جنگ کرنے پر مامور تھے۔ ان دو باتوں سے ایک بات ضرور ثابت ہوتی ہے۔ یا تو جس شخص کو قرآن وسنت کی پاسبانی سونپی گئی اسے اپنے فرض کا احساس ہی نہیں کہ قرآن وسنت کے احکام اپنی آنکھوں کے سامنے پامال ہوتے دیکھتے رہے۔ اور ٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ الٹا مال غنیمت سے حصہ لے کر ظلم میں ان کے مددومعاون ہو کر جرم میں شریک ہوئے یا خلفائے ثلٰثہ سے کوئی امر خلاف قرآن وسنت ہوا ہی نہیں اور یہی یقیناً نہیں ہوا۔ اگر ہوتا تو حسینی معرکہ آج ہی قائم ہو جاتا کل کربلا تک کی انتظار نہ کی جاتی معرکہ کربلا کے غازی نے اصحاب ثلٰثہ ہی کے دامن کو بے داغ ثابت نہیں کیا بلکہ مولیٰ علی حیدر کرار کی چوبیس سالہ زندگی پر جو دشمن اسلام نے تقیہ کا بہتان وافترا کیا تھا اُسے جوتے کی نوک سے اُڑا کر رکھ دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون نے دنیائے انسانیت میں حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی صفائی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا اگر تینوں خلفاء ثلٰثہ ناحق ہوتے تو آج یہ پہلی کربلا نہ ہوتی بلکہ چوتھی کربلا ہوتی۔ میرے والد ماجد حیدر کرار (جن کے مذہب وعمل کو میں ہی صحیح جانتا ہوں) اگر خلفائے ثلٰثہ میں کچھ قصور ہوتا تو جیسے میں نے تن تنہا سرزمین کربلا میں نہایت شدت کی آندھیوں میں اپنے معصوموں کے خون سے اسلام کا چراغ روشن کر کے دنیائے اسلام کو منور کر دیا۔ اسی طرح حیدر کرار کئی کربلائیں بساتے مگر خلفائے ثلٰثہ میں کچھ قصور ہی نہ تھا اسی لئے تو حیدر کرار ان کے عمر بھر ہم نوالہ وہم پیالہ رہے۔

خلفائے ثلثہ کی حقانیت پر دلیل دوازدہم

اگر خلفائے ثلثہ کی خلافت غاصبانہ تھی تو حیدر کرار نے اُن کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا؟ اس سوال کے جواب میں شیعہ حضرات کے چند من گھڑت بہانے ملاحظہ فرمائیں۔

بہانہ اول: حضرت علی نے خلفائے ثلثہ کیساتھ صرف مددگار نہ ملنے کی وجہ سے جہاد نہ کیا۔

قَالَ سَلْمَانُ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ حَمِلَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ عَلٰى حِمَارٍ وَّاَخَذَ بِيَدَىْ اِبْنَيْهِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَلَمْ يَدَعْ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَلَا مِنَ الْاَنْصَارِ اِلَّا اَتَاهُ فِىْ مَنْزِلِهٖ وَذَكَرَ حَقَّهٗ وَدَعَاهُ اِلٰى نُصْرَتِهٖ فَمَا اسْتَجَابَ لَهٗ مِنْ جَمِيْعِهِمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ وَاَرْبَعُوْنَ..........

وَلَمْ يُوَافِقْهُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ

ترجمہ: حضرت سلمان نے کہا کہ جب رات ہوئی تو حضرت علی نے جنابہ فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور اپنے دونوں بیٹوں حسن وحسین کے ہاتھ پکڑے۔ پھر آپ نے مہاجرین اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا کر انہیں اپنا حق بتایا اور مدد کیلئے پکارا ان میں سے چالیس مردوں کے بغیر کسی نے بات نہ مانی۔ انہیں حضرت علی نے فرمایا کہ صبح تم سب کے سب سر منڈوا کر مسلح ہو

کر آنا اور مرنے پر بیعت کرنا تو صبح ان میں سے صرف چار رہ گئے۔ جب آپ نے مہاجرین وانصار کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش ناکام ہوتے دیکھی اور وہ چالیس آدمی بھی جن کو آپ نے سرمنڈا کر اور مسلح ہو کر آنے کو کہا تھا پیٹھ پھیر گئے صرف چار آدمی حامی مل سکے۔ نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان باب ۱۱۔

حضرت علی کو دو مرتبہ مہاجرین وانصار سے رابطہ قائم کرنے کے بعد صرف چار آدمی باوفا ملے اور اس قلیل تعداد کے پیش نظر آپ اپنے ارادہ جہاد کو ملتوی کر کے گھر بیٹھ گئے۔

لَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ غَدْرَهُمْ وَقِلَّةَ وَفَائِهِمْ لَزِمَ بَیْتَه'

ترجمہ عبارت کے پہلے گذر چکا ہے حضرت علی ضرور جنگ کرتے خلفائے ثلثہ سے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے پیش نظر لڑائی چھوڑ کر بیعت کر لی۔ حوالہ

فَنَظَرْتُ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد ۲ زیر خطبہ ۳۶ صفحہ ۹۷)

اب شیعہ حضرات کے دونوں بہانوں کے مضمون میں غور فرمائیں۔ ایک طرف خلافت کے حق کو حاصل کرنے کے لئے سیدہ بنت رسول اور حسنین کریمین کو مہاجرین وانصار کے ایک ایک گھر پھرا کر انہیں اپنا ہم نوا بنانے کا خیال فرمایا اور جب ناامیدی ہوئی تو ان کی غداری اور بے وفائی سے مایوس ہو کر گھر بیٹھ گئے ورنہ ضرور جہاد کرتے اور اپنا حق کسی کو نہ دیتے۔

بہانہ دوم: ارشاد رسول کے پیش نظر ابو بکر سے لڑائی چھوڑ کر ان کی بیعت کر لی اور دوسری طرف سرے سے جھگڑا ہی ختم کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو منع کر دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جہاد سے دستبردار کر کے بیعت کر لی۔ مقام غور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد تھا کہ لڑائی نہیں کرنی۔

اَیْ طَاعَتِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فِیْمَا اَمَرَنِیْ بِہٖ مِنْ تَرْکِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ لِلْقَوْمِ فَلَا سَبِیْلَ اِلَی الْاِمْتِنَاعِ مِنْھَا

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لڑائی سے باز رہنے کا حکم فرمایا تھا میں آپ کے اُس حکم کی اطاعت کرنے کو اولیت دیتا ہوں اور اسے چھوڑ کر قوم کو اپنی بیعت لینے کا ہوں یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے آگے بڑھنا ہے۔ لہذا قوم کی اتباع کرتے ہوئے میں نے بیعت صدیق کر لی اور جہاد نہیں کیا۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد دوم صفحہ ۹۷)

سے جیسا کہ ظاہر ہے تو مہاجرین وانصار کے پاس بنت رسول کے گدھے پر سوار کر کے کیوں لے گے۔ اگر انہیں معاون و ہم نوا بنانے کیلئے تگ و دو کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کیوں پس پشت ڈال کر جہاد کی تیاری میں مصروف ہوئے؟ پہلا بہانہ یہ کہ مددگار نہ ملے ورنہ جہاد کرتے۔ دوسرا بہانہ یہ کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ہاتھ نہ اٹھایا شیعہ حضرات انصاف فرمائیں کہ ان دونوں بہانوں میں کتنی مخالفت ہے۔

بہانہ سوم: لوگوں کے مرتد ہونے کے خوف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کا اعلان نہ کیا۔

رُوِیَ عَنْ زُرَارَۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ السَّلَامُ مَامَنَعَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یَّدْعُوْا النَّاسَ اِلٰی نَفْسِہٖ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَوْفًا اَنْ یَرِتَدُّوْا

زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وہ کونسی رکاوٹیں پیش آئیں جن کی وجہ سے وہ لوگوں کو اپنی طرف سے دعوت

نہ سکے (یعنی اپنی خلافت کیلئے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر جہاد کرتے) تو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کے مرتد ہونے کے خطرہ کے پیش نظر ایسا نہ کیا۔

(انوار نعمانیہ صفحہ ۲۳۳ طبع قدیم)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ یہاں آپ نے مرتد ہونے کے خطرہ کے پیش نظر اپنے لئے خلافت کی فضا ہموار نہ کی بلکہ خلافت سے دستبرداری قبول فرمالی۔ لیکن مسلمانوں کا مرتد ہونا پسند نہ فرمایا۔ ادھر شیعہ روایات سے یہ ثابت ہورہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عیاشی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر (ع) روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسول از دنیا رحلت نمود مردم ہمہ مرتد شوند بغیر چہانفر علی بن ابی طالب مقداد سلمان ابوذر حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۲۷ در فضیلت بعض اکابر صحابہ ترجمہ عیاشی معتبر روایت کیساتھ امام محمد باقر سے روایت کرتا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو چار آدمیوں کو چھوڑ کر باقی سب مرتد ہوگئے تھے۔ وہ چار حضرت علی ابن ابی طالب، مقداد، سلمان اور ابوذر ہیں۔ معاذ اللہ اگر چہ اس عمومی عقیدے میں اگر عمر ابن الخطاب بھی آ جاتے ہیں مگر ان کے بارے میں خاص کر جو عقیدہ ہے وہ بھی دیکھیں۔

اے عزیز! آیا از بعد ازیں حدیث کہ ہم عامہ روایت اند ہیچ رامجال آں ہست کہ شک کند در کفر عمر وکفر کسے را کہ عمر را مسلمان داندا ے دوست اس حدیث کے بعد جسے تم نے روایت کیا کیا کسی کو مجال ہے کہ عمر کے کفر میں شک کرے اور اُس شخص کے کافر ہونے میں جس نے عمر کو مسلمان سمجھا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

(حیات القلوب جلد دوم باب شست وسوم صفحہ ۶۳ صفحہ ۶۸۰ در بیان وصیت پیغمبر)

اس روایت شیعی سے ثابت ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے

بعد صرف چار اشخاص مسلمان رہ گئے۔ باقی سب مرتد ہو گئے تو جس خطرہ کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت سے دستبرداری کی وہ تو حقیقت بن گیا تو پھر اس خطرہ کا خطرہ کیسا۔ اسے کہتے ہیں جھوٹ بھی اور سینہ زوری بھی۔

بہانہ چہارم: فضیل بن یسار سے روایت ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بعد از وصال رسول اللہ ولایت کس کا حق تھا؟ کہنے لگے ہم اہل بیت کا حق تھا پھر میں نے پوچھا تو یہ حق تمہارے غیر لوگوں میں کیوں کر چلا گیا تو آپ نے جواباً فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمَّا عَلِيمَ اَنْ يُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَتَنْكِحَ الْفُرُوجُ الْحَرَامُ وَيُحْكِمَ بِغَيْرِ مَاأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی اَرَاوَاَنْ يَلِيَ ذَالِکَ غَيْرَنَا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جب جان لیا کہ زمین میں فساد ہوگا اور حرام شرمگاہوں میں وطی کی جائیگی اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ ہونے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے (امر روایت کو) ہمارے غیروں میں رکھنا چاہا۔ (جو انہیں مل گیا)

تردید بہانہ چہارم: یہ بہانہ مسلک شیعہ کیلئے زہر قاتل سے کم نہیں کیونکہ اس میں سید ہاشم بحرانی شیعی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امر خلافت بلافصل کو ابتداء میں اہل بیت کا حق بنایا تھا مگر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد زمین میں برائی پھیل جائے گی۔ اس میں بدکاریاں ہوں گی۔ قرآن کی علی الاعلان مخالفت ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں اہل بیت کی خلافت کو نامناسب سمجھتے ہوئے اسے غیروں کے حوالہ کر دیا۔ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل بنا دیا گیا۔ قارئین کرام ذرا غور فرمائیں کہ شیعہ حضرات کا غصب خلافت کا واویلا کس قدر غلط اور بے معنی ہے۔

بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس اللہ نے حضرت علی کیلئے خلافت بلافصل کا اعلان کروایا تھا وہی اللہ حالات کے مطابق خلفائے ثلثہ کو خلافت سے نواز رہا ہے۔ کیونکہ آنسرور علیہ الصلوۃ والسلام کے وصال کے بعد حالات اس قدر دگرگوں تھے۔ جن کا مقابلہ خلفائے ثلثہ ہی کر سکتے تھے۔ حلیۃ الابرار جلد اول باب التاسع والعشرون صفحہ ۴۲۲)

انتباہ: اسی لئے حضرت مولا علی المرتضیٰ خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامِ فِي كَلَامٍ لَهُ، وَوَلِيَهُمْ وَالٍ فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ حَتَّى ضَرَبَ الدِّيْنُ بِجِيْرَانِهِ

اس کا معنی سید علی نقی شیعی نے یوں کیا ہے۔ (نہج البلاغہ فرمود نمبر ۴۵۹)

امام علیہ السلام یعنی حضرت علی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے کلام میں کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے بعد فرماں روا شد بر مردم فرماں دہی (عمر بمقام خلافت نشست) پس (امر خلافت را) بر پاداشت وایستادگی نموع (بر ہمہ تسلط یافت) تا آنکہ دین قرار گرفت وہم چنانکہ شتر ہنگام استراحت پیش گردن خود را بر زمین نہاد۔ اشارہ باینکہ اسلام پس از فتنہ وہیاہوی بسیار از او تمکین نمودہ زیر بارش رفتند

ترجمہ: لوگوں پر ایک ایسا حاکم مسند خلافت متمکن ہوا۔ جس نے امر خلافت کو قائم کیا اور ثابت قدمی دکھائی یعنی تمام پر تسلط حاصل کیا حتیٰ کہ دین مضبوط اور بے خوف دخطر ہو کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ جیسا کہ اونٹ آرام کیلئے اپنی گردن زمین پر رکھ دیتا ہے اور اطمینان سے زمین پر بیٹھ جاتا ہے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اہل اسلام کی سارے فتنوں اور یورشوں کے بعد سکون پذیر ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زیر احسان ہوئے۔

(شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام مطبع تہران)

نمبر۲۔ لِلّٰہِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَ دَاوَی الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّۃَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَۃَ ذَھَبَ نَقِیَّ الثَّوْبِ قَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَھَا وَسَبَقَ شَرَّھَا اَدّٰی اِلَی اللّٰہِ طَاعَتَہٗ وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ

اس خطبہ کا فارسی ترجمہ:

خدا شہر ہائے فلاں (عمر بن الخطاب) را برکت دہد و نگاہ دارد کہ کجی را راست نمود (گمراہاں را براہ آورد) و بیماری را معالجہ کرد (مردم شہر ہائے را بدین اسلام گرداند) و سنت را برپا داشت (احکام پیغمبر را اجرنمود) و تباہ کاری را پشت سرانداخت (در زماں او فتنہ رونداد) پاک جامہ و کم عیب از دنیا رفت نکوئی خلافت را در یافت و از شرّ آں پیش گرفت تا بود امر خلافت منظم بودہ و اختلا لے در آں راہ نیافت

طاعت یعنی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خدا کی عبادت اور پرہیزگاری کا حق ادا کر دیا۔ اطاعت خدا بجا آوردہ از نافرمانی اور پرہیز کردہ حقش را ادا نمودہ۔ اللہ کی بندگی بجالایا اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا اس کے حق کو ادا کیا۔

(نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۲۲۸ مطبوعہ جدید بیروت چھوٹا سائز)

فیض الاسلام شرح نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۲۱۹ طبع جدید مطبوعہ تہران شیعہ حضرات یہ حیدر کرار کا قول ہے۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے شوہر نامدار آئمہ اہل بیت کے والد گرامی مرکز ولایت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی کا کلام ہے۔ جس میں حضرت عمر فاروق کی تعریف ہی نہیں بلکہ حقیقت کے وہ موتی پروئے گئے ہیں جن کی دنیا میں مافیہا میں قیمت ہی نہیں۔

بہانہ پنجم: عن زرارہ قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام

یَقُوْلُ اِنَّمَا اَشَارَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالْکَفِّ عَنْ عَدُوِّہٖ مِنْ اَجْلِ

شِیْعَتِنَا لِاَنَّہٗ کَانَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ سَیُظْهَرُ عَلَیْهِمْ بَعْدَہٗ فَاَحَبَّ اَنْ یَّقْتَدِیْ بِهٖ مَنْ جَآءَ بَعْدِیْ لِیَسِیْرَ فِیْهِمْ بَسِیْرَتِهٖ وَیَقْتَدِیْ بِالْکَفِّ عَنْهُمْ بَعْدَہٗ

زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنے سے ہاتھ کھینچا وہ دراصل ہمارے شیعوں کے بھلے کی خاطر کیا تھا۔ اس لئے کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ عنقریب ان پر ان کے دشمن غالب آ جائیں گے لہذا آپ نے یہ پسند فرمایا کہ بعد میں آنیوالے اس معاملہ میں آپ کی اقتدا کریں اور جس راستے پر آپ چلے اسی راستہ پر چلیں اور ان سے ہاتھ روکے رکھیں یعنی ان سے نہ لڑیں جیسے آپ نہیں لڑے۔

تردید بہانہ نمبر۵:

حضرت علی حیدر کرار اس بہانہ کی تردید اپنے خطبہ میں ارشاد فرمائی۔ فرمایا: اَلَا وَاِنِّیْ اُقَاتِلُ رَجُلَیْنِ رَجُلًا اِدَّعٰی مَالَیْسَ لَهٗ وَاٰخَرَ مَنَعَ الَّذِیْ عَلَیْهِ

خبردار میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا۔ ایک وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس کے لئے واجب ولازم ہو نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۲ صفحہ ۵۴۷

نوٹ: اگر خلفائے ثلثہ خلافت کے حقدار نہ تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حسب قول وعدہ کے ہر ممکن ذریعہ جہاد ضروری تھا اور لازم تھا کہ عملی ثبوت پیش کر کے دنیا پر ظاہر فرماتے کہ علی رضی اللہ عنہ کا قول وفعل ایک ہی ہے صرف زبانی جمع خرچ نہیں اور حضرات شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خم غدیر کے روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب صحابہ سے خلافت بلا فصل علی رضی اللہ عنہ کا معاہدہ لیا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ سے سرمو سرتابی نہیں کریں گے۔ اس لئے وہ عہد شکنی کے بعد مجرم ہوئے تو دو گونہ قصور ثابت ہو گیا کہ ناحق خلافت کو بھی پنجہ مار گئے اور معاہدہ

بھی توڑ دیا جس پر عمل کرنا ان کے لئے واجب اور لازم تھا۔ کیا حضرت علی المرتضیٰ پر لازم نہیں کہ اپنی زبان مبارک سے جو کچھ فرما رہے ہیں اُسے عملی جامعہ پہنائیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ خلفائے ثلٰثہ کے صحیح مستحق تھے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے کوئی ایسا معاہدہ نہیں لیا تھا جس کی وجہ سے عہد شکنی کا الزام عائد ہو۔ یہ سب یار لوگوں کے بعد کی گھڑنت باتیں ہیں۔ اس لئے کہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دورنگی دیکھ کر اسلام سے متنفر ہو جائیں کہ زبان سے تو یہ کہتے ہیں اور عمل سراپا اس کے خلاف کرتے ہیں۔

بہانہ ششم:

قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ....... عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ لَهٗ مَا بَالُ اَمِيْرِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُقَاتِلْ فُلَانَ وَ فُلَانَ وَ فُلَانَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاٰيَةٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا قَالَ قُلْتُ وَمَا يَعْنِیْ بِتَزَايُلِهِمْ قَالَ وَدَائِعُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِیْ اَصْلَابِ قَوْمٍ كَافِرِيْنَ وَكَذَالِكَ الْقَائِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ يَظْهَرَ اَبَدًا حَتّٰى يَخْرُجَ وَدَائِعُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا خَرَجَتْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ ظَهَرَ اَعْدَآءُ اللّٰهِ فَقَتَلَهُمْ

ترجمہ: ابن بابویہ سے روایت ہے کہ حفص نے محمد بن مسروق سے بیان کیا کہ حسن ابن محمد عامر اپنے چچا ابن عمر سے (ان روایات میں سے جو وہ ابی عبداللہ امام جعفر سے روایت کرتا ہے) بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فلاں فلاں

فلاں (یعنی ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ لڑائی کیوں نہ کی اس کی کیا وجہ تھی؟ تو حضرت امام جعفر نے جواباً فرمایا کہ اس کی وجہ قرآن کی یہ آیت تھی۔ لو تنزیلو لعذ بنا الخ) یعنی اگر مسلمان الگ ہو جائیں تو ہم کفار کو سخت عذاب دیں گے راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا اس آیت میں الگ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو امام جعفر نے فرمایا کہ اس سے مراد کافروں کی پشتوں میں جو مومنوں کی روحیں امانت رکھی گئی ہیں وہ ہیں۔ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی پشت میں اگر مومن روحیں نہ ہوتیں تو آپ یقیناً اپنے دشمنوں سے لڑتے) اسی طرح امام قائم بھی اس وقت تک ظاہر نہیں ہوں گے جب اللہ تعالیٰ نے جو یہ روحیں ودیعت رکھی ہیں سب کی سب نہ نکل آئیں گی۔ جب یہ روحیں نکل آئیں گی تو پھر امام قائم ظاہر ہوں گے اور تمام کفار کو تہ تیغ کر دیں گے۔ تردید بہانہ ۶ دیگر بہانوں کی طرح یہ بہانہ بھی بالکل بے بنیاد جھوٹ کا پلندا ہے۔ اس بہانہ کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور تک کافروں کی پشت میں مومنوں کی ارواح رہیں گی لہذا اس سے قبل باطل کے خلاف جہاد نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس حقیقت سے ہر آدمی آگاہ ہے کہ امام حسین پاک کا زمانہ امام قائم کے ظہور سے پہلے کا زمانہ تھا۔ صدیوں کا فاصلہ ہے اور حضرت علی پاک تو اس سے بھی پہلے کے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے جو باطل کے خلاف جنگ لڑی اور جہاد کیا وہ باطل تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امام حسین پاک باطل کی خاطر لڑے اور جان دے گئے۔ تو ایسی موت کو شہادت کہنا کس طرح درست ہوگا۔ یعنی اس اپنی بہانہ سازیوں سے شیعوں نے شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بھی انکار کر دیا۔ مگر نہیں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ برحق تھی اور آپ کی ذات نے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر سب کچھ قربان کیا۔ اور اس کے مقابلے میں شیعوں کا جنگ نہ کرنے کا بہانہ محض افسانہ اور من گھڑت بات ہے۔

بہانہ ہفتم:

حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ......... قَالَ سَئَلْتُ عَلِيَّ ابْنَ مُوْسٰى الرِّضَا (ع) فَقُلْتُ لَهٗ يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ لِمَ يُجَاهِدْ اَعْدَآءَهٗ خَمْسَ عِشْرِيْنَ سَنَةً بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ع) ثُمَّ جَاهَدَ فِيْ اَمَامِ وَلَايَتِهٖ فَقَالَ لِاَنَّهٗ اِقْتَدٰى بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَرْكِ جِهَادِ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشَرَ سَنَةً

راوی الہیثم کہتا ہے کہ میں نے علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے آپ مجھے یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پچیس سال تک متواتر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد نہیں کیا؟ اور جب اپنی ولایت کا زمانہ آیا تو جہاد کیا تو امام رضا نے اس کا جواب دیا کہ جس طرح مکہ میں رہتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین مکہ سے اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال تک اور مدینہ میں رہتے ہوئے انیس ماہ تک بوجہ

وَذَالِكَ لِقِلَّةِ اَعْوَانِهٖ عَلَيْهِمْ كَذَالِكَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَرَكَ مُجَاهِدَةَ اَعْدَائِهٖ لِقِلَّةِ اَعْوَانِهٖ عَلَيْهِمْ

قلت اعوان جہاد نہ کیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بوجہ تھوڑے ہونے مددگاروں کے اپنے مخالفین کے ساتھ جہاد نہ کیا۔

تردید بہانہ نمبر ۷:

اس بہانہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مددگاروں کا قلت کی بنا پر

خلفائے ثلٰثہ سے جہاد نہیں کیا۔ تو یہ بہانہ خود مولا علی رضی اللہ عنہ کے اقوال مبارکہ سے باطل ہے

تردید بہانہ ۵:

اس کے ضمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک آپ نے فرمایا کہ میں دو آدمیوں کے ساتھ ضرور جنگ کروں گا۔ ایک مدعی خلافت کے خلاف جو خلافت کا اہل نہ ہو اور دوسرا اس شخص کے خلاف جو اپنے اوپر واجب حکم کو منع کرتا ہو۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۲

۲۔ قول مبارک:

وَاللّٰهِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِىْ لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا وَلَوْ اَمْكَنَتُ الْفُرَصَ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ اِلَيْهَا

ترجمہ: قسم خدا کی اگر تمام عرب بھی مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائے تو میں کبھی پشت نہیں دکھاؤں گا۔ جب تک بھی مجھے ان کی گردنیں اتارنے کی فرصت ممکن ہو۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۶ مطبوعہ بیروت جدید چھوٹا سائز)

قول نمبر ۲ کی وضاحت اس الزام میں کوئی حقیقت نہیں اور سراسر جھوٹ ہے جس شخص کے مقابل پورا عرب آ جائے تو وہ ان کی گردنیں اتارنے میں سستی نہ دکھائے اس سے ایسی بات صادر ہو سکتی ہے۔ وہ کسی کے خلاف جہاد کرنے میں مدد و معاون تلاش کرتا پھرے۔

۳۔ در بعضے روایات وارد شدہ کہ ابو سفیان پیش از بیعت یا امیر المومنین علی گفت کہ تو راضی میشوی کہ شخصے از بنی تمیم متصدی کاری حکومت شود بخدا سوگند کہ اگر تم خواہی ایں وادی را پر از سوار و پیادہ گردانم علی گفت اے ابو سفیان تو ہمیشہ در ایام جاہلیت فتنہ ے انگیخی و حالا نیزے خواہی کہ فتنہ در اسلام احداث کنی ابو بکر را شائستہ ایں کار میدانم

بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ ابو سفیان نے بیعت سے قبل حضرت علی کو

کہا کہ اے علی کیا تم بن تمیم کے ایک آدمی کو حکومت کا والی بنانے پر راضی ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ یہ سن کر حضرت علی نے کہا اے ابو سفیان! دور جاہلیت میں بھی تو فتنہ پرداز رہا ہے اور اب بھی چاہتا ہے کہ اسلام میں فتنہ بپا کرے۔ میں ابو بکر صدیق کو اس کاروبار حکومت کیلئے نہایت مناسب آدمی سمجھتا ہوں۔

روضۃ الصفاء جلد دوم ذکر بیعت امیر المومنین۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلٰثہ کی خلافت کو خلافت حقہ نہیں سمجھتے تھے اور اُن سے بوجہ قلت یار و مددگار جہاد نہ کیا تو ابو سفیان کی فرمائش بڑی برمحل تھی۔ اُسے نہ ٹھکراتے خود بھی قوی تھے اور ابو سفیان کی طرف سے سواروں اور پیادوں سے میدان بھر دینا ایسے میں اعوان انصار کی قلت کی مجبوری کب ٹھہر سکتی ہے۔

۴۔ قول مبارک حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ

اِنِّیْ کُنْتُ اَکْثَرَ عَدَدً وَ اَعَزَّ عَشِیْرَۃً وَاَمْنَعَ رِجَالًا وَ اَطْوَعَ اَمْرًا

میرے گروہ کا عدد سب سے زیادہ تھا۔ اور میرا خاندان سب پر غالب تھا اور میرے آدمی سب سے زبردست تھے۔ اور میرا حکم سب سے زیادہ مانا جاتا تھا۔

(خصال ابن بابویہ مطبوعہ تہران جلد اول صفحہ ۱۸)

تو روز روشن کی طرح اس سے ثابت ہوا کہ قلت اعوان و انصار بے یار و مددگار ہونے کی کہانی باطل ہے۔ بلکہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے زیادہ طاقت حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ہی تھی۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ مستحق خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس لئے خاموشی اختیار فرمائی۔

نوٹ: ان مذکورہ دلائل کو تعصب اور ضد سے خالی ہو کر پڑھنے والا سعید الفطرت تسلیم کرلے

گا کہ مذہب اہلسنت حقائق پر مبنی ہے مگر ہٹ دھرم اور ضدی کو شاید فائدہ ہو نہ ہو سکے۔ اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ "دل نخواستہ را عذر بسیار" جس کو فرمان مولا علی رضی اللہ عنہ پر یقین نہ آئی تو اس کا کیا علاج ہے۔

ثبوت بیعت کے بیان میں

منجملہ اور عقائد باطلہ کے شیعہ حضرات کا ایک یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رضامندی کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی تھی بلکہ بالجبر واکراہ یعنی مجبوراً اور اس بات کو ثابت کرنے کیلئے ایسے ولائل دیئے ہیں کہ خلافت بلافصل ثابت کرنے کے جوش میں ایسے ہی ہوش نہ رہا کہ مجبوری کی بیعت ثابت کرتے کرتے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کی کس قدر توہین کی یہ بھی نہ خیال آیا کہ ان افسانوں کو پڑھنے والا شیعہ مذہب پر کس قدر ماتم کرے گا۔

دعوای حب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اُن کی اہل بیت کا لیکن عقیدہ اس کے بالکل خلاف، اس ضمن میں کتب شیعہ سے چندروایات پڑھیئے۔

وَالْقَوْنِیْ عُنُقِهٖ حَبْلًا اَسْوَدَ ثُمَّ نَادٰی قَبْلَ اَنْ یُّبَایِعَ وَالْحَبْلُ فِیْ عُنُقِهٖ یَابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْ یَقْتُلُوْ نَبِیْ ثُمَّ تَنَاوَلَ یَدَ اَبِیْ بَکْرٍ فَبَایَعَهٗ

انہیں قابو کر لیا اور سیاہ رسی ان کے گلے میں انہوں نے ڈال دی۔ پھر حضرت علی نے

بیعت کرنے سے قبل بلند آواز سے کہا۔ اور رسی ان کی گردن میں تھی اے میری ماں جائے بے شک لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں۔ یہ کہہ کر ہاتھ بڑھائے اور ابوبکر کی بیعت کر لی۔ (احتجاج طبرسی صفحہ ۵۳ نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان باب نمبر ۱۱)

۲۔ بدست عمر یک سر ریسماں دوم در کف خالد پہلوان

فگندند در گردن شیر نر کشیدند او را بر بوبکر

رسی کا ایک سرا عمر کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا خالد پہلوان کے ہاتھ میں تھا۔ دونوں نے وہ رسی حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی گردن میں ڈال کر انہیں کھینچتے ہوئے ابوبکر کے پاس لے گئے۔ (حملہ حیدری مطبوعہ تہران صفحہ ۲۸۲)

۳۔ پس عمر گفت اے پسر ابو طالب برخیز و بیعت کن۔ حضرت گفت گر نہ کنم چہ خواہی کرد عمر گفت گردنت را میزنم۔ حضرت سہ مرتبہ ایں سخن را گفت و ایں جواب راشدن تا حجت را بر ایشاں تمام کرد۔ پس عمر دست حضرت را گرفت و بے آنکہ حضرت دست بکشائد ابوبکر دست خود را دراز کرد و بر روئے دست حضرت گذاشت (حق الیقین صفحہ ۱۹۱ در بیان مطاعن ابوبکر)

پس حضرت عمر نے کہا کہ اے ابو طالب کے بیٹے اٹھ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر۔ حضرت علی نے کہا اگر میں بیعت ابوبکر نہ کروں تو تو کیا کرے گا؟ حضرت عمر نے کہا کہ میں تیری گردن اُتار دوں گا۔ حضرت علی نے تین دفعہ یہی کلمہ دھرایا اور حضرت عمر سے وہی جواب سنا۔ اتمام حجت کیلئے حضرت علی نے ایسا کیا پس حضرت عمر نے حضرت علی کے ہاتھ کو پکڑا۔ بغیر اس کے کہ حضرت علی نے اپنا ہاتھ کھول کر آگے بیعت کیلئے بڑھایا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا ہاتھ کھول کر یعنی لمبا کر کے حضرت علی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ (حق الیقین صفحہ ۱۹۱)

۴۔ حضرت عمر کو خطرہ لاحق ہوا کہ لوگ ابوبکر کی بیعت سے پھر جائیں گے۔ دوبارہ کہا اے علی بیعت کر لو ورنہ قتل کر دوں گا۔ حضرت علی نے کہا صہاک کے بیٹے جھوٹ کہتا ہے اللہ

کی قسم تجھے ہمت نہیں تو خالد بن ولید فوراً اٹھا۔

شمشیر از غلاف کشید و گفت بخدا سوگند اگر بیعت نکنی گردنت را ے زنم۔ حضرت امیر المومنین گریباں او را گرفت حرکتے داد و بدور انداخت شمشیر از دستش اُفتاد ہر چند سعی کردند کہ حضرت دست بیعت دراز کند نکرد۔ پس دست آنحضرت را گرفتند و ابوبکر دست نحس خود را دراز کرد و بدست حضرت رسانید

اور تلوار نیام سے نکال کر کہا اللہ کی قسم! اگر بیعت نہ کرو گے تو گردن اُڑا دوں گا۔ حضرت علی نے خالد کا گریبان پکڑ کر ہلایا اور اُٹھا کر دور پھینک دیا۔ تلوار اُن کے ہاتھ سے گر گئی۔ بہت کوشش کی کہ حضرت علی بیعت کیلئے ہاتھ بڑھائیں لیکن کامیابی نہ ہوئی تو لوگوں نے زبردستی حضرت علی کا ہاتھ پکڑا۔ ابوبکر نے اپنا منحوس ہاتھ لمبا کیا اور حضرت علی کے ہاتھ تک پہنچا کر بیعت کر لی۔ (جلا العیون جلد اول صفحہ ۲۱۲)

۵۔ روایت کردہ است کہ چوں (ع) علی را ابوبکر از برائے بیعت طلبید و قبول نکرد عمر آمد آمد و آتشے طلبید کہ خانہ رابسوزاند حضرت فاطمہ در درِ خانہ اورا ملاقات کرد و گفت اے پسر خطاب! خانہ مرا برون مے سوزانی گفت آرے۔ وایں قوری تر است۔ سر آنچہ پدرتو آوارده است پس علی آمد و بیعت کرد۔ (حق الیقین مطاعن ابوبکر صفحہ ۲۰۹)

ترجمہ: روایت آئی ہے کہ جب ابوبکر نے حضرت علی کو بیعت کیلئے طلب کیا اور انہوں نے قبول نہ کی تو عمر آئے اور اپنے ساتھ علی کے گھر کو جلانے کیلئے آگ لائے۔ دروازے پر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوگئی۔ اور کہنے لگیں اے خطاب کے بچے! میرے گھر کو جلا دے گا عمر نے کہا ضرور اور یہ سزا قوی ترین ہے۔ اس دین سے جسے تیرا باپ لایا ہے پس حضرت علی آئے اور بیعت کر لی۔

۶۔ بروائتے عباس عبدالمطلب کو معلوم ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں

وہ روتے ہوئے آئے اور غل مچاتے تھے۔ لوگو میرے برادر زادے سے ہاتھ اُٹھاؤ اور رفق و مدارات کرو اس کے ساتھ میں اس سے بیعت کرا دوں گا۔

پس انہوں نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہ اول کے ہاتھ کے ساتھ مس کر دیا اور وہ اس پر رضا مند ہو گئے۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت علی امیر المومنین نے بیعت نہیں کی تاوقتیکہ دھواں آنحضرت کے گھر سے بلند نہیں ہوا۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد اول صفحہ ۶۷)

۷۔ ابراہیم بن سعد الثقفی کہ متقول الطرفین است از حضرت صادق (ع) روائت کردہ است کہ حضرت امیر المومنین (ع) بیعت با ابوبکر نہ کرد تا آنکہ دید کہ دود از خانہ اش بلند شد

ثقہ راوی ابراہیم بن سعد حضرت صادق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین نے بیعت نہیں کی تاوقتیکہ دھواں آنحضرت کے گھر سے بلند نہیں ہوا۔ (حق الیقین در بیان مطاعن ابوبکر صفحہ ۲۰۹)

۸۔ عمر فرستاد بنز د قنفذ کہ اگر حضرت فاطمہ مانع بیروں آوردن علی (ع) بشود پروا مکن و اورا بزن و دور کن چو حضرت را بدر خانہ رسانیدند حضرت فاطمہ بنز دیک رد آمد مانع شد قنفذ در را بعقب کشود و بر پہلوئے فاطمہ زد کہ یک دندہ از دندہ ہائے پہلوئے مبارکش شکست و فرزندیکہ حضرت رسول اور او در شکم صدیقہ طاہرہ (ع) محسن نام کردہ بود سقط شد و باز ممانعت میفرمود تازیانہ بر بازوے مبارکش زد کہ استخوانش شکست و بہ ہمیں ضربتہا شہید شد چوں از دنیا رفت در بازویش گرہ بزرگے از آں ضربت ماندہ بود۔ پاس حضرت امیر (ع) را باآں حال بیروں کشیدند تا بنز د ابوبکر آوردند و عمر با شمشیر برہنہ بالائے سر آنحضرت ایستاد

(حق الیقین صفحہ ۱۸۷ در بیان مطاعن ابوبکر)

ہماری درج کردہ روایات میں شیعہ حضرات کے فرضی اور من گھڑت افسانوی

واقعات کو اگر درست مانا جائے تو ان سے جو امور ثابت ہوئے ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنے کمزور اور ڈرپوک واقع ہوئے کہ لوگوں نے ان کے گلے میں رسی ڈال کر باطل قبول کرنے پر آمادہ کر لیا۔

۲۔ انہیں سرکش جانور کی طرح ونکیلیں ڈال کر ابوبکر صدیق کے پاس لایا گا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت بزدل (معاذ اللہ) کیونکہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے سامنے مارا پیٹا گیا زخمی کر دیا بازو کی ہڈی توڑ دی جس کی وجہ سے صاحبزادہ محسن کا اسقاط ہو گیا تو آپ خاموش کھڑے دیکھتے رہے۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے اتنے حریص تھے کہ جس کی خاطر سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین کو مہاجرین وانصار کے ایک ایک دروازے پر لے گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گدھے پر سوار اور حسنین کریمین نے حضرت علی کی انگلیاں پکڑی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کو دیکھ کر حصول خلافت میں میری مدد کریں گے۔ لہذا بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ حضرت علی نے قبل از بیعت اپنے بارے میں فضا ہموار کرنے کیلئے انتہائی ممکن ذرائع استعمال کئے حتی کہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو در بدر پھرایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو نہایت رسوائی سے تقیہ کرتے ہوئے بیعت کر لی جو مولا علی کے حق میں انتہا درجہ کی گستاخی اور توہین ہے۔

حضرت علی کی بیعت کو بالجبر ثابت کرنے کی دھن میں جن من گھڑت افسانوں اور جھوٹ پر مبنی واقعات کا سہارا لیا اس سے بڑھ کر بے باکی و گستاخی اور کیا ہو گی کہ بنت رسول نے خلافت بلافصل علی کرم اللہ وجہہ کیلئے در بدر بھیک مانگی اور حضرت حیدر کرار نے اپنے معصوم بچوں کو اپنی خلافت کی خاطر در بدر پھرایا۔ بھرے بھرے مجمع میں بے عزتی بھی کروائی کیا یہ سب باتیں حب علی واہل بیت کے ضمن میں آتی ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن کہ آپ جیسی شخصیت کے گلے

رسی ڈالی جائے اور کھینچا جائے اور سرتا پا مظلومیت کی تصویر بن جائیں یہاں تک کہ حضرت عباس کو منت وسماجت کرنی پڑی کہ لوگو میرے بھتیجے کو چھوڑ دو میں ان سے بیعت کروالوں گا۔

انتباہ: اے مدعیان اہل بیت وحب علی اس قسم کے توہین آمیز واقعات من گھڑت اضافہ جات سے توبہ کرلو۔ حضرت علی کے نور العین حضرت امام حسین نے سارا کنبہ قربان کردیا خود بھی جام شہادت نوش فرمالیا مگر باطل کے سامنے جھکنا گوارا نہیں کیا۔ اسی طرح اگر خلفائے ثلثہ برحق نہ ہوتے۔ باطل پر ہوتے تو علی شیر خدا کو جھکنے پر کون مجبور کرسکتا تھا۔ آپ بھی باطل کے خلاف ذوالفقار اٹھاتے خود شہید ہو جاتے خاندان کو قربان کردیتے۔ لیکن باطل کی تائید وحمایت نہ کرتے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے پناہ قوت وشجاعت سے نوازا تھا۔

(بیان قوت حیدری)

حضرت علی کو جب بارگاہِ رسالت سے اسد اللہ کا لقب ملے جن کی شان وقوت ضرب المثل ہو۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار خود حیدر کرار کا اپنا فرمان۔ اگر سارا عرب بھی میرے مقابلے میں آجائے تو میں انکی گردنیں اُتارنے میں جلدی کرتا رہوں گا۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۹) وَاِنَّ عِنْدِیْ اَلْوَاحُ مُوْسٰی وَعَصَاہُ وَاِنَّ عِنْدِیْ لَخَاتَمُ سُلَیْمَانَ بْنُ دَاوٗد

حضرت موسیٰ کی الواح اور عصا اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی مندری میرے پاس ہے۔

مقامِ غور: یہ حدیث اصول کافی زبردست دلیل ہے۔ کہ حیدر کرار نے خلفاء ثلثہ سے پورا

تعاون کیا اور ان کی بیعت کی اور سر مو اُن سے کچھ کھچاوٹ اور مناقشت پیدا نہیں ہوئی۔ اور جو اُن کی باہمی دشمنی اور عداوت کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں سراسر فرضی اور من گھڑت ہیں۔

اسلیے کہ جب سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی حضرت علی کے پاس موجود تھی تو کسی کی کیا طاقت تھی کہ خاتم سلیمان کے ہوتے ہوئے حیدر کرار کے سامنے سر اُونچا کر سکے۔ حضرت علی خاتم سلیمان کے ذریعہ جنوں اور دیوؤں کے لاکھ ہا لشکروں کو جمع کر سکتے تھے بلکہ ہواؤں کو حکم دے سکتے تھے کہ دشمنوں کی بستیوں کو بنیادوں سے اُکھیڑ کر لوطیوں کا سا عبرتناک حشر کر دیتیں بلکہ خلفائے ثلثہ کیلیے ایک ہی جن کافی تھا۔ جو آتا اور ان تینوں کو کہیں اڑاج کر لے جاتا۔ مگر وہ جانتے تھے کہ ابھی میری خلافت کا وقت نہیں آیا۔ (اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۶۵ باب ۳۷

۴۔ امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آصف بن برخیا کو اسم اعظم کا ایک حرف یاد تھا۔ جس کی برکت سے ملکہ بلقیس کا بھاری تخت چشم زدن سے بھی پہلے آ گیا تھا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اسم اعظم کے دو حروف تھے انہیں دو کی برکت سے ان کے سارے کمالات تھے۔ (کوہڑ اور برص والوں کو اچھا کرنا۔ مادرزاد اندھے کو تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چار حرف تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے آٹھ حروف عنایت کئے تھے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس اسم اعظم کے پندرہ حروف تھے اور حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پچیس حروف تھے۔

وَاِنَّ اِسْمَ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ ثَلٰثَۃ سَبْعُوْنَ حَرْفًا اعطی مُحَمَّدَ اثْنَیْنَ وَسَبْعِیْنَ حَرْفًا وَعِنْدَنَا مِنْہُ اثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ حَرْفًا

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم اعظم کے بہتر حروف عنایت فرمائے او

رو ہی بہتر حروف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کو عنایت ہوئے۔
(اصول کافی باب ۳۵ صفحہ ۲۶۳ کتاب الحجت)

نوٹ: مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں برحق خلیفے تھے اور حضرت علی نے تینوں خلفاء کی بیعت کی تھی۔ ورنہ حضرت علی کے پاس ذاتی شجاعت اور قوت کے علاوہ اسم اعظم جیسی زبردست قوت موجود تھی جس کے ایک ہی دفعہ پڑھ لینے سے دشمنوں کو راکھ کا ڈھیر کیا جا سکتا تھا۔ خلفائے ثلثہ ہی کیا دنیا بھر کے مخالفین کو اسم اعظم کی ایک ہی پھونک سے خاکستر کیا جاتا۔ لیکن خلفائے ثلثہ میں کوئی غلطی ہونا ناممکن اور محال ثابت ہوئی۔ ورنہ اسم اعظم کی پھونک سے ان کو جلایا جاتا۔

۵۔ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَلِيًا لَمَّا رَفَعَ السَّيْفَ لِيَضْرِبَ بِهِ مَرْحَبًا اَمَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِسْرَافِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ اَنْ يَقْبِضَا عَقْدَهٗ فِي الْهَوَآءِ حَتّٰى لَا يَضْرِبَ بِكُلِّ قُوَّتِهٖ وَمَعَ هٰذَا............ فَكَانَ عَلٰى جَنَاحَيَّ اَثْقَلَ مِنْ مَّدَائِنَ قَوْمِ لُوْطٍ وَهِيَ سَبْعُ مَدَائِنَ

خیبر میں مرحب کے قتل ہو جانے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشخبری سننے کے بعد جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ خوشخبری کیسی ہے۔ تو جبرائیل علیہ السلام بولے یا رسول اللہ جب حضرت علی نے مرحب کو قتل کرنے کیلئے تلوار اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے اسرافیل اور میکائیل علیہم السلام دو فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ حضرت علی کے بازو ہوا میں روک دیں تا کہ تلوار پوری قوت سے نہ ماریں۔ اس کے باوجود مرحب اس کی زرہ اور اس کا گھوڑا دو ٹکڑے ہو گئے۔ تلوار علی زمین میں گھس گئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا کہ اے جبرائیل علیہ السلام زمین کی طرف جلدی سے جاؤ اور علی کی تلوار کو کناؤ

سے روک دوتا کہ وہ زمین کی تہہ تک نہ پہنچ جائے اور زمین زیروزبر ہو جائے۔ میں جلدی سے آیا اور اس تلوار کو روک دیا۔ میں نے اپنے سر پر اس کی قوت کا زور اتنا محسوس کیا کہ قوم لوگ کی سات بستیوں سے بھی زیادہ وزنی تھا۔(انوار نعمانیہ صفحہ ۷ طبع قدیم تذکرہ شجاعت علی)

مقامِ غوروفکر ناظرین کرام!

یہ چند واقعات جو خود شعیہ کتب کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد ہم قارئین کرام سے انصاف چاہتے ہیں کہ ایسا صاحب قوت صاحب معجزہ اور صاحب تصرف اور یگانہ روزگار جس کی ماتحتی الثریٰ تک زمین و آسمان کے فرشتے لرز اٹھیں۔ ان کے گلے میں رسی ڈال کر لوگ کھینچتے ہوئے ابوبکر صدیق کے پاس لیجائیں اور وہ قتل کے خوف سے مجبوراً بیعت کر لیں یہ کیسے ممکن ہے۔

حق یہ ہے کہ حضرت علی کی شجاعت بے مثل ہے ایسے شجاع بہادر کا مجبوراً بیعت کر لینا ثابت کرنا بڑا دجل وفریب ہے۔ جبکہ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر پوری دنیا بھی میرے سامنے آجائے تو مجھے حق کہنے سے نہیں روک سکتی بلکہ میں انکی گردنیں اتارنے میں جلدی کروں گا۔ اور حضرت حیدر کرار کیلئے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم بھی تھا کہ اے علی جو شخص قرآن اور میری سنت کی مخالفت کرے اور دین میں اپنی رائے کو دخل دے تم ایسے بدعتی کے ساتھ جنگ کرو۔(احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۹۶)

اور خود حیدر کرار کا اپنا فرمان کہ خبردار میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا ایک وہ شخص جو خلافت کا مدعی ہو لیکن اس کا اہل نہ ہو۔ دوسرا وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس کیلئے واجب اور لازم ہو۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۲ صفحہ ۵۴۷، نہج البلاغہ صفحہ ۲۴۹ کا ترجمہ نیرنگ فصاحت)

ہم شیعہ حضرات کو دعوتِ غوروفکر دیتے ہیں جو کہ ہم نے پانچ حوالے قوت حیدری پر

شیعہ کتب سے لکھے ہیں۔ان کی اعجاز وتصرف اور خدا دادہ قوت پر بنام خدا اور شہید کربلا کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ انصاف سے کام لو اور ان واقعات کی روشنی میں حضرت حیدر کرار کی بیعت بالجبر کے وجود بلکہ تصور کو بھی شان علی المرتضٰی کے خلاف سمجھو۔حضرت حیدر کرار کا بخوشی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا ثابت ہے۔

(خطبہ نہج البلاغہ صفحہ ۴۷)

فرمان علی شیر خدا:

الـذَّلِيْلُ عِنْدِیْ عَزِيْزٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ وَ الْقَوِیُّ عِنْدِیْ ضَعِيْفٌ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ' ذلیل (و ستم کشیدہ)

میرے نزدیک زبردست ہے تا کہ اُس کا حق اوروں سے لیکر دلاؤں۔ اور زبردست میرے نزدیک ضعیف ہے۔ یہاں تک کہ مظلوم کا حق اُس سے لے لوں۔یعنی مجھے ظالم سے ڈر نہیں بلکہ ظالم میرے سامنے ناتواں اور کمزور رہے۔ جب تک کہ وہ اپنے ظلم سے باز نہ آوے اور مظلوم کا حق ادا نہ کر دے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیوں ڈرتے۔ اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیوں چھوڑتے۔مگر وہ جانتے تھے کہ خلافت کے پہلے حقدار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور خدائی فیصلہ بھی یہی ہے۔ مجھے خدائی فیصلے کے سامنے ترتسلیم خم کرنا ہوگا۔چنانچہ فرمایا:

رَضِيْنَا عَنِ اللّٰهِ قَضَآئَهٗ' وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهٗ'

ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہو گئے اور جو اللہ کا حکم ہے اس کو تسلیم کر لیا یعنی ہم کو معلوم ہے کہ اللہ نے پہلی خلافت حضرت ابوبکر صدیق کیلئے مقرر کی ہے۔ ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہیں۔

اَتَـرَانِـیْ اَکْـذِبَ عَـلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَاللّٰہِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَہٗ فَلَا اِکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ کَذَّبَ عَلَیْہِ

آپ فرماتے ہیں کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہوں۔ واللہ میں نے سب سے پہلے اُن کی تصدیق کی ہے۔ اب میں سب سے پہلے اُن پر جھوٹ بولنے والا نہ بنوں گا۔ یعنی رسول خدا مجھے یہ خبر دے گئے ہیں کہ پہلی خلافت ابو بکر صدیق کی ہے۔ میں یہ خبر سچی بیان کرتا ہوں ہر گز جھوٹی نہیں۔

فَنَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ بعد وفات رسول خدا جب میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا ابوبکر کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا اپنے لئے بیعت لینے سے بہتر ہے۔

وَاِذَالْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجھ سے عہد لینا مجھے اس کا پابند رہنا لازم ہے۔ جب لوگ ابوبکر صدیق کی بیعت کر لیں تو میں بھی بیعت کر لوں اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا تھا کہ ابو بکر سے بیعت کرنے کا جو معاہدہ میں نے رسول خدا سے کیا تھا وہ میری گردن میں تھا۔ اس کی شرح میں فیض الاسلام سید علی نقی یوں رقمطراز ہیں۔ کہ درامر خلافت خود اندیشہ کردہ دیدم کہ اطاعت و پیروی از فرمان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر من واجب است۔ بیعت کردم و بر طبق عہد و پیماں خود باآں حضرت رفتار نمود۔

یعنی جب میں نے اپنی خلافت کے بارے میں غور و فکر کیا تو یکا یک یاد آ گیا کہ بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اطاعت اور پیروی واجب ہو گئی ہے۔ چنانچہ میں نے بیعت کر لی

اور جس طرح میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیاں کیا تھا اس سے سر مو ادھر اُدھر نہ ہوا۔ بلکہ اسی پر ثابت قدم رہ کر عہد و پیاں کو پوری طرح نبھایا۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۳۷ صفحہ ۲۲۴ شرح فیض الاسلام سید علی نقی مجتہد صفحہ ۱۱۳)

مذکورہ خطبہ اور اس کی شرح سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ کے اپنے فرمان کے مطابق آپ کے نزدیک قوی اور ضعیف برابر تھے۔ کیونکہ آپ ہر طاقتور سے زیادہ طاقتور ہیں اس لئے کمزور کا حق اسے دلا سکتے ہیں۔

۲۔ جب اللہ نے قضاء کے مطابق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تو میں قضاء قدر الٰہی سے خوش ہوں اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

۳۔ جب ایمان لانے میں مجھے سب سے اولیت حاصل ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تقیہ کی اڑ لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹ بولوں۔

۴۔ مسئلہ خلافت میں غور و فکر سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرے لئے ابو بکر کی بیعت کر لینا اپنی بیعت لینے سے زیادہ راجح ہے۔

۵۔ میری گردن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عہد بندھا ہوا ہے کہ جب لوگ ابو بکر کی بیعت کر لیں تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔

۶۔ جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عہد ابو بکر صدیق کی بیعت کرنے کا میرے ذمہ لازم ہے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ کا عہد توڑ دوں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے منہ موڑوں۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی طرح بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے اعراض نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عہد اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فیصلہ ابو بکر صدیق کے خلیفہ برحق ہونے کا بین ثبوت ہیں۔

خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لے اتنی جلدی کی کہ پورا لباس بھی نہ پہن سکے۔ صاحب روضۃ الصفا نے اس کو یوں بیان کیا ہے

امیر المومنین علی چوں استماع نمود کہ مسلمانان بر بیعت ابوبکر صدیق نمودند بتعجیل از خانہ بیروں آمد چنانچہ ہیچ در بر نداشت بغیر از پیرہن نہ آزار و نہ ردا ہمچناں نزد ابوبکر صدیق رفتہ باو بیعت نمود بعد ازاں فرستادند تا جامہ بمجلس آوروند۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ تمام مسلمانوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے تو اس قدر جلدی در دولت سے باہر تشریف لائے کہ چادر اور تہبند بھی نہ اوڑھ سکے۔ صرف پیرہن میں ملبوس تھے اسی صورت میں ابوبکر کے ہاں پہنچ کر بیعت کی۔ بیعت سے فراغت کے بعد چند آدمی کپڑے لینے کیلئے بھیجے تاکہ مجلس میں کپڑے لے آئیں۔

نوٹ: واذ المیثاق فی عنقی لغیری کے جملے کی تشریح شرح فیض الاسلام سید علی نقی اور صاحب روضۃ الصفاء سے پڑھ چکے ہیں۔

ان دونوں شیعوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جملہ کی جو شرح کی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ بخوشی اور بسرعت حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کیلئے چل پڑے اور بیعت کی۔ کوئی مجبور نہ تھے اور نہ زبردستی بیعت کرنے پر اُن کو آمادہ کیا گیا۔ اگر خوشی اور رضامندی تھی تو ابوسفیان کی فرمائش بڑی برمحل تھی اسے نہ ٹھکراتے خود بھی قوی تھے اور ابوسفیان کی طرف سے سواروں اور پیادوں کا میدان بھر دینا (روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۴۴۲ ذکر بیعت علی رضی اللہ عنہ) تو بتاؤ ایسے میں مجبوری کب ٹھہر سکتی ہے۔ کتنے بے علم ہیں وہ لوگ جو حضرت علی کی اس بیعت کو (بیعت مکروہ) کا نام دیتے ہیں۔ ہم تو حضرت علی حیدر کرار کے مقلد ہیں اور انہیں کے نقش قدم کو راہ نجات یقین کرتے ہیں۔

علی امام من است و منم غلام علی
ہزار جان گرامی فدائے نام علی

۳۔ سید عالم الھدیٰ کی سنیے اور خوشی سے سر دھنیے

وَاِنْ اُرِیْدَ بِالْبَیْعَۃِ الصَّفْقَۃِ وَاِظْھَارُ الرِّضَا فَذَالِکَ مِمَّا وَقَعَ مِنْہُ

اگر بیعت سے مراد ہاتھ میں ہاتھ دینا اور رضا خوشنودی کا اظہار لی جائے تو یہ بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ضرور کی ہے۔ یعنی حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ بھی دیا اور زبان سے بھی رضاء اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

(کتاب تنزیہہ الانبیاء والائمہ مصنف علم الھدیٰ سید مرتضیٰ مطبوعہ تہران صفحہ ۱۳۸)

سید علم الھدیٰ کی تصریح سے صاف ثابت ہو گیا کہ حیدر کرار نے نہایت رضامندی سے خلفاء کی بیعت کی تھی اور باہمی آویزش کی کوئی شکایت نہ تھی اور جنہوں نے اس موقع پر نہایت ذلت آمیز کہانیاں چسپاں کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا اور ان کی سیاہ باطنی کی قلعی کھل گئی۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

نوٹ: اہل سنت کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ذرا بھی توقف بیعت صدیقی میں نہیں کیا۔ بعض روایات میں جو توقف تین دن یا چھ ماہ منقول ہے علمائے اہل سنت نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کئی بار بیعت کی اور یہ تکرار بیعت محض اس لئے تھی کہ فتنہ رفض کا انتساب ان کی طرف سے نہ ہو سکے۔ فتنہ رفض کی خبر بطور پیش گوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سن چکے تھے اور وہ یہ سن چکے تھے کہ وہ لوگ اپنے کو میری طرف منسوب کریں گے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑا اہتمام اس امر کا کیا

کہ یہ ان کی طرف منسوب نہ ہو سکے۔

شیعہ حضرات اب اپنے حجۃ الاسلام والمسلمین صدر المفسرین قبلہ وکعبہ علامہ السید علی الحائری کی سنیے۔ حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلثہ میں سے کسی ایک کی بھی بیعت نہیں کی۔ اس لئے بیعت کی قصہ ہی از سرتا پا غلط ہے۔ اور افترا ہے۔ اور آگے چل کر لکھتے ہیں۔ اسی بنا پر جناب امام حسن علیہ السلام اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی سمجھوتے کا نام صلح رکھا گیا نہ کہ بیعت اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے تو یزید کی بیعت سے انکار کر کے قیامت تک آنے والی نسلوں کو ثابت اور ظاہر کر دیا کہ امام معصوم بالحق اسی طرح فنا ہونا اختیار تو کر لیتے ہیں مگر غیر معصوم کی کسی طرح بیعت نہیں کرتے۔

(خلافت قرآنی مصنفہ سید علی الحائری صفحہ ۸۲،۸۳)

جواب علامہ سید علی الحائری کا فرمانا کہ حضرت علی المرتضٰی نے خلفائے ثلثہ میں سے کسی ایک کی بھی بیعت نہیں کی اس لئے بیعت کا قصہ ہی از سرتا پا غلط ہے اور افترا ہے۔ جب کہ ہم نے احتجاج طبرسی نفس الرحمٰن فی فضائل سلیمان۔ حملہ حیدری، حق الیقین، جلاء العیون، تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین وغیرہ سے انہیں کے مجتہدوں اور اکابر علماء شیعہ سے حضرت علی المرتضٰی کا حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت کر چکے ہیں۔

اگر کوئی دھوکہ دینے کی غرض سے یوں کہے کہ شیر خدا کی بیعت کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ انہوں نے رضا مندی سے بیعت نہیں کی تھی بلکہ صرف ظاہری حیثیت سے ہاتھ میں ہاتھ ملایا تھا۔ حقیقی بیعت تبھی کہی جا سکتی ہے کہ قلبی رضا مندی بھی ثابت ہو۔

جواب: یہ اعتراض بے ہودہ ہے اس کا جواب دینا سوائے تضیع اوقات کے کچھ نہیں۔ سوچئے حضرت علی المرتضٰی شیر خدا منبع صدق وصفا جیسے بزرگوار سے یہ توقع ہی ناممکن ہے کہ وہ ظاہری حیثیت سے کسی کی بیعت کر کے اسے اپنی وفاداری کا یقین دلا رہے ہوں اور اپنے اندر اس کی

سراپا مخالفت ہو۔ بتاؤ منافقت کسے کہتے ہیں۔ اللہ اللہ حضرت علی المرتضیٰ کی شان اس سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ اُن کے متعلق اس قسم کا گمان بھی کرنیوالا اپنی عاقبت کا اندیشہ کرے۔

دوسرے یہ کہ ہم نے شیعہ حضرات کی کتب معتبرہ سے ایسے حوالے پیش کیے ہیں جن سے برضاء و رغبت اور بخوشی بیعت کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ (روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۴۳۲ سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بخوشی اور سرعت حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کیلئے چل پڑے۔

تنزیہہ الانبیاء والائمہ مصنف علم الھدیٰ سید مرتضیٰ صفحہ ۱۳۸ یعنی حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ میں ہاتھ دیا بھی اور اپنی زبان مبارک سے بھی رضا اور خوشی کا اظہار کیا۔

۳۔ خطبہ نمبر ۳۷ نہج البلاغہ حوالہ پیچھے گذر چکا ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی صورت بھی حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت سے اعراض نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عہد اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فیصلہ حضرت ابوبکر صدیق کے خلیفہ برحق ہونے کی بین ثبوت ہیں۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر صدیق کہ ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے اتنی جلدی کی کہ پورا لباس بھی زیب تن نہ کر پائے۔

۴۔ لَمَّا کَانَ بَعْدَ بَیْعَةِ اَبِیْ بَکْرٍ قَعَدَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فِیْ بَیْتِهٖ فَقِیْلَ لِاَبِیْ بَکْرٍ قَدْ کَرِهَ بَیْعَتَکَ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ فَقَالَ اَکْرِهْتَ بَیْعَتِیْ قَالَ لَا وَاللّٰهِ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ آپ مجھ سے

بیعت کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں آپ سے بیعت کرنا لازم اور پسندیدہ امر سمجھتا ہوں۔

نوٹ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے قول کو قسم سے مؤکد کرتے ہوئے دشمنانِ بیعت کے منہ پر وہ کاری تھپڑ رسید کیا ہے کہ زبردستی بیعت کی جھوٹی کہانیاں تصنیف کرنیوالے بعد ازیں ہرگز اس قسم کی جسارت نہیں کرسکیں گے مگر اہل علم، اہل ایمان، اہل انصاف لوگ اور سرے سے واقعہ بیعت سے انکار کرنیوالوں کو تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول مبارک نے بے غسل وکفن دفن کر دیا ہے۔

فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب مطبوعہ تہران شیعہ حضرات کے مصنف علامہ حسین بن علی نقی نوری طبرسی ہم نے چار ثبوت شیعہ حضرات کے اکابر علماء کے بھی پیش کر کے اتمام حجت کر دی جن میں حضرت علی رضی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا برضا ورغبت ثابت ہو گیا۔

دوسری بات علامہ سید علی عالحائری صاحب کی لکھتے ہیں کہ اسی بناپر جناب امام حسن علیہ السلام اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی سمجھوتے کا نام صلح رکھا گیا نہ کہ بیعت اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے تو یزید کی بیعت سے انکار کر کے قیامت تک آنیوالی نسلوں کو ثابت اور ظاہر کر دیا کہ امام معصوم بالحق اس طرح فنا اختیار تو کر لیتے ہیں مگر غیر معصوم کی کسی طرح بیعت نہیں کرتے۔

جواب سنیئے اور سر دھنیئے (رجال کشی) سے

اِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ صَلٰوةُ اللّٰهِ عَلَيْهَا اَنْ اَقْدِمْ اَنْتَ وَالْحُسَيْنُ......... فَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ

قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو لکھ بھیجا کہ آپ خود امام حسین اور دیگر اصحاب علی تشریف لائیں۔ اس پیغام کے ملنے پر وہ چلے اور ان کے ساتھ ہی قیس بن سعد بن عبادہ بھی تھے۔ شام پہنچے پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطیب مقرر فرمایا جس نے امام حسن کو کہا اُٹھیے اور بیعت کیجئے وہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امام حسین کو بھی یونہی کہا گیا یہ بھی اٹھے اور بیعت کی پھر جب قیس بن سعد بن عبادہ کو کہا گیا تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور اُن کے حکم کے منتظر تھے۔ کہ انہوں نے فرمایا امام حسن میرے امام ہیں جب انہوں نے بیعت کر لی تو مجھے اس پر کیا اعتراض۔ یعنی تجھے بیعت کر لینی چاہیے۔ (رجال کشی صفحہ ۱۰۲ (تذکرہ قیس بن سعد بن عبادہ)

نوٹ: اسی کتاب کی خلفاء الراشدین کی خلافت حقہ پر دلیل سوم میں قول علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا آنکھیں کھول کر پڑھیے۔ اصل عبارت عربی کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

امالی طوسی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے اٹھا لیے گئے۔ اور میں آپ کے نزدیک اور تمام لوگوں کے نزدیک سب سے بہتر تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا تم نے مجھے چھوڑ کر ابوبکر کی بیعت کر لی تو میں نے بھی ابوبکر کی بیعت اسی طرح کَمَا بَایَعْتُمُوْہُ جیسے تم نے ان کی بیعت کی تھی۔ اور مجھے یہ ناپسند تھا۔ مسلمانوں کی وحدت کو توڑنا اور اُن جمعیت کو پاش پاش کرنا میں نے اچھا نہ سمجھا۔ پھر ابوبکر صدیق نے اپنے بعد خلافت حضرت عمر فاروق کے سپرد کر دی۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میری قرابت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ تھی۔ پھر میں نے حضرت عمر کی بیعت اسی طرح کی (کَمَا بَایَعْتُمُوْہُ) جیسے تم نے کی تھی اور اپنی

بیعت کی پاسداری کرتے ہوئے اسے برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر شہید ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب وہ شہید ہوئے تو مجھے مجلس شوریٰ کے ارکان میں چھٹا رکن مقرر کیا میں نے حضرت عمر کی مقرر کی ہوئی رکنیت کو قبول کیا اور میں نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا پسند نہ کیا۔ پھر تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی لہذا میں نے بھی تمہاری طرح عثمان کی بیعت کر لی۔ حاصل کلام یہ کہ یہ مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول مبارک ہے۔ کسی ذاکر یا کسی شیعہ عالم یا کسی شیعی مجتہد کا نہیں۔

آپ نے دو ٹوک فیصلہ کر دیا کہ جس طرح تم لوگوں نے خلفائے ثلثہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی میں نے بھی اُسی طرح کی تھی۔ جو لوگ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے کا انکار کرتے ہیں تو ان کا انکار یا تو بے علمی کی بنا پر ہے یا پرلے درجے کا جھوٹ۔

۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو خلفائے ثلثہ کی بیعت کی تھی وہ خلیفہ برحق مان کر بیعت کی تھی۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باطل کے ہاتھ پر بیعت کی جو کہ شان علی اور شجاعت علی رضی اللہ عنہ کے بالکل منافی ہے۔ اور پھر خود ہی اس بیعت کے حق ہونے کی صراحت اس طرح فرما رہے ہیں کہ میں نے بیعت کر کے پھر اس کی وفاداری اور پاسداری کی۔ (امالی شیخ طوسی جلد دوم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی برضا و رغبت بیعت کرنا جس میں جبر و اکراہ کا مطلق دخل نہ تھا۔ فرق الشیعہ ابو محمد بن موسیٰ نوبختی مطبع نجف اشرف صفحہ ۳۸ یہ تیسری صدی کا بلند پایہ شیعہ عالم ہے۔

قالت الشيعة ان علينا كان الى الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ....

ترجمہ: شیعہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ کیونکہ وہ فضیلت، سبقت اور علم میں سب سے بڑھ کر ہیں اور اپنی سخاوت و شجاعت، ورع زہد کیوجہ سے اپنے سے بعد والوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود تمام صحابہ نے باتفاق رائے

جازو امامة ابی بکر و عمر هما اهلا لذالک المکان والمقام وذکروا ان علیا علیه السلام لهما الامر و رضی بذاک و بالیهما طائعار غیر مکره وترک حقه لهما و نحن رضوان کما رضی الله المسلمین له ولمن بایع لا یحل لنا غیر ذالک ولایسمع منا احدا الال ذالک وان والایة ابی بکر صارت رشدا وهدیً تسلیم علی ورضاه

ترجمہ: حضرت ابوبکر و عمر کی امامت کو جائز سمجھا اور اُن کو اس منصب اور مقام کا اہل تسلیم کیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا حق اُن کو دے کر برضا و رغبت ان کی بیعت کی اس میں جبر کو مطلق دخل نہ تھا۔ اور ہم اس پر راضی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہے ان کیلئے اور جنہوں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی بیعت کی ہمارے لئے بھی اس کے بغیر کوئی رویہ جائز نہیں اور ہم سے کوئی شخص اس کے بغیر نہیں سنے گا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تسلیم کرنے اور راضی ہونے کیوجہ سے ابوبکر کی خلافت سراپا رُشد و ہدایت ہے۔ شیعہ حضرات کے بلند پایہ عالم کا یہ بیان حضرت علی کے بیان کی تائید ہے اور تصدیق بھی جو اس سے پہلے گذر چکا ہے۔ اور خلافت بلافصل کا حل بھی ہے۔ اگر حضرت کی خلافت کا حق تسلیم بھی کیا جائے تو انہوں نے اپنا حق خلفائے ثلثہ کو دے کر اور ان کی برضا و رغبت بیعت کر کر کے

بعد کے شیعہ کی اس تہمت کی تردید کردی کہ خلفائے ثلثہ نے حق غصب کیا تھا۔ حالانکہ یہ بات ایک فرضی کہانی کو تسلیم کر لینے کی بنا پر ہے۔ کیونکہ قرآن وسنت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا کوئی نشان تک نہیں ملتا۔ (فرق الشیعہ مطبع نجف اشرف صفحہ ۳۸)

شیعہ حضرات کے تیسری صدی کے ایک بلند پایہ شیعی عالم کی صراحت کے باوجود اگر شیعہ حضرات پھر بھی اصرار کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو بیعت کی وہ صرف قولی اور فعلی تھی۔ قلبی اور حقیقی نہ تھی تو یہ دعوی انکا ایسا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔

دیکھیے شریعت ظاہری کے احکام کا نام ہے اور مسلمان ظاہر شریعت کے مکلّف ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ظاہری قول وفعل پر شریعت کے حکم کا اطلاق ہوگا۔ کسی کے دل کو چیر کر تو نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور نہ کوئی دیکھتا ہے۔

مثلاً ایک شخص زبان سے لوگوں کے سامنے اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ مگر قاضی کے سامنے کہتا ہے کہ میں نے دل سے طلاق نہیں دی تھی صرف زبان سے کہا تھا تو بتاؤ قاضی کیا فیصلہ دے گا۔

یا کوئی شخص مجسٹریٹ کے سامنے زبان سے اقرار جرم کرتا ہے مگر کہتا ہے کہ میرے دل میں تو انکار پوشیدہ ہے تو بتاؤ مجسٹریٹ اس کے موجودہ زبانی اقرار جرم پر فیصلہ کرے گا یا دل کے انکار پر

اسی بنا پر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قول وفعل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ خلفائے ثلثہ کی خلافت اور امامت کو تسلیم کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اُن کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے ہیں تو شیعہ حضرات کا اسپر اصرار کہ دل سے کچھ بھی نہیں کیا تھا یہ بچگانہ باتیں ہیں۔

اسی اصول کی شہادت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتوی شیعہ حضرات کی معتبر

کتب میں موجود ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی جا رہی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے بزورِ شمشیر بیعت لی تھی۔

ملاحظہ ہو ناسخ التواریخ

بروائیتے اول کس مالک اشتر برخاست وخمیصہ خویش رابیفگند وباعلی بیعت کرد وتیغ برکشید وبازبیر وطلحہ گفت قُوْمَا فَبَایِعَ وَالَّا کُنْتُمَا اَللَّیْلَةُ عِنْدَ عُثْمَانَ یعنی برخزید و بیعت کنید وگرنہ ہم دریں شب خواب گاہ پہلوئے عثمان خواہید داشت پس ایشاں بتوانی وگرانی برخاستند وبیعت کردند

ترجمہ: اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے اول بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مالک اشتر نے کی اور جب وہ بیعت کر چکا تو کھڑا ہو گیا اور تلوار کو نیام سے نکال لیا اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کو کہنے لگا کہ اُٹھو اور فوراً علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرو ورنہ رات عثمان کے پاس جا کر رہو گے۔ یعنی اسی رات عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس قبر میں پہنچ جاؤ گے۔ وہ بادلِ نخواستہ اُٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔

نوٹ: اگر کوئی کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جبراً بیعت لی گئی (اگرچہ یہ سراسر جھوٹ ہے) تو یہاں بھی وہی نمونہ ہے۔ کہ طلحہ اور زبیر سے بھی بزورِ تلوار بیعت لی جا رہی ہے۔ مگر سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص صرف ہاتھ سے بیعت کرے اگرچہ دل اس کی موافقت نہ کر رہا ہو۔ وہ بیعت معتبر ہے۔ اس لئے کہ جب وہ ہاتھ میں ہاتھ دے رہا ہے تو حکم ظاہری عمل پر لگایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ عمل اس کا دلیل ہے اسبات کی کہ اُس نے بیعت حقیقتاً کی ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر کے حق میں فرماتے ہیں۔ کہ زبیر رضی اللہ عنہ کا خیال یہ ہے کہ میں (زبیر) نے ہاتھ سے بیعت کی ہے دل سے بیعت نہیں

کی۔ پس اُس نے اقرار کرلیا بیعت سے روگردانی کرنیوالا باغی قرار دیا جائیگا۔

یَزْعَمُ اَنَّہٗ قَدْ بَایَعَ بِیَدِہٖ وَلَمْ یُبَایِعْ بِقَلْبِہٖ اَقَرَّ بَالْبَیْعَۃِ

زبیر کا یہ حال ہے کہ انہوں نے بیعت ہاتھ سے کی ہے دل سے نہیں (کتنی عجیب بات ہے) بہر حال یہ مان کر انہوں نے بیعت کا اقرار تو کر ہی لیا۔ حضرات شیعہ جس کروٹ کا ارادہ کرتے ہوا پنی ہی روایات ان کے لئے سد راہ ثابت ہوتی ہیں۔ اب تو یہ حال ہوا کہ جائیں تو جائیں کہاں۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

اب ایک ہی صورت ہے یا روایات مذکورہ جو کہ ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خلفائے ثلثہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے ضمن درج کی ہیں غلط ثابت کریں یا سچا مانیں۔ دونوں صورتوں میں علامہ السید علی الحائری کے چیلوں کا بطلان ظاہر ہے۔ اگر روایات کو غلط تسلیم کریں تو مذہب فنا ہو جائے۔ اگر صحیح تسلیم کریں تو مذہب حقہ اہل سنت کی صداقت اور بھی اظہر من الشمس ہو جائے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(خطبہ نمبر ۸ صفحہ ۱۵۴ نہج البلاغہ عنوان کیا بیعت ٹوٹ سکتی ہے)

ایک شبہ کا ازالہ، از سید علامہ علی الحائری

جواب: آیہ استخلاف میں تشبیہ **کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ** سے جو مفہوم شیعہ حضرات بیان کرتے ہیں۔ (یعنی گذشتہ امتوں میں خلیفہ اللہ تعالیٰ خود مقرر فرماتا تھا۔ یا اس کا کوئی پیغمبر یہ فریضہ سرانجام دیتا تھا۔ تو (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی انہی دو طریقوں سے خلیفہ کا ہونا لازمی ہے۔ یہ بھی شیعہ حضرات کا مفروضہ اور سراسر غلط مفہوم ہے۔

کیونکہ یہ آیہ استخلاف میں كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں جو تشبیہ ہے وہ نفس خلافت کے بارے میں ہے۔ یعنی پہلے لوگوں میں خلفاء اللہ تعالیٰ نے بنائے تھے۔ اوران کوتمکین فی الارض اور سلطنت عطا فرمائی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُلْكًا عَظِيْمًا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں میں خلفاء مقرر فرمائے اسی طرح اے امت محمد یہ! تم میں بھی خلفا مقرر فرمائے گا۔ اور اس وعدہ خداوندی کے مطابق خلفاء راشدین کوخلیفہ بنایا۔ تو تشبیہ میں اتنا ہی اعتبار کافی ہوتا ہے۔ اور تشبیہ کیلئے یہ کوئی ضروری نہیں کہ جن دو چیزوں میں تشبیہ دی گئی ہو وہ عام صفات ولوازمات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔ جیسے کسی کو کہا جاتا ہو ھُوَ کالاسد یعنی وہ شیر کی مانند ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو کہ وہ درندہ بھی ہو اس کے لئے دم اور گردن کے بڑے بڑے بال ہوں۔ یعنی صرف شجاعت سے تشبیہ مراد ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں آیت استخلاف كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ میں بھی تشبیہ صرف خلافت اور حکومت دینے میں ہے۔ تمام صفات ولوازمات میں نہیں۔ علامہ علی الحائری صاحب! ان آیات میں جن خلفاء کا آپ ذکر کر کے تشبیہ دے رہے ہیں۔ مثلاً لِقَوْلِهٖ تَعَالىٰ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (پ ا ع ۴)

کہ آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ بنانے والا میں ہوں۔ پھر داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ اے داؤد علیہ السلام ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ پھر حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِىْ فِىْ قَوْمِىْ حضرت ہارون بھی خلیفہ بالنص قرار پایا نہ بالاجماع پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس صریح نص کے خلاف لوگوں نے اجماع کے ڈھکوسلے کو

کیوں کر اور کس طرح محبت سمجھ لیا۔ وہ تو انبیاء تھے تو اگر پوری تشبیہ مراد ہے تو کیا جناب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء بھی پہلے خلفاء کی طرح نبی ہوں گے؟ شیعہ حضرات جن خلفاء کے متعلق مذکورہ بالا آیات آپ پیش کرتے ہیں یہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے خلفاء اور نبی ہیں اور ہماری تمہاری بحث رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ بلافصل کے متعلق ہے۔ جو کہ خلیفۂ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور نبی نہیں ہے لہذا شیعہ حضرات کا قیاس قیاس مع الفاروق ہے۔

اگر بالفرض آپ کا یہ مہمل اصول مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء حضرات انبیاء علیہم السلام اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تمام صفات ولوازمات میں ایک جیسی ہے تو پھر کیا وجہ کہ قرآن ہمارا اور رسول ہمارا اور خلیفہ بلافصل بھی ہمارا۔ کہ اس میں پہلے خلفاء کا ذکر تو نام بنام مگر ہمارے خلیفہ بلافصل کی خلافت کا کہیں نام نہ ہو۔ لہذا آپ کے نزدیک جب پہلے خلفاء کی طرح حضرت علی کی خلافت ہے تو آپ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا ذکر نام کے ساتھ ثابت کیجئے جو قیامت تک آپ ثابت نہیں کر سکتے۔

جیسے پروردگار عالم نے فرمایا

يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ

اسی طرح صراحتاً فرمادیا ہوتا۔

يَا عَلِىُّ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً بِلَا فَصْلٍ بَعْدَ النَّبِىِّ قرآن میں آجاتا

اعتراض دوسرا: اصحاب ثلثہ شوریٰ سے خلیفہ بنے خدا اور اس کے رسول کا انتخاب نہ تھا۔ یہ تو شیعہ حضرات کا اپنا مفروضہ ہے اور خود ساختہ قانون ہے۔ کیا یہ لوگ اپنے اس دعوے کے

ثبوت وتائید میں کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے محبوب علیہ السلام نے یہ فرمایا ہو کہ خلیفہ اسوقت برحق خلیفہ ہوگا جب اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے اس کی خلافت کا اعلان ہو نہیں پیش کر سکتے۔

دیکھو خلفائے ثلثہ کی خلافت کا انعقاد مہاجر وانصار کے اجماع سے ہوا۔ لہذا ان کی خلافت صحیح اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ اور یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کیونکہ علی المرتضیٰ نے اُن حضرات کو خلافت کا صحیح حقدار سمجھ کر اُن کی بیعت کی اور جس طریقے سے ان کی خلافت منعقد ہوئی حضرت علی المرتضیٰ نے اسی طریقہ کو صحیح اور معیاری طریقہ بیان فرمایا۔ (نہج البلاغہ میں اسی حقیقت کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ میں ذکر فرمایا ہے۔

اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذَالِکَ لِلّٰهِ رِضًی

ترجمہ: بے شک شوریٰ مہاجرین اور انصار کے شایان شان ہے تو یہ دونوں گروہ جس کسی کو مجموعی یعنی متفقہ طور پر اپنا امام وخلیفہ بنانا منظور کرلیں تو وہ امام وخلیفہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوگا۔

یہ خطبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی خلافت کے حق ہونے پر بطور دلیل وحجت ارشاد فرمایا جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس منصب کیلئے کوشاں تھے۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی انہیں مہاجرین وانصار کے باہمی متفقہ مشورہ سے ہوا۔ کسی کے خلیفہ برحق ہونے کیلئے اس کا اللہ کی طرف سے منتخب ہونا کوئی شرط نہیں۔ بلکہ مہاجرین وانصار کا انتخاب ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی مضمون کی واضح تائید بھی فرمائی۔

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ

مسلمانوں کے امور باہمی مشورت سے طے پاتے ہیں۔ اور یہ ان کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک وصف ہے۔ یعنی شوریٰ مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ کو اللہ تعالیٰ ہی نے خلافت دی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ماں کے پاس لوٹانا اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک سورہ قصص میں ہے۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو وحی کی کہ خوف وحزن نہ کر۔ اَنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْکَ ہم اس کو پھر تمہارے پاس پہنچادیں گے۔ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓی اُمِّهٖ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اس کی ماں تک پہنچادیا۔ اگر چہ فرعون کے گھر سے اور فرعون کے آدمیوں کے سبب سے ہوا۔ لیکن وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہوا۔ یا جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزّٰقُ

تحقیق اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے۔ باوجود یکہ کوئی ملازمت کے ذریعے کوئی تجارت کے ذریعے کوئی ہنر وزراعت کے ذریعے اور سبب سے رزق پارہا ہے لیکن رازق وہی اللہ کی ذات ہے۔ اور اس کا وعدہ رزق پورا ہورہا ہے۔

۳۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ

تو کیا اللہ نے تلوار چلا کر کفار کو قتل کیا تھا۔ یا اللہ نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ تلوار ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ کے باغیوں کو قتل کریں۔

نوٹ: اس بات کی ہم نے بخوبی وضاحت کر دی ہے کہ جس کام کی نسبت اللہ کی طرف سے ہو وہ کیسے انجام پاتا ہے یا ظہور میں آتا ہے۔ ہم نے قرآن پاک کی تین آیات سے اس

حقیقت کی طرف نشاندہی کر دی۔

نوٹ: اجماع مہاجرین وانصار کوڈ کھوسلے سے تعبیر کرنیوالے گریباں میں منہ ڈال کر سوچیں کہ علامہ علی الحائری کا یہ کہناڈ کھوسلا ہے یا کہ فرمان علی کرم اللہ وجہہ جو آپ نے فرمایا کہ مہاجر وانصار جس کسی کومتفقہ طر پر اپنا امام وخلیفہ منتخب کرلیں تو وہ امام وخلیفہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوگا۔ہاں مگر شیعہ حضرات کو پسند نہیں۔

قول فیصل، شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل توحید ورسالت کی طرح اصول دین میں سے ہے تو ان مدعیان خلافت بلا فصل پر لازم ہے کہ اس کا ثبوت اسی طرح صاف صراحت ووضاحت کے ساتھ پیش کریں۔ جس طرح صاف صراحۃً ،توحید لا الہ الا اللہ کے کلمات ہیں اور رسالت محمد رسول اللہ کے کلمات میں ہے اور یہ دونوں اصل قرآن پاک میں موجود ہیں۔مگر شیعہ حضرات قیامت تک نہیں دکھا سکتے صرف بلادلیل دعوٰی ہی دعوٰی ہے۔چلو ہم اس سے کم درجہ پر شیعہ حضرات کو پیش کش کرتے ہیں کہ چلو قرآن میں نہ سہی اہل سنت وجماعت کی کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں حدیث متواتر کے ساتھ ہی اس ''اصل'' کو ثابت کر دکھائیں تا کہ اس کو بطور حجت ودلیل پیش کرسکیں۔

اعلان: اگر کوئی شیعہ خلافت علی بلافصل کو قرآنی آیات میں واضح اور صریح طور پر پیش کر دے یا اہل سنت وجماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث اس بارے میں دکھادے تو ہم شیعہ مذہب کی صداقت کا اعلان کر دیں گے۔

ہماری تحقیق: حضرت علی کرم للہ وجہہ کا مفترض الطاعۃ ہونا اوران کی خلافت کا منصوص ہونا دراصل ایک خاص یہودی ذہن کی پیداوار ہے۔جس کی نشاندہی معتبر شیعہ کتب میں متعدد مقامات پر کی گئی ہے۔مثلاً رجال کشی

وَذَكَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَوَالٰی عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَام وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰی يَهُوْدِيَّتِهٖ.........وَكَانَ مَنْ اَشْهَرَ اَوَّلَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ وَاَظْهَرَ الْبَرَآئَةَ مِنْ اَعْدَآئِهٖ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ وَكَفَّرَهُمْ فَمِنْ هُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَنَّ اَصْلَ التَّشَيُّعِ وَالرَّفْضِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ

ترجمہ: بعض علما نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی کی۔ دوران یہودیت حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ کا وصی بطور غلو کہا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اُس نے اسی طرح کی بات کی۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ مشہور کیا اور حضرت علی کے مخالفوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں عوام میں مشہور کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ شیعیت اور رافضیت کی اصل جڑ یہودیت ہے اور یہ مذہب یہودیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ رجال کشی مصنفہ عمر بن عبدالعزیز الکشی صفحہ ۱۰۱ تذکرہ عبداللہ بن سبا مطبوعہ کربلا

۲۔ فرق شیعہ: وَحَكٰی جَمَاعَةٌ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَوَالٰی عَلِيًّا عَلَیْهِ السَّلَام وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰی يَهُوْدِيَّةٍ ...... وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ اَشْهَرَ الْقَوْلَ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ عَلَیْهِ السَّلَام وَاَظْهَرَ الْبَرَآءَ ةَ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ فَمِنْ هُنَاكَ قَالَ مِنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَنَّ اَصْلَ

الرِّفْضِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہل علم ساتھیوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہوگیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویدار ہوا۔ یہودیت کے دوران میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتا تھا۔ (یعنی یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور وصی تھے) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہی باتیں کہیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا اور حضرت کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور آپ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین کہتے ہیں کہ رفض (شیعیت) کی جڑ یہودیت ہے۔ (یعنی یہودیت نے ہی ظہور اسلام کے بعد شیعیت کا روپ دھارلیا)

(فرق الشیعہ ابی محمد بن موسیٰ النوبختی صفحہ ۲۲ مطبوعہ حیدریہ)

چوں عبداللہ بن سبا ے دانست کے مخالفان عثمان در مصر بسیار اند

جب عبداللہ بن سبا کو یہ معلوم ہوا کہ مصر میں حضرت عثمان کے مخالفین اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں تو وہ جانب مصر روانہ ہوگیا۔

واز علم خویش بسیاری از اہل مصر رابفریفت۔ بعد از رسوخ عقیدہ از طائفہ بالیشاں درمیان نہاد کہ نصاریٰ مے گویند کہ عیسیٰ مراجعت نمودہ از آسمان بزمین نازل خواہد شد وہمچناں روشن است کہ حضرت خاتم الانبیاء افضل از عیسیٰ است پس او برجعت اولیٰ باشد و خدائے عزوعلی وے رانیز بایں وعدہ فرمد چنانکہ میفرمائد کہ

إِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلٰى مَعَادٍ

مصر جا کر اپنے علم تقویٰ کی بہتات لوگوں کو اپنا فریفتہ کر لیا۔ جب بہت سے لوگوں نے اس کے خیالات وعقائد کو قبول کر لیا تو فوراً ایک نیا عقیدہ ان کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ یہ کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے اتر کر دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لہذا آپ کو دوبارہ تشریف لانے کا زیادہ حق ہے خود اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے دوبارہ واپسی کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ

جب عبداللہ بن سبا کے اس عقیدہ کے مصریوں نے قبول کر لیا تو اس نے ان سے کہا۔ ''بایشاں گفت کہ ہر پیغمبرے را خلیفہ وصی لے بودہ است وخلیفہ رسول علی است کہ بحلیہ زہد وتقویٰ وعلم وفتویٰ آراستہ است اُمت بخلاف نص محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم بر علی ظلم روا داشتند وخلافت حق وے بود

عبداللہ بن صبا نے مصریوں سے کہا کہ دیکھو کہ ہر پیغمبر کا ایک نہ ایک خلیفہ اور وصی ہوتا رہا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ اور وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو زہد وفتویٰ سے مزین اور سخاوت وشجاعت سے آراستہ ہیں۔ مگر اُمت نے آپ کی واضح ہدایت کے خلاف چل کر حضرت علی کو خلافت نہ دی کر ظلم کیا ہے۔

(روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۷۰ ذکر خلاف عثمان رضی اللہ عنہ)

شیعہ حضرات لاکھ چھپائیں حق برزبان جاری اس امر کا ان کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ بے شک عبداللہ بن سبا یہود نے حب علی کرم اللہ جہہ کے بھیس میں صحابہ کرام بالخصوص سیدنا صدیق اکبر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے بغض وعنادی تعلیم خفیہ اور اعلانیہ دی اور

عقیدہ ہائے مثلاً رجعت۔ وصی رسول ہونا حضرت علی کا اور منصوص خلافت بلا فصل کا پرچار کرنا صحابہ کرام کو ظالم کہنا یہی یہودی عبداللہ بن سبا کا مشن تھا۔ ہم نے اکابر علمائے شیعہ کی مستند کتب معتبرہ سے ثابت کر دیا ہے کہ اور جس طرح خلیفہ بلا فصل ہونا حضرت علی کا یہ عقیدہ عبداللہ بن سبا نے ایجاد کیا۔ بعینہٖ یہی عقیدہ کتب شیعہ میں آپ شیعہ لوگوں کا عقیدہ بھی پائیں گے اور حضرت علی المرتضٰی کو ''وصی'' ماننے کا عقیدہ آپ ان کی کتب کی بجائے ان کی ازان سے معلوم کر سکتے ہیں۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رجعت کا عقیدہ تو شیعہ عقائد کے مطابق امام قائم یعنی امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور قبل قیامت کسی وقت بھی یقینی ہے اور ان کے ظہور کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رجعت فرمائیں گے تبھی امام محمد مہدی کی بیعت کریں گے۔ یہ وہی عقیدہ ہے جو عبداللہ بن سبا کی ایجاد ہے۔

ثبوت: از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم چوں بیرون آئید خدا اور یاری کند واول کسے کہ با او بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد و بعد ازاں علی علیہ السلام حق الیقین باب پنجم در بیان اثبات رجعت صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ تہران

اب سنیئے شیعہ حضرات کے فخر المناظرین قاضی سعید الرحمٰن صاحب کی مسلمانوں! حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا اس زمین پر پیدا بھی نہیں ہوا بلکہ یہ نعمان فیکٹری کا تیار کردہ ایک ڈرامہ ہے جو محض شیعیت کو بدنام کرنے کیلئے گھڑا گیا ہے۔ اور یہی خارجیت کا مقصود ہے۔

کتابچہ اکلوتی بیٹی صفحہ ۳۲ مؤلفہ قاضی سعید الرحمٰن اصغری منزل سانده کلاں لاہور۔

قارئین کرام انصاف کریں کہ ہم کس کو جھوٹا کہیں اور کس کو سچا۔ حقائق آپ کے سامنے ہیں فتویٰ اب آپ ہی نے لگانا ہے۔

قول مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس ضمن میں از نہج البلاغہ خطبہ ۹۱ دیکھیئے جب

حضرت علی المرتضیٰ کو جب امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت کے بعد لوگوں نے خلیفہ ہونے کیلئے کہا تو حضرت علی المرتضیٰ نے اس وقت ان لوگوں کو فرمایا:

دَعُوْنِیْ وَالْتَمِسُوْا غَیْرِیْ

تم مجھے امیر وخلیفہ بنانے سے چھوڑ دو (کوئی اور بنالو) اوراس کے بعد فرمایا:

وَاِن تَرَکْتُمُوْنِیْ فَاَنَا کَاَحَدِکُمْ وَلَعَلِّیْ اَسْمَعُکُمْ وَاَطْوَعُکُمْ لِمَنْ وَلَّیْتُمُوْهُ اَمْرَکُمْ وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرًا لَکُم اَمِیْرًا

اگر تم مجھ کو (امیر بنانے سے) چھوڑ دو تو میں تم سے ایک کی مثل رہوں گا۔ اور تم جس کو اپنا امیر بناؤ شاید میں تم سے زیادہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کروں گا۔ اور یاد رکھو میرا وزیر رہنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے میرے امیر وخلیفہ ہونے سے۔ (خطبہ ۹۱ صفحہ ۳۴۳)

مقام تفکر وتدبر غور کیجئے! اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ منصوص من اللہ اور خدا رسول کی طرف سے مقرر ومنتخب شدہ خلیفہ بلافصل ہوتے تو لوگوں کو یہ کیوں فرماتے کہ مجھے خلیفہ نہ بناؤ کسی اور کو بناؤ۔ دیگر شیعہ حضرات کے نزدیک منصوص خلیفہ کسی غیر منصوص خلیفے کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرسکتا۔ اسی لئے ہم کتنے ہی ثبوت بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ گذاریں کہ آپ نے خلفائے ثلثہ کی برضا ورغبت بیعت کی ہرگز ہرگز نہیں مانیں گے کیونکہ اقرار سے ان کا مذہب ہاتھ سے جاتا ہے۔ احتجاج طبرسی کے صفحہ ۵۳ پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ثُمَّ تَنَاوَلَ یَدَاَبِیْ بَکْرٍ فَبَایَعَهٗ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر ہے کہ حضرت اُسامہ نے جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

هَلْ بَايَعْتَهٗ

کیا آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے؟

فَقَالَ نَعَمْ يَا اُسَامه

تو حضرت علی نے جواب دیا کہ ہاں اُسامہ میں نے بیعت کر لی ہے۔

مقام غور وفکر اگر حضرت علی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق نہ ہوتی تو جناب علی المرتضیٰ کبھی ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔

تلخیص از اظہار حقیقت

صفحہ ۱۰ شعب ابی طالب کے دنوں میں کسی صحابی کی طرف سے کوئی مدد کا ذکر تاریخ اسلام یہ احادیث شریف میں نہیں ملتا۔ صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ ام المومنین کے بھائی کے بیٹے حکیم بن حزام خویلد بن اسد کا خوراک لیکر حضرت خدیجہ کے پاس پہنچانے کا ذکر ملتا ہے۔

جواب: یہ شاہ صاحب کے مطالعہ کی کمی کی دلیل ہے اور اپنے شیعہ مذہب کی کتب معتبرہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اور اپنے اس قول پر کہ شعب ابو طالب کے دنوں میں کسی صحابی کی طرف سے کوئی مدد کا ذکر تاریخ اسلام یا احادیث شریف میں نہیں ملتا اور اس پر کسی کتب معتبرہ سے حوالہ بھی نہیں دیا۔

حوالہ نمبرا:

نقل شدہ کہ ابو العاص شتراں از گندم وخرما حمل دادہ بشعب ابو طالب مے بردد رہاے کردواز جااست کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ کہ ابو العاص حق دامادی ما بگذاشت

ترجمہ: یہی ابو العاص اونٹوں پر گیہوں اور چوہارے بار کر کے شعب ابی طالب میں ہانک

دیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابو العاص نے حق دامادی ادا کر دیا

(منتھی الآمال شیخ عباس قمی جلد اول صفحہ ۳۰۶)

اور بعینہ یہی عبارت فارسی میں ناسخ التواریخ جلد دوم صفحہ ۵۱۸ پر ملاحظہ کیجئے اور تسلی کیجئے۔

تزویج زینب رضی اللہ عنہا بابی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں بوده از زینب رضی اللہ عنہ امامہ دختر ابی العاص بوجود آمد حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام بعد از فاطمہ رضی اللہ عنہا بمقتضائے وصیت مخدرہ اور تزویج نمود

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص کے ساتھ اظہار نبوت کے پہلے اور کافروں کیلئے مؤمنہ دختر کے ساتھ نکاح حرام ہونے سے پہلے ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ابو العاص کے وصال کے بعد بمقتضائے وصیت حضرت فاطمۃ الزاہرا بنت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا۔

(منتھی الآمال شیخ قمی حاشیہ زیریں جلد اول صفحہ ۷۹) پر ملاحظہ کیجئے اور تسلی کیجئے

یہ تھی شعب ابو طالب میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوہر ہرنامدار شیر دل سیدنا ابو العاص بن ربیع داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات و امداد کا ذکر جو انہوں نے خاندن نبوت کیلئے سرانجام دیتے رہے۔

- اب حال سنئے حضرت ابو طالب کے داماد کا ہبیرہ بن ابی وہب کا جو حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد بدر، احد، احزاب کی جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لشکر کفار کے ساتھ موجود رہا۔

(از منتھی الآمال شیخ عباس)

ثبوت دربیان خندق و مبازدت عمرو بن عبدود با امیر المومنین علی علیہ السلام

پس یکروز عمرو بن عبدود و نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ و ضرار بن الخطاب و ہبیرہ بن

ابی وہب وعکرمہ بن ابی جہل یعنی غزوہ خندق میں ہبیرہ بن ابی وہب کفار کی طرف سے بمقابلہ لشکر اسلام موجود تھا۔

(منتھی الآمال شیخ عباس قمی جلد اول صفحہ ۵۱)

یہ خدمات خاندان نبوت کی ہیں داماد حضرت ابو طالب کی اب اس کی تفصیل محترم شاہ صاحب افتخار حسین بخاری کی تالیف اظہار حقیقت صفحہ نمبر ۶۹ بعنوان عمرو بن عبدود سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقابلہ پڑھیے۔

جب ایک ماہ محاصرہ کئے ہوئے کفار کو ہو گیا تو ایک روز عمرو بن عبدود وعکرمہ بن ابو جہل، ہبیرہ بن ابی وہب، نوفل بن عبداللہ اور بنی محارب کا ضرار بن خطاب بن مرداس لڑائی کیلئے زرہ بکتر پہن کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ میں برآمد ہوئے یہ بنی کنانہ کے پاس آئے اور کہا کہ لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ۔ آج تم کو معلوم ہو جائیگا کہ کون جوانمرد ہے۔

آگے چل کر سید افتخار حسین شاہ صاحب اظہار حقیقت کے صفحہ نمبر ۷۳ پر بعنوان عمرو بن عبدود پر تحریر فرماتے ہیں جب عمرو بن عبدود قتل ہو گیا تو اس کے ساتھ جو خندق پار کر کے آئے تھے وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ ان میں ایک ہبیرہ بن ابی وہب جس کے تیر لگا اور واپسی میں مکہ آکر مر گیا اور دوسرا نوفل بن عبداللہ واپسی میں خندق میں گر کر مر گیا۔

اب ہم امید رکھتے ہیں کہ شاہ صاحب اپنی تالیف کردہ کتاب کہ صفحہ نمبر ۱۸ پر جو لکھا ہے کہ بندہ نے اپنی سوچ سمجھ کے مطابق آسان لفظوں میں لکھا ہے کہ شاید کوئی میری غلطی نکالے اور مجھے صحیح راستہ نظر آئے تو میں ضرور قبول کروں گا اگر میری اس تحریر سے کسی کو سمجھ آجائے وہ خود صحیح راستہ دیکھ لے۔ بس یہی دو ہی مقصد ہیں یا خود سمجھ لے یا مجھے سمجھا دے۔

اب ہم نے سمجھا دیا دیکھتے ہیں اب اس بات سے رجوع کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب اظہار حقیقت کے صفحہ نمبر ۱۰ پر لکھا ہے کہ شعب ابو طالب کے دنوں میں کسی صحابی کی

طرف سے کوئی مدد کا ذکر تاریخ اسلام یا احادیث شریف میں نہیں ملتا۔ کیونکہ مدد کا شیعہ
حضرات کی معتبر کتاب جو کہ ایک ضخیم تاریخ کی کتاب ہے ناسخ التواریخ سے اور دوسری کتاب
منتھی الآمال سے مدد صحابی کا ذکر ثابت کر دیا جس کی تردید شیعہ حضرات کے بس کا روگ
نہیں۔

آیہ تطہیر

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

دراصل یہ خطاب اٹھائیسویں آیت سے لے کر چونتیس ویں آیت تک ہے اور

یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ سے شروع ہوکر لَطِیْفًاخَبِیْرًا پر ختم ہوتا ہے۔

اٹھائیس ویں آیت میں جمع مونث حاضر کے صیغے پانچ ہیں۔ کُنْتُنَّ ۔ تُرِدْنَ ۔ فَتَعَالَیْنَ۔ اُمَتِّعْکُنَّ۔ اُسَرِّحْکُنَّ

انتیس ویں آیت میں جمع مونث حاضر کے کُنْتُنَّ ۔ تُرِدْنَ۔ مِنْکُنَّ۔ تین صیغے ہیں۔ تیسویں آیت میں براہ راست یٰا نِسَآءَ النَّبِیِّ یعنی اے نبی کی بیویو! سے شروع ہوتی ہے اس میں مِنْکُنَّ جمع مونث حاضر کا ایک صیغہ اور لَھَا واحد ضمیر ہے۔

اکتیسویں آیت میں جمع مونث حاضر کا ایک صیغہ منکن اور واحد غائب مونث کیلئے نُؤْتِھَآ۔ اَجْرِھَا۔ لَھَا۔ تین صیغے ہیں۔

اور آگے بتیسویں آیت سے چونتیس ویں آیت تک جمع مونث حاضر کے بارہ صیغے ہیں۔ گویا ان سات آیتوں میں چھبیس صیغے جمع مونث حاضر کے ہیں اور دو بار یٰنِسَآءَ النبی کے الفاظ واضح فرمایا گیا کہ یہ تخاطب صرف اور صرف نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے ہے۔

آیت تطہیر قرآن پاک سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۳ کی آخری آیت کا آخری حصہ ہے اور یہ آیت وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ سے شروع ہوتی ہے۔ اور یہ الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ باقی آیات کی طرح یہ کلمات بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئے ہیں۔

اب منصفانہ اور ایمانی نظروں سے دیکھئے یہ سب آگے پیچھے والے جمع مونث کے صیغے ہیں اور جمع مونث کی ضمیریں اور درمیان میں آیت تطہیر ہے جن میں تمام تر مخاطب ازواج مطہرات ہیں تو تطہیر کو ازواج مطہرات سے کاٹ کر دوسری طرف لیجانا ظلم ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب آیہ تطہیر کے متعلق کہتے ہیں جس سیاق وسباق یہ آیت وارد ہوئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مراد اہل بیت سے نبی علیہ السلام کی بیویاں ہیں۔ تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۷۲ سیاق آیات اس امر پر واضح دلالت کرتا ہے کہ ازواج مطہرات اس کا مصداق اولین اور تبعاً ان کی اولاد۔

شیعہ حضرات اُمہات المومنین کو اہل بیت میں شامل نہیں مانتے اور استدلال کرتے ہیں کہ آیت کریمہ میں عنکم اور یطہرکم کے ضمائر مذکر ہیں۔ اگر یہاں ازواج مراد ہوتیں تو ضمیریں مونث عَنْکُنَّ اور یُطَهِّرَکُنَّ وارد ہوتیں۔ نیز یہاں بیت کا لفظ مذکور ہے جو واحد ہے اگر ازواج مراد ہوتیں تو بیت کی بجائے بیوت کا لفظ استعمال ہوتا۔

جیسا کہ محترم شاہ صاحب اپنی کتاب اظہار حقیقت صفحہ ۱۰۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر میں جن کا ذکر ہے وہ پانچ ہستیاں ہیں جن میں چار مرد اور ایک بی بی ہے۔ اور جس گھر کا ذکر ہے وہ ایک گھر ہے۔ اس سے پہلے اس رکوع میں جن ہستیوں کا ذکر ہے ان میں مؤنث کا صیغہ ہے اور جن گھروں کا ذکر ہے ان کا صیغہ جمع کا ہے یعنی رسول اللہ کی ازواج کے

ذکر میں صیغہ مؤنث اوران کے گھر کا ذکر ہے تو وہ جمع یعنی رسول اللہ کی تمام ازواج مؤنث تھیں اور سب کے گھر الگ تھے اور آیت تطہیر میں جمع مذکر کا صیغہ ہے اور گھر واحد کا ذکر ہے یہ آیت تطہیر ازواج کی طرف سے نہیں کی جاسکتی او جوازواج کے متعلق آیات ہیں ان میں یہ اہل بیت نہیں جاسکتے۔

نوٹ: جیسا کہ ہم آیہ تطہیر کے متعلق سیاق وسباق اور معانی کے اعتبار سے لکھ چکے ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں اس کا ثبوت کتب شیعہ سے (شرح ابن میثم)

اِختَلَفَ النَّاسُ فِیْ الْمُرَادِ بِاَهْلِ الْبَیْتِ...... فَقَالَ الْمَجْهُوْرُ اِنَّ نِسَآءَ النَّبِیِّ مُرَادَاتٌ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ خَصَّصَهَا بِهِنَّ مُسْتَدِلِیْنَ بِسِیَاقِ الْکَلَامِ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا وَاتَّفَقَتِ الشِّیْعَةُ عَلٰی اَنَّهَا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اس (قول لیذھب عنکم الرجس اھل البیت) میں ذکر شدہ لفظ اہل بیت کی مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں اس سے مراد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں ہیں اور بعض لوگ اس کی تخصیص کرتے ہوئے صرف ازواج مطہرات کیلئے مانتے ہیں ان کی دلیل اس کلام کا سیاق وسباق ہے اور شیعہ لوگ اس پر متفق ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی۔ فاطمہ۔ حسن اور حسین ہیں۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغۃ خطبہ الرضیٰ صفحہ ۱۰۰ جلد اول)

اہل بیت کا مصداق جمہور کا مسلک

بِحَسْبِ الْعُرْفِ فَاللُّغَةِ لِظُهُوْرِ صِدْقِ اَهْلِ الْبَيْتِ لُغَةً وَعُرْفًا عَلٰی النِّسَآءِ وَغَيْرِهَا لِاَنَّ اَهْلَ الْبَيْتِ فِي اللُّغَةِ سُكَّانُهٗ بَلْ فِي الْمُرَادِ وَاسْتَدَلَّ الْجَمْهُوْرُ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْاٰيَةِ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَاٰلِهٖ بِاُسْلُوْبِ الْكَلَامِ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا وَذَالِكَ مُخَالِفٌ

ترجمہ: باعتبار عرف اور لغت کے مصداق میں کوئی اختلاف نہی۔ عرفاً ولغۃً لفظ اہل بیت عورتوں وغیرہ پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اہل بیت لغت انہیں کہتے ہیں جو اس گھر میں بسنے والے ہوں بلکہ جھگڑا اور اختلاف اس لفظ کی مراد میں ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ شیعہ مفسر و شارحین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ لفظ اہل بیت ازروئے لغت و عرف بیوی پر بولا جاتا ہے۔ پھر اسی اطلاق کو جمہور کا مسلک بھی قرار دے رہے ہیں۔ جیسا کہ

وَاسْتَدَلَّ الْجَمْهُوْرُ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْاٰيَةِ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ

یعنی جمہور نے آیہ تطہیر میں لفظ اہل بیت کا معنی ازواج النبی جو مراد لیا ہے تو یہ اس آیت کے اسلوب اور سیاق وسباق کے لحاظ سے لیا گیا۔ مگر مخالفین یعنی شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ معنی لینا روایت اور درائیت کے لحاظ سے خلاف ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد آخر میں دل نخواستہ راعذر بسیار کے مطابق یہ دولتی لگائی کہ اہل بیت سے عرفاً لغۃً اگرچہ

مراد بیوی ہی ہوتی ہے اور جمہور نے بھی یہی کہا ہے لیکن یہ مراد نہ تو عقلاً درست ہے اور نہ ہی روایت کے لحاظ سے قابل قبول ہے۔

روایت کو لیجئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر تلے لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے سنا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں تو آپ نے فرمایا۔ ''اَنتِ علیٰ خیر'' خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ تو بہت اچھے حال پر ہے۔ (یعنی تمہارے حق میں تو یہ آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ شیعہ حضرات اب خیر کا معنی قرآنی ترجمہ میں دیکھئے۔

كُنتُم خَيرِ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

ترجمہ: جو اُمتیں ہدایت مردم کیلئے پیدا کی گئیں ان میں تم سب سے بہتر ہو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو۔

(قرآنی ترجمہ مقبول شیعی صفحہ ۱۲۵ سورۃ آل عمران)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ساری مخلوق سے بہتر وہی لوگ ہیں (قرآنی ترجمہ مقبول شیعی پارہ ۳۰ سورۃ البینہ صفحہ ۱۱۹۶)

الحاصل تم بہتر مقام پر ہو کیونکہ قرآن پاک میں اُنہی کو مخاطب کیا تھا اور آیہ تطہیر کا اصل خطاب ازواج مطہرات سے ہے۔

رہا معاملہ درائیت کا اگرچہ شیعہ مذہب عقلیات اور ادھر اُدھر کی آئیں بائیں شائیں کا مرکب ہے۔

جواب: درائیت کے طور پر تمہارا زور صرف ضمیروں پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمع مذکر کی ضمیر "کم" باعتبار غلبہ کے ذکر فرمائی جس میں مردوں کو ہونا ضروری ہے؟ شیعہ حضرات سے سوال ہے کہ ضمیروں والا چکر تم نے کہاں سے سیکھا؟ اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ اہل لغت کا یہ قاعدہ ہے۔ ہم نے اپنے گھر سے تھوڑا گھڑ لیا ہے تو پھر تم سے دریافت کیا جا سکتا ہے؟ کہ اہل بیت کے لفظ سے ازواج مطہرات کو نکالنے کیلئے تم نے ضمیروں کے بارے میں معتبر سمجھ لیا۔ اہل بیت کو مگر جب انہیں لغت والوں نے یہ کہا (جیسا کہ تم عرف و لغت کے اعتبار یہ کہہ چکے ہو کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہوتی ہیں تو اسبات کو ماننے میں کونسا سانپ تمہیں سونگھ گیا۔ آخر ضمیروں کے بارے میں کہنے والے وہی اہل لغت ہی تو ہیں تو ایک جگہ جہاں اپنا اُلو سیدھا ہوتے دیکھا اُن کی بات مان لی اور دوسری جگہ جب کمر ٹوٹنے لگی تو اسے رد کر دیا اور پھر جمہور نے اہل بیت سے اسی آیت میں ازواج مطہرات مراد لیں۔ اُسے بھی قبول نہ کیا تو پھر ثابت ہوا تمہارے نزدیک عرف۔ لغت۔ جمہور سب جھوٹے ہیں۔ اور ہم ہی سچے ہیں یہ تو وہ بات ہوئی۔ کہ

سارا جہاں کپتا اور اکیلا ستھرا بھلا مانس

ہماری طرف سے چیلنج ہے۔

شیعہ حضرات پہلی بات تو یہ ہے کہ کلام خداوندی میں کسی کو مجال انکار نہیں آیہ تطہیر کے اگے پیچھے کی آیات میں بلکہ اس رکوع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا امام حسن رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نہ اشارتاً نہ کنایۃً ذکر ہے ہی نہیں اگر کوئی سیاہ پوش بزرگ قرآن کریم کے اس رکوع میں ان چاروں میں سے ایک کا بھی ذکر ثابت کر دے۔ دوصد روپیہ نقد انعام دینے کیلئے تیار ہیں تو ثابت ہوا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت ازواج مطہرات کو فرمایا ہے۔

تو چلیئے تمہاری لغت دانی کے مقابلہ میں عرف و اہل لغت اور جمہور نہیں ٹھہر سکتے تو

خدارا ہمیں بتایئے ان آیات میں کیا کرو گے؟

قَالُوْا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه' عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّه' حَمِیْدٌ مَّجِیْد

ترجمہ: جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کا مژدہ سناتے ہیں تو پاس کھڑی انکی اہلیہ مطہرہ حضرت سارا ہنس کر تعجب کرتی ہیں اور کہنے لگیں وائے حیرانی میرے ہاں بچہ ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجب بات ہے اس پر فرشتے کہنے لگے۔

ترجمہ: فرشتوں نے کہا کہ اے عورت کیا تو امر خدا سے تعجب کرتی ہو حالانکہ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں بے شک اللہ تعالیٰ سزاوار حمد وثنا ہے۔ (ترجمہ مقبول شیعی)

اس آیت کریمہ میں تعجبین مونث کا صیغہ ہے لفظ اہل بیت کے پیش نظر بعد کا ضمیر مونث استعمال نہیں ہوا بلکہ علیکم مذکر کا ضمیر استعمال ہوا حالانکہ باتفاق شیعہ واہل سنت اس سے حضرت سارا ہی مراد ہیں۔

فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا لَعَلِّیْ اٰتِیْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا کے ذرا یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ اُمید ہے کہ میں اس میں سے تمہارے لئے چنگاری لاؤں گا

(پارہ ۱۶ ترجمہ مقبول شیعی سورۃ طٰہٰ تفسیر مجمع البیان)

لِاَهْلِهِ وَهِیَ بِنْتُ شُعَیْبٍ تَزَوَّجَهَا بِمَدْیَنَ

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہل وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھی۔

دیکھو علامہ طبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان جو کہ شیعہ حضرات کا بڑا مشہور مفسر ہے۔

انہوں نے بھی کہہ دیا کہ اہل سے مراد بیوی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں اُن سے نکاح کیا وہ شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھی۔ اگر بیٹی پر اہل کا لفظ استعمال ہوتا تو اہل شعیب کہا جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی اہل فرمائی جواُن کی بیوی تھی۔ ثابت ہوا کہ بیوی پر اہل کا لفظ استعمال ہوا نہ کہ بیٹی پر اور اسی آیت میں۔ اُمْکُثُوا اٰتِیْکُم دو دفعہ ضمیریں جمع مذکر کی مذکور ہیں لیکن اس کی مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ بنت شعیب علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی یہ اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ انہیں یا تو اپنی بیوی کی مونث یا مذکر ہونے کی خبر نہ تھی۔ (جو سراسر باطل ہے) یا پھر انہیں ایک کی بجائے کئی اور وہ بھی نرے مرد یا ملے جلے افراد سمجھتے تھے۔ بہر حال شیعہ لغت مان کر اللہ کی ذات اس کے فرشتوں کی عصمت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں کئی ایک اعتراض وارد ہو سکتے ہیں۔ کیا عربی کی لغت اُن کو معلوم نہیں تھی۔

نوٹ: ہم نے اپنی تالیف کردہ کتاب میں اس مسئلہ پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے وہاں سے اپنی تسلی کریں۔

ان تمام باتوں کا مختصر جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی مفرد کی تعظیم کے پیش نظر جمع کے الفاظ سے خطاب فرماتا ہے کبھی عورتوں کیلئے مردوں کے ضمائر وصیغہ جات استعمال ہوتے ہیں اس قسم کے بہت سے شواہد موجود ہیں جن کی روشنی میں شیعہ حضرات کا یہ استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ نیز اگر مذکر ضمائر کی وجہ سے جملے میں مونث شامل نہیں تو پھر سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا کو کس طرح شامل مانا جائیگا؟ پختہ قرآنی دلائل سے ثابت ہے

فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا تو اہل بیت کا معنی ہوا، اہل معنی

بیوی، بیت معنی گھر، فارسی میں اہل خانہ پنجابی میں گھر والی تو یہل بیت سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔ یہاں سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعت وعظمت کے پیش نظر تغلیب کے طور پر ضمیر مذکر استعمال ہوا۔

اب آتے ہیں محترم شاہ صاحب کے اس مضمون کی طرف جو انہوں نے آیہ تطہیر کے عنوان میں تحریر کیا ہے۔ یعنی رسول اللہ کی ازواج کے نزدیک صیغہ مونث اور ان کے گھر کا ذکر ہے تو وہ جمع کا صیغہ یعنی رسول اللہ کی تمام ازواج مونث تھی اور سب کے گھر الگ الگ تھے اور آیہ تطہیر میں جمع مذکر کا صیغہ ہے اور گھر واحد کا ذکر ہے یہ آیت تطہیر ازواج کی طرف نہیں جاسکتی اور جو ازواج کے متعلق آیات ہیں اُن میں یہ اہل بیت نہیں جا سکتے۔ اس کا جواب باصواب پڑھیے۔

اس کا جواب ہم پچھلے صفحات پر مفصل دے چکے ہیں۔ اب دوبارہ پڑھیے آیہ تطہیر کے آگے پیچھے کی آیات میں ان چار مقدس ہستیوں کا حضرت علی شیر خدا اور امام حسن پاک اور امام حسین پاک رضوان اللہ علیہ اجمعین کا نہ اشارۃً نہ کنایۃً ذکر ہی نہیں اگر آپ قرآن پاک کے اس رکوع میں ان چاروں میں سے ایک کا بھی ذکر ثابت کر دیں تو ہم آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ رہا آیہ تطہیر میں جمع مذکر کا صیغہ اور گھر واحد کا ذکر ہے۔ اس کا جواب اس آیہ تطہیر میں جمع مذکر کی ضمیر کم سے خطاب ہوا جو تذکیر کی ضمیر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس ضمیر کے بدلنے سے معنی نہیں بدلے۔ اس لئے کہ لفظ اہل کا استعمال تذکیر کے ساتھ خواہ اس سے مونث مراد ہو یا مذکر سورہ ہود کی آیت میں اول لفظ اَتَعۡجَبِیۡنَ یعنی تعجب کرتی ہو۔ یہ صیغہ ایک عورت کیلئے بولا جاتا ہے۔ پھر اسی سورت کے خطاب میں علیکم اَهۡلَ الۡبَیۡت کہہ دیا۔ آیہ تطہیر میں تو فقط تذکیر و تانیث کا فرق ہوا تھا۔ سورہ ہود کی آیت میں دو فرق پڑے ایک تذکیر کا اور دوسرے تانیث کا۔ دوسرے واحد اور جمع کا۔ اسی طرح دوسری آیت۔

سورۃ طٰہٰ میں ہے لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا وَاٰتِيْكُمْ میں دو دفعہ ضمیریں جمع مذکر کی مذکور ہیں۔

لیکن اس کی مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ بنت شعیب ہیں۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بیوی کے مذکر یا مونث ہونے کی خبر نہ تھی اور نہ (جو کہ سراسر باطل ہے) واحد جمع کی۔ اس کا جواب کیا ہے؟

دیکھو پہلی آیت میں تَعْجَبِیْنَ مونث کا صیغہ ہے لفظ اہل بی ت کے پیش نظر بعد کا ضمیر مونث استعمال نہیں ہوا بلکہ علیکم مذکر کا ضمیر استعمالہوا حالانکہ باتفاق شیعہ و اہل سنت اس سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں۔ محترم شاہ صاحب اہل بیت کا لفظ بنیادی طور پر اور حقیت کے اعتبار سے بیوی کیلئے بولا جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تعجبین مونث کا صیغہ مگر لفظ اہل بیت کے پیش نظر بعد کا ضمیر مونث استعمال نہیں ہو بلکہ علیکم مذکر کا ضمیر استعمال ہوا۔ اسی پر آیہ تطہیر کے جمع مذکر صیغہ عنکم کو قیاس کرلو۔ اس کے سوا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں۔

شاہ صاحب کا دوسرا اعتراض آیہ تطہیر میں گھر واحد کا ذکر ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے حجروں یعنی گھروں کی دو حیثیتیں تھیں ایک اُن کی اپنی قیام گاہ کی حیثیت چنانچہ جب اس حیثیت سے گھروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو بیوت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس لئے کہ اُن میں سے ہر ایک کا بیت الگ تھا۔ ارشاد ہوا وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اور دوسرے اگلی آیت میں وَاذْكُرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

دوسری حیثیت اُن حجروں کی رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ہے جب تمام گھروں کو بوجہ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک گھر سمجھا گیا تو اہل بیت فرمایا۔ جب گھر ہر بیوی کا ہے تو اضافت بیویوں کی طرف کر دی اور قرن فی بیوتکن فرمایا اور تمام

بیویوں کے گھروں کی بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سمجھا گیا تو بیوت النبی فرمایا۔

جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ

ترجمہ: اے رسول بے شک جو لوگ تم کو تمہارے مکانات کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں سے بہت سے بے عقل ہیں۔ (سورہ حجرات بر حاشیہ نمبر ۱۰۳۷)

تفسیر صافی میں جو شیعہ حضرات کی مایہ ناز تفسیر ہے اس میں لکھا ہے "الحجرات" سے مراد ہیں آنحضرت صلی اللہ علی وسلم کی ازواج طہرات کے حجرے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعی صفحہ ۱۰۳۷)

نوٹ: ترجمہ مقبول میں ازواج مطہرات کے مکانات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے تمہارے مکانات کہا گیا۔

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ

اے ایمان والو تم لوگ پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر جب تم کو اندر آنے کی اجازت دی جائے یہاں بھی ازواج مطہرات کے گھروں کی بیوت النبی کہا گیا۔ اس حیثیت سے ازواج مطہرات کے حجروں کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ہے کہ وہ سارے کے سارے بیت النبی ہاں اور نبی کا بیت ہونے میں ان کی جہت ایک ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت سے بشارت تطہیر دی جا رہی ہے۔ اس لئے لفظ اہل بیت وارد ہوا اُمید ہے کہ سمجھ آ جائیگی۔ (اظہار حقیقت صفحہ ۶۳)

بعنوان جنگ اُحد کا ذکر قرآن میں

جنگ اُحد میں جب خالد بن ولید نے عقب سے حملہ کیا تو لشکر اسلام بھاگ کھڑا ہوا ایک جوان کھڑا رہ گیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے علی تم کیوں نہیں بھاگ گئے بھاگ جانے والوں کے ساتھ تو علی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(لاکفر بعد الاسلام)

جواب: قصہ دراصل یہ تھا کہ اُحد کی لڑائی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ سات سو صحابہ تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی۔ مصعب کو علم عنایت فرمایا زبیر بن العوام رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہ کو غیر زرہ پوش فوج کی کمان دی گئی۔ اُحد پہاڑ کی طرف یعنی پشت سے حملے کا خطرہ تھا۔ اس لئے آپ نے پچاس تیز اندازوں کا ایک دستہ وہاں متعین کیا۔ عبداللہ بن جبیران تیز اندازوں کے دستہ کے افسر مقرر ہوئے۔ اس دستہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خصوصی ہدایت فرمائی تھی کہ اگر لڑائی ختم ہو جائے تاہم اپنی جگہ نہ ہٹنا مگر ہوا یہ کہ کافر بھاگتے ہوئے نظر آئے۔ تو بعض صحابہ غنیمت کا مال لوٹنے لگے یہ دیکھ کر تیز انداز جو پشت پر کھڑے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھک گئے پھر کیا تھا ان تیر اندازوں کا ہٹنا تھا کہ خالد نے موقعہ پا کر عقب سے حملے کر دیا۔ دونوں فوجیں

باہم مل گئیں اور مصعب بن عمیر جو حضور سے صورت میں مشابہ اور علم بردار تھے وہ شہید ہو گئے اور غل مچ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ خبر شہادت اور بعض صحابہ کا حضور کے مقرر کردہ مرکز سے ہٹ جانا یہ وہ بات تھی جس نے ان کے قدم اُکھاڑ دیئے عام بدحواسی پھیل گئی اس پر بھی جان نثار برابر لڑتے جا رہے تھے اور نگاہیں حضور کی متلاشی تھیں۔ حضرت کعب کی نظر حضور پر پڑ گئی اور انہوں نے پکارا مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں یہ سن کر ہر طرف سے جان نثار ٹوٹ پڑے کفار نے بھی اسی طرف ہجوم کر لیا صحابہ نے حضور کو دائرہ میں لے لیا۔ متعدد صحابہ شہید ہوئے بالآخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے جہاں دشمن نہ آ سکتے تھے۔ ابوسفیان نے دیکھ لیا اور فوج لے کر اوپر چڑھا لیکن حضرت عمر اور چند صحابہ نے پتھر برسائے جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ (بخاری وطبری صفحہ ۲۱۰، صفحہ ۴۱۱)

ابوسفیان پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر پکارا یہاں محمد ہیں! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت عمر اور حضرا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کا نام لے کر پکارا جب کچھ آواز نہ آئی تو پکارا کر بولا سب مارے گئے۔ حضرت عمر سے ضبط نہ ہو سکا بول اٹھے او دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں۔ غرض کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اسکی وجہ یہ ہوئی جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی تھی کہ پہاڑ احد کے اس درہ سے بالکل نہ ہٹنا انہوں نے جب دیکھا کہ کفار بھاگ نکلے ہیں تو وہ درہ سے ہٹ گئے۔ اُن میں سے بعض کہتے ہیں کہ اس درہ سے بالکل نہیں ہٹنا چاہیے تھا اور بعض نے یہ کہا کہ اب کفار بھاگ نکلے ہیں تو مال غنیمت لینے میں کیا حرج ہے چنانچہ وہ مال غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو بھول گئے کہ چاہے فتح ہو جائے تم لوگ اس جگہ سے نہ ہٹنا یہی ان کا قصور تھا۔ جس کے متعلق قرآن نے فرمایا۔

مِنكُم مَّنۡ يُرِيۡدُ الُّدنيا

تم سے بعض وہ تھے جن کو دنیا چاہیے تھی یعنی وہ درہ چھوڑ رک مال غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہوگئے۔

وَمِنكُم مَّلنۡ يُرِيۡدُ الۡاٰخِرَةِ

اور بعض وہ تھے جنہوں نے ہدایت نبوی پر عمل کیا تو اس آیت میں ان صحابہ کا مال غنیمت کے حاصل کرنے کو دنیا سے موسوم کیا گیا اور ان کی اس غلطی اور لغزش کو بیان کیا گیا۔ اس سے آیت میں ان تیراندازوں یعنی درہ چھوڑنے والوں کی اس غلطی کی معافی کا ذکر ہے۔

وَلَقَدۡ عَفَا عَنكُمۡ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

آل عمران غرضیکہ اس پوری آیت سے مندرجہ ذیل امور واضح طور پر معلوم ہوگئے۔ جن صحابہ سے اُحد کے موقع پر غلطی ولغزش ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا۔ اب ظاہر ہے خداتعالیٰ کے معاف فرمادینے کے بعد جو شخص شرکاء اُحد پر اعتراض کرے اس کا منکر قرآن ہونا واضح ہے۔ عَنۡکُمۡ ضمیر جمع کی ہے جو اس امر کی وضاحت کررہی ہے کہ جنگ احد میں شریک جس صحابی نے بھی لغزش کھائی خواہ وہ کوئی بھی ہو سب کو اللہ نے معاف فرمادیا۔ جب ان کی لغزش کی معافی ہوگئی اور قرآن سے اسکا اعلان بھی کردیا۔ الحمدللہ قرآن پاک سے تمام شرکاء اُحد کا مؤمن مخلص ہونا ثابت ہوگیا۔ اگر اس تفسیر قرآنی کو کوئی شیعہ بزرگ غلط کہہ دے تو قبل از وقت اس کا ازالہ بھی کئے دیتے ہیں۔ لیجئے۔

شیعہ حضرات کے ہم ملا فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصہ المنہج کے جز چہارم صفحہ ۲۴۹ جلد اول میں منکم من یرید الدنیا کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

درآں طائفہ بودید کہ پائے از دائرہ فرمان رسول بیروں نہادہ۔ اسے سے مرادوہ

لوگ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کی ہوئی جگہ سے قدم باہر نکال لیا اور غنیمت کے حصول میں مشغول ہو گئے۔اور لقد عفا عنکم کی تفسیر ان لفظوں میں کی ہے۔

تحقیق درگذر ائیدہ خدائے تعالیٰ از ایشاں گناہ را بجہت توبہ۔تحقیق اللہ نے درگزر فرمایا بجہت توبہ۔اب تو شیعہ حضرات کے مفسر فتح اللہ کاشانی بھی مان رہے ہیں کہ من یرید الدنیا سے وہ افراد مراد ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقرر کردہ حد سے ہٹ کر مال غنیمت کی طرح توجہ کی نہ کہ سارے شرکائے جنگ احد صحابہ کرام اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو معاف فرما دیا۔تو جب معافی ہوگئی تو اعتراض کی گنجائش نہ رہی۔(مجمع البیان)

عزوۂ احد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں حضرت ابوبکر سرِ فہرست ہیں۔

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ . اَعَادَ تَعَالٰى ذِكْرَ الْعَفْوِ تَاكِيْدًا لِطَمْعِ الْمُذْنِبِيْنَ فِى الْعَفْوِ وَمَنْعًا عَنِ الْيَاسِ وَ تَحْسِيْنًا لِظُنُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ .... لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا لَاَنْصَارٍ فَاَمَّا الْمُهَا جِرُوْنَ عَلِيٌّ (ع) وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّ طَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِىْ وَقَّاصٍ

مجمع البیان جلد اول جز دوم صفحہ ۵۲۴ آل عمران

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے یقیناً معاف فرما دیا اور اللہ تعالیٰ نے معافی کا دوبارہ ذکر اس لئے فرمایا تاکہ گنہگاروں کو اپنی معافی کی خواہش پوری طرح پختہ ہو جائے اور ناامیدی ختم ہو جائے اور مؤمنین کے حسن ظن کو تقویت ملے اللہ تعالیٰ یقیناً بخشنے والا ہے اس کا معنی گذر چکا ہے۔ابو القاسم بلخی نے ذکر کیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اُحد کے دن صرف تیرہ آدمی

باقی رہے پانچ کا تعلق مہاجرین سے اور آٹھ کا تعلق انصار سے تھا۔مہاجرین کے پانچ یہ تھے۔
علی ۔ابوبکر۔طلحہ۔عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ علیہم اجمعین
مندرجہ ذیل اموراس حوالے سے ثابت ہوئے۔

۱۔ میدان جنگ سے بھاگنے والے صحابہ کرام کی اس غلطی کی اللہ تعالیٰ نے تلافی فرما دی اورانہیں معاف کردیا۔

۲۔ معافی کادوبارہ ذکرفرماکرصحابہ کومایوسی سے منع فرمایا۔اوران کے حسن ظن کی تعریف فرمائی۔

۳۔ معافی کادوبارہ ذکرکرنااس بات کی تاکیدتھی کہ صحابہ اس سے پہلے ہی معافی کے طلبگار تھے۔

نوٹ: یہ بات یادرکھیں جن اصحاب سے غزوۂ اُحد میں غلطی سرزدہوئی تھی اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے ان کی معافی کا اعلان فرمادیا۔اس آیت شریفہ میں وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے معاف کردیاتم سے۔تو جب اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا پھرکسی کوکیا مجال ہے کہ اُن کی شان میں کوئی نازیبا کلمات کہے۔چونکہ اُن کی غلطیوں کواللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا اور جس کواللہ پاک معاف فرمادیں وہ بفرمان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ گناہوں سے توبہ کرنے والااُس شخص کی مانند ہے جوسرے سے گناہ میں ملوث نہ ہواہو۔(اصول کافی جلددوم صفحہ ۴۳۵)

(بحوالہ کتاب گناہان کبیرہ جلدہفتم مترجم سیدمحمدعلی حسینی شیعی، جامعۃ الزاہرا کراچی)

اس دنیا میں کوئی ایسا بندہ بشرمل نہیں سکتا کہ اپنے آپ کوکسی بھی گناہ اور خطا کی آلودگی سے پاک وپاکیزہ رکھنے میں کامیاب ہوگیاہو۔اپنی فطرت اولیہ کوآخرعمرتک تازہ مولود کی طرح صاف ستھرامحفوظ رکھ سکا ہو۔انسان توانسان حتیٰ انبیاء کرام علیہم السلام بھی

لغزشوں سے اپنے آپ کو بچا نہ سکے۔لیکن پیغمبروں کی خطا اور ہماری خطا میں بہت فرق ہے۔

(گناہان کبیرہ جلد ہفتم صفحہ ۶۹ ترجمہ سید محمد علی حسینی)

تو یہ حضرات قرآنی نصوص اور حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے گناہ بمنزلہ معصوم یعنی جس کے اوپر کوئی گناہ نہ ہو۔

اب غزوۂ اُحد کا حال سنیئے!

تنہا رہنا حضرت رسول کا میدان میں اور سنگ و پتھر مارنا اعدا کا اور شہید ہونا دندان مبارک آنحضرت کا ازدحام کفار کا حضرت خیرالانام پر اور گرنا اُن حضرت کا زمین پر اور چلانا شیطان لعین کا اور غصہ امیرالمؤمنین کا۔

منقول ہے کہ جب جناب سید ابرار تنہا رہے اور جان نثار قدوم اشرف پر نثار ہوئے اُس وقت ابن قمیہ علیہ الہاویہ حضرت کے نزدیک آیا اور نہایت غصہ سے دست ناپاک کو دراز کیا اور تلوار سید ابرار پر ماری حفظ واور رواد آور سے ضرب اُس کی کارگر نہ ہوئی۔لیکن لنگر اُس ضرب کا شدید زیادہ تھا بدن مبارک کو زحمت نہ پہنچی اور کثرت سیلان خون اور سختی ضرب اُس ملعون سے حالت غش کی طاری ہوئی اور فراز زین ناقہ سے طرف زمین کے میل کیا اور پائے مطہر حلقہ رکاب سے باہر نکل گیا۔باذل

گر نقش جہاں آفریں در اماں

تنش ساخت از چشم اعدا نہاں

اُسی وقت جبرائیل امین نے جلدی آکر جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پروں میں لیا اور بحکم خداوند آسمان وزمین ایک غار میں چھپایا۔(روایت اہل تشیع)

(غزوات حیدری محقق شہیر سید محسن علی صاحب صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۸)

بخدا دل نہیں مانتا کہ حیدر کرار علی المرتضیٰ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنہا میدان

احد میں چھوڑ کر کہیں اور جگہ چلے جائیں۔ مؤلف کتاب ہذا

۴۔ میدان اُحد میں ڈٹے رہنے والے حضرات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں۔ مقام غور کچھ لوگوں کا یہ وطیرہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں زبان لعن وطعن دراز کرتے ہیں۔ جو میدانِ اُحد سے بھاگ گئے تھے ایسے لوگوں کو

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اور وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

کے قرآن الفاظ یعنی فرمان الٰہی اور شیعہ تفسیر جو بھی اس آیت کے تحت مذکور ہوئی اسے بھی پیش نظر رکھیں۔ تو صاف معلوم ہوگا۔ ان کا لعن وطعن خود اپنی طرف سے لوٹتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے اُن کی معافی فرمادی۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان بھاگنے والوں ابوبکر صدیق سب سے پہلے تھے باقی صرف ایک جوان کھڑا رہ گیا یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا حالانکہ ان کی اپنی تفسیر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار اُن حضرات میں کر رہی ہے جو وہاں میدان اُحد میں ثابت قدم رہے۔ اکیلے حیدر کرار رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ تیرہ حضرات تھے۔ ہم کن کو سچا کہیں اور کس کو کاذب، یہ فیصلہ قارئین کریں۔

قارئین کرام تفسر مجمع البیان کی حیثیت شیعہ حضرات کے فخر المحققین سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ کی زبانی سنیے۔ فرماتے ہیں۔

امین الاسلام شیخ ابوعلی فضل بن حسن بن فضل طبری مشہور مفسر ہیں مجمع البیان اس وقت دنیائے تشیع میں مرکز استفادہ ہے۔ مقدمہ تفسیر قرآن ناشر اوارہ علمیہ (پاکستان) لاہور

(بعنوان عزوہ حسنین اظہار حقیت نمبر ۳۴ مسئلہ نمبر ۶)

بعض مؤرخین ومحدثین نے لکھا ہے کہ فتح مکہ اور اپنی تعدا کی کثرت سے بعض صحابہ

میں غرور وتکبر بھی ہو گیا تھا کہ اب ہم ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذَا عَجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ......... (سورۃ توبہ پارہ ۱۰)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی بہت سے مقاموں پر اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو نازاں کر دیا تھا۔ پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم نے پیٹھ دکھا کر بھاگے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ..... وَعَذَّابَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْ وَذَالِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ م بَعْدَ ذَالِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط

اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور مومنین پر اور اتارا اللہ نے ایسا لشکر (ملائکہ) جو انہوں نے نہیں دیکھا۔ اُن کو۔۔۔۔ اور عذاب کیا اس نے جنہوں نے انکار کیا یہ بدلہ کفار کا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا اس کے جس پر چاہا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْم (سورۃ توبہ پارہ ۱۰)

ان آیات سے کئی امور ثابت ہوئے۔ (ترجمہ حکیم مقبول)

۱۔ اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین میں کفار سے زیادہ تھے۔

۲۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کو اپنی کثرت پر ناز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کو روک لیا تا کہ صحابہ کرام کے دل میں ذرا سی کثرت پر فخر آ گیا ہے۔ یہ اپنی طاقت کے مظاہرے کو آزما لیں پھر میں اپنی امداد بھیجوں گا۔ اللہ، اللہ رب تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل کو ذرا سی نفسانیت کو بھی برداشت نہیں فرمایا بلکہ اس کو فوراً درست فرما

دیا۔۔۔۔۔۔جیسا کہ حنین میں ان کو ذرا سا کثرت کا خیال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پسند نہ فرمایا حالانکہ کہ کفر کے مقابلہ میں فخر کرنا درست ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی اس بات کو بھی گوارا نہیں فرمایا یہ اُن کے خدائی قرب کی دلیل ہے۔جب رب العزت نے ان کے دل کی ذرا سی بات کو بھی گوارا نہ فرمایا امداد میں توقف فرمایا تو صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کو جنگ میں پیچھے ہٹنا پڑا اب صحابہ کرام کے پیچھے ہٹنے سے خداوندی کی قانونوں میں فرق آتا تھا۔لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

۳۔ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں پر یعنی اصحاب مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تسلی نازل فرمائی۔ جب اُن کی تسلی ہوگئی تو ان کی وجہ سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی تسلی ہوگئی کیونکہ ان کی شکست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکست تھی اور ان کی فتح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فتح تھی۔

۴۔ جو صحابہ کرام کے مدِ مقابل تھے ان کو شکست دی اور شکست کا نام عذابِ الٰہی رکھا۔ اور صحابہ کرام کے مقابلین کو کفر کا فتویٰ دیا۔

۵۔ حنین میں پیچھے ہٹنے کی کوتاہی صحابہ کرام سے سرزد ہوئی فوراً ان کو توبہ رب کریم نے ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سے منظور فرمائی۔

۶۔ پھر سوال ہوتا تھا کہ پیچھے ہٹے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی ان کو نکال کیوں نہ دیا۔اُس کا جواب دیا کہ توبہ منظور کرنا میرا کام ہے فرمایا عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ جس پر رب کریم چاہے رجوع کرسکتا ہے۔اس کو کوئی طاقت روکنے والی نہیں۔

۷۔ وہ مؤمنین ہیں، مؤمنین کی توبہ رب کریم منظور فرمالیتا ہے اگر کافر یا منافق ہوتے تو

رب کریم اُن کو جماعت اصحاب سے خارج کر دیتا لیکن اس کا قانون ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰاهُمْ

جس قوم کو رب کریم ہدایت دیتا ہے یعنی غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرماتا ہے اس کو پھر گمراہ نہیں ہونے دیتا۔ اگر اُن سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ غزوہ حنین میں صحابہ کرام سے غلطی ہوئی لیکن رب کریم نے ثم یتوب اللہ فرما کر اُن کی امداد فرمائی اور جو اُن کے دشمن کفار تھے ان کو اسی وقت شکست دی اور فرمایا۔ ذٰالِکَ جَـــزَاءُ الْكَافِرِيْنَ اور صحابہ کرام کو ثم یتوب اللہ سے نواز اور فوراً امداد پہنچائی۔ اور ان کے مخالفین کفار کو وَعَـذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے خطاب فرما کر شکست دی اور ان کیلئے صحابہ کی مخالفت کا نشان قیامت تک ثبت فرما دیا۔ (مختصر ما حصل ان آیات قرآنی کا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے غزوہ حنین میں اس وقت تمہاری مدد کی جب کہ تم کو اپنی کثرت پر فخر ہوا اور تمہاری کثرت کچھ کام نہ آئی اور تمہاری حالت ہوگئی کہ زمین تم پر تنگ ہو گئی اور تم نے پیٹھ پھیری۔ دیکھو جنہوں نے پیٹھ پھیری تھی اللہ تعالیٰ نے مدد کی یعنی بھاگنے سے بچالیا اور انہوں نے پھر پلٹ کر کفار کے ساتھ جنگ کی اور اُن پر فتح پائی۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ان کی مدد کرے اور بھاگنے سے بچالے اور شیعہ حضرات یہ فرما دیں کہ بھاگ گئے

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں سے جن سے یہ کہا تھا کہ تم نے جب پیٹھ پھیری اس وقت ہم نے تمہاری مدد کی تھی اب غور فرمایئے اللہ نے تو ان کی تمام غزوات میں مدد کی اور شیعہ ان کو ہر جگہ بھاگ گئے، بھاگ گئے کا الزام لگا دیں۔

انتباہ: اب اگر کوئی شخص ان قرآنی آیات کو پس پشت ڈال کر صحابہ کرام پر غزوہ حنین کے متعلق اعتراض کرے تو وہ منکر قرآن خداوند کریم کا مخالف اور صحابہ کرام سے عداوت رکھنے والا ہوگا۔

۱۔ اب قانون خداوندی تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔سورۃ محمد پ ۲۶

يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

اے ایمان لانے والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جمادے گا۔(ترجمہ مقبول احمد شیعی)

۲۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ روم پ ۲۱)

مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔(ترجمہ مقبول)

۳۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (سورۃ آل عمران پ ۴)

بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم حقیر (کمزور) تھے۔(ترجمہ مقبول)

۴۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ

بے شک اللہ نے تمہاری بہت سے موقعوں پر مدد کی۔(ترجمہ مقبول)

آیت نمبر ۱،۲ کی تشریح:

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اللہ اور اس کے سچے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امداد کی تو اللہ نے اُن کی امداد فرمائی اگر وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اسلام کی مدد نہ کرتے تو خداوند کریم اُن کی امداد کبھی نہ فرماتا اور ان کو ثابت قدم اسلام پر نہ رکھتا بلکہ تباہ کردیتا۔خلفاء اور صحابہ کرام ہلاک نہ ہوئے۔ یہ اُن کے ایمان کی بین دلیل ہے۔

آیت نمبر ۳ کی وضاحت پڑھیے۔اَذِلَّةٌ کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ

توتم اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ جب آپ حضور مومنین کو فرماتے تے کیا تمہیں کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں کو اُتار کر تمہاری امداد کرے۔ صحابہ کرام کی امداد کیلئے فرشتوں کو بھیجنا یہ خداوندی امداد ہے۔ کفار کو اس جنگ بدر میں شکست دے کر ذلیل کیا جائے۔ اب فیصلہ تم پر ہے کہ خلفائے ثلثہ بدری تھے یا نہ اگر اجماعی فیصلہ ہے کہ وہ بدری تھے تو اُن کو امداد خداوندی پہنچی۔ جب متفقہ فیصلے سے ثابت ہے کہ اُن کو نصرت خداوند حاصل ہوئی تو پھران کا مومنین اولین ہونا اظہر من الشمس ہوگیا۔

تفسیر خلاصۃ المنہج کاشانی تفسیر شیعہ میں لکھا ہے کہ روز بدر ہفتاد تن اسیر شدند واز جملہ ایشاں عباس وعقیل بودند حضرت درباب ایشاں باصحاب مشاورہ کردند ابوبکر کہ از مہاجرین بوگفت یارسول اللہ اکابرو اصاغر ایں قوم اقارب وعشائر اند اگر ہر یک بقدر طاقت فدائے بدہد باشد کہ روزے بدولت اسلام برسد

اوراسی طرح مجمع البیان طبرسی میں ہے اُسے اوپر والی فارسی عبادت کا ترجمہ خیال فرمالیں۔ کہ پیغمبر خدا نے بدر کے دن قیدیوں کے باب میں اپنے یاروں سے کہا اگر تم چاہو ان کو مارڈالو وارچاہے جانے دو۔ تب حضرت عمر نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور اپ کو نکالا اس لئے ان کی گردنیں مارنا چاہیے۔ عقیل کو علی کے سپرد فرمادو کہ وہ ان کو ماریں اور حمزہ عباس کو اور فلاں شخص جو میرا عزیز ہے اس کا کام میں تمام کردوں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ یہ آپ کی قوم اور رشتے کے لوگ ہیں فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیے۔ چنانچہ اسی طرح حضرت نے کیا۔ شیعہ حضرات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مہاجرین اور اہل بدر سے ہونا دوسرے پیغمبر خدا کا ان سے مشورہ کرنا تیسرے حضرت عمر کا کافروں پر سخت ہونا ورخدا کی راہ قرابت اور برادری کا کچھ خیال نہ کرنا باقرار علمائے اکابرین شیعہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا اور

تفسیر مجمع البیان طبرسی میں ہے۔

لَعَلّٰی اللّٰہُ اطلع عَلٰی بدر فغفرلھم فقال اعملو ما شئتم فقد غفرت لکم

خدا نے اہل بدر کی شان میں فرمایا کہ جو چاہو سو کرو میں تم کو بخش چکا ہوں۔اور تفسیر خلاصۃ المنہج کاشانی میں لکھتا ہے۔

کہ خداتعالیٰ بدریاں راوعدہ مغفرت دادہ وایشاں راخطاب مستطاب اعملو ماشئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ۔

پس جب رسول خدا کی زبان مبارک سے تمام اہل بدر کا قطعی جنتی ہونا اور خدا کا ان کی نسبت اعملو ماشئتم فقد غفرت لکم کہنا ثابت ہوا تو صحابہ کبار بالخصوص اصحاب ثلثہ کے قطعی جنتی ہونے میں کون سا شبہہ رہا اگر ایمان اور انصاف سے کام لیں تو خدا کے کلام اور احادیث رسول اور آئمہ کے اقوال کو مانیں۔محترم شاہ صاحب مؤلف اظہار حقیقت سے شروع سے مذہبی مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔مگر نہایت مہذبانہ اور شریفانہ انداز سے ایک دفعہ مسئلہ خلافت پر بحث چل پڑی تھوڑی دیر بحث ہوتی رہی۔تو شاہ صاحب فرمانے لگے مولوی صاحب چھوڑو اس بحث کو خلیفہ برحق ہونا تو دور کی بات ہے اگر آپ قرآن پاک سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر کا مؤمن ہونا ثابت کردیں تو ہم مانیں اسی پر بحث ختم ہوگئی۔محترم شاہ صاحب ہم آپ کا یہ مطالبہ پورا کئے دیتے ہیں۔قرآن پاک میں آیا ہے جیسے کہ نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کے ساتھ اور

اِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ (پارہ ۹ سورۃ الانفال)

مؤمنین کا ایک گروہ اس کو ناگوار خیال کرتا تھا۔

یعنی بعض مومن ایسے بھی تھے کہ غزوہ بدر میں شریک ہونا اُن کے نفس پر شاق تھا۔
اہل سنت کے نزدیک خلفائے ثلثہ اس گروہ میں ہرگز شامل نہیں تھے بلکہ ان کے مخالف تھے مگر
شیعہ حضرات نے بہت سی روایتیں تصنیف کرلی ہیں کہ یہ حالت انہیں خلفاء کی تھی۔ شیعہ
حضرات کے رئیس المحدثین حیات القلوب میں ملائے مجلسی اس آیت اور اس کے بعد کی
آیت کا ترجمہ نقل کرکے فرماتے ہیں موافق روایات سابق معلوم است کہ کنایات باابوبکر وعمر
است کہ کارہ بودند جہادارا جن آیات سے شیعوں کا خلفاء پر اس قصور کا الزام لگایا تھا اُسی سے
اُن کا مؤمن ہونا ثابت ہوگیا۔ یہ خلفاء کی کرامت خیال کیجئے۔

(حیات القلوب جلد دوم در بیان کیفیت جنگ بدر صفحہ ۳۴۱)

بعنوان حضرت علی صدیق اکبر ﷺ

عباد اللہ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں نے خود حضرت علی سے سنا ہے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس کے رسول کا بھائی ہوں اور صدیق اکبر ہوں۔

جواب: یہ حدیث درایۃ اور روایۃ کسی طرح صحیح نہیں۔ درایۃ تو اس طرح کہ علی المرتضیٰ کے اخلاق فاضلہ نہایت ممتاز تھے۔ طبیعت میں تواضع اور حلم نرمی بے مثال تھی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے منہ سے ہی اپنی تعریف کرتے پھریں اور پھر یہاں تک کہہ دیں کہ میں سب سے بڑا صدیق ہوں۔ داناؤں کا قول ہے۔

ستائش خود بخود کردن نہ زیبد مرد دانا را

روایۃ یہ قول اسی طرح صحیح نہیں کہ اس کے راوی عبید اللہ بن موسیٰ خود شیعہ تھے۔ کشف الاستار صفحہ ۱۷ تقریب صفحہ ۱۷۱

منہال بن عمرو پر بھی جرح موجود ہے وہم کی۔ عباد اللہ بن عبد اللہ الکوفی بھی ضعیف ہے۔ دیکھیئے کشف الاستار صفحہ ۵۲ تقریب صفحہ ۱۲۲

کتاب الضعفا للعقیلی اس میں سلمان بن عبد اللہ کے ترجمے میں اس روایت پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کی پوری توثیق ہے الحاصل یہ قول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے درایۃً روایۃً ہرگز ثابت نہیں۔ حضرت علی کی شان اس سے کہیں بلند ہے کہ خود اپنے منہ ہی اس انداز سے اپنی تعریف کرتے پھریں۔ اب اصل حدیث کے الفاظ ملاحظہ کریں۔ حدثنا محمد بن اسمٰعیل الرازی حدثنا عبید الله بن موسیٰ انبأنا العلابن صالح عن المنهال عن عباد الله بن عبدالله قال قال علی رضی الله عنه انا عبدالله و اخو رسوله و انا الصدیق الاکبر (سنن ابن ماجہ)

تو حضرت علی خود فرماتے ہیں کہ میں خدا کا بندہ ہوں حضور کا بھائی ہوں۔ اور میں ہی سب سے بڑا صدیق ہوں۔ (ختم ہوا)

شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ صدیق اصل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب تھا مگر آپ کا یہ حق بھی آہستہ آہستہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا۔

جواب: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صدیق کا لقب نہ خود اپنے لئے وضع کیا ہے کہ لوگوں کو کہتے پھریں کہ میں صدیق اکبر ہوں اور نہ ہی یہ اعزاز انہیں اُمت نے بخشا ہے بلکہ خود لسان شریعت نے اُنہیں صدیق کے لفظ سے نوازا ہے اور یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو کہا کہ تو صدیق ہے۔

ثبوت نمبرا: محمد بن یعقوب کلینی کے استاد شیخ علی بن ابراہیم قمی لکھتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جعفر اور دوسرے مہاجرین حبشہ کی کشتی کو سمندر میں ٹھہرے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی عرض کی کہ مجھے بھی دکھائیں تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک مل دیا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہ سارا نقشہ دیکھا اس کے آگے یہ الفاظ ہیں۔

قَالَ لَهٗ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَنْتَ الصِّدِّیْق

سورۃ توبہ آیت ثانی اثنین اذھمافی الغار کی تفسیر میں صاحب تفسیر قمی نے اپنے باپ کی سند سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہو گیا کہ یہ خطاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول علیہ السلام نے دیا تھا۔ جو قیامت تک ان کے نام کے ساتھ پکارا جائیگا۔ (ف) غزوہ خیبر میں رسول علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر آشوب چشم کھو دیا تھا اور غار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر ان کو روشن ضمیر بنا دیا اور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ نے علی کے جسم پر اثر کیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب پر اس اس غزوہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کرار غیر فرار فرمایا۔ یہ بھی ایک جسمانی کمال ہے اور حضرت ابوبکر کو غار میں صدیق فرمایا یہ قلبی کمال ہے۔ تفسیر قمی زیر آیہ ثانی اثنین سورہ توبہ آیت ۲ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ

کُنَّا مَعَہٗ اے مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَلٰی جَبَلِ حَرَاءَ اِذْ تَحَرَّکَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَہٗ قَرَّ فَانَّہٗ لَیْسَ عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَ شَہِیْدٌ

کہ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے کہ یکا یک پہاڑ نے حرکت کی تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ قرار پکڑ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبی اور صدیق اور شہید کے اور دیکھنے کتب شیعہ سے ظاہر ہے کہ اسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر صدیق اور علی المرتضیٰ تھے۔ پس حضرت نے اپنی ذات کیلئے نبی اور حضرت ابوبکر کی نسبت صدیق اور علی المرتضیٰ کے حق میں شہید فرمایا۔ (احتجاج طبرسی)

۳۔ وَلَدَنِیْ الصِّدِّیْقُ مَرَّتَیْنِ احقاق الحق صفحہ نمبر ۷ قاضی نور اللہ شوشتری

اُمُّہٗ اُمُّ فَرْوَۃَ بِنْتُ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّاُمُّھَا اَسْمَآءُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرٍ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر تھیں۔ اور فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابو بکر تھی۔ تو سیدنا امام جعفر صادق کا یہ فرمانی کہ میں ابو بکر صدیق کی دو طرح سے اولاد ہوں جس کا اصول کافی سے حوالہ دیا۔

(ترجمہ اصول کافی مترجم جلد اول صفحہ ۵۸۶)

۴۔ **انہ سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف ھل یجوز فقال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفہ بالفضۃ فقال الراوی اتقول ھکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرۃ**

ترجمہ: کسی شخص نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا درست ہے یا نہیں تب امام نے جواب دیا کہ ہاں اس لئے کہ ابو بکر صدیق کی تلوار کے قبضے پر بھی حلیہ چاندی کا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ ہاں وہ صدیق ہے وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے جو کوئی اسکو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا اور آخرت میں تصدیق نہ کرے۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ علی بن عیسیٰ اردبیلی صفحہ ۲۲۰ ایران)

نوٹ: بعض شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ روایت صاحب کشف الغمہ نے علامہ ابن جوزی سے جو کہ مشاہیر علمائے اہل سنت سے ہے نقل کی ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہے۔ اس

لئے کہ مؤلف کتاب موصوف نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے اور نقل کیا ہے وہ متفق علیہ فریقین ہے اور علمائے شیعہ نے اسے یکے بعد دیگرے قبول کیا ہے اور وہ شیعہ حضرات کے نزدیک مسلم ہے۔ چنانچہ مشاہیر علمائے شیعہ میں سے علامہ معز الدین صدر کتاب امامت میں لکھتے ہیں کہ کتاب کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سعید اردبیلی است و آنچہ در کتاب مستطاب مذکور است مقبول طبائع موافق ومخالف است۔ پس گو کہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی ہی سے نقل کی ہو لیکن جب کہ وہ التزام کر چکا ہے کہ جو روایت لکھی جائے گی وہ مقبول فریقین ہوگی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی مقبول فریقین سے ہے تو اب اس روایت سے الزام شیعوں پر دینا درست ٹھہرا اور جواب شیعہ حضرات سے لینا واجب ہوا۔ بعض شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ امام باقر علیہ السلام کا قول بنا بر تقیہ ہے۔

جواب: امام باقر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تقیے سے ممنوع تھے اور اُن کو تقیہ کرنا جائز نہ تھا۔ کیونکہ جو صحیفہ خدا نے ان پر بھیجا تھا اُس میں ان کو حکم ہوا۔

حَدِّثُ النَّاسَ وَافْتِهِمْ وَلَا تَخَافَنَّ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَانَّهٗ لَا سَبِيْلَ لِاَحَدٍ عَلَيْكَ

لوگوں سے احادیث بیان کرو اور ان کو فتوے دو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو تم پر کسی کو قابو حاصل نہیں ہوگا۔ (اصول کافی کتاب الحجت صفحہ نمبر ۳۲۲ مترجم کراچی)

یعنی مسائل شرعی کو بلاخوف وخطر ظاہر کرنے کی تاکید تھی اُن کو خدا نے مطمئن کر دیا تھا اور ان کے حق میں

وَلَا تخافن الا اللّٰهُ عزوجل و انت فی حرز وامان

اللہ کے سوا کسی سے ڈرو تم اس کی پناہ میں ہو۔ فرما دیا تھا پس ایسی حالت میں امام کا ایک سنی سے ڈر جانا اور اس کے خوف سے ایک غاصب خلافت کو صدیق کہنا اور باوجود تسلی اور

وعدہ خدا کے جان وعزت کا اندیشہ کر تعجب وحیرت کا مقام ہے۔

۵۔ حضرت ابوبکر کے صدیق کے لقب سے ملقب ہونے کا ثبوت کتاب اللہ سے

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

جوشخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی متقی ہیں۔

قِیْلَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَصَدَّقَ اَبُوْ بَکْر

کہ جوشخص آیا ساتھ صدق کے اس سے مراد رسول خدا ہیں اور جس نے تصدیق کی اُن کی اس سے مراد ابوبکر ہیں۔ مجمع البیان طبرسی زیر آیت مذکورہ اور جس نے پیغمبر خدا کی سچے دل سے اوروں سے زیادہ تصدیق کی ہو اسی کا لقب صدیق ہے۔ پس بفضلہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کی کتاب سے بھی حضرت ابوبکر کا صدیق ہونا ثابت ہوگیا۔ اگر مذہب شیعہ کا مدار قرآن پر ہے تو ہم نے متعدد قرآنی آیات سے خلفائے ثلثہ کا اور اہل بدر کا قطعی جنتی اور مؤمن ہونا ثابت کردیا۔ اگر احادیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہے تو اس سے بھی حضرت ابوبکر کا صدیق ہونا ثابت کردیا اگر پاک اماما ن اہل بیت پر ہے تو پاک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے قولوں سے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ثابت کردیا۔ ہدایت اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

نوٹ: ہم اہل سنت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کو بھی صدیق مانتے ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے کہ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ

صدیقین جمع کا صیغہ وارد ہوا ہے۔ بلکہ سب صحابہ کرام صدیق ہیں۔ ہم نے جو شاہ صاحب کے بعنوان حضرت علی کے صدیق اکبر ہونے کا جواب اسلئے لکھا ہے کہ اُن کی اس ضمن میں لکھی گئی عبارت سے یہ وہم پڑتا ہے کہ سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور کوئی صدیق اکبر نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے چند دلائل

دعوت ذوالعشیرہ پر جب حضور نے اعلان نبوت کیا تو اس صرف حضرت علی علی نے نصرت کا وعدہ کیا۔ تو فرمایا آپ نے اے علی تو میرا وزیر میرا خلیفہ میرا جانشین میرے بعد اور تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔

جو حدیث صاحب تفسیر خازن اور صاحب تفسیر معالم التنزیل نے زیر آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَ قْرَبِیْنَ (پ۱۹ رکوع ۱۵)

زیر بحث حدیث واقعی مکمل سند کے ساتھ معالم التنزیل میں مذکور ہے۔ وہ سند یہ ہے۔

رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدَ الْغَفَّارِ بِنْ قَاسِمُ عَنْ مِنْهَالِ بِنْ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ اِبْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنْ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِیّ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ

اس سند کے رواۃ میں ایک راوی عبدالغفار بن قاسم ہے جس کے بارے میں قانون الموضوعات میں علامہ الطاہر الفتنی الہندی نے اس کے صفحہ ۲۷۰ پر لکھا ہے۔ عبدالغفار بن قاسم متروک شیعی یضع یعنی عبدالغفار بن قاسم مطعون اور طعن یہ ہے کہ اس کی روایت

چھوڑی جاتی ہیں۔ وہ شیعہ تھا اور احادیث گھڑ بھی لیا کرتا تھا۔

۲۔ لسان المیزان جلد چہارم صفحہ ۴۲ پر حرف العین میں مذکور ہے کہ عبدالغفار بن قاسم

هُوَ رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَيُقَالُ مِنْ رُؤُسِ الشِّيْعَةِ

یعنی عبدالغفار بن قاسم رافضی ہے روایات میں ثقہ نہیں اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ سرخیلات شیعہ میں سے تھا۔ اور ان کے علاوہ موضوعات کبیر میں جناب ملاں علی قاری نے بھی صفحہ ۹۴ پر اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے۔

هٰذَا وَصِيُّ وَخَلِيْفَتِيُّ مِنْ بَعْدِيْ

یہ عبارت من گھڑت ہے۔ یہاں تک کہ اس روای کے رافضی شیعہ ہونے کا معاملہ ہے تو اس کی تائید خود شیعہ حضرات کی معتبر کتاب مجالس المؤمنین جلد اول صفحہ ۲۰۳ پر اس کے مصنف ملا نوراللہ شوشتری لکھتے ہیں کہ طائفہ دوم یعنی بنو ہاشم میں جو حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شیعوں میں تھے ان میں سے ایک شیعہ عبدالغفار بن قاسم بھی ہے جس کا ذکر نوراللہ شوشتری نے فہرست نمبر ۵۰ صفحہ ۲۶۴ میں کیا ہے عبارت پڑھیے۔ در قسم مقبولان از کتاب خلاصہ مذکور است یعنی عبدالغفار قاسم کو صاحب کتاب خلاصہ نے از قسم مقبولان (علی) شمار کیا ہے۔

حضرات! جس روایت کا راوی ایسا ہو جس کی روایت کو چھوڑ ہی دیا گیا ہو اور وہ ان راویوں میں شمار ہو جو من گھڑت روایات بیان کرنے والے ہوں اور اس سے بڑھ کر اس کے شیعہ ہونے کی تصدیق خود شیعہ مجتہد ملا نوراللہ شوشتری بھی کر دے تو انصاف فرمائیں کہ ایسے راوی کی روایت اہل سنت و جماعت کیلئے کب حجت اور دلیل بن سکتی ہے۔

نوٹ: یہ حدیث معالم التنزیل جلد سوم صفحہ نمبر ۳۸۴ پر اس طرح مرقوم ہے۔

قَالَ هٰذَا اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا

اور لفظ بعینہٖ تفسیر خازن میں ہیں مگر اس میں من بعدی کے الفاظ موجود نہیں۔ محترم شاہ صاحب کسی کتاب حدیث یا تفسیر کا حوالہ بھی نہیں دیا، یوں تو محترم شاہ صاحب نے حضرت علی کی خلافت بلافصل کے چند ایک دلائل کے ضمن میں ستائیس دلیلیں لکھیں ہیں مگر دلیل نمبر ا سے لیکر دلیل نمبر ۱۴ تک بے حوالہ لکھیں ہیں کسی کتاب کی نشاندہی نہیں کی۔ دلیل نمبر ۱۵ پر مدارج النبوت کا حوالہ لکھا ہے اور اس کے بعد آخری دلیل نمبر ۲۷ کا حوالہ لکھا ہے۔ مگر ان تمام دلائل میں صرف دلیل نمبر ا کا تعلق خلافت فصل سے ہے اس کا جواب لاجواب دے دیا۔ اس کے دلیل نمبر ۱۳ جس کا میں مولا ہوں اُس اُس کا علی مولا ہے۔ سو اس دلیل کا جواب ہم کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

باقی تمامی مناقب و فضائل علی کرم اللہ وجہہ کے دلیل خلافت بلافصل کے علاوہ ہیں۔ اظہار حقیقت کے قارئین کو پتہ چل جائے گا کہ بطور نمونہ جس دلیل خلافت بلافصل کی عبارت مختصر ہے ہم انہیں قارئین کتاب ہذا کے پیش کرتے ہیں۔ خلافت بلافصل حضرت علی کے اثبات میں دلیل نمبر ۲ ہجرت کی رات خطرناک جگہ پر جہاں کفار نے حضور کو سوتے ہوئے قتل کرنا تھا۔ علی سوئے ہوئے تھے۔ دلیل نمبر ۳ مکہ میں حضور کے پاس جو کفار کی امانتیں تھی وہ رسول کی ہدایت کے مطابق علی رضی اللہ عنہ نے واپس کیں۔ دلیل نمبر ۴ تین دن مکہ میں رہنے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل وعیال کو لی کر مدینہ ہجرت کی، دلیل نمبر ۵ مدینہ میں حضور نے ایک مہاجر و انصار کا بھائی چارہ کرایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی اور خود اُس کے بھائی ہوئے۔۔ دلیل نمبر ۲۰ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ۔ دلیل نمبر ۲۲ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیل نمبر ۲۳ رسول اللہ نے فرمایا میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ دلیل نمبر ۲۴ علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔ دلیل نمبر ۲۵ ذکر علی رضی اللہ عنہ عبادت ہے۔ دلیل نمبر ۲۶ علی کی محبت کرنا

عبادت ہے تمام احادیث کو ہم مانتے ہیں خواہ یہ حدیثیں ضعیف ہوں کیونکہ ہم اہل سنت کا ایمان ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان وددھے سنی دا ایمان ودھے۔ مگر خدارا یہ بتاؤ کہ ان میں سے خلافت بلافصل علی المرتضٰی پر کون کون سی حدیث دلالت کرتی ہے۔ پس ایسی روایات پر ہی اکتفاان کے مذہب کا دارموادر ہے۔

شیعہ حضرات کے نزدیک سیدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل توحید ورسالت کیطرح اصول دین میں ہے توحید اور رسالت اور دیگر اصول دین ایسی قرآنی آیات سے معلوم ہوتے ہیں جو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ مذکور ہوں لیکن سیدنا علی المرتضٰی کی خلافت بلافصل صراحت اور وضاحت کے ساتھ نہ قرآن میں مذکور اور نہ احادیث متواترہ میں اس کا ذکر۔ ایسی دلیلیں اور تاویلیں تارِ عنکبوت سے کمزورتر ہیں۔

سخنہائے فہمیدنی

مسئلہ خلافت کو سمجھنے سے پہلے چاہیے کہ شیعہ حضرات اور اہل سنت و جماعت کے ہاں اس مسئلہ خلافت کی حیثیت کیا ہے۔

شیعہ حضرات کے عقیدہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل توحید۔ رسالت۔ قیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے۔ جس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ اب شیعہ حضرات کا فرض بنتا ہے کہ کہ دیگر اصول دین یعنی توحید رسالت۔ قیامت کی طرح قرآن پاک کی نص صریح سے صاف اور واضح الفاظ سے ثابت کریں۔ جیسا کہ توحید۔ رسالت۔ قیامت کا ذکر قرآن پاک میں واضح اور صاف الفاظ میں ذکر ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (پ ۲) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (پ ۲۶) لَآاُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پ ۲۹)

مگر قیامت تک شیعہ اس قسم کی کوئی نص پیش نہیں کر سکتے۔

اور اہل سنت کے نزدیک خلافت اصول دین سے نہیں بلکہ اور دینی مسائل کی طرح ایک دینی مسئلہ ہے۔ لہذا ان دونوں چیزوں کو برابر سمجھنا بے علمی ہے۔

کیونکہ شیعہ حضرات خلافت اور امامت کو منصوص من اللہ اور اصول دین میں سے ہونے کے دعویدار ہیں اور بارہ اماموں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر مانتے ہیں۔ اس کا ثبوت شیعہ حضرات کی سب سے چوٹی کی کتاب اصول کافی سے سعید اعرج سے مروی ہے۔ کہ میں اور سلیمان آئے خدمت میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے ہم نے کلام شروع کیا۔ فرمایا اے سلیمان جو امیر المومنین علیہ السلام نے بیان کیا ہے۔ اصل عبارت

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ قَا مَاجَآءَ بِهٖ عَلِیٌّ اٰخُذُ بِهٖ وَمَا نَهٰی عَنْهُ اَنْتَهِیْ عَنْهُ جَرٰای لَهٗ مِنَ الْفَضْلِ مَاجَرٰای لِمُحَمَّدٍ وَكَذَالِكَ لِاَئِمَّةِ الْهُدٰی وَاحِدٍ بَعْدَ وَاحِدٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے سلیمان جو امیر المومنین نے بیان فرمایا وہ لینا چاہیے اور جس سے منع کیا ہے اس کو ترک کرنا چاہیے۔ علی کی فضیلت و بزرگی ویسی ہی ہے جیسے رسول کی آخر میں فرمایا ایسی ہی بزرگی تمام ائمہ ھدیٰ کیلئے ہے یکے بعد دیگرے۔

اسی حدیث کا مضمون شیعوں کے علامہ باذل نے حملہ حیدری میں یوں نظم کیا ہے۔

ہمہ چوں محمد منزہ صفات　　　ہمہ صاحب حکم بر کائنات

دیکھا شیعہ حضرات کا عقیدہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں کی فضیلت اور بزرگی میں کوئی فرق نہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح وہ بھی معصوم اور ان کی اطاعت فرض ہے اور سارے ائمہ اسی فضیلت کے مالک ہیں۔

اگر شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم رتبہ نہ سمجھتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کا کلمہ کیوں پڑھتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اذانوں میں شامل کرتے۔ شیعہ حضرات کے علامہ امام خمینی فرماتے ہیں۔

ازضروریات مذہب ماست کہ کسے بمقامات معنوی ائمہ (ع) نے رسد حتی کہ ملک مقرب و نبی مرسل

ترجمہ: یہ چیز ہمارے شیعہ مذہب کی ضروریات میں سے ہے۔ کہ ہمارے اماموں کا وہ درجہ ہے جسے کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پا سکتا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) ولایت فقہیہ (فارسی) صفحہ ۵۷ مکتبہ انتشارات ازادی قم

تو جیسے جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت قرآن پاک میں واضح اور منصوص بالاسم ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (پ ۲۶)

محمد خدا کے رسول اسی طرح اماموں کی امامت بھی منصوص بالاسم قرآن مجید سے ثابت کریں کیونکہ شیعہ حضرات کے نزدیک ائمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل ہیں۔

اور خلفاء کی خلافت کا اہل سنت کے نزدیک منصوص بالاسم ہونا ضروری نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک تمام خلفاء غلامان محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہ مثل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

لیکن اب شیعہ حضرات کا بارہ ائمہ کی خلافت و امامت کا منصوص بالاسم قرآن مجید سے ہونا تو ایک طرف صرف ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں کر سکتے پھر کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خُم غدیر پر فرمایا۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ

کا اعلان فرمایا تھا۔ پھر جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل اصول دین میں سے ہے تو اس کی کیا وجہ کہ اس کا اعلان نہ قرآن مجید میں نہ حدیث متواتر میں نہ مکہ میں نہ مدینہ میں نہ بیت المقدس میں نہ مسجد نبوی میں بلکہ ایسا ضروری اعلان ایک جنگل کے تلاب پر (یعنی خم غدیر) اور وہ بھی گول مول الفاظ میں جس کے معنی

خلافت بلافصل کے ہرگز نہیں۔ شیعہ حضرات غور کریں جب یہ مسئلہ عقائدِ قطعیہ میں تھا یعنی اصول دین میں سے تھا تو پروردگار عالم نے

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ کی طرح صراحتاً کیوں نہیں فرما دیا۔ یَا عَلِیُّ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً بَلَا فَصْلٍ بَعْدَ النَّبِیِّ قرآن میں آ جاتا ہے۔

شیعہ حضرات سے ایک سوال

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سورہ القصص میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّ نَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۝ وَنُمَکِّنَ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَجُنُوْدَھُمَا مِنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ (پ ۲۰)

ترجمہ: اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر جو اس سرزمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور ان کو ہم وارث قرار دیں اور اس سرزمین میں ان کو تسلط عطا کر دیں۔ اور (اُس) فرعون کو اور ہامان کو اور دونوں کے لشکر کو جو اُنہی میں سے تھے وہ کچھ دکھلا دیں جس کا (ان کی طرف سے) خوف کیا کرتے تھے۔

(ترجمہ مقبول صفحہ ۷۶۷، ۸)

اب مذکورہ بالا آیات کی تفسیر شیعہ مفسر کی زبانی! تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات قتل و ظلم وغیرہ سے اطلاع دی جو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو فرعون کے ہاتھوں برداشت کرنے پڑے۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر حضرت کی اُمت کے ہاتھوں جو مصائب گذرنے والے تھے اور ان کی خبر حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی اُن کے بارے میں حضرت کو صبر آ جائے۔ اور تسکین ہو جائے۔
چنانچہ یہ تسلی دینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت بھی دی ہے کہ بعد ان مصائب کے خدا تعالیٰ اُن پر احسان خاصی فرمائے گا اور ان کی تمام زمین کا خلیفہ اور آنحضرت کی ساری اُمت کا امام مقرر فرمائے گا اور ان کو مع اپنے خاص خاص دشمنوں کے دوبارہ دنیا میں بھیجے گا تا کہ وہ اُن سے بدلے لے سکیں۔

چنانچہ فرماتا ہے۔ اَنْ نَّمُنَّ الخ پھر فرماتا ہے۔ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اور ان دونوں کے ساتھی جنہوں نے اتفاق کر کے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق غصب کر لیا۔ آگے خدا فرماتا ہے۔

مِنْهُمْ مَا كَانُوْ يَحْذَرُوْنَ

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جن جن باتوں کا اندیشہ تھا یعنی قتل اور عذاب کا خدائے تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کو وہ ہم آل محمد کے ہی ہاتھوں دکھلا دیں گے۔ صاحب تفسیر قمی فرماتے ہیں کہ اگر یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے بارے میں نازل ہوتی تو خدا تعالیٰ یوں فرماتا۔

وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُ مَّا كَانُوْ يَحْذَرُوْنَ

اور منھم نہ فرماتا اس لئے اُس فرعون وہامان اور دونوں کے ساتھیوں کو جو کچھ بھی اندیشہ تھا۔ شخص واحد سے تھا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام سے نہ کہ کل قوم بنی اسرائیل سے۔

(ترجمہ مقبول شیعی صفحہ ۷۶۸)

اب شیعہ حضرات سے سوال یہ ہے کہ جن حضرات کو اہل تشیع امام منصوص مانتے ہیں کیا اُن کو دنیا میں سلطنت اور تمکین فی الارض (تسلط قوت) نصیب ہوئی یا نہ۔ اگر کہو کہ ہوئی تو

سراسر خلاف واقع ہے۔ اگر نہیں ہوئی تو ارادۂ خداوندی کا کیا مطلب رہا۔

دوسرا سوال:

وَجَعَلْنَا اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ

ہم نے اُن کو امام بنایا وہ جہنم کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ (سورۃ القصص پ ۲۰)

اس میں یہ ثابت کیا گیا کہ کفار کے اماموں کی امامت بھی خدا تعالیٰ ہی بناتے ہیں۔

(جیسا کہ جعلنا کے صیغے سے ظاہر ہے) فرمایئے اُن کی امامت کو آپ حضرات منصوص کیوں نہیں کہتے جبکہ جعل کا صیغہ سب آیتوں میں مذکور ہے۔ دیکھیے اس آیت میں قائدین ظلمت پر بھی ائمہ کا لفظ اطلاق کیا گا ہے۔ تو تخصیص کہاں رہی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا

ترجمہ: ہم نے اُن کو امام بنایا وہ ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں۔ تفسیر قمی میں ہے کہ معصوم نے فرمایا کہ چونکہ علم خدا میں گذر چکا تھا کہ آل محمد پر جو جو مصیبتیں بھی پڑیں گی اُن پر صبر کریں گے۔ لہذا انہی حضرات کو امام بنایا یعنی مقرر فرمایا۔

(ترجمہ مقبول شیعی پ ۲۱ سورۃ السجدہ صفحہ ۸۳۹)

آیت استخلاف فی الارض کا مفہوم مختصر الفاظ میں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل امور صراحتاً ذکر فرمائے ہیں۔

۱۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ایک تو یہ تم مسلمانوں میں سے (جو سب کے سب صحابہ کرام تھے) علامہ سید علی الحائری خلافت قرآنی صفحہ۴ الفظ منکم کے فائدہ کے بیان میں۔

ترجمہ: اے ایماندارو تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے ترجمہ قرآن فرمان علی شیعی لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا۔ (ترجمہ مقبول شیعی اس کی تفسیر صاحب مجمع البیان یوں لکھتے ہیں۔

وَالْمَعْنٰى لَيُوْرِثَنَّهُمْ اَرْضَ الْكُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَيَجْعَلُهُمْ سُكَّانَهَا وَمُلُوْكَهَا

ترجمہ: معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرب وعجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنائے گا۔ وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہوں گے اور بادشاہ بنیں گے۔

(مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم صفحہ ۱۵۲)

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ

تمام ممالک فتح ہوئے اور آپ بموجب وعدہ الٰہی عرب وعجم کی سرزمین اور اس کے باشندوں کے بادشاہ بنے۔

۴۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ کے تحت ملا فتح اللہ کاشانی شیعی مفسر یوں لکھتے ہیں۔

ودر اندک وقتے حق تعالیٰ بوعدۂ مومناں وفانمودہ جزائر عرب ودیار کسریٰ وبلاد روم بایشاں ارزانی داشت

ترجمہ: قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا فرمادیا۔ عرب کے جزیرے اور کسریٰ کے شہر اور روم کے علاقے انہیں عطا فرمادیئے۔

(منہج الصادقین جلد ششم)

نوٹ: بقول ملا فتح اللہ کاشانی کے مطابق اللہ کا وعدہ پورا ہوچکا ہے۔ لہذا اس آیت کی یہ تاویل کرنا کہ اس وعدہ کی ایفا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوگی بالکل باطل اور لغو ہے۔

قیصر وکسریٰ (روم وفارس) کے شہروں کا مسلمانوں کے زیر تسلط آنا اسے شیعہ وسنی سب متفقہ طور پر مانتے ہیں کہ ان فتوحات کا سہرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ اور آپ کے دور خلافت میں ہی یہ فتوحات ہوئیں لہذا مذکورہ حوالہ منہج الصادقین کے مطابق خلفاء الراشدین ہی آیت استخلاف کے مصداق بنتے ہیں۔

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

جیسا کہ اس نے پہلوں کو جانشین بنایا سابقہ خلافتوں کے متعلق قرآن مجید نے یہ فرمایا۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا

ترجمہ: جب تم میں انبیاء بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا۔

اکثر مفسرین نے اس آیت سے خلافت حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد لی ہے کہ ان کے بعد ان کے تین خلفاء حضرت یوشع بن نون، حضرت طالب اور حضرت یوساقوس مراد ہیں ان تینوں خلفاء کے حالات خلفائے ثلثہ صدیق و فاروق وعثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملتے جلتے ہیں۔تو اس سے ثابت ہوا کہ ان کی خلافت علیٰ منہاج نبوت ہو گی یعنی جس طرح انبیاء سابقین میں خلیفہ برحق تھے۔اسی طرح ان کی خلافت بھی خلافت حقہ ہو گی۔صرف ظاہری و نیوی حکومت نہیں تھی۔(قرآنی شہادت)

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ

اور وہی تو وہ خدا ہے جس نے تمہیں زمین میں (اپنا) نائب بنایا۔(سورۃ انعام)

نوٹ: ترجمہ مقبول مولوی سید مقبول احمد دہلوی کے مترجم قرآن پاک کے حاشیہ صرفحہ ۲۹۸ پر خلٰٓئِفَ الْاَرْض کے معنی لکھتے ہیں۔وہ گروہ جو پہلے گروہ کا قائم مقام ہوا اور زمین میں تصرف کرے۔جیسے کہ اہل اسلام جو یہود و نصاریٰ اور مجوس کی سلطنتوں کے فاتح اور ان کے تصرف وتسلط کے قائم مقام بنے۔

وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ

اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کر لیا ہے۔ان کی خاطر سے پائیدار کر دے گا۔(ترجمہ سید مقبول احمد)

وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ

اور جس دین کو اُس نے اُن کیلئے پسند فرمایا ہے (دین اسلام) اُس پر انہیں ضرور ضرور پوری قدرت دے گا۔(ترجمہ حمائل سید فرمان علی شیعی)

نوٹ: جب خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عجمی سپاہ کے مقابلہ میں بنفس خود جانا

ہا۔اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُه' وَلَا خَذْلَانُه' بِكَثْرَةٍ وَّلَا قِلَّةٍ وَهُوَ
دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِیْ اَظْهَرَه' وَجُنْدَهُ الَّذِیْ اَعَدَّه' وَاَمَدَّه' حَتّٰی بَلَغَ مَ بَلَغَ
وَطَلَعَ حَيْثُمَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰی مَوْعُوْدٍ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدِهٖ
وَنَاصِرُ جُنْدِهٖ

یہ کہ دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت وقلت پر منحصر نہیں۔
یہ اسلام اُس خدا کا دین ہے جس نے اُس کو تمام ادیان پر مذاہب پر غالب کیا ہے۔اور سپاہ
اسلام اُس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ مدد اور اعانت کی اسے ایک بلند مرتبہ پر
پہنچایا۔ان کا آفتاب وہاں طالع ہوگیا۔جہاں ہونا لازم تھا۔ہم لوگ اس وعدہ خداوندی پر کامل
یقین رکھتے ہیں اور وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے اور اپنی سپاہ کی مددگار ہے۔

نوٹ: خطبہ نمبر ۱۴۶ نہج البلاغۃ

حضرت مولا علی المرتضیٰ کے اس خطبہ سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو لشکر اسلام سمجھتے تھے اور ان کے دین کو اللہ کا
دین سمجھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ فاروق اعظم ایسے خلیفہ
ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔گویا موعود من اللہ سمجھتے تھے۔اسی لئے آپ نے فرمایا۔

نحن علی موعود من الله والله منجز وعده و ناصر جندهٖ

ہم اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ پر یقین رکھتے ہیں۔

اب قابل وضاحت یہ بات ہے کہ موعود من اللہ سے یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے کیا مراد لی۔شیعہ مجتہد میثم البحرانی کی زبانی سنیے۔

ثُمَّ وَعَدَنَا بِمَوعُودٍ وَهُوَا النَّصرُ وَالْغَلَبَةُ وَلِاسْتَخلَافُ فِیْ الْاَرْضِ كَمَا قَالَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ........... الخ

ابن میثم البحرانی شیعی شارح نہج البلاغۃ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد فرمودہ خطبہ میں موعود من اللہ سے مراد آیت استخلاف ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فاروق اعظم کے بارے یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس زمین میں خلافت عطا فرمانی ہے اور خلیفہ کی مدد کرنی ہے اور ان کے دین کو غلبہ دینا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرنے کا وعدہ فرمایا وہ یقیناً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی لئے فاروق اعظم کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لشکر کی مدد فرمائے گا۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے غرضیکہ موعودہ خلافت سے مراد ان خلفاء کی حکومت ہے جن کے عہد میں قیصر و کسریٰ اور دیگر سلطنتیں مملکت اسلامیہ میں شامل ہوئیں۔ جیسا کہ بحوالہ مجمع البیان تفسیر اور تفسیر منہج الصادقین سے اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم کے دور خلافت یہ تمام ممالک فتح ہوئے اور آپ بموجب وعدہ الٰہی عرب و عجم کی سرزمین اور اس کے باشندوں کے بادشاہ بنے۔ آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے موعود دین کے ساتھ خلافت کے ساتھ تمکین دین اور استحکام دین کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ ان نعمتوں کو پورا کرنے کا خلفائے ثلثہ کو آلہ بتایا۔

وہ کون سا دین ہے جس کے متعلق مولا علی شیر خدا نے خطبہ نمبر ۱۴۶ میں فرمایا۔

هُوَ دِیْنُ اللّٰهِ الَّذِیْ اَظْهَرَهٗ

یہ اسلام اُس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان پر غالب کیا ہے۔

(ترجمہ رئیس احمد جعفری)

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

سچا دین تو خدا کے نزدیک یقیناً بس یہی اسلام ہے۔

(سورۃ آل عمران ترجمہ فرمان علی شیعی)

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرے تو اس کا وہ دین ہرگز قبول ہی نہیں کیا جائے گا۔ (ترجمہ فرمان علی شیعی)

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورہ مائدہ)

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا۔ (ترجمہ فرمان علی شیعی)

فرمان علی المرتضیٰ دربارہ تمکین دین

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَلَامٍ لَهُ، وَ وَلِيَهُمْ وَالٍ فَاَقَامَ وَاسْتَقَامَ حَتّٰى ضَرَبَ الدِّيْنُ بِجِرَانِهِ

نہج البلاغہ فرمودہ عمر صفحہ ۱۴۵۹ ان الولی ہو عمر بن خطاب میثم اس کی شرح امام علیہ السلام در سخنے (دربارہ عمر بن خطاب) فرمودہ است (بعد از ابوبکر) فرمان رواشد بر مردم فرمان دہی (عمر بمقام خلافت نشست) پس امر خلافت را بر پاداشت وایستادگی نمود (بر ہمہ تسلط یافت تا آنکہ دین قرار گرفت) ہم چنانکہ ہنگام استراحت پیش گردن خود را بر زمین نہاد۔ اشارہ باین کہ اسلام از فتنہ وہیاہوی بسیار راز و تمکین نمودہ زیر بارش رفتند (شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام صفحہ ۱۳۰۰ مطبع تہران جدید طبع)

ترجمہ: امام علی رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے کلام میں کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں پر ایک ایسا حاکم مسند خلافت پر متمکن ہوا جس نے امر خلافت کو قائم کیا اور ثابت قدمی دکھائی یعنی تمام پر تسلط حاصل کیا۔ حتی کہ دین مضبوط ہو گیا۔ جیسا کہ اونٹ استراحت کیلئے اپنی گردن زمین پر رکھ دیتا ہے۔ اور اطمینان سے زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح دین مضبوطی کے ساتھ دین اسلام زمین پر متمکن ہو گیا۔ اس طرف اشارہ ہے کہ اہل اسلام کئی سارے فتنوں اور یورشوں کے بعد سکون پذیر ہوئے۔

حاصل کلام:

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت استخلاف میں جو تمکین دین کا وعدہ ہے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پورا ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ کے عقیدہ کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ صرف کامل دیندار ہیں بلکہ دین کے ایسے خادم ہیں کہ انہوں نے دین اسلام کو استحکام بخشا۔ مگر شیعہ حضرات کے سرکار علامہ السید علی الحائری خلافت قرآنی کے صفحہ ۳۳ پر لکھتے ہیں۔

رہا یہ امر کہ خدا کا پسندیدہ کون سی جماعت کا متمسکہ دین ہے۔ شیعوں کا دین ہے یا اہل سنت کا سواس سوال کا حل ہم نفس آیت ہی سے پیش کرتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

اس دین کو آیت مذکورہ میں لفظ ارتضیٰ سے وصف کیا گیا ہے اور لفظ ارتضیٰ اور مرتضیٰ کا مفہوم اور مادہ اشتقاق ایک ہے فرق صرف صیغہ کا ہے۔ ارتضیٰ تو صیغہ ماضی ہے اور مرتضیٰ صیغۂ مفعول تو یہ مطلب ہوا کہ خلفائے حقہ محمدی صلعم کو ایسے دین میں تمکین حاصل ہو گئی جو مرتضیٰ علی علیہ السلام کا دین ہے۔ علی الحائری صاحب کی تفسیر بسلسلہ تمکین دین کا جواب

ایک تو ہے دین اسلام کہ جس میں امر و نہی اذاعتہ و اشاعت اُس دین کو مستلزم ہے۔ اور قرآن کی آیت سے ثابت ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ولتُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

ترجمہ: جو اُمتیں ہدایت مردم کیلئے پیدا کی گئیں اُن میں تم سب سے بہتر ہو۔ نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور بدی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (پارہ ۴ آل عمران صفحہ ۱۲۵)

ترجمہ مقبول شیعی کے حاشیہ کنتم خیر اُمۃ تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام

سے منقول ہے کہ کسی نے ان کے سامنے پڑھا کنتم خیرامۃ تو حضرت نے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔فرمایا یہ آیت ایسے نہیں بلکہ اس طرح نازل ہوئی تھی۔

اَنْتُمْ خَیْرُ اَئِمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ ان کی مدح اس طرح فرماتا ہے۔

تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ

بقول سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت قرآنی میں لفظ آئمہ سے مراد ہم ائمہ اہل بیت ہیں۔

جواب: کنتم خیر اُمۃ کا مصداق صرف آئمہ دین اور اہل بیت قرار دینا قطعاً خلاف اصول اور باطل اور تحکم محض ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ امر ونہی اذاعۃ واشاعۃ دین کا لازمی حصہ ہے۔ اور بقولے شیعہ حضرات ائمہ اہل بیت کے مذہب میں اذاعۃ واشاعت موجب ذلت ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ ملاحظہ فرمایئے!

اصول کافی میں سلیمان بن خالد سے روایت ہے۔

قَالَ قَالَ ابْنِ عبداللہ علیہ السلام یا سُلَیْمَانُ اِنَّکُمْ عَلٰی دِیْنٍ مَنْ کَتَمَہٗ اَعَزَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ اذَا عَہٗ اَذَلَّہُ اللّٰہُ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس دین کو چھپائے گا اللہ اس کو عزت دے گا اور جو اس دین کو ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

(اصول کافی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۴۸۵)

اعتراض شیعہ نمبرا

جواب شیعہ حضرات: یہ روایت تقیہ کے متعلق ہے مگر یہ جواب غلط ہے۔ ہرگز یہ حدیث تقیہ

کے متعلق نہیں بلکہ کتمان کے متعلق ہے اور اصول کافی میں باب الکتمان ایک علیحدہ باب ہے جو باب التقیہ کے بعد ہے۔

اعتراض شیعہ نمبر۲:

دیکھو قرآن پاک آیت۔

اِذْ قَالَ رَجُلٌ مُؤمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا یَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰہُ

ترجمہ: دیکھئے صاف ظاہر ہے کہ وہ مؤمن اپنا دین چھپا رہا تھا۔ بتایئے اس کا دین چھپانا جائز تھا یا ناجائز تو پھر اعتراض کیسا اور نہ کرنا جائز تھا تو اللہ نے اس کی تعریف کیوں فرمائی۔

جواب: اس آیت میں جس شخص کا ذکر ہے وہ تو وہ ہے جس کو فرعون سے اپنی جان کا خطرہ تھا۔ اس بنا پر وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور بحث اس میں نہیں ہے۔ بلکہ بحث تو کافی کی روایت میں ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ پاک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے شیعو "انکم علی دین" تم ایسے دین پر ہو کہ اگر اس کو ظاہر کرو گے تو اللہ تم کو ذلیل کرے گا۔ لہذا آپ کو قرآن سے کوئی ایسی آیت پیش کرنی چاہیے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جان کا خطرہ نہ ہونے پر بھی دین کو چھپانا فرض ہے جیسا کہ آپ کا مذہب ہے۔

اعتراض شیعہ نمبر۳:

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے علم کے دو پیالے بھرے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک تو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرے کو اگر ظاہر کروں تو یہ حلقوم کاٹ ڈالا جائے۔ کیا علم کا چھپانا آپ کے بزرگ صحابی کا فعل ثابت ہوا کہ نہیں۔ اور وہ آپ کی بخاری شریف سے

جواب: بخاری شریف کی روایت میں تو یہ ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم کے دو برتن بھرے ہیں۔

اَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ‘

تو ایک برتن کا علم تو میں نے ظاہر کر دیا۔ یعنی وہ علم جس کا تعلق دین اسلام سے تھا ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے اس کی تبلیغ کر دی اب غور کیجئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے دین اسلام کا جو علم تھا اس کو پھیلا دیا۔

فَبَثَثْتُهُ‘

اس کی تبلیغ کر دی شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ نہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دین کو چھپایا تھا۔ بتائیے اس ہٹ دھری کا کیا علاج ہے؟ لیکن اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ لیکن وہ علم جس کا دین کے اصول وفروغ سے تعلق نہ تھا۔ اور جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واقعات آئندہ اور فتنوں کی خبریں دی تھیں اس کو میں نے خطرہ کیوجہ سے ظاہر نہ کیا۔

امام قسطلانی نے لکھا ہے:

مَا كَتَمَهُ‘ مِنْ اَخْبَارِ الْفِتَنِ وَ اَشْرَاطِ السَّاعَة

اس کو شیعہ حضرات کے مبلغ اعظم نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یعنی محمد اسمعیل شیعہ کے مناظر اعظم قسطلانی جلد اول صفحہ ۲۰۷ شیعہ کے مناظر اعظم کا رسالہ صداقت نمبر ۲۰ فروری ۵۷

افسوس شیعہ حضرات اس روایت سے بھی یہ ثابت نہ کر سکے کہ اہل سنت کا مذہب تبلیغی نہیں اس کے برعکس ہم نے اصول کافی کی روایت اور ائمہ کے اعمال و کردار سے یہ ثابت کر دیا کہ شیعہ مذہب تبلیغی نہیں اور مذہب شیعہ میں دین کو چھپانے کی تاکید ہے۔ چنانچہ

پاک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا حکم بحوالہ اصول کا باب الکتمان سے ہم نے پیش کر دیا۔

اب آیئے! ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ جو دین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے وہ ہرگز چھپانے کیلئے نہ تھا بلکہ عالم آشکار کرنے کیلئے تھا۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

وہ تو وہی ہے تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان پر غالب کرے۔

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

گو مشرکوں کو برا لگے۔ (پارہ ۲۸ سورہ صف)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو دین ایسا ہے کہ اس کو چھپانے کا حکم ہے اس کے ظاہر کرنے والے کو خدا تعالیٰ ذلیل کرتا ہے۔ وہ دین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لایا ہوا نہیں ہے۔

عقیدہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پڑھیے!

۱۔ دین اہل سنت کا دین اسلام ہے۔ جو خدا تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔

۲۔ علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ یہ اسلام اُس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔

۳۔ سپاہ اسلام اُس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ مدد کی۔

۴۔ ہم لوگ اس وعدہ خداوندی پر کامل یقین رکھتے ہیں جو اس نے غلبہ اسلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کو وفا کرنیوالا ہے اور اپنی سپاہ کا مدد گار ہے۔

نَحْنُ عَلٰی مَوْعُوْدٍ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدِهٖ وَنَاصِرُ جُنْدِهٖ

(نہج البلاغۃ خطبہ صفحہ ۴۶۱ ترجمہ رئیس احمد جعفری)

نوٹ: جب خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عجمی سپاہ کے مقابلہ میں بنفس خود جانا چاہا۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشورہ لیا تو آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس سے چار عدد جملے ہم نے تحریر کیے ہیں جو اقوال علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں سے ہیں۔ تو مولا علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کے اس خطبہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اسلام سمجھتے تھے اور ان کے دین کو اللہ کا دین سمجھتے تھے اور مولا علی رضی اللہ عنہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایسے خلیفہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں وعدہ فرمایا ہے گویا موعود من الہ سے یہاں کیا مراد لی۔ شیعہ مجتہد میثم البحرانی شارح نہج البلاغۃ کی زبانی سنئے موعود من اللہ سے مراد آیہ استخلاف ہے۔

(ابن میثم جلد سوم صفحہ ۱۹۶ طبع جدید)

اب اسی مضمون کی تائید میں جملہ حیدری علامہ باذل کی زبانی سنیے۔ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے سینکڑوں قبائل کو اپنی حمایت میں شامل کر لیا اور ہزار ہا کا لشکر مہیا کر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کے گرداگرد خندق کھودنے کی تجویز فرمائی اور دس دس اصحاب کے ذمہ چالیس چالیس ہاتھ خندق کا کھودنا تقسیم فرمایا۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں جو زمین آئی اس میں ایک بھاری پتھر آ گیا۔ جس میں گیتی (کلنگ) اثر نہیں کرتی تھی۔ حضرت سلیمان فارسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی تو آپ اس پتھر کے نزدیک آئے اور آپ نے پتھر پر کلنگ کو مارا تو تھوڑا سا پتھر ٹوٹا اور آپ نے اللہ اکبر فرماتے

ہوئے فرمایا۔اب علامہ باذل کی سنئے۔

ا۔	نمودند ایوان کسریٰ بمن	دوم قیصر روم سوم از یمن
۲۔	سبب را چنیں گفت روح الامین	کہ بعد از من انصار و اعوان دین
۳۔	بداں مملکت مہا مسلط شوند!	بآئیں من اہل آں بگروند

ہتھوڑے کی ضرب سے پیدا ہونے والی روشنی میں جو روم و شام و ایران و یمن کے محل دکھائے گئے۔اس کی تعبیر اور سبب پوچھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ترجمہ: میرے بعد دین اسلام کے سچے خادم اور مدد و معاون ان ممالک پر مسلط ہوں گے۔ ظاہر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ان ملکوں پر اقتدار خلفائے ثلٰثہ کو حاصل ہوا۔گویا حضور نے بصیرت نبوی سے خلفاء ثلٰثہ یہ سرٹیفکیٹ دے دیا کہ یہ میرے دین کے محافظ اور انصار و اعوان ہیں۔اب اگر کوئی اس حقیقت کا انکار کرے اور خلفائے ثلٰثہ پر کسی قسم کا طعن کرے تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کی مخالفت کر رہا ہے۔اور جھوٹا ہے۔

ترجمہ۲: ان ممالک میں میرا دین اور میرا آئین جاری کریں گے۔خلفائے ثلٰثہ کے حق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا سرٹیفکیٹ ہے کہ یہ نہ صرف دین کے محافظ ہیں بلکہ دین اسلام کے داعی مبلغ اور اسلام کو ہیئت مقتدرہ دینے والے ہیں۔آشنیداں مژدہ چوں مومناں

اُکشیدند تکبیر شادی کناں

ترجمہ۳: مومنین اس خوشخبری پر خوش ہوئے اور آج بھی خوش ہیں۔انہی خلفائے ثلٰثہ نے دین حق کو غالب کیا اور

لِیُظْهِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

جو نبی کریم کا مشن تھا خلفائے ثلٰثہ نے اسی کی تکمیل کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل سنت و جماعت ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان اقدس سے اہل سنت و جماعت کی اس طرح تعریف بیان فرمائی ہے۔اس کو شیخ صدوق نے جامع الاخبار نے یوں نقل کیا ہے۔

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

یعنی جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل پاک کی محبت لئے ہوئے فوت ہوتا ہے وہ اہل سنت و جماعت ہو کر فوت ہوا۔(جامع الاخبار شیخ صدوق صفحہ ۱۸۹)

الفصل الحادی والثلاثون مطبوعہ نجف الاشرف، دوسری روایت

وَلَيْسَ عَلٰی مَنْ مَّاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

جو آدمی اہل سنت کے عقائد پر فوت ہوگا اسے عذاب قبر اور قیامت کی سختی سے چھٹکارا ہو جائے گا۔

فرمان سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

۳۔ وَاَمَّا اَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَاَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ اَقَلُّوْ

اہل جماعت میں اور میرے متبعین اگر چہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔

وَاَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللّٰهُ لَهُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَاِنْ اَقَلُّوْ

اہل سنت تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جو ان کے لئے مقرر کئے گئے۔(احتجاج طبرسی)

اس روایت میں واضح الفاظ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ خود آپ ذات اور اپنے متبعین کو ہی اہل جماعت کہا اور اس کے ساتھ آپ نے اہل سنت کی واضح علامت یہ بیان

فرمائی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام او ر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا کون پابند ہوسکتا ہے۔تو ثابت ہو گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل سنت کے کامل واکمل مصداق ہیں۔ جس طرح اپنے لئے اور اپنے متبعین کے لئے اہل جماعت کا لفظ استعمال کیا تو اس طرح آپ اہل سنت بھی قرار پائے کیونکہ اس کی تعریف آپ پر بدرجۂ اتم صادق آتی ہے۔تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اہل سنت واہل جماعت ہیں۔

اب قارئین! بنظر انصاف خود فیصلہ کر لیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک وہ تھا جو آپ نے خود اپنی زبانی بیان کیا پھر اسکی تائید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک سے کی گئی۔اب آیئے اس طرح شیعہ حضرات کے سرکار علامہ السید علی الحائری اپنے مؤلفہ کتابچہ خلافت قرآنی کے صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں۔

رہا یہ امر کہ خدا کا پسندیدہ شیعوں کا دین ہے یا اہلسنت کا۔الحمدللہ رب العلمین ہم نے قرآن وحدیث ارشادات ائمہ اہل بیت سے ثابت کر دیا کہ مذہب اہل سنت ہی خدا کا پسندیدہ دین ہے۔اور خلفائے ثلثہ کے عہد میں اسی دین کو تمکین حاصل ہوئی۔ جس کا آیت استخلاف میں ذکر ہے۔ جو خدا کا پسندیدہ دین ہے۔

اور وہ دین تو ظاہر بھی نہ ہوا جو بقول شیعہ حضرات علی رضی اللہ عنہ کا دین تھا۔ کیونکہ

۱۔ نزول آیہ استخلاف کے وقت جن حاضرین سے خطاب ہو رہا ہے ان میں سے خلفائے ثلثہ کو چھوڑ کر کم از کم تین آدمی پیش کریں گے۔ کیونکہ آیت استخلاف میں تمام صیغے جمع کے ہیں اور لغت عرب میں جمع کیلئے کم از کم تین آدمی ہونے ضرور ہیں۔اور علمائے شیعہ واہل سنت تصریح کر چکے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ تینوں انعام مکمل نہیں ملے۔ تمکین دین کے پہلو کو دیکھا جائے تو شیعہ حضرات کے عقیدے اور زعم وخیال کے مطابق حضرت علی کرم

اللہ وجہہ کے مذہب شیعہ کو ان کے دور میں تمکین حاصل ہونی چاہیے مگر حال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس دین کا اظہار تک نہیں کیا۔ اور دوسرا پہلو من بعد خوف ہے تو یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان کے عہد میں امن سرے سے نصیب ہی نہیں ہوا۔ اور تیسرا انعام خلافت فی الارض کا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی حیثیت شیعہ کے مایہ ناز عالم قاضی نور اللہ شوشتری نے اپنی مایہ ناز کتاب احقاق الحق میں یوں بیان کی ہے۔

اِنَ اَمرِ الْخَلَافَةِ مَا وَصَلَ الَیْهِ اِلّا بِالاِسْمِ دُوْنَ الْمَعْنِیْ

یعنی حضرت علی کو خلافت برائے نام ملی تھی۔ شیعہ حضرات کے چوٹی کے عالم علامہ محمد یعقوب کلینی نے اپنی کتاب الروضہ میں حضرت علی کے عہد پر ایک جامع تبصرہ لکھا ہے۔

ثم بوجه وحوله ناس من اهل البية وخاصته' وشيعته فقال قد عملت الولاه قبلى اعمالا خالفوا فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم............فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم لتفرق عنى جندى حتى ابقى واحدى

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مجمع کی طرف متوجہ ہوئے جس میں آپ کے اہل بیت اور خاص معتمد آدمی اور خاص شیعہ تھے اور فرمایا کہ مجھ سے پہلے خلفاء نے ایسے کام کئے ہیں جن میں انہوں نے نبی کریم کی صریح مخالفت کی اور دیدہ دانستہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے ہوئے عہد توڑے سنت رسول کو بدل دیا اب اگر میں لوگوں کو حکم دوں کہ جو کام خلفاء نے کئے انہیں ترک کر دو اور میں احکام الٰہی کو اس اصل پر لاؤں جو پر زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے تو میرا لشکر مجھے چھوڑ دے گا اور میں تنہا رہ جاؤں گا۔

شیعہ حضرات کیلئے مقام غور وفکر! مگر یہی تو وہ فوج تھی جو خلفائے ثلثہ نے تیار کی اور

خلفائے ثلثہ کے دور میں حضرت علی کے ساتھ مل کر کفر کے خلاف برسرپیکار رہی مگر خلفائے ثلثہ سے اختلاف پیدا ہونے کا ایک واقعہ بھی پیش نہ آیا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اسی عقیدے اور اسی عملی زندگی پر متفق تھے جو خلفائے ثلثہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر کے ملک میں لاگو کر رکھا تھا۔ یہی مسلک اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور خلفائے ثلثہ کے عہد میں اسی دین کو تمکین حاصل ہوئی جس کا آیت استخلاف میں ذکر اور جو خدا کا پسندیدہ دین ہے وہ دین تو ظاہر بھی نہ ہوا جو بقول شیعہ حضرات علی رضی اللہ عنہ کا دین تھا۔ ثلثہ کے عہد خلافت میں ہی نہیں بلکہ اپنے عہد خلافت میں بھی تقیہ پر عامل رہے۔ اس کا ثبوت ہم پیش کرتے ہیں۔ حضرت علی کا تقیہ

ثبوت: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا اور ضرور تقیہ کیا۔ موعظہ تقیہ علامہ السید علی الحائری صفحہ ۶۸ بلکہ امام حسن علیہ السلام کا تقیہ، دوستو یاد رکھو کہ علی علیہ السلام کے بعد امام حسن علیہ السلام نے بھی محض حفاظت اسلام کی غرض سے تقیہ کیا اور معاویہ سے صلح کر لی۔

موعظہ تقیہ مؤلفہ السید علی الحائری شیعی مجتہد صفحہ ۷۰

تو مذکورہ دلائل قویہ سے ثابت ہو گیا کہ آیہ استخلاف کا مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں بن سکتے۔ اور نہ ہی اپنے دین کا اظہار کیا کیونکہ انہیں اپنے عہد خلافت میں خطرہ تھا کہ جو فوج ان کے گرد جمع ہے اور جس کی طاقت پر حکومت کی بقا کا مدار ہے وہ باغی ہو جائے گی۔ اگر خلفائے ثلثہ کے زمانے کا کوئی بھی حکم بدلا گیا۔ اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

ہماری طرف سے شیعہ حضرات کیلئے چیلنج

ا۔ نزول آیت استخلاف کے وقت جن حاضرین سے خطاب ہو رہا ہے جو کہ شیعہ حضرات کے حجۃ الاسلام والمسلمین صدر المفسرین علامہ السید علی الحائری کی تفسیر کے مطابق

(سب کے سب صحابہ کرام تھے ان میں سے خلفائے ثلثہ کو چھوڑ کر کم از کم تین آدمی پیش کریں۔ جن کے ہاتھ سے یہ تینوں انعامات خداوندی پورے ہوئے ہوں۔ یعنی استخلاف فی الارض، تمکین دین اور امن بعد خوف مگر یہ بھی ان کیلئے ناممکن ہے۔ تو ہم پر زور دعوٰی کرتے ہیں۔ کہ اگر خلفائے ثلثہ کو کامل الایمان، صالح الایمان اور اس آیت استخلاف کے موعودہ خلیفہ تسلیم نہ کر نیوالا قرآن کی اس آیت پر اپنا ایمان رکھنا ثابت کردے تو ہم شیعہ مذہب کے برحق ہونے کا اعلان کردیں گے۔ مگر یہ بھی ناممکن ہے کہ

صدیقؓ	عکسِ	حُسنِ	کمالِ	محمد	ﷺ		است
فاروقؓ	ظلِّ	جاہ	و	جلالِ	محمد	ﷺ	است
عثمانؓ	ضیائے	شمعِ	جمالِ	محمد	ﷺ		است
حیدرؓ	بہارِ	باغِ	خصالِ	محمد	ﷺ		است
اسلام	ما	اطاعت	خُلفائے	راشدین			
ایمانِ	ما	محبتِ	آلِ	محمد	ﷺ		است

فضائل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(از قرآن وکتب شیعہ)

وَالَّذِیْنَ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

اور وہ ذات جو صدق لیکر آئی اور وہ شخص جس نے اُس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیز گار ہیں۔ (پارہ ۲۴)

اس آیت کی تفسیر میں شیعی مفسر علامہ طبرسی نے یوں لکھا ہے۔

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْبَکْرٍ (تفسیر مجمع البیان جلد ۳ جز ۵ صفحہ ۲۵ تہران)

ترجمہ: جو ذات صدق لیکر آئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے اُن کی تصدیق کی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

فضیلت نمبر۲:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

آیت کریمہ کے تحت جو گیارہویں پارے کے رکوع نمبر۲ کی آیت ہے۔ مجمع البیان میں یوں مذکور ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ بَعْدَ خَدِيْجَةَ اَبُوْبَكْرٍ (تفسیر مجمع البیان جلد۳ ج۵ صفحہ ۵۶)

ترجمہ: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ تفسیر کے دونوں حوالہ جات سے کہ اس زمانہ میں جب اسلام کا نام لینا موجب عذاب جان تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابو بکر صدیق تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام احکامات وغیرہ عطا کئے۔ احسن تمام کی تصدیق کرنے والے بھی ابو بکر ہی تھے۔ اسی بنا پر صحابہ کرام میں آپ (الصدیق) کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اُن کو ایک کاہن نے کہا تھا کہ عنقریب ایک شخص بنی ہاشم سے محمد نام زمین بطحا میں رسول ذوالاحتشام ہوگا چاہیے تو اس کے ساتھ بیعت کر اور بعد گزرنے مدت کے اُس نبی کا جانشین ہووے یہ خوش خبری جو دل میں پوشیدہ تھی کمال اس بیعت سے خوش ہوئی تو پس ثابت ہوا کہ حضرت صدیق کاہن کے کہنے پر سب سے پہلے ایمان لائے اور وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ کی امتیازی ڈگری حاصل کی۔ نور اللہ شوشتری نے لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابو بکر کو حصول دولت وعزت اور فراخی روزگار امیدیں دلاتے رہے حتیٰ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اسی طمع کی بنا پر مسلمان ہو گئے۔ اصل عبارت خاطر او را بحصول جاہ توسعۂ دستگاہ امیدوار گردانیدنا

آ نکہ بآں طمع مسلمان شد۔ (مجالس المومنین جلد اصفحہ ۲۰۶ تہران)

انتباہ: اہل تشیع کا ابتداء سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ حقیقت کو توڑ مروڑ کر غلط رنگ دے کر پیش کرتے ہیں اور اس سے مقصد اُن کا یہ ہوتا ہے کہ کسی کی فضیلت اُن الفاظ میں اُس کی مذمت بن کر سامنے آئے اسی حوالہ کو دیکھئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ درمیان جماعت اصحاب مے گفتند ماسبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوٰۃ ولکن بشی موقرنی صدرہ۔ (مجالس المومنین جلد اصفحہ ۲۰۶)

ترجمہ: صحابہ کرام کے مجمع میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نماز اور روزہ کی کثرت کی بنا پر تم سے سبقت نہیں لے گیا بلکہ سبقت کی وجہ وہ تھی جو اس کے سینہ میں جمی ہوئی تھی۔ مگر ان کا یہ کہنا کہ ابوبکر صدیق ؓ کو مال و دولت اور عزت کا لالچ دیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام لانے پر آمادہ کیا اور وہ اس غرض سے مسلمان ہوئے۔ اور اس طمع و لالچ میں ابوبکر تمام صحابہ سے بڑھ کر تھے۔ مگر بات اصل یہ ہے کہ

ہنر بچشم عداوت عیب عظیم است (عداوت کی نظر سے اچھائی بھی برائی نظر آتی ہے)

مگر قارئین کرام غور فرمائیں کہ اہل تشیع کے مایہ ناز مفسر نے آیت قرآنی کی تفسیر میں کیا بیان کیا۔

اِنَّ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ بَعْدَ خَدِیْجَۃَ اَبُوْ بَکْرٍ

جو کہ ہم نے فضیلت نمبر ۲ کے ضمن میں لکھا ہے اور صَدَّقَ بِہٖ اَبُوْ بَکْرٍ جو فضیلت نمبر ۱ کے ضمن میں درج ہے۔ ان دو حوالوں پر غور پر فرمائیں تو اس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق کا مشرف باسلام ہونا اعلان نبوت کے ساتھ ہی تھا۔ جبکہ نور اللہ شوشتری یہ کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر ابوبکر کو لالچ دیتے رہے اور ابوبکر کا دل مائل باسلام کرنے میں کافی عرصہ لگا تب کہیں جا کر اس لالچ میں پڑ کر ابوبکر مسلمان ہوئے۔ تو یہ کافی

عرصہ کہاں سے نکلا اور اگر اسلام لالچ کے طور پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے "صدق بہ" فرما کر معاذ اللہ اپنے لاعلم ہونے کا اظہار کیا کہ اُسے ابوبکر صدیق کے صحیح اسلام اور لالچ کے اسلام کے مابین فرق معلوم نہ تھا۔ حاشا وکلا وہ ذات پاک علیم بذات الصدور ہے اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر لالچ دینے کا اتہام کور باطنی کا مظہر ہے اور حقیقت یہی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مخلص مؤمن تھے اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو بتلا دیا کہ ابوبکر صدیق کی فضیلت اُن کے دل کی پختگی اور محبت میں وارفتگی کی بنا پر ہے۔ مجمع البیان اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابوبکر پرہیز گار اور صدیق تھے۔

فضیلت نمبر۳:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی (سورۃ واللیل)

ترجمہ: پس جس شخص نے دیا اور پرہیز گاری ترتی اور ٹھیک باتوں کی تصدیق کی تو بہت جلد ہم اُسے آسانی کی توفیق دیں گے۔ (ترجمہ مقبول شیعی)

علامہ طبرسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

عَنِ ابْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ اِنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ لِاَنَّہٗ اشْتَرَی الْمَمَالِیْکَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُھَیْرَۃَ وَغَیْرِھِمَا وَاَعْتَقَھُمْ

ترجمہ: ابن زبیر سے روایت ہے کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی الی آخرہ۔ یہ آیت ابوبکر صدیق ﷺ کی شان میں نازل ہوئی آپ نے بہت سے غلام خریدے تھے جو مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ وغیرہ اور پھر ابوبکر صدیق نے اُن کو آزاد کر دیا۔

نمبر۲۔ ایسے ہی فضائل مرتضوی میں غلاموں کا آزاد کرنا لکھا ہے۔

نمبر۳۔ غلاموں کا آزاد کرنا نہ صرف صدیق اکبر نے بے شمار مال و دولت، اشاعت و تبلیغ پر صرف کیا بلکہ اُن غلاموں کو مول لیکر آزاد کیا جو کافروں کے ظلم و ستم کا (بوجہ اسلام لانے کے) مفسر نے و اتقٰی سے صدیق اکبر کا مقام تقوٰی بیان کیا۔ یعنی اتقٰی کا مصداق حضرت ابو بکر کو بیان کیا۔ اب اس سورہ واللیل کی آخری آیتیں تلاوت کیجئے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَالِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى. وَلَسَوْفَ يَرْضٰى

ترجمہ: اور عنقریب اُس سے وہ پرہیز گار بچالیا جائے گا جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور لطف یہ کہ اُس پر کسی کا احسان نہیں ہے کہ اُس کا بدلہ دیا جائے۔ بلکہ وہ اپنے عالیشان پروردگار کی رضا چاہتا ہے آگے چل کر وہ ضرور اُس سے راضی ہو جائے گا۔

(ترجمہ مقبول شیعی)

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق کے حق میں نازل ہوئی جب آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھاری قیمت دے کر کفار سے خریدا اور آزاد کیا۔ کفار نے حیرت سے کہا کہ شاید حضرت بلال کا آپ پر کوئی احسان ہوگا۔ جس کا بدلہ ادا کرنے کے لئے آپ نے اتنی بڑی قیمت سے خرید کر آزاد کیا اُن کفار کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل خصوصی صفات بیان ہوئے۔

۱۔ اُن کا دوزخ سے بہت دور رہنا۔

۲۔ اُن کا سب سے بڑا متقی ہونا یعنی اتقٰی

۳۔ اُن کا بے مثل سخی ہونا۔

۴۔ اُن کے اعمال طیبہ کا ریا سے پاک ہونا یعنی خالص رب کیلئے ہونا اور جنت میں انہیں رب کریم کی طرف سے ایسی نعمتیں ملنا جس سے وہ راضی ہو جاویں لطف کی بات۔اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے قرآن میں فرمایا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

آپکو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاویں گے

اور حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کیلئے فرمایا وَلَسَوْفَ يَرْضٰى عنقریب صدیق اکبر راضی ہو جاویں گے۔

نکتہ عجیبہ: سورۃ واللیل پارہ ۳۰ کی ان ہر دو آیات سے حضرت ابوبکر صدیق کا باتفاق مفسرین اتقٰی ہونا ثابت ہو گیا ہے۔اب سورۃ حجرات پارہ ۲۶ کی آیت کریمہ

اِنَّ اِكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک تم میں سب سے بڑی عزت والا وہی ہے جو بڑا متقی اور پرہیزگار ہو گا۔(فرمان علی شیعی)

تو حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کا سب میں مکرم اور متقی ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

خلاصہ: جس قدر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت زیادہ کرے گا اُسی قدر وہ زیادہ اشرف وافضل ہو گا۔

فضیلت نمبر ۴:

امام جعفر صادق کی والدہ کے ابوبکر نانا اور دادا لگتے ہیں۔امام پاک جعفر صادق کا فرمان! وَلَدَنِيَ الصِّدِّيْقُ مَرَّتَيْنِ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی میں دو طرح سے اولاد

ہوں) احقاق حق صفحہ ۷

دُفِنَ الْبَقِیعَ فِیْ قَبْرِ الَّذِیْ دُفِنَ فِیْهِ اَبُوْهُ وَجَدُّہٗ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَاُمُّهٗ اُمُّ فَرْوَةَ بِنْتُ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَاُمُّهَا اَسْمَآءُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۸۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور شوال ۱۴۸ ہجری میں عمر ۶۵ سال انتقال فرمایا اور بقیع کے اندر اُس حصہ زمین میں دفن ہوئے جہاں اُن کے باپ دادا اور امام حسن رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔ اُن کی والدہ اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں اور فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھیں۔ اصول کافی جلد اول صفحہ ۴۷۲ کتاب الحجۃ مولد ابی عبداللہ

فضیلت نمبر ۵:

ذکر اسلام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ذکر اسلام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ درمبداء حال ایں خجستہ مآل کہ آفتاب عنایت ازلی بر باطن او پرتو افگند

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے ذکر وہ مبارک انجام ابوبکر جن کے قلب پر عنایت الٰہی کا آفتاب عکس فگن ہوا۔

از قاسم بن محمد نقل کردہ اند کہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عرضت الاسلام علیٰ اَحدٍ الا کانت عنده کنوة و تردد و نظرة الا ابا بکر فانه لم یتعلم ای هان بتوقف فی قبول ایمانه

ترجمہ: قاسم بن محمد سے منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے

جس کو بھی دعوت اسلام دی اُس نے فوری طور پر اُسے قبول کرنے میں کچھ تردد اور غور وفکر سے کام لیا ہاں مگر ایک ابو بکر ایسا ہے جس نے اسلام کے فوری قبول کرنے میں کسی قسم کا تردد نہ کیا۔ (تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۷۷)

مذکورہ حوالہ سے فضائل ابو بکر صدیق

۱۔ صدیق اکبر کا دل اللہ تعالیٰ نے ازلی طور پر نور عنایت کا خزینہ بنایا تھا۔

۲۔ ہر اسلام لانے والے نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت پر کچھ تردد اور دریافت کیا لیکن فوری طور پر بلا حیل وحجت اسلام قبول کرنے والے صرف صدیق اکبر ہی ہیں۔

فضیلت نمبر ۶: حضرت ابو بکر نے اپنے کافر بیٹے پر تلوار اٹھالی

بالجملہ درآں گیرو دار عبدالرحمٰن بن ابی بکر بمیداں آمدہ مبارز خواست ابو بکر آہنگ جنگ او کردو تیغ براو کشید پیغمبر فرمود شِمْ سَيْفَكَ وَارْجِعْ اِلٰى مَكَانِكَ وَمَتِّعْنَا بِنَفْسِكَ

ترجمہ: مختصر یہ ہے کہ اس پکڑ دھکڑ کے دوران (جو جنگ اُحد میں ہوئی) عبدالرحمٰن بن ابو بکر (جو کہ ابھی اسلام نہیں لایا تھا) میدان میں نکلا اور مدمقابل طلب کیا۔ حضرت ابو بکر جو عبدالرحمٰن کے والد حقیقی تھے انہوں نے اس سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا اور تلوار نیام سے باہر نکال لی یہ دیکھ کر آنحضرت عالسیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اے ابو بکر اپنا تلوار نیام میں ڈال لو اور اپنی جگہ پر واپس جاؤ اور ہمیں اپنی ذات وشخصیت سے نفع پہنچاؤ۔

(ناسخ التواریخ جلد اول صفحہ ۳۲۷)

مقام غور: اہل تشیع کی معتبر تاریخی کتاب نے اس واقعہ کے ذکر کے ضمن میں یہ بات بالکل واضح کر دی کہ حضرت ابو بکر نے اسلام اور بانی اسلام سے محبت وعقیدت کی بنا پر اور عشق و محبت سے سرشار ہو کر اپنے حقیقی بیٹے کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انہیں منع نہ فرماتا تو اس کے قتل سے انہیں کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

فضیلت نمبر ۷:

غزوہ تبوک میں ابوبکر صدیق ﷛ نے گھر کا سارا مال و دولت آپ کے قدموں میں لا کر رکھ دیا۔ جب آنحضرت عالمیان نے غزوہ تبوک کیلئے مالی امداد کا صحابہ کرام اور اس غزوہ میں آپ نے جو مالی امداد ناسخ التواریخ کی کتاب دوم جلد اول میں دیکھیے۔

ایں ہنگام ابوبکر رسید و اندوختہ خویش را بتمامت پیش داشت فرمود برائے اہل خور چہ نہادہ ای عرض کرد از حضرت اللہ و رسول را برایشاں ذخیرہ نہادم

ایسے ہی آپ نے کئی مرتبہ راہ خدا میں مال دیکر خوشنودئ پروردگار عالم حاصل کی۔

فضیلت نمبر ۸: ابوبکر صدیق کی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جانثاری

کئی بار آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے نرغہ میں گھرے ہوئے بچالیا۔ چنانچہ ہمچو قسم ایک واقعہ۔ پس یکتن ردائے آنحضرت را بگرفت و بگردن در انداخت و بے سخت بکشید چنانچہ نفس مبارکش تنگی گرفت۔ ابوبکر چوں ایں بدید فریاد برآورد

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ

ایا مے کشید مردے را کہ مے گوید پروردگار من اللہ است و آوردہ است شما آیات روشن از پروردگار شما۔ کفار قریش چوں ایں بشنید ندست از پیغمبر برداشتند و در ابوبکر آویختند و موئے زنخش را بکشیدند و سرش را بشکستند و چناں سر و مغزش را بانعل کوفتند کہ مدہوش باز افتاد۔

خلاصہ کلام: کافروں میں ایک نے آپ کی چادر پکڑ کر آپ کے گلے مبارک میں ڈال کر اتنا سخت کھینچا کہ سانس مبارک تنگی سے آنے لگا۔ جب ابوبکر نے یہ دیکھا زور سے چلا کر فریاد کی کہ ایسی ہستی کو مارتے ہو جس کا صرف یہ جرم ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور تمہاری طرف اپنے رب کیطرف سے روشن آیات لی کر آیا ہے۔ جب کفار قریش نے ابوبکر کا

یہ کلام سنا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر ابو بکر کو پکڑ لیا۔ ابو بکر صدیق کے منہ پر اُس کافر نے اتنی جوتیاں ماریں کہ بینی و رخسار سوج کر برابر ہو گئے اور آپ کی داڑھی کو کھینچتے تھے۔ (ناسخ التواریخ جلد دوم صفحہ ۵۸۱)

نوٹ: اس قسم کے واقعات جانثاری اور جانبازی قبل از ہجرت کئی بار پیش آئے اور اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی مگر رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نرغہ اعدا میں بال بیکا نہ ہونے دیا اور اپنی بے عزتی کا ذرا بھر خیال نہ کیا کئی بار پیٹے گئے۔

فضیلت نمبر ۹: فرمان رسول خدا۔ ابو بکر نے مجھ کو زیادہ مالی جانی امن دیا۔

ناسخ التواریخ:۔ نیز فرمود کہ خداوند مخیّر کردہ است بندہ را میان دنیا و آخرت و آنچہ نزد او بود از ثواب و نعیم و لقائش را اختیار کرد آں بندہ از آنچہ نزد خدا بود ابو بکر بگریست دوم از گریہ او در عجب شدند ہمانا ابو بکر فہم کرد کہ آں بندہ مخیّر پیغمبر است رسول خدائے فرمود

اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَوْ اتَّخَذْتُ خَلِیْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا

(ناسخ التواریخ حالات زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد ۴ صفحہ ۱۲۱)

ترجمہ: آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کو پسند کر لے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ثواب نعمتیں اور اس کی ملاقات کا حصول ہے تو اس بندہ نے ان میں وہ پسند کیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھا۔ یہ سن کر ابو بکر صدیق رو پڑے۔ لوگ یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ ابو بکر صدیق اس امر کی تہہ تک پہنچ گئے تھے کہ اس بندہ سے کون مراد ہے جسے اختیار دیا جا رہا ہے۔ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا بیشک جس نے مجھ پر ایمان لانے اور مالی

قربانیاں کرنے میں سب سے سبقت کی وہ ابوبکر بن ابوقحافہ ہیں۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو وہ یقیناً ابوبکر ہوتے۔ اور یہی روایت اہل سنت کی صحیح مسلم شریف جلد ششم صفحہ ۶۳ مترجم پر موجود ہے۔

عن ابی سعید اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ جَلَسَ عَلَى الْمِنبَرِ فَقَالَ عَبْدٌ خَيَّرَهُ اللّٰهُ........ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي مَالِهٖ وَصُحْبَتِهٖ اَبُوْبَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا

ترجمہ: ابوسعید سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمااللہ کا ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے چاہے دنیا کی دولت لیوے چاہے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنا چاہے یعنی اختیار کرے پھر اُس نے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنا اختیار کیا۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق روئے۔ (سمجھ گئے کہ آپ کی وفات قریب ہے) پھر کہا ہمارے باپ دادا ہماری مائیں آپ پر سے صدقہ ہوں۔ پھر معلوم ہوا کہ اس بندے سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابوبکر کا احسان ہے مال کا بھی اور صحبت کا اور جو میں خلیل بناتا (سوا خدا کے) تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔

مقام غور وفکر: فرمان الٰہی

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ ایک رسول انہیں میں سے مبعوث کر دیا۔ (ترجمہ مقبول شیعی صفحہ ۱۴۰ آل عمران)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت شریفہ کا احسان

جتایا۔ ادھر سرور کائنات نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابو بکر صدیق کا احسان ہے۔
اللہ اللہ ز ہے نصیب حضرت ابو بکر صدیق کے اور حضرت ابو بکر صدیق کی صحبت کا بیان تو خود
اللہ پاک کا قرآن اس پر شاہد عدل ہے۔ (سورۃ توبہ) ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْ
یقول لِصَاحِبِهٖ

۱۔ وَاَمَرَکَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَابَکْرٍ حضرت جرائیل نے آ کر کہا خدا آپ کو سلام
کہتا ہے اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے کہ ابو بکر کو اپنا رفیق سفر بناؤ۔ (تفسیر امام حسن عسکری)

۲۔ شہادت نزدیک آں قوم پر مکر رفت بسوئے سرائے ابو بکر رفت
ترجمہ: آنحضرت صحیح سالم بحفظ خدا اس نابکار قوم کے ہاتھوں سے نکل کر ابو بکر کے گھر پہنچ گئے۔

پئے ہجرت او نیز ایستادہ بود کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
تو ابو بکر ہجرت کیلئے تیار کھڑے تھے۔ کیونکہ آنحضرت اُن کو پہلے ہجرت کی خبر دے
چکے تھے۔ ابو بکر واقف حال ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ہو گئے۔

چوں رفتند چندیں بداماں دشت قدم فلک سائے مجروح گشت
جب تھوڑا سا سفر طے کیا تو حضور علیہ السلام کے قدم مبارک زخمی ہو گئے
ابو بکر آنکہ بدوشش گرفت ولے زیں حدیث است جائے شگفت
تب حضرت ابو بکر نے آنحضرت عالمیاں کو کندھے پر اٹھالیا۔

وراں کس چناں قوت آمد پدید کہ بار نبوت تواند کشید
یہ بات واقعی عجیب ہے کہ اُس جانثار کو کیسی قوت حاصل ہوگئی کہ بار نبوت کا متحمل ہو گیا۔

درآمد رسول خدا ہم بغار نشستند یکجا بہم ہر دو یار
رسول خدا غار میں داخل ہو گئے اور دوست ایک ہی جگہ بیٹھ گئے۔ (حملہ حیدری)

شہادت نمبر۳:

تفسیر قمی میں یوں پائی جاتی ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا جبکہ تھے رسول پاک غار میں ابوبکر کو فرمایا گویا کہ میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ اُن کو دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! ابوبکر نے کہا مجھے بھی دکھایئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوبکر کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا تو اس کو بھی سب کچھ نظر آنے لگا تو اصل عبارت یوں ہے۔

فَقَالَ اَبُوبَکرٍ تَرَاهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ فَاُرِيْتُهُمْ فَمَسَحَ عَلٰى عَيْنِهٖ فَرَاهُمْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اَنْتَ الصِّدِّيْقُ (شیعہ حضرات کی مستند کتاب قمی صفحہ ۱۵۰ واقعہ نماز کے متعلق یعنی ابوبکر ﷛ کو بحکم خدا آنحضرت کو سفر ہجرت میں اپنا رفیق بنانا۔ (تفسیر امام عسکری)

دوسری شہادت حملہ حیدری شیعہ حضرات کی مستند کتاب سے، تیسری شہادت واقعہ غار تفسیر قمی سے اور سب سے بڑی قرآن پاک کی آیت کریمہ جو سورۃ توبہ سے پہلے نقل کی گئی ہے۔ ہزار ہزار شکر اس خدائے پاک کا جس نے شیعی جمین اور مفسرین کی قلم سے ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ سورۃ توبہ کی آیت غار کے ماتحت حضرت ابوبکر صدیق کو اس کا مصداق لکھوا دیا۔ القصہ

حضرت ابوبکر صدیق ﷛ دنیا میں قدم قدم پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے کہیں بھی مفارقت وجدائی نہیں ہوئی۔ مکہ میں ساتھ مدینہ پاک میں ساتھ جنگ میں ساتھ، صلح میں ساتھ، غار میں ساتھ، مزار میں ساتھ، علامہ اقبال حقیقت کی کتنی صحیح ترجمانی کی ہے۔

آں امن الناس بر مولائے ما | آں کلیم اول سینائے ما
همت او کشت ملت را چو ابر | ثانی اسلام غار و بدر و قبر

یہی تو ہیں کہ ہیں مصداقِ اذھما فی الغار

فضائل ابو بکر کے ضمن میں ہم نے چند واقعات جن سے آپ کی! جانی مالی قربانیوں کا ذکر ہے جن کا اعتراف اکابر علمائے تشیع نے بھی کیا ہے۔ بلکہ مسلم بین الفریقین حدیث مبارک میں خود سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابو بکر کی جانی و مالی اور ہر اڑے وقت میں محبت و سنگت کی قربانیوں کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابو بکر کا احسان ہے۔ اسی مثالی عقیدت و محبت اور عشق صادق کی بنا پر ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کے نزدیک محبوب ترین انسان کون ہے؟ فرمایا! ابو بکر صدیق

اصل عبارت: یا رسول اللہ محبوب ترین خلائق نزد تو کیست فرمود کہ عائشہ، گفت سوال من از رجال است فرمود پدر او باز پرسید کہ بعد از وے کیست فرمود کہ عمر

ترجمہ: یعنی صحابی نے یا رسول اللہ آپ کے نزدیک محبوب ترین انسان کون ہے؟ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا اُس نے عرض کی مردوں میں آپ کا محبوب ترین کون ہے؟ فرمایا اس کا باپ (ابو بکر صدیق ﷺ) پھر پوچھا ان کے بعد درجہ کس کا ہے فرمایا عمر بن خطاب کا اس سے ثابت ہو گیا کہ ابو بکر صدیق اور سیدہ عائشہ نبی علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

(روضۃ الصفاء جلد دوم صفحہ ۳۸۰)

پروانے کو چراغ عنا دل کو پھول بس
صدیق کیلئے خدا کا رسول بس

علامہ اقبال

فضائل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(از قرآن پاک وکتب تشیع)

شہادت نمبر۱:

قرآن مجید میں آیا ہے کہ **هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا** (وہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے۔ اور دیکھ بھال کیلئے اللہ کافی ہے)۔ (ترجمہ مقبول پ ۲۶ سورۃ فتح صفحہ ۱۰۲۴)

خدا تعالیٰ نے بعثت نبوی کی علتِ غائی غلبۂ دین کو قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے مصر و شام اور ملک فارس پر غلبہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں حاصل نہ ہوسکا یہ غلبہ عہد فاروقی میں پورا ہوا ہم اپنی کتاب کے باب خلافت میں تفصیل کے ساتھ بیان کرچکے ہیں۔ وہاں سے پڑھ کر تسلی کرلیں۔

شہادت نمبر۲:

اسی غلبۂ دین کی خاطر آنحضرت عالسیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔ **اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَدِ الْعُمَرَیْنِ بِعُمَر ابن الْخَطَّاب اَو بِاَبِیْ جَهل بن هشام** (تفسیر صافی)

اے خدا اسلام کو یا تو عمر بن الخطاب سے عزت و غلبہ عنایت فرما اور یا ابوجہل سے

اور یہی روایت ملا باقر مجلسی سے سنیئے

روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی عزت دے اسلام کو عمر بن خطاب کے ایمان و اسلام لانے سے یا ابوجہل بن ہشام کے مسلمان ہونے سے۔ (بحار الانوار جلد ۱۴ کتاب السماء والعالم باقر مجلسی)

قارئین کرام توجہ فرمائیں حضرت عمر فاروق کے قبول اسلام سے پہلے حضرت علی حیدر کرار، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت صدیق اکبر حضرت امیر حمزہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور کئی مشہور اصحابی ایمان لا چکے تھے۔ تو حضرت صدیق اکبر کی مالی جانی قربانیاں، شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار اور دیگر افراد جانباز، جانثار بنو ہاشم کے ہوتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدرگاہ خداوند جل و علیٰ دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور غلبہ اسلام اور عزت دین کی خاطر سیدنا عمر فاروق کو چن لیا۔

شہادت نمبر ۳:

فاروق اعظم کے ایمان لانے سے اسلام مضبوط ہو گیا اور کفر کی جڑیں ہل گئیں۔ حضرت عمر فاروق بارادہ قتل آنسرور عالمیاں گھر سے نکلے راستہ میں کسی نے کہا کہ تمہاری بہن اور بہنوئی نے بھی نیا دین قبول کر لیا ہے۔ آپ اُن کے گھر آئے دروازہ پر دستک دی اور اندر سے بے مثل کلام سننے میں آیا دروازہ کھولا اور اندر شور و غوغا سے داخل ہوئے اپنے بہنوئی کا گلہ اس زور سے دبایا کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ اتنے میں ان کی ہمشیرہ فریاد کرتی آئی اور کہا ہم دین محمدی کو اب کبھی نہیں چھوڑ سکتے اگر چہ اس کی خاطر ہمیں اپنے سر قربان کیوں نہ کرنے پڑیں۔

عمر فاروق اپنی بہن سے کہنے لگے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نظر آیا جس کیوجہ سے اُن کے دین پر اسقدر فریفتہ ہو چکے ہو کہا وہ ایک کلام ہے جسے سن کر ہمیں یقین ہو گیا کہ واقعی اللہ کا کلام ہے۔ عمر فاروق نے ہمیں بھی سناؤ۔ بہن نے چند آیات پڑھیں انہیں سن کر دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور علیہ السلام نے عمر کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے فرمایا اگر صلح صفائی سے آیا ہے تو میں ہاتھ روک لیتا ہوں اور جنگ کے ارادہ سے آیا ہے تو ابھی میں تیرا کام تمام کیئے دیتا ہوں۔ عمر کہنے لگے میں مسلمان ہو گیا ہوں آپ نے کہا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھو"

چوں عمر کلمہ طیبہ عرض کرد حضرت تکبیر گفت و یاراں از شوق بشاشت بآواز بلند تکبیر گفتند چنانچہ غلغلہ تکبیر ایشاں بمحافل قریش رسید بعد ازاں عمر گفت یا رسول اللہ مناسب نے نماید کہ مشرکاں لات وعزیٰ را پرستند و اہل اسلام درنہاں خانہ بعبودیت مولیٰ قیام نمائید، اظہار دین حق وملت صدق بفرمائی، ایں سخن گفتہ بیروں آمدند وبطواف خانہ کعبہ رواں شدند و بر جانب راست حضرت پیغمبر صدیق بود و بر یسار حمزہ و علی پیش پیش حمزہ شمشیر حمائل کرد، و عمر پیش پیش علی مے رفت وسائر اصحاب رسول در عقب قدم میروند

ترجمہ: جب عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تکبیر کہی صحابہ کرام نے انتہائی خوشی ومسرت میں آکر اتنے زور سے تکبیر کہی کہ قریش کی محفلوں تک اس کی آواز سنائی دی۔ حضرت عمر ﷛ نے عرض کی! حضور مشرکین لات ومنات کی کھلے بندوں پوجا کریں یہ مناسب نہیں اور ہم مسلمان چھپ کر اللہ کی عبادت کریں آپ دین حق اور ملت صدق کے اظہار کا ارشاد فرمائیں۔ یہ کہہ کر سب صحابہ کرام باہر نکلے اور طواف کعبہ کیلئے چل پڑے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں طرف ابوبکر صدیق اور بائیں طرف حضرت حمزہ تھے اور حضرت علی آگے آگے تھے۔ حضرت حمزہ تلوار لٹکائے ہوئے تھے اور حضرت عمر حضرت علی کے

آگے آگے جا رہے تھے اور باقی صحابہ کرام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے آ رہے تھے۔
کافروں نے دیکھا اور کہا۔

کفار گفتند بعمر درعقب تو کیست گفت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہر کس از شما حرکت کند بضرب شمشیر آبدار بدار جہنم رسانم

ترجمہ: کافروں نے عمر فاروق سے پوچھا تیرے پیچھے کون ہے کہا محمد رسول اللہ ہیں۔ خبردار تم میں سے کسی نے بھی کوئی غلط حرکت کی تلوار آبدار سے اُس کا سر قلم کر کے جہنم رسید کر دوں گا۔

کفار متوجہ عمر شدند، عمر بدفع ایشاں مشغول شدہ جملہ را از حوالی کعبہ دور خاست و حضرت رسول بہ بیت اللہ درآمد با اصحاب کرام باوائے صلوٰۃ قیام نمودند وآیہ کریمہ یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔ فرود آمدہ

ترجمہ: کافر حضرت عمر کی طرف متوجہ حضرت عمر نے اُن تمام کو کعبہ کے اردگرد سے بھگا دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ صحابہ کرام کعبہ میں تشریف لائے اور با جماعت نماز پڑھی اور یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ نازل ہوئی۔

(روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۸۴)

غزواتِ حیدری:

جب رسول اللہ اور باقی صحابہ کرام کعبہ کی طرف چلے تو سب سے آگے حضرت علی المرتضٰی تھے اور ان کے اور آگے عمر تیغ بکر بجماعت وافر اور ان کے پیچھے اصحاب نجستہ انساب بصد کروفر ہنستے اور باتیں کرتے بیخوف وخطر داخل خانہ داور ہوئے یکبار در و دیوار حرم نے بصد افتخار سراپنا تا بعرش کردگار پونہچایا اور بیر زمزم کے پانی نے فرط مسرت میں سلسبیل کو ذائقہ حلاوت بخشا

غزوات حیدری اردو ترجمہ حیدری مترجم محقق شہیر جناب سید محسن علی مطبع نولشکور حملہ حیدری گرفتش ببر سرور انبیاء نشاندش بجائے کہ بودش سزا بگفتند اصحاب ہم تہنیت کہ زآں بشتر یافت دین تقویت

پس اصحاب دین راشد مدعا — کہ از خدمت سرور انبیاء

بسوئے حرم آشکارا روند — نماز جماعت بجا آورند

رسید ایں سخن چوں بعرض رسول — زخیر البشر یافت عز وقبول

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران صفحہ ۱۳)

گرفتن ببر سرور انبیاء — نشاندش بجائے کہ بودش سزا

بگفتند اصحاب ہم تہنیت — کہ زآں بیشتر یافت دین تقویت

پس اصحاب دین راش مدعا — کہ از خدمت سرور انبیاء

بسوئے حرم اشکار روند — نماز جماعت بجا آورند

رسید ایں سخن چوں بعرض رسول — زخیر البشر یافت عز وقبول

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران صفحہ ۱۳)

ان تین شیعی کتب معتبرہ روضۃ الصفاء، غزوات حیدری، حملہ حیدری کے مذکورہ حوالوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فضائل ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت عمر فاروق ﷺ کے مشرف باسلام ہونے پر خود محبوب رب کائنات نے اور انکی اقتداء میں صحابہ کرام نے اتنی بلند آواز سے اللہ کی تکبیر کہی کہ اس کا غلغلہ کفار کی محفلوں تک سنا گیا۔

۲۔ اسلام کو قوت اور غلبہ فاروق اعظم کے اسلام لانے کی وجہ سے ملا کیونکہ اُن اسلام لانے کیلئے آنحضرت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللھم اعز الاسلام

بعمر بن الخطاب ۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے سبب اسلام کو عزت وغلبہ عطا فرما۔

۳۔ فاروق اعظم کے اظہار ایمان سے پہلے حضور اکرم بمعہ جماعت اپنے گھر میں نماز ادا کرتے تھے لیکن جب فاروق اعظم نے ایمان کا اظہار فرمایا تو پوری جماعت کو لیکر حرم کعبہ میں نماز با جماعت ادا کی۔

۴۔ کعبہ میں اولین نماز با جماعت حضرت عمر فاروق کی جرأت وشجاعت کی مرہون منت ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم کو ایسی جرأت اور رعب عطا فرمایا تھا کہ کفار کو للکار کر کہا اگر تم میں سے کسی نے ایسی حرکت کی تو تمہاری گردنیں اڑا دوں گا۔ بالاخر انہیں حدود حرم سے نکال دیا۔ لیکن کسی کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔

۶۔ طواف کعبہ کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے آگے فاروق اعظم تھے تا کہ کفار کو آپ کی طرف آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

یا ایها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المومنین

یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کامل الایمان ہونے اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۷۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عمر بن خطاب کے ایمان لانے پر اسقدر خوش ہوئے کہ سینہ سے لگا کر پھر اُن کی شایان شان جگہ پر بٹھایا۔

ترجمہ شعر نمبرا:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بازوؤں میں لے کر اُن کی شایان شان جگہ پر بٹھایا۔ تمام موجود صحابہ نے مبارک باد دی۔

ترجمہ شعر نمبر۲:

ان کے ذریعہ اللہ نے دین کو مضبوطی عطا کی۔

ترجمہ شعر نمبر۳:

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے آپ کے ساتھی مسجد الحرام کی طرف گئے بڑے کروفر سے اور وہاں نماز باجماعت ادا کی۔

ترجمہ شعر نمبر۴:

جب کعبہ میں جا کر نماز باجماعت کا مطالبہ سرکار دو عالم کے حضور پیش کیا۔

ترجمہ شعر نمبر۵:

تو خیر خلق اللہ قبول فرما کر اجازت دے دی۔

اہل تشیع حضرات سے مطالبہ غور وفکر کا:

۱۔ قارئین کرام غور فرمائیں جس شخص مکرم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کر کے اللہ رب العزت سے مانگا ہو اور پھر اس کے اسلام لانے پر فرط مسرت سے با آواز بلند تکبیرات کی ہوں پھر جس نے خداداد قوت وشجاعت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بمعہ صحابہ کرام طواف کعبہ بحفاظت کروا رہا ہے۔

مزید اس پر اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے میں "یا ایھا النبی حسبک الله ومن اتبعک من المومنین" نازل فرمائی ہو۔ کیا ایسا شخص کامل ایمان نہیں رکھتا۔ کیا کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا تو اللہ رب العزت قبول تو کی مگر آدمی ایسا دیا جس کا ایمان ناقص بلکہ سرے سے تھا ہی نہیں۔ (معاذ اللہ)

کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرط مسرت کے ساتھ با آواز بلند تکبیرات کہا اور صحابہ کرام فرط مسرت سے اللہ پاک کی بڑائی بیان کرنا کیا ایک ڈرامہ تھا جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

بیت اللہ شریف کے در و دیوار فاروق اعظم کی تشریف آوری پر فخر میں آئے۔ اگر اُن ایمان قابل افتخار نہیں تھا تو اللہ کے گھر کی دیواروں نے فخر کیوں کیا؟

اور بیئر زمزم کے پانی نے فرط مسرت میں سلسبیل کو ذائقہ حلاوت بخشا۔ اگر فاروق اعظم کا ایمان قابل اعتبار نہ تھا تو اس قدر انقلاب کیوں؟ نہیں نہیں حقیقت یہی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کامل ایمان تھے اور اُن کی ایمانی پختگی پر کعبہ کے در و دیوار فرط مسرت سے جھوم اٹھے اور رسول اکرم بمعہ صحابہ کرام فرط مسرت سے با آواز بلند تکبیرات کہنا اور طواف کعبہ کی شکل میں اُن کی ایمانی پختگی کا مظاہرہ ہونا۔ شیعہ حضرات بنظر انصاف اس واقعہ کو غور سے پڑھیں اور دعا ہے اللہ پاک انہیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شہادت نمبر۴:

اِنَّ الْحَقَّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت کا اپنی زوجہ حضرت حفصہ سے کسی بات پر کچھ اختلاف ہو گیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کیا میں اپنے اور تیرے درمیان بطور ثالث کسی شخص کا تقرر کروں۔ حضرت حفصہ کہنے لگیں جی کیجئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آ گئے حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت حفصہ سے فرمایا۔ اب بات کرو۔ حضرت حفصہ نے کہا کہ آپ ارشاد فرمائیں۔ لیکن بات سچی ہو یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حفصہ کے منہ پر طمانچہ مارا۔ پھر دوسرا طمانچہ مارا

حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا عمر رک جاؤ۔ حضرت عمر کہنے لگے اے اللہ کی دشمن! پیغمبر جو کہتا ہے حق ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ یَا عَدُوَّةَ اللّٰهِ النَّبِیُّ لَا یَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا وَالَّذِیْ بَعَثَه' بِالْحَقِّ لَوْلَا مَجْلِسَهُ مَارَفَعْتُ یَدَیْ حَتّٰی تَمُوْتِیْ

اُس اللہ کی قسم جس نے حق کے ساتھ انہیں بھیجا۔ اگر حضور پرنور کا گھر نہ ہوتا تو تیری جان لئے بغیر میں ہاتھ نہ روکتا۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۴ جز ۸ صفحہ ۳۵۳ پارہ ۲۱ کی آیت یاایھا النبی قل لازواجک کے زیر بحث)

مقام غور:

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عمرؓ کو عادل سمجھتے تھے۔

۲۔ اِنَّ الْحَقَّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروقؓ کی زبان بولتا ہے۔ (احتجاج طبرسی جلد دوم صفحہ ۲۴۷ کے حاشیہ پر)

۳۔ وَالَّذِیْ بَعَثَه' بِالْحَقِّ اللہ کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو بھیجا

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ عمر فاروقؓ کے نزدیک حضور پرنور رسول برحق تھے۔ اسبات کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ اَلنَّبِیُّ لَا یَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا اللہ کا پیغمبر حق ہی کہتا ہے۔

۴۔ فاروق اعظم نے کہا قسم کھا کر اگر مجلس رسول نہ ہوتی تو تیرا خاتمہ کر دیتا کیونکہ تو نے احترام و عظمت مصطفےٰ کو ملحوظ خاطر نہ رکھا۔ مگر مجلس مصطفےٰ اور عظمت مصطفےٰ کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو مانتے ہوئے تجھ کو چھوڑتا ہوں۔

نوٹ: شیعی مفسر نے جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو گستاخانہ الفاظ نقل کئے ہیں یہ اُس کی دیدہ دلیری اور گستاخی ہے۔ کیوں کہ قابل اعتبار روایت میں یہ الفاظ نہ موجود نہ

منقول ہوئے ہیں۔ حضرت علی ﷺ نے حضرت عمر فاروق ﷺ کے کسی نامۂ اعمال کیساتھ اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔

شہادت نمبر۵:

شیخ صدوق نے باسند ایک حدیث ذکر کی ہے کہ ایک مرتبہ فضل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق ﷺ سے پوچھا کہ جب حضرت عمر بن خطاب ﷺ کو کفن دیا جا چکا تھا اس وقت حضرت علی ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا اس کا کیا مطلب تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی ﷺ کا یہ مطلب تھا کہ میرے نزدیک کوئی عمل اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں تو اس کفن پہنے ہوئے یعنی عمر بن خطاب ﷺ کے اعمال نامے کے ساتھ ملاقات کروں۔ اصل عبارت

عن قول امیر المومنین صلوٰت اللہ علیہ لَمَّا نَظَرَ اِلَی الثَّانِیْ وَهُوَ مُسَجّٰی بِثَوْبِهٖ مَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیَّ اَنْ اَلْقَی اللّٰهَ بِصَحِیْفَةٍ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰی

(معانی الاخبار للشیخ الصدوق صفحہ ۴۱۲ طبع جدید بیروت)

شہادت نمبر۶: و روی جعفر بن محمد بن ابیه عن جابر بن عبدالله لما غسل عمر و کفن دخل علی علیه السلام فقال صلی الله علیه ما علی الارض احب الی من ان القی الله بصحیفة هذا المسجی بین اظهر کم

ترجمہ: امام جعفر صادق امام محمد باقر سے روایت فرماتے ہیں کہ جب (امیر المومنین) عمر شہید ہوئے اور ان کو کفن پہنایا گیا تو حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے اور فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ (رحمتیں برکتیں) ہوں تمام روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسندیدہ تر نہیں کہ میرے میں اللہ سے ملوں۔ میرا نامۂ اعمال بھی اس کفن پوش کے اعمال نامہ

کی طرح ہو جو اس وقت میرے تمہارے سامنے موجود ہے۔

(کتاب الشانی علم الھدیٰ جلد۲ صفحہ ۲۲۷ مطبوعہ نجف اشرف)

شہادت نمبر ۷:

حضرت عمر حضرت علی کی زندگی گذارنے کو پسند کرتے تھے۔

فَقَالَ عُمَرُ لَاعِشْتُ فِیْ اُمَّۃٍ لَسْتُ فِیْھَا یَا اَبَا الْحَسَنِ

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے حضرت علی ﷛ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابو الحسن مجھے ایسی قوم میں رہنا اور زندگی گذارنا ہرگز پسند نہیں جس میں تم نہ ہو۔

(امالی طوسی جلد دوم صفحہ ۹۲ مطبوعہ قم طبع جدید)

نمبر ۶، ۷:

ان ہر دو حوالوں کا ماحصل یہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم ﷛ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اتنی عقیدت ومحبت تھی کہ اُن کی جدائی کو ناقابل برداشت سمجھتے تھے اور مولا علی کرم اللہ وجہہ کو فاروق اعظم کے عظمت شان کا اسقدر اقرار تھا کہ اُن کے اعمال نامے کو اپنے لئے سب سے بہترین سرمایہ شمار کرتے تھے۔

ان دو مستند روایات پڑھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عمر بن الخطاب ﷛ کی باہمی عداوت ودشمنی تھی تو اس سے بڑھ کر انصاف وحق کا خون کرنا اور کیسے ہوسکتا ہے۔

سبحان اللہ مولیٰ علی المرتضیٰ تو ان کے اعمال نامے کے ساتھ رشک فرما رہے ہیں اور مدعیان محبت وعقیدت حیدر کرار اُن کو ظالم وغاصب کہہ رہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مولیٰ علی مشکل کشا کو سچا مانیں یا ان مدعیان محبت وتولّی کو؟ اس

سے زیادہ بھی کوئی تعجب انگیز بات ہوسکتی ہے کہ کتابیں اہل تشیع کی نہایت معتبر اور روایات بھی شروع سے آخر تک ائمہ طاہرین صادقین کی اور ان کتابوں کی طباعت، کتابت قم شریف نجف اشرف تہران میں اکابر علمائے اہل تشیع کی زیر نگرانی میں پھر بھی اہل تشیع حضرات ان پر ایمان نہ لائیں تو پھر آئمہ طیبین طاہرین کو تو نہ ماننے والوں کے روبرو نہیں لاسکتے اس پر بھی غور کیجئے۔ سید مرتضٰی مصنف کتاب شافی کے متعلق ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ ایران میں لکھا ہے۔ (کہ از اکابر علمائے امامیہ است) یعنی اہل تشیع کے بہت بڑے علما سے ہے۔ اور ابو جعفر طوسی کے متعلق بھی مجتہدین اہل تشیع امام الطائفہ لکھتے ہیں۔

شہادت نمبر۸:

رحم الله ابا حفص كان والله حليف الاسلام و ماوى الايتام و منتهى الاحسان و محل الايمان و كهف الضعفاء و محقل الحنفاء وقام بحق الله صابراً محتسباً حتى اوضع الدين وفتح البلاد امن العباد اعقب الله من ينقصه اللعنة الى يوم القيامة

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحمتیں فرمائے ابا حفص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر خدا کی قسم وہ اسلام کے سچے ہمدرد تھے۔ یتیموں کے آسرا تھے۔ احسان کے عالی مرتبہ پر متمکن تھے۔ ایمان کا مرکز تھے۔ ضعیفوں کے جائے پناہ تھے۔ متقی اور پرہیزگاری کے ملجا و ماوٰے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت فرمائی۔ جس میں تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ دین کو روشن کیا اور ملکوں کو فتح کیا اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو خوف سے بچا کر امن میں رکھا۔ جو شخص بھی ان کی شان کو گھٹائے وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۵ کتاب ۲)

شہادت نمبر۹:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے

جوہری وحدت

۱۔ مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا وَفِیْ سُرَّتِہٖ مِنْ تُرْبَتِہِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْھَا حَتّٰی یُدْفَنَ فِیْھَا وَاَنَا وَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَۃٍ وَاحِدَۃٍ وَفِیْھَا نُدْفَنُ

ترجمہ: ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ اسی میں دفن ہو جائے اور میں اور ابوبکر اور عمر ایک ہی مٹی سے ہمارا جسم بنا ہے اور اسی میں ہم دفن ہوں گے۔ خطیب نے کتاب المتفق اور مفترق میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حکیم ترمذی کی نوادرالاصول سے حدیث پاک پڑھیئے

۲۔ وَیَاخُذُ التُّرَابَ الَّذِیْ یُدْفَنُ فِیْ بُقْعَۃٍ وَ تَعْجِنُ بِہٖ نُطْفَتَہٗ فَذَالِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی مِنْھَا خَلَقْنَا کُمْ وَ فِیْھَا نُعِیْدُ کُمْ

ترجمہ: فرشتہ وہاں کی مٹی لیتا ہے جہاں اسے دفن ہونا ہوتا ہے اسے نطفہ میں ملا کر گوندھتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ زمین سے ہم نے تمہیں بنایا اور پھر اسی میں تمہیں لے جائیں گے۔ (فتاوی افریقہ صفحہ ۸۵)

اور شیعہ حضرات کے مقتدا اور پیشوا مولوی مقبول احمد اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر آئمہ اہل بیت سے بھی اس آیت شریفہ کی تفسیر اس طرح نقل کرتے ہیں۔

کافی میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ نطفہ جب رحم میں پہنچ جاتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیج دیتا ہے کہ وہ اس مٹی سے جس میں یہ شخص دفن ہونیوالا ہے تھوڑی سی

لے آئے چنانچہ وہ فرشتہ لا کر نطفہ میں ملا دیتا ہے اور اس شخص کا دل ہمیشہ اسی مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے جب تک کہ اسمیں دفن نہ ہو جائے۔ (پ ۱۶ صفحہ ۶۲۷ سورۃ طٰہٰ ترجمہ مقبول)

ثابت ہو گیا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابو بکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کے اجسام مبارکہ خمیر طیب ایک ہی پاکیزہ ترین مٹی سے اٹھایا گیا اور ظاہر ہے کہ اس میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی وہ فضیلت نکلتی ہے کہ اس میں ان کا کوئی سہیم اور برابر نہیں۔

گنبد خضرا میں وصال ابدی

دنیوی زندگی میں تو جمیع اصحاب رسول وصال سے مشرف رہے۔ لیکن یہ فخر و شرف صرف صدیق ؓ و عمر ؓ کو حاصل ہے کہ وہ انتقال کے بعد بھی روضۂ اقدس میں اپنے محبوب سے ہم آغوش و ہمکنار ہیں اور قیامت تک وصال حبیب سے لطف اندوز، جمال یار سے بہرہ یاب ہو رہے ہیں اور خواب گاہ مصطفےٰ! اللہ اللہ جہاں رات دن ہر ہر لحہ خدا کی رحمتیں اور ملائکۃ اللہ اور مومنین صالحین کی رحمت کی دعائیں۔ (اللھم صل علی محمد) موسلا دھار بارش کی طرح برستی رہتی ہیں۔ جہاں شاہاں جہاں کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور اقلیم ولایت کے تاجدار پر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا!
سر گردہ خیل ارباب نظر کا قول ہے
عرش اعظم سے سوا ہے خواب گاہ مصطفےٰ

فضائل سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

(از قرآن شریف وکتب اہل تشیع)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط

ترجمہ: مثال انکی ہے جواپنا مال راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں اُس دانے کی سی ہے جو سات بالیں اُگائے کہ ہر بال میں سو۱۰۰ دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ صاحب وسعت علم ہے۔(ترجمہ مقبول پارہ ۳ سورۃ البقرۃ صفحہ ۸۵)

۲۔ عزوۂ تبوک کیلئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے مثال مالی امداد اور سرورِ دو عالم کی زبان مبارک سے جنت کی بشارت

لاجرم عثمان بن عفان کہ ایں وقت دو بست و دویست اوقیہ سیم از بہر تجارت بشام بساز کردہ بود بتمامت بحضرت رسول آوردو برائے تجہیز لشکر پیس خدمت داشت پیغمبر فرمود لَا يَضُرُّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا دبروایتے سی صد شتر بازاو بزرگ و ہزار مثقال زر سرخ حاضر کرد و پیغمبر فرمود اَللّٰهُمَّ اَرْضِ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّىْ عَنْهُ رَاضٍ ونیز گفتہ اندی ہزار تن لشکر کہ سفر تبو کردہ بود دو بہرہ عثمان تجہیز کرد۔

غزوۂ تبوک کیلئے رسالت مآب نے سامان جنگ اور دیگر ضروریات کی فراہمی کیلئے لوگوں کو جوش دلایا۔ اسوقت حضرت عثمان بن عفان ؓ کے پاس بائیس ۲۲ اونٹ اور بائیس اوقیہ چاندی تھی جو انہوں نے شام کی طرف تجارت کی غرض سے تیار کر رکھا تھا۔ یہ تمام سامان انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لاکر حاضر کر دیا تاکہ لشکر اسلام کی تیاری میں صرف ہو سکے۔ اس امداد کو دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان ؓ کے بارے میں فرمایا۔ اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے گا اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (یعنی یہ اس عمل کی بنا پر جنتی ہو چکے چاہے اب کچھ کرتے پھریں) ایک اور روایت کے مطابق حضرت عثمان ؓ نے تین سو اونٹ بمعہ ساز و سامان کے لدے ہوئے اور ایک ہزار مثال سونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا اس پر آپ نے دعا مانگی۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی راضی ہو جا اور یہ بھی کہا گیا ہے۔

حاصل کلام: بوقت ضرورت حضرت عثمان ؓ نے بحکم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کی ایسی مالی خدمات سرانجام دیں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عثمان ؓ کی بے مثال مالی قربانی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اُن کو بے مثال قربانی سے نوازا وہ یہ کہ اگر اُن سے بتقاضائے بشری مالی معاملات میں کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ بروز قیامت مالی معاملات میں عثمان سے باز پرس نہیں ہوگی۔ آپ بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ سب سے بڑا انعام اے اللہ میں عثمان ؓ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

(روضۃ الصفاء جلد دوم صفحہ ۳۰۴ ذکر احوال خاتم الانبیاء)

۲۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا

ترجمہ: بے شک اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں تھا وہ اس سے آگاہ ہے۔ پھر اس نے تسکین اُن پر نازل فرمائی اور ان کو ایک قریب کی فتح سے بدلہ عطا فرمائے گا۔ (پارہ ۲۶ سورۃ فتح ترجمہ مقبول)

بیعت رضوان مختصر واقعہ یوں ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا عثمان کو مکہ شریف میں قریش مکہ سے یہ گفتگو کرنے کے لئے روانہ کیا کہ ہمارا ارادہ لڑنے کا نہیں بلکہ حج اور عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ تو قریش مکہ نے انہیں قید کر لیا ادھر خبر اڑی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو اس پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ لوگوں کو بیعت کیلئے طلب فرمایا تو سب سے پہلے حضرت عثمان کا بدلہ لینے کیلئے شیر خدا حیدر کرار نے بیعت بدست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی۔

(تفسیر صافی میں لکھا ہے)

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَتَبَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ تَحْتَ الشَّجَرَةَ

(تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۵۸۲)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حیدر کرار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے کیکر کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر (عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے بارے میں) بیعت کی

شیعہ مفسرین کی تفسیر مذکورہ آیت کے بارے میں منہج الصادقین

وہمہ اصحاب بیعت کردند آنکہ مطلقا راہ گریز نجویند تا آنکہ کشتہ شوند یا فتح نمائند و حضرت فرمود یک کس بدوخ نرود از مومناں کہ زیر درخت سمرہ بیعت کردند۔ وایں بیعت

رابیعت رضوان نام نہادند بجہت آنکہ حق سبحانہ درحق ایشاں فرمود لقد رضی اللہ۔ بہ تحقیق کہ خدائے تعالیٰ خوشنود گشت عن المومنین

ترجمہ: اسبات پر تمام صحابہ نے بیعت فرمائی کہ ہم یا تو شہید ہو جائیں گے یا فتح سے ہمکنار۔ لیکن آپ سے کبھی کنارہ کش نہیں ہوں گے۔ اور سرورِ عالم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے اس درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ کیونکہ ان بیعت کرنے والوں کے بارے میں خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اس طرح ذکر فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا جبکہ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ صفحہ ۳۶۵)

تفسیر مجمع البیان: رَضَاءُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَنْهُمْ هُوَ اِرَادَتُهٗ تَعْظِيْمَهُمْ وَاِثَابَتَهُمْ وَهٰذَا اِخْبَارٌ مِنْهُ سُبْحَانَهٗ رَضِيَ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

جسے بیعت رضوان کہتے ہیں کیونکہ اللہ نے اُن سے اپنی رضاء کا وعدہ فرمایا۔ اور اس کی رضا دراصل اُن کی تعظیم کے ارادے اور اُن کی ثابت قدمی کے ذریعے ظاہر فرمائی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خبر ہے کہ اللہ مومنوں سے راضی ہوا جنہوں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے بیعت فرمائی۔ (فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ) تو اللہ تعالیٰ ان کی صدق نیت کو جانتا ہے۔ جو جہاد کے بارے میں اُن کے سخت ردیہ میں تھی۔

مِنْ صِدْقِ النِّيَّةِ فِي الْقِتَالِ لِاَنَّهٗ بَايَعَهُمْ عَلَى الْقِتَالِ عَنْ مُقَاتِلٍ وَقِيْلَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْيَقِيْنِ وَالصَّبْرِ وَالْوَفَاءِ (فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ) وَهِيَ اللُّطْفُ الْقَوِيُّ لِقُلُوْبِهِمْ وَالطَّمَانِيَّةُ

کیونکہ بیعت لڑائی کی خاطر تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے دلوں میں جو یقین صبر اور وفا تھی اللہ کو ان کا بخوبی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر سکینہ نازل فرمائی۔ جو اُن کے قلوب کی مضبوطی اور طمانیت کا ذریعہ بنی۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جز ۹ صفحہ ۱۱۶)

خلاصہ کلام: بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ جن کی تعداد پندرہ سو تھی اس وقت دنیا کے افضل ترین انسان تھے۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ان حضرات میں کوئی دوزخی نہیں بلکہ سب جنتی ہیں۔ اُن کی نیت، عقیدت، صبر، یقین، وفا اور صداقت اللہ کو معلوم تھی۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیوجہ یہی تھی اور اس کی رضا کا اظہار اور اس سے مراد اُن حضرات کی عظمت کو چار چاند لگانا ہے لہذا اُن لوگوں کو نادم ہونا چاہیے جو پھر بھی دیدہ دلیری کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ تین چار صحابہ کے علاوہ کوئی بھی مومن نہ تھا اور نہ جنت میں جائیگا۔

تنبیہ: خدائے پاک کہے میں ان پر راضی ہوا۔ رسول پاک کہیں وہ جنتی ہیں۔ تم کہتے ہو کہ ان کا ایمان ہی سرے سے نہیں۔ اب سوچو تمہاری لغو بیانی کوئی مانے یا اللہ پاک اور اس کے رسول پاک کی سچی خبر پر یقین کرے۔

فضیلت نمبر۳:

اللہ تعالیٰ کو یہ بیعت اتنی پسند آئی کہ اس میں شریک افراد کیلئے اُس نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا۔ سرور عالم جب اللہ کی رضا کے اعلان کو سنا تو چاہا اس رضا مندی خدا میں حضرت عثمان ؓ بھی شریک ہو جائیں۔

بروائیت کلینی حضرت یکدست خود دا بر دست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت۔

کلینی کی روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ پس مسلمانان گفتند خوشحال عثمان کہ طواف کرد و سعی

میدان صفا و مروہ کہ دو محل شد۔ حضرت فرمود نخواہد کرد۔ چوں عثمان آمد حضرت پرسید کہ طواف کردی۔ گفت چوں طواف نکردہ بودی من نکردم

ترجمہ: مسلمانوں نے کہا حضرت عثمان خوش قسمت ہیں کہ طواف بھی کیا۔ اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد محل بھی ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اُس نے ایسا نہیں کیا ہو گا۔ پھر جب آپ نے طواف نہیں کیا تو میں نے بھی نہیں کیا۔

(حیات القلوب جلد دوم باب سی و ہشتم غزوۂ حدیبیہ)

فضیلت نمبر ۴:

بوسید عثمان زمین وزماں	بمقصد رواں شد چوں تیر از کماں
چوں اورفت اصحاب روزِ دیگر	بگفتند چندیں بہ خیر البشر
رسول خدا چوں شنید ایں سخن	بپاسخ چنیں گفت با انجمن
بعثمان نداریم ما ایں گماں	کہ تنہا کنند طواف آں آستاں

حملۂ حیدری باب فرستادن رسول خدا عثمان بن عفان بنزد ابو سفیان

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت ادب و احترام کے ساتھ اپنے مقصد کیطرف چل پڑے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔ ان کے چلے جانے کے بعد دوسرے دن صحابہ کرام نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ عثمان بڑے خوش قسمت ہیں جن کی قسمت میں حج بیت اللہ شریف لکھا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا ہمیں عثمان کے بارے میں یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمارے بغیر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔

قارئین کرام ان مذکورہ تین حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت عثمان ﷺ منصب سفارت پر فائز ہو کر حضور کی طرف سے مشرکین مکہ سے

بات چیت کر رہے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عثمان کی طرف سے بیعت فرما رہے ہیں اور اپنے ہاتھ کو اُن کا ہاتھ قرار دے رہے ہیں۔ ھٰذہ یدعثمان اور یہ بات اہل تشیع کی نہایت معتبر کتاب سے بھی ثابت ہے۔

وَضَرَبَ بِاِحْدٰی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی لِعُثْمَانَ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور حضرت عثمان ؓ کیلئے غائبانہ بیعت فرمائی۔ (فروع کافی جلد ۸ کتاب الروضہ)

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیں (یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ سورۃ فتح) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اُسی ہاتھ کو حضرت عثمان ؓ کا ہاتھ قرار دیں۔ اللہ اللہ کیا شان ہے حضرت عثمان ذیشان کی! کہ یہ تو رسول پاک کے قائم مقام ہیں اور رسول پاک اُن کے قائم مقام! رسول پاک کا مقدس ہاتھ اُن کی قائم مقامی کر رہا ہے! قائم مقامی کیا؟ خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس ہاتھ کو حضرت عثمان ؓ کا ہاتھ فرما رہے ہیں۔

جس سے وہ آپ ہی فرمائیں ہم تیرے ہیں
اپنی آہوں میں یہ تاثر کہاں سے لاؤں؟

عشقِ رسول: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لے گئے تو صحابہ کو رشک ہوا کہ عثمان ؓ تو مزے سے کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے امید نہیں کہ وہ میرے بغیر طواف کعبہ کریں۔ جب حضرت عثمان مکہ سے واپس ہونے لگے تو قریش نے خود درخواست کی کہ تم مکہ میں آئے ہوئے ہو تم طواف کرتے جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کرلوں۔ قریش کو اس بار پر غصہ آیا۔ انہوں نے حضرت عثمان ؓ کو قید کرلیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغیر میں طواف کعبہ کرلوں یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔

کتنے روح پرور اور ایمان آفرین لفظ ہیں! عشق رسول میں پختگی کے اور محبت رسول کریم میں وارفتگی کے قربان جاؤں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جس ذات پاک کے خون پاک کا بدلہ لینے والوں پر انعامات ربی کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ (کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو رہے ہیں یہ بڑا انعام ہے۔ قرآن پاک سے ارشاد ربانی (رضوان من اللہ اکبر) اور تمامی شرکائے بیعت کو جنتی ہونے کا مژدہ جانفزا علاوہ عاشق رسول خدا کا کتنا محبوب و مقبول اور انعامات الٰہی کا کتنا مستحق ہوگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود اپنے دست مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت کی یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تاج فخر کا وہ طرۂ شرف ہے جو ان کے علاوہ کسی کے حصہ میں نہ آیا۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی انہوں نے یقیناً اللہ سے بیعت کی ان کے ہاتھو پر اللہ کا ہاتھ ہے تو ان دونوں مقدمات کے سامنے رکھ کر نتیجہ یہ نکلے گا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور کا ہاتھ اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ لہذا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوا پھر کب ممکن کہ اس کے ہاتھ سے جو قرآن لکھا اور جمع کیا جائے اس میں تغیر و تبدل ہے۔

فضیلت نمبر۵:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی رسول کریم سے جدی رشتہ داری

در حالیکہ تو از جہت خویشی برسول حدا صلی اللہ علیہ وسلم از آنہا نزدیک تری چوں عثمان پسر عفان بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف مے باشد و عبد مناف جد سوم حضرت رسول محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

ترجمہ: حضرت علی ﷺ نے حضرت عثمان ﷺ کو فرمایا کہ آپ باعتبار قرابت ابوبکر ﷺ و عمر ﷺ سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیادہ قریب ہو کیونکہ حضرت عثمان ﷺ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تیسرے دادے میں جا ملتے ہیں۔

(شرح نہج البلاغہ فارسی فیض الاسلام خطبہ ۱۶۳ کی شرح)

بقول شیعہ محقق حضرت عثمان ﷺ کا حضرت ابوبکر ﷺ و حضرت عمر ﷺ سے افضل ہونا

پس خویشاوندی عثمان از ابوبکر و عمر بہ پیغمبر نزدیک تر است و بہ دامادی پیغمبر مرتبہ اے یافتہ ای کہ ابوبکر و عمر نیا فتند

ترجمہ: حضرت عثمان ﷺ باعتبار قرابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب ہیں کہ اتنی قرابت ابوبکر صدیق ﷺ اور عمر فاروق ﷺ کو بھی حاصل نہیں۔ پھر حضور ﷺ کا داماد بن کر وہ مرتبہ پایا جو ابوبکر و عمر کو نہ ملا۔

فضیلت نمبر ۶:

حضرت عثمان کا داماد رسول پاک ﷺ ہونا

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوَّلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ الْقَاسِمُ وَيُكَنّٰى بِهٖ ثُمَّ زَيْنَبُ ثُمَّ رُقَيَّةُ ثُمَّ فَاطِمَةُ ثُمَّ اُمُّ كُلْثُوْمٍ ثُمَّ وُلِدَلَهٗ فِى الْاِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰهِ فَسُمِّىَ الطَّيِّبَ وَالطَّاهِرَ وَاُمُّهُمْ جَمِيْعًا خُدَيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا! اعلان نبوت سے قبل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے۔ جن سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ پھر زینب پھر رقیہ پھر فاطمہ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں اور ظہور اسلام کے بعد عبداللہ جن کا نام طیب ہے اور طاہر پیدا

ہوئے اوران سب کی والدہ خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ داماد رسول ہونے کے دلائل پہلے بہت بیان کر چکے ہیں۔ (مرآۃ العقول جلد اصفحہ ۳۵۲)

فضیلت نمبر ۷:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا عُمَرَ وَكَانَ وَاللّٰهِ اُكْرَمَ الْحَفَدَةِ وَاَفْضَلَ الْبَرَرَةِ هِجَادٍ بِالْاَسْحَارِ كَثِيْرَ الدُّمُوْعِ عِنْدَ ذِكْرِ النَّارِ نِهَاضًا عِنْدَ كُلِّ مَكْرَمَةٍ سَبَاقًا اِلٰى كُلِّ منجية حَيِيًّا اَبِيًّا وَفِيًّا صاحب جَيْشَ الْعُشْرَةِ خَتَنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ فَاعْقَبَ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَلْعَنُهُ لَعْنَةَ اللَّاعِنِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

(تاریخ سعودی جلد سوم صفحہ ۵۱، ناسخ التواریخ کتاب ۲ جلد ۵ تہران)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عثمان ؓ (ابوعمرو) پر اللہ تعالی رحمت نازل فرمائے۔ آپ اپنے خادموں اور غلاموں پر مہربان تھے۔ نیکی کرنے والوں میں افضل شب خیز وشب زندہ دار تھے۔ دوزخ کے ذکر پر نہایت رونے والے عزت و وقار کے امور میں اٹھ کھڑے ہونے والے۔ غزوہ تبوک میں اسلامی لشکر کی اعانت کرنے والے اور سرور عالمیاں کے داماد تھے۔ جو شخص عثمان غنی ؓ پر زبان لعن وطعن دراز کرے اللہ تعالی اس پر قیامت تک لعنت کرے۔ سب لعنت کرنیوالوں کی لعنت کے برابر۔

انتباہ: اس روایت نمبر ۶ اور نمبر ۷ کے راوی اہل بیت میں سے ہیں۔ تمام شیعہ اہل بیت کے معتمد اور حقیقی ہمدرد تھے۔ جنہوں نے تمام علوم بلا واسطہ مولا علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کئے۔

کشف الغمہ:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلِيٌّ عَلَّمَنِيْ فَكَانَ عِلْمُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّٰى

اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَعِلۡمُهٗ مَنَ اللّٰهِ مِنۡ فَوۡقِ عَرۡشِهٖ فَعِلۡمُ النَّبِیِّ مِنَ اللّٰهِ وَعِلۡمُ عَلِیٍّ مِنَ النَّبِیِّ وَعِلۡمِیۡ مِنۡ عِلۡمِ عَلِیٍّ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول صفحہ ۵۰۷ بمعہ ترجمہ فارسی طہران، امالی شیخ طوسی جلد اول صفحہ ۱۱ جزاول مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے علی المرتضیٰ ؓ نے علم سکھایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم عرش کے اوپر سے اللہ کی طرف سے تو علم نبی اللہ سے اور علم علی، علم نبی سے اور میرا (حضرت ابن عباس کا) علم علم علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

مقامِ غور وفکر:

جب علم ابن عباس رضی اللہ عنہ علم علی کرم اللہ وجہہ ہوا اور علی، علم نبی، اور علم نبی، علم الٰہی قرار پایا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مذکورہ اوصاف حضرت عثمان ؓ جو بظاہر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے نکلے دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ اللہ رب العزت کی طرف سے اوصاف بیان ہوئے۔ اور جو بدعا حضرت ابن عباس ؓ نے دی وہ اسی طرح بالواسطہ اللہ کی طرف سے ہوئی۔ کیا ایسا باعظمت انسان جس کے اصاف و فضائل حضرت ابن عباس ؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ رب العزت بیان فرمائیں۔ تو ان پر لعن طعن کرنے والے کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔

فضیلت نمبر ۸:

جب حضرت عثمان ؓ کے قتل کیلئے اُن کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دونوں لخت جگر حسنین کریمین کو (اَمَرَ الۡحَسَنَ وَالۡحُسَیۡنَ اَنۡ یَذۡ

بَـالنَّـاسَ مِنـه‘) حضرت عثمان کے دروازہ پر حفاظت کیلئے مقرر فرمایا۔ (مروج الذہب کی عبارت پڑھیے۔

وَدَخَلَ عَلِيٌّ ؓ الـدَّارَ وَهُـوَ كَـالْوَالِهِ الْحَزِيْنِ وَقَالَ لِاَبْنِيْهِ كَيْفَ قُتِـلَ امير الْمُؤمِنِيْنَ وَاَنْتُمَا عَلَى الْبَابِ؟ وَلَطَمَ الْحَسَنَ وَ ضَرَبَ صَدْرَ الْحُسَيْنِ وَشَتَمَ مُحَمَّدَ بْنَ طَلْحَةَ وَلَعَنَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرَ

(مروج الذہب جلد دوم صفحہ ۳۴۵ ذکر عثمان ذی النورین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: شہادت عثمان ؓ کے بعد حضرت علی اُن کے گھر غمزدہ داخل ہوئے اور اپنے دونوں بیٹوں کو فرمایا کہ تم دونوں دروازے پر تھے تو ایسے میں امیر المؤمنین کیسے قتل ہو گئے؟ اس کے بعد امام حسن کے منہ پر طمانچہ مارا اور امام حسین کے سینہ پر مُکا مارا محمد بن طلحہ کو برا بھلا کہا اور عبداللہ بن زبیر کو لعن طعن کیا۔ (اہل تشیع سے دو سوال)

۱۔ سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کا امام حسن پاک اور امام حسین پاک کو اتنی بڑی قربانی کیلئے بھیجنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سیدنا عثمان ؓ کا وجود اُن کو اپنی اُس اولاد سے بھی زیادہ عزیز تھا جو باتفاق مسلمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جسمانی طور پر شبیہ رسول مقبول تھے۔

۲۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سیدنا امام حسن پاک اور سیدنا امام حسین پاک اپنے والد گرامی سمیت دین کے بقاء واحیاء کیلئے اپنے نورانی وجودوں سے سیدنا عثمان ؓ کا وجود ضروری سمجھتے تھے۔ فافہم تدبر

فضیلت نمبر۹:

حضرت عثمان غنی ؓ کا پوتا امام حسین کا داماد تھا

وَتَـزَوَّجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِ بْنُ عُثْمَانَ فَاطِمَةُ بِنْتَ الْحُسَيْنِ بْنَ

عَلِيّ بن اَبِیْ طَالِبِ عَلَیْهِ السَّلام (شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد ۳ صفحہ ۴۵۹ بیروت ، بیان مناکحات بنی ہاشم وبنی عبد شمس)

ترجمہ: (بنی ہاشم اور بنی عبد شمس کے درمیان ہونے والی رشتہ داریوں میں سے ایک رشتہ یہ بھی تھا) عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے امام حسین ؓ کی دختر سیدہ فاطمہ بنت حسین سے شادی کی ابن حدید نے اس مقام پر عثمان غنی ؓ کی اہل بیت کے ساتھ دو رشتہ داریوں کا ذکر کیا ہے

۱۔ حضرت عثمان ؓ خود داماد رسول اور اُن کا پوتا داماد حسین

۲۔ بعد از حسن مثنیٰ فاطمہ بحبالہ نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان درآمد

ترجمہ: حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد فاطمہ بنت حسین نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے شادی کر لی۔ ا۔ اَلْحَسَنُ اَلْحَسَنِ

۳۔ فَذَکَرَهُ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَام خِطْبَةَ الْحُسَیْنِ عائشَةَ وَفَعَلَه'

(مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۳۹ قم خیابان)

ترجمہ: امام حسن ؓ نے عائشہ بنت عثمان کی خواستگاری کی اور رشتہ ہو گیا۔

ثُمَّ اِنَّه' کَانَ الْحُسَیْنُ تَزَوَّجَ لِعَائشَةَ بِنْتِ عُثْمَانَ

(مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۴۰)

فرمانِ رسالتمآب اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی عثمان ؓ کو دے دیتا اسی لئے حضرت عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

وَلَمَّا مَاتَتِ الابْنَتَانِ تَحْتَ عُثْمَانَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ مَا تَنْظُرُوْنَ بِعُثْمَانَ اَلا اَبُوْاَیِمٍ اَلا اَخُوْ اَیِمٍ زَوَّجْتُه' اِبْنَتَیْنِ وَلَوْ اَنَّ عِنْدِیْ ثَالِثَةً لَفَعَلْتُ قَالَ وَلِذَالِکَ سُمِّیَ ذَالنُّوْرَیْنِ

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید جلد ۳ صفحہ ۴۶۰ بیروت)

ترجمہ: ہمارے شیخ ابوعثمان نے کہا جب حضرت عثمان ﷛ کے عقد میں یکے بعد دیگرآنیوالی دونوں بیویاں فوت ہوگئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ تم عثمان ﷛ کیلئے کسی چیز کا انتظار کرتے ہو۔کیا کسی بیوہ کا، بھائی کا یا باپ کا! میں نے اپنی دو بیٹیوں (رقیہ،ام کلثوم) کا عقد اس سے کیا۔اگر میرے پاس تیسری بھی ہوتی تو اس کی شادی بھی اس سے کر دیتا۔روای کہتے ہیں اسی لئے عثمان ﷛ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔اب علمائے سنت فرماتے ہیں جن کا لقب ذوالنورین ہے۔

لَمْ يَجْمَعُ بَيْنَ بِنْتَيْ نَبِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام مِنْ لُدُنِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام اِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا عُثْمَانُ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۴)

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت کسی کو یہ شرف سوائے حضرت عثمان ﷛ کے کسی کو حاصل نہیں ہوا کہ اس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔

۲۔ اور اس سے بڑھ کر سیدنا عثمان غنی ﷛ کی فضیلت کی یہ بات ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کی وفات ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

زَوَّجُوْ عُثْمَانَ لَوْ كَانَ لِيْ ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْتُه' وَمَا زَوَّجْتُه اِلَّا بِالْوَحْيِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى (نبراس صفحہ ۴۸۷)

۳۔ اور جس وقت حضرت عثمان غنی ﷛ نے جیش العسرۃ جس کو قرآن پاک میں ساعۃ العسرہ (سخت مشکل اور تنگی کا وقت) فرمایا گیا ہے غزوہ تبوک کے موقعہ پر سینکڑوں اونٹ بمعہ ساز وسامان کے لدے ہوئے اور ایک ہزار مثقال سونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک خوشی سے چمکتا تھا اور آپ بار بار فرماتے تھے۔

مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا الْیَوْم (ازالۃ الخفا صفحہ ۳۹۰)

ترجمہ: اس کے بعد عثمان جو عمل کریں گے اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔ آج کے بعد جو بھی عمل کریں گے وہ انہیں کوئی نقصان نہیں دے گا۔

فضائل عثمان غنی ﷜ کے ضمن میں جو حوالہ جات ہم نے پیش کیے ہیں اُن سے یہ امور ثابت ہوئے۔

۱۔ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضرت عثمان غنی ﷜ نے بے مثال مالی امداد پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے بارے میں فرمایا کہ حضرت عثمان غنی کے اس عمل کے بعد وہ جو بھی عمل کریں وہ انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا یعنی اُن کا حساب نہ ہوگا اور نہ ہی جنت میں جانے پر رکاوٹ بنے گا۔

۲۔ ان کی مالی امداد کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی اے اللہ میں عثمان ﷜ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

۳۔ حضرت عثمان ذیشان ﷜ وہ ہستی ہیں جن کے خون پاک کا بدلہ لینے والوں پر انعامات ربی کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے) اللہ تعالیٰ شریک بیعت رضوان پر راضی ہو رہے ہیں۔ اور شرکائے بیعت کو جنتی ہونے کا مژدہ جانفزاء ملا۔ وہ خود عاشق رسول خدائے پاک کا کتنا محبوب و مقبول اور انعامات الٰہیہ کا کتنا حقدار ہوگا۔

۴۔ حضرت عثمان غنی کی طرف سے خود اپنے دست مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت کی یہ حضرت عثمان غنی ﷜ کیلئے ایسا فضل و شرف ہے جو ان کے علاوہ کسی کے حصہ میں نہ آیا۔

۵۔ بروایت حضرت ابن عباس حضرت عثمان کا دامادِ رسول پاک ہونا۔

۶۔ جب حضرت عثمان کے قتل کیلئے اُن کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت مولا علی شیر خدا نے حضرت امام حسین اور امام حسن پاک اپنے جگر پاروں کو حضرت عثمان ﷛ کے دروازہ پر حفاظت کیلئے مقرر فرمایا۔ جن کو رسالت مآب اپنے بیٹے فرمایا کرتے تھے۔

۷۔ حضرت عثمان ذوالنورین ﷛ کا داماد رسول ہونا اور اُن کے پوتے کا دامادِ حسین ہونا۔

۸۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کسی کو یہ شرف حاصل نہیں سوائے حضرت عثمان غنی ﷛ کے کہ اس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔

۹۔ اور اس سے بڑھ کر فضیلت کی یہ بات ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری صاحبزادی کی وفات ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر میری تیسری بٹی ہوتی تو ضرور حضرت عثمان ذوالنورین کے عقد میں دے دیتا۔ یہ فضائل مسلم بین الفریقین ہیں اب بتاؤ ایسے جلیل القدر عظیم الشان خلیفہ راشد داماد رسول پاک ذوالنورین اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کو ایسے اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ کا مستحق قرار دیں کہ آج کے بعد حضرت عثمان ﷛ سے کوئی کام ایسا نہ ہوگا کہ جو باز پرس کا موجب ہو۔

اس عظیم المرتبت ہستی کو مورد طعن و تشنیع ٹھہرانا اور اس قسم کے نظریات و خیالات پھیلانا کہ اُن کی غلط پالیسیوں سے اسلام میں جاہلیت (کفریہ امور) کو گھس آنے کا موقعہ ملا اور اسلامی خلافت کو غیر اسلامی ملوکیت کی طرف لے جانے والے تغیر کا آغاز انہیں کی پالیسیوں سے ہوا۔ جبکہ یہ حقیقت ثابتہ قرآن واحادیث اور مسلم بین الفریقین روایت سے ثابت ہے کہ خلافت راشدہ موعودہ تیس سال ہے اس کے بعد نہیں۔ بلکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق خلافت راشدہ موعودہ کے بعد خلافت عامہ اور ملک وحکومت عام سنت اللہ پر وَاللّٰہُ یُؤتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ کے مطابق جاری رہے گی اس لئے تدریجی تغیرات کے مراحل اور ان کی ابتداء سیدنا عثمان جیسے جلیل القدر خلیفہ راشد کے سر پر تھوپنا قرآن وحدیث

سے کوسوں دور ہے۔ خلافت راشدہ موعودہ کی شرط قرآن پاک میں یوں بیان ہوئی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

خلفائے راشدین وہی ہیں جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک اللہ نے یہ وعدہ کیا کہ ضرور ان کو جانشین بنائے گا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ راشد ہوئے تو ان کا مل ایمان ہونا اور اعمال صالحہ کے حامل ہونا قرآن پاک سے ثابت ہو گیا۔

خلفائے ثلثہ پر طعن و تشنیع صرف اور صرف سبائی ٹولے کا پراپیگنڈہ ہے ہم قرآن و حدیث سے دلائل بیان کرتے ہیں اور مطاعین کے دلائل روایت و تاریخ سے ماخوذ ہیں۔

ثبوت: صحابہ کرام کے خلاف اکثر روایات عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں کی بیان کردہ ہیں۔ تاریخ کا ماخذ چار کتابیں۔

مشہور مؤرخ اسلام شبلی نعمانی مرحوم اپنی معروف کتاب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصہ اول صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں۔ تاریخ کی تمام کتب کا سلسلہ صرف چار کتابوں پر منتھی ہوتا ہے۔

۱۔ سیرت ابن اسحاق ۲۔ واقدی ۳۔ ابن سعد ۴۔ طبری

ان کے علاوہ جو کتابیں ہیں وہ ان سے متاخر ہیں۔ ان میں جو واقعات مذکور ہیں زیادہ تر انہیں سے لئے گئے ہیں۔ ان میں واقدی تو بالکل نظر انداز کر دینے کے قابل ہے۔ محدثین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ وہ خود اپنے جی سے روائتیں گھڑتا ہے۔ اس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ ان چار کتابوں کے علاوہ جتنی تاریخ کی کتابیں ہیں وہ سب ان چاروں سے ناقل ہیں۔ ان کی کوئی اپنی تحقیق یا کسی دوسرے ذریعہ سے ان کے پاس یہ تاریخی روایات نہیں پہنچیں۔ انہوں نے ناقل ہونے کی حیثیت سے اپنی دیانت و امانت کے پیش نظر دوسروں کی بات جوں کی توں نقل کر دی۔ مگر اس کی تصدیق و توثیق اور صحت و تائید کی ہرگز بیان نہیں کی۔

اب ان چار کتابوں کی حقیقت بھی سن لو مؤرخ اسلام شبلی مرحوم کی زبانی۔

ابن اسحاق کی کتاب تو موجود نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں واقدی کی تمام تصانیف جھوٹ کا انبار ہیں۔ کتب سیرت تاریخ کی اکثر بے ہودہ روایتوں کا سرچشمہ انہیں کی تصانیف ہیں۔ ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایتیں واقدی کے ذریعہ سے ہیں۔ اس لئے ان روایتوں کا وہی رتبہ ہے جو واقدی کا ہے۔ باقی رواۃ میں سے بعض ثقہ ہیں اور بعض غیر ثقہ سیرت النبی حصہ اول صفحہ ۳۰ تا ۴۵

علاوہ ازیں شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے۔ ابن سعد کی کتاب کا نام طبقات ہے۔ یہ کتاب قریباً ناپید ہو چکی تھی۔ یعنی دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس کا پورا نسخہ موجود نہ تھا۔ شہنشاہ جرمن کو اس کی طبع واشاعت کا خیال آیا۔ چنانچہ ایک لاکھ روپیہ جیب خاص سے دیئے اور پروفیسر ساخو کو اس کام پر مامور کیا۔ کہ اس کے اجزاء جمع کر کے لائیں۔ پروفیسر موصوف نے قسطنطنیہ، مصر، یورپ جا کر جا بجا سے جلدیں بہم پہنچائیں۔ یورپ کے بارہ پروفیسروں نے الگ الگ جلدوں کی تصحیح اپنے ذمہ لی چنانچہ نہایت اہتمام کے ساتھ ہالینڈ سے شائع ہوا۔ یہ تاریخ کے بڑے سے بڑا ماخذ، طبقات ابن سعد جس کا اصل وجود بھی یورپ کے پروفیسروں اور پادریوں دشمنانِ اسلام کا رہن منت ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ ان مستشرقین دشمنان اسلام نے نایابی کے زمانہ میں کس کس نے اس کتاب میں کچھ ردوبدل کر دیا ہے۔

طبری کے متعلق لکھتے ہیں۔ طبری کے بڑے شیوخ روایت سلمہ الابرش ابن سلمہ وغیرہ ضعیف الروایۃ ہیں بعض محدثین نے لکھا ہے کہ یہ شیعوں کیلئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے ان میں فی الجملہ تشیع تھا لیکن مضر نہیں۔ تمام مستند مفصل تاریخیں ابن اثیر، ابن خلدون، ابوالفداء وغیرہ اسی سے ماخوذ ہیں یہ کتاب بھی ناپید تھی یورپ کی بدولت شائع ہوئی۔ (سیرت النبی حصہ اول صفحہ ۲۷)

خود طبری کی کتاب تاریخ الامم والملوک کی جلد ۱۳ صفحہ ۲۴ صفحہ ۲۹ پر موجود ہے۔ فی وسط خلافۃ معاویہ لعنہ اللہ فی خلاصۃ یزید بن معاویہ لعنھما اللہ یعنی اس طبری نے حضرت معاویہ جیسے جلیل القدر صحابی پر دو دفعہ لعنت کی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ طبری شیعہ تھا۔ ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتب وحی پر ہرگز لعنت کرنے کی جرأت نہ کرتا۔

طبری کی زیادہ تر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے منقول ہیں۔ یہاں تک کہ نوے فیصد روایات اس ابو مخنف کی ہیں۔ اس ابو مخنف کے متعلق محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ کذاب رافضی ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۶۰، لسان المیزان جلد ۴ صفحہ ۴۹۲)

اور طبری کے دوسرے راوی محمد بن سائب کلبی اور اس کا بیٹا ہشام بن محمد جو کہ ابن سعد کا بھی راوی ہے ان کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ ابو مخنف و ہشام بن محمد بن سائب و امثالھا من المروفین بالکذب عند اھل العلم (منہاج السنۃ جلد اول صفحہ ۱۴)

ترجمہ: ابو مخنف اور ہشام بن محمد بن سائب اور ان کی طرح دوسرے راوی اہل علم کے نزدیک مشہور و معروف دروغ گو اور کاذب ہیں۔

قارئین غور فرمائیں یہ ہے طبری جس کی روایات موضوعہ مکذوبہ کو قرآن مجید اور احادیث کثیرہ معتبرہ کے مقابلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مطعون و مجروح کرنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اب ساری کتب تاریخ میں صحابہ کرام کے خلاف جو روایات ہیں ان کے اصل ماخذ یہی کتب ہیں جن میں اکثر و بیشتر کذاب و وضاع رافضی راویوں کی روایات ہیں۔

تاریخ طبری کا مقام: طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال تفقہ اور وسعت علم کے معترف ہیں۔ غور فرمائیے امام طبری کی شخصیت کتنی عظیم المرتبت ہے مگر اس کے باوجود ان کی شہرہ آفاق تاریخوں کی اصل و اساس تاریخ طبری کا یہ حال ہے کہ اس

میں بھی غلط روایات موجود ہیں۔ آغاز تاریخ اسلام میں جو واقعات پولیٹیکل مقاصد کیلئے تراشے گئے اس میں داخل ہو گئے۔ مورخ اسلام شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔ ابن سعد اور طبری میں کسی کو کلام نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں کا مستند ہونا ان کی تصنیفات کے مستند ہونے پر چنداں اثر نہیں ڈالتا یہ لوگ خود شریک واقعہ نہیں۔ اس لئے جو کچھ بیان کرتے ہیں اور راویوں کے ذریعے سے بیان کرتے ہیں۔ لیکن ان کے بہت سے راوہ ضعیف رالراویۃ اور غیر مستند ہیں۔ سیرت النبی جلد ا صفحہ ۴۵

مؤرخ طبری خود لکھتے ہیں۔ پس میری اس کتاب میں کوئی ایسی خبر ہو کہ قاری کے نزدیک اس بنا پر ناپسندیدہ ہو کہ اس کی صحت کی کوئی اور وجہ اُسے معلوم نہیں۔ فلیعلم انہ لم یؤت فی ذالک من قبلنا وانما اتی من قبل بعض ناقلیۃ الینا۔ (طبری اخری مقدمہ الکتاب)

ترجمہ: اُسے جاننا چاہیے کہ ایسی خبریں ہماری طرف سے نہیں دی گئیں۔ بلکہ یہ خبریں بعض ناقلین کی طرف سے ہم تک پہنچی ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف روایات کی حقیقت صحابہ کرام کی جماعت کے خلاف جو رطب ویابس تاریخی روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک وہ متفقہ طور پر ناقابل اعتماد اور مردود ہیں۔ کیونکہ عقیدہ و مذہب کی بنیاد قرآن مجید اور سنت ثابتہ صحیحہ پر ہوتی ہے۔ اور اس کے خلاف جو کچھ ہوتا ہے مؤول اور نیک محل پر محمول ہوتا ہے۔ یا موضوع یا مردود ہوتا ہے کیونکہ صحابہ کرام کی عدالت وطہارت پر قرآن مجید کی سینکڑوں آیات اور احادیث نبویہ مشہور و متواتر المعنی کی واضح اور بین شہادت کے باعث تمام سلف صالحین، فقہا اور محدثین کا عقیدہ ہے کہ تاریخی روایات جنہیں کذاب و مردود راویوں تک کی روایات میں اگر کوئی طعن کسی صحابی کے بارے میں پایا جائے تو اسکی کوئی توجیہہ وصحیح تاویل ہو گی۔ یا کسی راوی کی اپنی غلط فہمی ہوگی۔

اظہار حقیقت کے صفحہ ۲۸ پر تحریر ہے۔ بعض حضرت اس معاملہ میں یہ نرالا قاعدہ کلیہ پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں وہی روایت قبول کریں گے جو ان کی شان کے مطابق ہوں اور اس بات کو رد کردیں گے جن سے اُن پر حرف آتا ہو۔ خواہ وہ کسی صحیح حدیث ہی میں وارد ہوئی ہو۔ کیا کسی محدثین ومفسرین وفقہا میں سے کسی نے یہ قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے۔ اس کا جواب صحابہ کرام کے خلاف روایات کی حقیقت کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔ اور ہمارے ہاں علامہ نووی شارح مسلم شریف فضائل علی ﷺ جلد ثانی میں فرماتے ہیں علماء نے فرمایا ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہوان کی تاویل ضروری ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ ثقہ راویوں کی روایات میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی تاویل نہ ہو سکے۔ نیز علامہ نووی نے لکھا ہے۔ لیکن ہم کو صحابہ کرام کے بارے میں باوجود (معصوم نہ ہونے کے) حسن ظن رکھنے اور اُن سے ہر رزیل بات کی نفی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب کسی روایت کی تاویل وتوجیہہ کے تمام راستے بند ہوں تو اس کے راویوں کی طرف کذب وغلط بیانی کی نسبت کریں گے۔ اسی طرح نبراس شرح عقائد صفحہ ۵۴۷ میں لکھا ہے۔ تمام صحابہ کو سوائے خیر کے ہرگز ہرگز ذکر نہ کیا جائے۔ اگر چہ اُن کے متعلق وسواس میں ڈالنے والی چیزیں روایت کی گئی ہوں۔ تو یاد رکھو ہمارے مذہب کی بنیاد قرآن پاک اور احادیث صحیحہ پر نہ کہ تاریخی مواد پر راوی روایت کریندا اے۔

ہاں تاریخی روایت وہی مانیں گے جو ہمارے عقائد کے متصادم نہ ہوگی۔ اس کی مؤلف اظہار حقیقت نے بھی تائید کی ہے فرماتے ہیں کوئی دعوٰی بلا دلیل کے قبول نہیں ہوتا۔ دعوٰی میں دلیل مقابل کے مسلمات سے ہونی چاہیے۔ اور دلیل قرآن کے خلاف ہو یہ صحیح نہی ہوتی۔ اگر تاریخی روایت ہمارے مسلمات کے مطابق ہوگی تو ہمارے لئے قابل حجت ہوگی اور اگر قرآن مجید اور ہمارے مسلمات کے خلاف ہوگی تو وہ راوی کی روایت ہمارے لئے حجت نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَمَاوَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَدَعُوْهُ

ترجمہ: جو بات یا روایت کتاب اللہ کے موافق ہو اسے مان لو اور جو بات و روایت کتاب اللہ کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔ (اصول کافی صفحہ ۳۹ اور اظہار حقیقت صفحہ ۲۲۷)

فضائل امیر المومنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ واہل بیت

از قرآن پاک اور کتب اہلسنت

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (سورۃ الدھر)

ترجمہ: اور اس کی محبت میں یتیم مسکین اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ پھر ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں محض رضائے الٰہی کیلئے کھانا دے رہے ہیں۔ ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں چاہتے۔ بلکہ ہمیں تو اپنے رب سے اُس دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حسنین کریمین بیمار ہو گئے تو حضرت علی ؑ، فاطمہ اور اُن کی کنیز فضہ نے ان کی صحت کیلئے تین روزں کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفاعطا فرمائی۔ اب اُن کی وفا کا وقت آیا تینوں نے روزے رکھے۔ حضرت علی ؑ تین ساع جو لے آئے اور حضرت سیدہ عالم نے ایک صاع جو تین دن پکائے۔ لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو ایک روز مسکین، دوسرے دن یتیم اور تیسرے دن اسیر آ گیا۔ ان حضرات نے تینوں دن سب روٹیاں ان سائلوں کو دے دیں اور سب نے ہر

روز اپنا روزہ پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا۔ روزے کی حالت میں تین دن کا فاقہ یہ ایسا مثالی نمونہ ایثار و احسان کا تھا کہ اللہ رب العزت نے اسے معیاری عمل کے طور پر قرآن میں قلمبند کر دیا۔ اہل بیت نبوی کے اس عمل میں مزید لطف کا پہلو یہ تھا کہ وہ اس ایثار پر کسی قسم کی شکر گزاری کے بھی خواہش مند نہیں تھے۔ بلکہ اسے اپنی آخرت سنوار نے کیلئے ضروری تقاضا قرار دیتے تھے۔

۲۔ تمام اصحاب سیرت اسبات پر متفق ہیں کہ حضرت علی ؓ کے ایثار اور نفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر میں آپ ایک مرتبہ بھی صاحب نصاب نہ ہو سکے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی نوبت آتی۔ آپ نے فرمایا:

فَمَا وَجَبَتْ عَلَىَّ زَكٰوةَ مَالٍ، فَهَلْ تَجِبَ الزَّكٰوة عَلَى الْجَوَادِ

میرے اوپر مال کی زکوٰۃ کبھی واجب نہیں ہوئی۔ کیا سخی لوگوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہو سکتی ہے۔ کبھی بھی کوئی سوالی آپ کی بارگاہ سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ امام شعبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں میں سخی ترین تھے۔ سخاوت اور کرم کو خدا کیلئے محبوب رکھتے تھے، مدینہ منورہ میں یہودیوں کے نخلستانوں میں محنت کرتے اور جو اجرت ملتی وہ ناداروں اور بے کسوں میں بانٹ دیتے۔

۲۔ زہد و استغنا:

آپ سراپا زہد و تقوٰی کی تصویر تھے۔ آپ کو عالیشان محلات سے نفرت تھی۔ کوفہ تشریف لائے تو آپ دار الامارت کی بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے۔ اور فرمایا عمر فاروق ؓ نے ہمیشہ ان عالی شان محلات کو حقارت کی نظر سے دیکھا مجھے ان کی کوئی حاجت نہیں۔ (خلفائے راشدین از معین الدین ندوی صفحہ ۳۵۷)

گھر میں وہی سامان تھا جو حضرت خاون جنت جہیز میں لیکر آئی تھیں۔ کئی کئی دن چولہا نہ جلتا آپ کا کھانا نہایت سادہ ہوتا تھا آپ کی نانِ جویں بہت مشہور ہے۔

خدایا جنہیں نان جویں بخشی ہے تو نے
انہیں قوت بازوے حیدر بھی عطا کر

ایک دفعہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا تیری بو میں مہک، رنگ میں حسن اور ذائقہ میں لذت ہے مگر میں تیرا عادی نہیں ہونا چاہتا۔

(کنزالایمان جلد ۶ صفحہ ۴۰۹)

اوڑھنے کیلئے ایک چادر تھی سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔

امام حسن پاک ﷺ کے گھر میں چند دن سے فاقے کی حالت دیکھ کر آپ کی خادمہ چاندی کا ٹکڑا لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے امام عالی مقام اسے فروخت کر کے کچھ دنوں کا سامان خورد و نوش لے آیئے۔ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں آپ نے جلال میں آ کر اپنا قدم زمین پر مارا۔ گھر کی ساری زمین سونا بن گئی۔ آپ نے فرمایا خادمہ تو نے کیا خیال کیا ہے کہ ہم محتاج ہیں اور فقرِ اضطراری میں مبتلا ہیں۔ نہیں خدا کی قسم یہ فقر تو ہم نے خود اپنے اوپر طاری کر رکھا ہے تاکہ دوسروں کا فقر مٹا سکیں۔ یہ فقر اختیاری ہے اضطراری نہیں اور ہمارے نانا پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ فرمایا تھا۔

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ فقر اختیار کرنا میرے لئے باعث فخر ہے۔

ورنہ عام لوگوں کیلئے تو حکم یہی ہے کہ اپنی ضرورتوں کا خیال رکھ لیں اور بقایا انفاق کر دیں۔

۳۔ آپ کا علم و فضل:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط

بلند فرماتا ہے اللہ درجے اُن لوگوں کے جو تم میں سے مؤمن ہیں اور اُن لوگوں کے جو صاحب علم ہیں۔

آپ کے علم و فضل کی گواہی حضور فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مبارک الفاظ میں دی ہے۔ (انا مدینۃ العلم وعلی بابھا) میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

(جامع ترمذی باب فضائل علی)

ایک روایت میں ہے کہ میں حکمت کا گھر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۴۔ حضرت علی تاجدارِ ولایت:

حضرت علی علم و عرفان کے شہنشاہ ہیں۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام اولیاء اور اصفیاء کے پیشوا ابو الحسن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اُن کو تصوف میں شان عظیم اور بلند مرتبہ حاصل ہوتا۔ اصول حقیقت میں اسقدر باریک اور نکتہ رس تھے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی نسبت کہا کہ اصول اور بلاکشی میں ہمارے پیر علی المرتضیٰ ؓ ہیں۔ یعنی معاملات و علم میں علی ؓ ہمارے امام ہیں۔ (کشف المحجوب فصل چہارم صفحہ ۹۷)

۵۔ مسلک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چونکہ ولایت محمدی کے حامل ہیں۔ اس لئے قطب الاقطاب ابدال اوتاد جو اولیاء عزلت میں سے ہیں اور کمالات ولایت کا اُن پر غلبہ ہے۔ اُن کی تربیت اور امداد و اعانت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد ہے۔ قطب الاقطاب یعنی قطب مداد کا سر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدادانہی کی حمایت و رعایت

سے اپنے ضروری کام سرانجام دیتا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزاہرا و حضرت امام حسن پاک اور امام حسین پاک بھی اس مقام میں حضرت علی کے شریک ہیں۔ (مکتوب صفحہ ۲۵۱ جلد اول)

دوسرے مکتوب میں یہی مضمون قدرے تفصیل سے ہے۔ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر پر ہیں۔ حضرت علی ﷺ قبل پیدائش اور بعد پیدائش وجود عنصری اس مقام کے مرکوز رہے۔ اس راہ ولایت سے جس کسی کو فیض پہنچتا ہے جناب کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم انسان مرتبہ ترتیب وار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے سپرد ہوا اور ان کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے ساتھ ترتیب اور تفصیل وار قرار پایا۔ ان بزرگوں کے زمانے اور ان کے وصال فرمانے کے بعد جس کو بھی فیض و ہدایت پہنچا وہ ان ہی بزرگوں کے واسطے سے پہنچتا رہا۔ گو اپنے اپنے زمانے کے قطب و ابدال وغیرہ ہوتے رہے لیکن فیض کا مرکز و ملجاؤ ماویٰ یہی بزرگوار رہے۔ کیونکہ اطراف کو مرکز کے ساتھ ملحق ہوئے بغیرہ چارہ نہیں ہے۔

(مکتوب صفحہ ۱۲۳ جلد سوم)

پس محبت حضرت امیر تسنن آمد و آنکہ ایں محبت ندارد از اہل سنت و جماعت خارج گشت و خارجی نام یافت پس اہل سنت و جماعت ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان حضرت علی المرتضیٰ ﷺ سے محبت رکھے جس شخص کا دل اہل بیت کی محبت سے خالی ہے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے اور خارجی فرقہ میں داخل ہے۔

خیلے جاہلے باید کہ اہل سنت و جماعت را از محبان حضرت امیر نداند و محبت امیر را مخصوص بر فضہ دارد محبت امیر رفض نیست تبری از خلفائے ثلثہ رفض است و بیزاری از اصحاب کرام مذموم و ملام

وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت و جماعت کو اہل بیت کا محبت نہیں سمجھتا اور

اہل بیت سے محبت کرنا شیعوں کا خاصہ جانتا ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کرنا شیعیت نہیں بلکہ اصحابہ ثلثہ کی شان میں تبرا کرنا شیعیت ہے۔اور صحابہ کرام سے بیزاری قابل مذمت وملامت ہے۔امام شافعی نے فرمایا: لَوْ کَانَ رَفْضاً حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْيَشْهدِ الثَّقَلَانِ انِّی رَافِضٌ

ترجمہ: اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا شیعیت ہے تو جن وانس گواہ رہیں میں رافضی ہوں۔(دفتر دوم مکتوب صفحہ ۳۶)

حضرت شیخ مجدد اسی مکتوب صفحہ ۳۶ کو حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو شعروں پر ختم کرتے ہیں۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنی فاطمہ۔یا الٰہی حضرت فاطمۃ الزاہرا کی اولاد کے صدقے مجھے ایمان پر خاتمے کی توفیق دے۔

اگر دعوتم رد کنی ور قبول۔من ودست و دامانِ آل رسول

ترجمہ: تو میری دعا کو چاہے رد کر دے یا قبول کرے میں تو آل رسول کا دامن ہاتھ میں لئے تیرے حضور میں دعا کرتا ہوں۔

۶۔امارت لشکر:

ے ھ میں خیبر پر فوج کشی، اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے۔لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا۔جب مہم میں زیادہ دیر ہوئی تو ایک دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں اُس شخص کو علم دونگا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا کا رسول بھی اس کو چاہتے ہیں صبح کو یہ آواز آئی کہ علی ؓ کہاں ہیں؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی کیونکہ حضرت علی ؓ کو آشوب چشم اور سب کو

معلوم تھا کہ وہ جنگ سے معذور ہیں غرضیکہ حسب طلب وہ حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔آپ کی آنکھیں بالکل درست ہو گئیں اس درجہ صحیح اور درست کہ گویا انہیں کچھ ہوا ہی تھا۔آپ کو علم مرحمت فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی امارت و قیادت میں خیبر فتح کرا دیا۔فتح خیبر کا سہرا آپ ہی کے سر پر ہے۔اسی بنا پر دنیا آپ کو فاتح خیبر کہتی ہے اسی جنگ میں مرحب جو یہودیوں کا معزز سردار تھا اور جسے اپنی قوت و شجاعت پر بڑا فخر و ناز تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک ہی وار سے واصل جہنم ہو گیا۔

۷۔شجاعت:

آپ کا نام حیدر بھی تھا۔آپ بچپن سے بہت بہادر اور شہ زور تھے۔روایت میں ہے کہ آپ پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے تھے ایک اژدھا ادھر نکل آیا۔شیر خدا نے جلدی سے سانپ کو کھلونے کی طرح پکڑ لیا اور زور سے دبایا کہ سانپ کو ختم کر دیا۔آپ کی والدہ نے آ کر دیکھا کہ ننھے حیدر کرار نے خوفناک سانپ کو ختم کر دیا تو فرمایا میرا بچہ تو شیر ہے۔آپ خود فرماتے ہیں۔

أَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَر

میں وہ ہوں کہ میرا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے۔

اندازہ کیجئے کہ جس شہ زور کے بچپن کا یہ عالم ہو اس کی جوانی کا کیا عالم ہوگا۔جو کی روٹی کھا کر اتنا بہادر اور صاحب قوت و استقلال ہونا ثابت کرتا ہے کہ بازوئے حیدر میں قوت ید اللہی کارفرما تھی۔سچ کہا۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

۸۔ والد بزرگوار ایں فقیر کہ عالم بودند بعلم ظاہری و بعلم باطنی در اکثر اوقات ترغیب محبت اہل بیت مے فرمودند و مے فرمودند کہ ایں محبت رادر سلامتی خاتمہ مدخلے است عظیم رعایت آں باید نمود۔

اس فقیر کے والد جو ظاہری و باطنی علوم کے عالم تھے۔ اکثر اوقات اہل بیت سے محبت کی ترغیب دیتے رہے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ بڑا دخل ہے اس اچھی طرح لحاظ رکھنا چاہیے۔ یہ فقیر آپ کے وصال کے وقت خاطر خدمت تھا۔ جب والد ماجد کا آخری وقت آیا اور اس عالم دنیا کا شعور کم رہ گیا۔ تو فقیر نے محبت اہل بیت یاد دلائی اور اس کے متعلق پوچھا تو (بے خودی میں) فرمایا۔ فرمودند کہ غرق محبت اہل بیتم۔ شکر خدائے عزو جل رادر آں وقت بجا آوردہ شد محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است فرمایا کہ میں اہل بیت عظام کی محبت میں مستغرق ہوں۔ حضرت والد ماجد کی اس حالت پر خدا تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ اہل بیت سے محبت اہل سنت و جماعت کے نزدیک سرمایہ نجات ہے۔

(دفتر دوم مکتوب صفحہ ۳۶)

اسی مکتوب میں یہ حدیث پاک بھی درج ہے۔ اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِراطِ اَشَدُّ کُمْ حُبًّا لِاَھْلِ بَیْتِیْ وَلِاَصْحَابِیْ

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پل صراط پر چلنے میں زیادہ ثابت قدمی وہی دکھلائیگا جو دنیا میں میرے اہل بیت اور میرے صحابہ کرام کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ (مکتوب مجدد الف ثانی)

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

۹۔ حضرت فاروق اعظم کے نزدیک گستاخ علی کرم اللہ وجہہ گستاخ رسول مقبول ہے:

فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ تَصَرَّفَ صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ اَمَّا تَعْلَمُ اَنَّهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَیْلَکَ لَا تُذْکُرُوْنَ عَلِیًّا اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنَّکَ اِنْ تَنَقُّصَهٗ اٰذَیْتَ هٰذَا فِیْ قَبْرِیْ (امالی شیخ طوسی مطبوعہ ایران صفحہ ۴۵،۴۶)

ترجمہ: سیدنا عمر فاروق ﷛ کی مجلس میں ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق چند نازیبا الفاظ کہے۔ اس پر اُسے حضرت عمر ﷛ نے فرمایا کیا تو اس قبر والے کو نہیں جانتا یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور جس کو تو نے برا بھلا کہا وہ علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں تیری تباہی ہو۔ علی ﷛ کا بجز خیر ہرگز نام نہ لو اگر تو نے اُن کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہے تو یقیناً صاحب قبر کو اذیت پہنچائی۔ (خلاصہ کلام)

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق ﷛ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اتنی گہری عقیدت تھی کہ اُن کی عدم موجودگی میں ان کے بارے میں نازیبا الفاظ سننے برداشت نہ کئے اور آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ گستاخ علی ﷛ دراصل گستاخ رسول ہے اور کیا یہ بات جہنم کی آگ میں پہنچانے کیلئے کافی نہیں۔ آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا

وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں وہ یقیناً دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں اور خدا نے اُن کیلئے دردناک عذاب مقرر کیا ہے۔

۱۰۔ اولیاء اللہ کا عقیدہ:

حضرت قبلہ عالم لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پوری یاد رہے کہ حضور قبلہ عالم کو سب اہل

بیت اطہار جنہیں امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن بھی شامل ہیں سے بھی محبت وعقیدت تھی۔
لیکن حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے زیادہ تعلق خاطر اور محبت وعقیدت مخدومہ کونین طیبہ وطاہرہ سیدہ فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ چنانچہ ایک بار فرمایا میرے نزدیک جناب سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کا درجہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ ہے۔ (تکمیل الایمان مصنفہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) میں حضرت امام مالک کا یہ جملہ نقل ہے۔

میں جگر گوشۂ رسول پر کسی کو افضلیت نہیں دے سکتا۔ اس کتاب مستطاب کے مطابق حضرت تاج الدین سبکی شافعی اور شیخ علیم الدین عراقی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یوں منقول ہیں۔ مَا اُفَضِّلُ عَلٰی بِضْعَۃَ النَّبِیَّ اَحَـدًا فاطمہ رضی اللہ عنہ پاک کا جگر پارہ ہیں اس لئے میں رسول اللہ کو جگر پارہ پر کسی دوسری شخصیت کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ تکمیل الایمان صفحہ نمبر ۱۷۴

۱۱۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے گُل ہائے عقیدت بحضور سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا

مریم علیہ السلام از یک نسبت عیسیٰ علیہ السلام عزیز　　　از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

حضرت مریم حضرت عیسیٰ کی ایک نسبت سے قابل احترام ہیں جب کہ سیدہ زہرا تین نسبتوں کی بنا پر لائق تعظیم وتکریم ہیں۔

نورِ چشم رحمۃ للعالمین　آں امام اولین وآخرین

پہلی نسبت: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا نور ہیں اور سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اولین وآخرین کا امام ہے۔

بانوئے آں تاجدار ھل اتیٰ　مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا

دوسری نسبت: یہ کہ آپ ھل اتیٰ کے تاجدار یعنی جناب علی المرتضیٰ کی زوجہ مکرمہ ہیں اور

حضرت علی وہ ہیں جو شیر خدا اور مشکل کشا ہیں۔

مادر آں مرکز پرکار عشق　　　مادر آں کاروان سالار عشق

تیسری نسبت:　یہ کہ آپ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں جو عشق و مودت کے پرکار کے مرکز تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بھی والدہ ہیں جو کاروان عشق کے سالار تھے۔

مزرع تسلیم را حاصل بتولؓ　　　مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ

سیدہ زہرہ رضی اللہ عنہا تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور دنیا بھر کی ماؤں کیلئے نمونہ کامل اکمل ہیں۔

آں ادب پروردۂ صبر و رضا　　　آسیا گرداں ولب قرآن سرا

وہ بتولؓ جو کہ ادب گاہ صبر و رضا کی پلی ہوئیت ہیں اپنے ہاتھوں سے چکی پیتیں تھیں اور اُس وقت اُن کے لبوں پر آیات قرآنیہ جاری ہوتی تھیں۔

رشتۂ آئین حق زنجیر پا است　　　پاس فرمانِ جناب مصطفےٰ است

قانون الٰہی کا دھاگہ زنجیر پا بنا ہوا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کا پاس ہے

ورنہ گرد تربتش گردیدمے　　　سجدہ بر خاک او پاشیدمے

اگر ایسا نہ ہوتا تو سیدہ زہرا کی لحد مبارک کے گرد طواف عقیدت کرتا اور آپ کی تربت پاک کی مٹی پر محبت و نیاز کے سجدے نچھاور کرتا۔

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اولاد رسول کی محبت کس درجہ کی تھی۔ خداوند عالم اس سچے عاشق رسول اور محب اولاد علی ؓ و بتول کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

۱۲۔　قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (مکتوبات مجدد الف ثانی) اَلنَّظَرُ اِلٰی

عَلٰی عِبَادَةٍ (اسناد حسن) اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت ابو سعید ؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن ؓ اور حسین ؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ بحوالہ رادہ الترمذی مشکوٰۃ شریف

اَلَا مَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ مَزَارًا مَلٰئِکَةِ الرَّحْمَةِ

جس شخص کی موت آل محمد کی محبت پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اُس کی قبر کو فرشتوں کیلئے زیارت گاہ بنائے گا۔

(تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۳۴ سن طباعت ۱۲۶۴ھ)

آخری دردمندانہ اپیل

اُن لوگوں سے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لعن طعن کو روا رکھتے ہیں اور اُن کو تبرا بازی کا جواز صرف تاریخی روایات پر ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی مخالف اور جھوٹی روایات کو ترک کرنے سے تاریخ ختم ہو جائے گی اگر واقعی ساری تاریخ کی کتب میں قرآن مجید اور صحیح احادیث کے خلاف مواد ہے تو وہ سب مردود ہے اور وہ کوئی اسلامی تاریخ نہیں۔ تو اس قسم کی روایات جو رضاع اور کذاب سبائیوں نے عداوت صحابہ کرام میں وضع کیں ان کی تردید سے باقی تمام تاریخی روایات جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہیں وہ کیوں بے اعتبار اور ردی ہو جائینگی یا جو روایات صحابہ کرام کے مخالفین نے باوجود عداوت کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف و توصیف میں نقل کی ہیں وہ کس وجہ سے ساقط الاعتبار اور مردود ہوں گی۔

قارئین کرام کتاب ہذا کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم نے کوئی حدیث اہل تشیع کی معتبر کتاب سے پیش کر کے اپنے عقیدہ پر بطور حجت ان کے سامنے رکھی تو انہوں نے

یہ کہہ کر ٹال دیا کہ خبر واحد ہے ہم نہیں مانتے کسی حدیث کو یوں ٹال دیا کہ منقطع ہے ہمارے لئے حجت نہیں۔ اسی طرح اہل تشیع نے اپنے عقیدہ پر اہل سنت کی کتابوں سے کوئی حدیث یا روایت پیش کی ہم نے ثابت کر دیا کہ اس روایت یا حدیث کا راوی شیعہ ہے یا جھوٹی حدیثیں وضع کرنیوالا ہے اسماء الرجال کی کتابوں سے جو اُن کے ہاں منقول ہیں۔ تو ایمانداری سے کیسے تاریخی روایات کو آنکھ بند کر کے بلا تحقیق کیسے قابل قبول سمجھے۔ جب احادیث مبارکہ بغیر تحقیق کے تمہارے نزدیک بھی بلند پایہ محقق اور مفکر اسلام ہیں اُن کو بھی یہی تحقیق ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ دعوٰی کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری شریف میں جتنی احادیث درج ہیں اُن کی مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہیے۔ (ترجمان القرآن نومبر ۱۹۵۲)

رسائل و مسائل میں لکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جس محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں۔ مگر ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم نے سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازی دلیل نہیں سمجھتے ---- اس کے ساتھ ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے۔ قرآن کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم ہمیں حاصل ہوا ہے اس کا لحاظ بھی کیا جائے۔

(رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۲۹۰ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں لیکن فن حدیث کی ان کمزوریوں کی بنا پر جن کا میں نے ذکر کیا ہے ہم اس امر کا التزام نہیں کر سکتے کہ محض علم روایت کی بہم پہنچائی ہوئی روایت پر پورا پورا اعتماد کر کے ہر اُس حدیث کو ضروری حدیث رسول تسلیم کر لیں جسے اس علم کی رو سے صحیح قرار دیا گیا ہو۔ (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۲۹۲ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب)

اللہ اللہ! اتنی احتیاط کہ بخاری شریف و دیگر صحیح السند احادیث تک کو آپ بلا تنقید حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماننے کیلئے تیار نہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ ان لوگوں سے جو

تاریخی رطب ویابس اور رسبائی وضاع وکذاب راویوں کی روایات کے بل بوتے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خلفائے ثلثہ بالخصوص حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ایمانداری اور انصاف سے کیسے یہ جائز ہے۔حق تو یہ ہے کہ جس طرح احادیث کو جانچ پڑتال تحقیق وتنقید کے بغیر آپ لوگ قبول کرنے کیلئے تیار نہیں کیا یہی ایمانداری اورانصاف کا تقاضا ہے؟انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اسی طرح تاریخی روایت اوراُن کے راویوں کی جانچ پڑتال کی جائے۔

شبلی نعمانی تاریخی شہادتوں کی شرائط اشتہادلیکن کسی تاریخی شہادت کے مستند ہونے پر آپ کچھ قیود بھی عائد کر سکتے ہیں۔مثلاً یہ کہ اخیر راوی چشم دید گواہ ہو یعنی یہ کہ وہ واقعہ کے وقت مقام واقعہ پر حاضر ہواور خوداس کا بلاواسطہ ذاتی علم حاصل کیا ہو۔وہ راست گفتار ہواس کا حافظہ صحیح اور درست ہو فریبی اور کاذب نہ ہو۔اسی طرح آغاز سلسلہ روایت سے لے کر آخر تک بیچ کا ہر راوی بھی انہی صفات سے متصف ہو۔

(سیر النبی جلد سوم صفحہ ۵۵ علامہ شبلی نعمانی)

واللہ یہ بھی طبری میں ہے کہ اب امام ابن جریر طبری رقم طراز ہیں ان کی حقیقت پسندی ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن سبا صنعا کا مالک یہودی تھا اس کی ماں حبشن تھی وہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں (منافقانہ) اسلام لایا۔پھر مسلمانوں کو شہروں میں گھوم گھوم کر ان کو گمراہ کرنے لگا۔لوگوں سے کہا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت علی خاتم الاوصیاء ہیں۔اس کے بعد کہنے لگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت نہ مانے اور حضرت علی وصی اللہ پر غالب آ کر اُمت کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لے اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟اس کے بعد کہنے لگا کہ حضرت عثمان بن عفان نے خلافت بغیر حق کے لے لی ہے

اور یہ حضرت علی رسول اللہ کے وصی ہیں تم اس معاملے میں اقدام کرو اور اسے حضرت عثمان کو اس منصب سے ہٹا دو اور اس مہم کا آغاز اپنے حکام اور گورنروں پر طعن و اعتراضات سے کرو۔ وابدأوا بالطعن علی امرائکم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مظاہرہ کرو اسی طرح لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو اور ان کو اسی مہم کی طرف بلاؤ پس اُس نے تمام ممالک اسلامیہ میں اپنے داعی اور ایجنٹ پھیلا دیئے اور شہروں میں مفسدہ پردازوں کو ہدایت جاری کیں انہوں نے خفیہ طور پر اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں بظاہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے۔

وجعلوا یکتبون الی الا مصار بکتب یصنعو نها فی عیوب ولا تهم

اور دوسرے شہروں کے لوگوں کو ایسے بناوٹی مکتوبات بھیجتے جو حکام اور گورنروں کے عیوب پر مشتمل ہوتے۔ اور ان کے ہم مسلک بھی اسی قسم کے مصنوعی خطوط لکھتے۔ ان شہروں کے خطوط ان شہروں میں پڑھے جاتے یہاں تک کہ اس قسم کے خطوط مدینہ طیبہ پہنچنے لگے۔

واوسعوا الارض اذاعة اور وسیع پیانے پر سارے ملک میں بڑا پراپیگنڈہ ہونے لگا۔ اور ہر شہر کے لوگ (اس پراپیگنڈہ کا شکار ہو کر کہنے لگے کہ دوسرے لوگ جن حالات و مصائب میں مبتلا ہیں (شکر ہے کہ) ہم ان سے عافیت میں ہیں۔

فیقول اهل کل مصر انا لفی عافیة مما ابتلی بہ هؤلاء مگر اہل مدینہ جن کے پاس ہر طرف سے خطوط آ رہے تھے۔ فقالوا انا لفی عافیة مما فیه الناس کہتے تھے کہ ساری دنیا جن مصائب سے دوچار ہے (خدا کا شکر ہے کہ) ہم ان سے عافیت میں ہیں۔ (طبری جلد سوم صفحہ ۳۷۸)

حالانکہ بفضلہ تعالیٰ ساری مملکت اسلامی میں عافیت تھی اور کہیں بھی کوئی تکلیف و شکایت قطعاً نہ تھی۔

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال کے

معترف ہیں۔ ان کے تفقہ اور وسعت علم کا اعتراف کرتے ہیں ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی نظر میں امام المؤرخین ابن جریر طبری کا مقام:

ابن جریر طبری جن کی جلالت قدر بحیثیت مفسر۔ محدث، فقیہ، اور مؤرخ مسلم علم اور تقویٰ کے لحاظ سے ان کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ ترجمان ستمبر ۶۵، ۶۳

طبری کی روایت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ عہد عثمانی کے گورنروں پر طعن و اعتراضات کی ایجاد کا سہرا ابن سبا یہودی کے سر ہے۔ اور پروپیگنڈہ کے فن کا امام واستاد بھی ابن سبا ہے۔ آج جو لوگ دولت عثمانیہ کے گورنروں کو گوناگوں مطاعن اور اعتراضات کا ہدف بنا رہے ہیں اور اپنے پروپیگنڈہ کے زور پر ان محسنین اُمت کو دنیا میں بدنام کر رہے ہیں۔ وہ لاکھ کوشش کریں ابن سبا اور اس کی پارٹی کے درجہ و مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔

یاد رہے کہ جو کچھ امام المؤرخین طبری نے عبداللہ بن سبا کے متعلق لکھا ہے۔ یہی کچھ کامل فی التاریخ لابن اثیر جلد سوم صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے۔

اور البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید میں لکھا ہوا ہے۔ اور عبداللہ بن سبا یہودی کے عقائد کے بیان میں اہل سنت کی مذکورہ کتب کی تائید شیعہ تواریخ سے بھی ہوتی ہے۔ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۷۰ ذکر خلافت عثمان تاریخ شیعہ

۲۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد سوم مطبوعہ تہران صفحہ ۳۳۸ دوران خلافت عثمان بن عفان

۳۔ ابن سبا کے متعلق لکھتے ہیں۔

كَانَ اَوَّلَ مَنْ اَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ وَاَظْهَرَ الْبَرَآءَةَ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَ كَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ وَ كَفَّرَهُمْ فَمِنْ هُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَنَّ اَصْلَ التَّشَيُّعِ وَالرَّفْضِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ

یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی ﷺ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ مشہور کیا اور حضرت علی ﷺ کے مخالفوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں عوام میں مشہور کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ شیعیت اور رافضیت کی اصل جڑ یہودیت ہے اور یہ مذہب یہودیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ رجال کشی مصنفہ عمر بن العزیز صفحہ ۱۰۱ تذکرۂ عبداللہ بن سبا

۴۔ انوار نعمانیہ مصنفہ نعمت اللہ جزائری صفحہ ۱۹۷

اور کہا گیا کہ یہ اصل میں یہودی تھا پھر مسلمان ہوگیا یہودیت کے دوران حضرت یوشع بن نون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسی قسم کی باتیں کیا کرتا تھا۔ جیسی حضرت علی ﷺ کے متعلق کیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''وجوب امامت'' کا عقیدہ اسی کی اختراع وایجاد ہے۔

۵۔ فرق شیعہ:

حضرت علی ﷺ کے اہل علم ساتھیوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہوگیا اور حضرت علی کی محبت کا عویدار ہوا۔ یہودیت کے دوران موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اسی قسم کی باتیں کرتا تھا۔

(یعنی حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اور وصی تھے) مسلمان ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کے بارے میں وہی باتیں کیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا اور حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور آپ کے مخالفین کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین کہتے ہیں کہ شیعیت کی جڑ یہودیت ہے۔ (کتاب فرق الشیعہ لابی محمد بن موسیٰ النوبختی صفحہ ۲۲ مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف)

قابل توجہ! قارئین کرام! آپ نے مذکورہ سات حوالہ جات دو اہلسنت کے اور پانچ اہل تشیع کے اور ان سے بالصراحت ثابت شدہ امور سے عبداللہ بن سبا کے عقائد کی تصریحات جان لی ہوں گی اور خود کتب شیعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ شیعیت کی جڑ یہودیت ہے اہل سنت و اہل تشیع کے مؤرخین اس امر پر متفق ہیں۔

اور امام المؤرخین طبری جلد سوم صفحہ ۳۷۸ کا حوالہ دوبارہ غور سے پڑھیں۔ تو آپ اس نتیجہ پر ضرور بالضرور پہنچ جائیں گے کہ حضرت علی المرتضٰی ؓ کی امامت کی فرضیت کا دعویدار بن کر خلفائے ثلٰثہ کو ظالم اور غاصب قرار دینے والا اور مملکت اسلامیہ میں پھوٹ ڈالنے والا پہلا شخص دور عثمانی میں عبداللہ بن سبا (منافق) تھا۔ اور یہی آدمی شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا باعث تھا اور حضرت عثمان غنی کے عہد کے اکثر و بیشتر عمال ایسے تھے جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر فاروق اعظم کے مقرر کردہ تھے اور اُن میں چند صحابہ کرام بھی تھے۔ سبائی ایجنٹ دوسرے شہروں کے لوگوں ایسے بناوٹی مکتوبات بھیجتے جو حکام اور گورنروں کے عیوب و نقائص اور بیجا تہمتوں پر مشتمل ہوتے۔

حاصل کلام: اب خلفائے ثلٰثہ پر تبرّا کرنا اور ان کو ظالم اور غاصب کہنا صحابہ کرام پر تبرّا بازی کرنا یہ کس شخص کی پیروی کرنا ہے۔ خدارا سوچو۔ باتفاق شیعہ اور اہلسنت مورخین یہ عبداللہ بن سبا لعنتی کی ایجاد ہے۔

۲۔ خلفاء ثلٰثہ کو خلفائے الراشدین اور بموجب حکم خدا کامل مؤمن اور اعمال صالحہ بجالانے والے ماننا کیونکہ قرآن مجید اور کتب اہل تشیع سے ثابت ہے اور مسئلہ خلافت کی بحث میں حضرت علی المرتضٰی ؓ اور اکابر شیعہ علماء کی زبانی خلفائے ثلٰثہ کو خلفائے الراشدین کہنا ثابت کر چکے ہیں۔ اور حضرت امام حسن پاک کا معاملہ خلافت اور مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر سپرد کرتا ہوں۔

۱۔ پہلی شرط یہ تھی کہ امیر معاویہ ؓ کو مسلمانوں کی ولایت اسی شرط پر سپرد کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے درمیان کتاب اللہ، سنت رسول اور سیرۃ خلفاء الراشدین کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مشاورت کے پابند ہوں گے۔تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خلفائے راشدین ہونا برحق ثابت ہو گیا۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول صفحہ ۵۷۰ مطبوعہ تبریز تذکرہ امام حسن ؓ)

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو فضائل ہم نے لکھے ہیں وہ آیات قرآنی اور احادیث مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ طرفین میں مسلمہ ہیں اس کے بعد امیر المؤمنین امام المتقین حضرت علی المرتضیٰ ؓ اور دیگر ائمہ اہل بیت طیبین الطاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے اقوال مبارکہ اور اکابر علمائے اہل تشیع سے ثابت کیا ہے اب مسلمانوں کے دونوں راستے ہیں اور ان کی نشاندہی کر دی ہے۔اب ہر شخص اپنی صوابدید سے درست راستہ اختیار کر سکتا ہے۔ہم نے حقیقت حق کو ظاہر کر دیا ہے ہمیں واثق یقین ہے کہ ان مبارک ہستیوں کیساتھ محبت وعقیدت کا سچا دم بھرنے والے جو کہ ہر مؤمن کا سرمایۂ ایمان ہے ہماری پیش کردہ روایات سر آنکھوں پر رکھیں گے اور حرز جان بنالیں گے۔دعا ہے کہ اللہ پاک ان پاکیزہ ہستیوں کے طفیل حق بات سمجھنے اور اس پر چلنے اور تادم زیست اُس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ: اس کتاب میں درج شدہ حوالہ جات میں سے ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے والے کو یک صد روپے انعام دیا جائے گا۔مگر وہی حوالہ ہم نے اگر ان کی کتاب سے دکھا دیا تو معترض کو دو صد روپیہ ہمیں دینا ہوں گے۔

کتب اہلسنت و جماعت

نمبر شمار	نام کتاب
1	سیرت ابن ہشام
2	طبقات ابن سعد
3	الاستیعاب
4	تفہیم القرآن
5	فتاوی مہریہ
6	فتاوی افریقیہ
7	مسلم شریف
8	بخاری شریف
9	مشکوۃ شریف
10	کشف المحجوب
11	مکتوبات مجدد الف ثانی
12	تکمیل الایمان
13	ترمذی شریف

14 تفسیر حسینی

15 البدایہ والنہایہ

16 تاریخ الاصابہ

17 فتوحات مکیہ

18 لسان المیزان

19 قانون الموضوعات

20 ازالۃ الخفاء

21 سیرت النبی ﷺ

22 رسائل ومسائل

کتب اہل تشیع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	مجمع البیان	علامہ نوری طبرسی
2	اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی
3	استبصار	شیخ الطائفہ ابی جعفر طوسی
4	من لایحضرہ الفقیہ	محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی
5	تہذیب طبری الاحکام	شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی
6	فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی
7	مرأۃ العقول	رئیس المفسرین عبد
8	مناقب آل ابی طالب	ابن شہر آشوب
9	التنبیہ والاشرف للمسعودی	
10	حیات القلوب	ملا محمد باقر مجلسی
11	منتخب التواریخ	محمد ہاشم الخراسانی
12	منتھی الامال	الحاج شیخ قمی
13	صحیفہ علویہ	سید مرتضیٰ حسن لکھنوی

14	صحیفہ کاملہ	سید قائم رضا امروہی
15	ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی
16	احتجاج طبرسی	شیخ ابو احمد بن علی طبرسی
17	تفسیر صافی	ملا خلیل قزوینی
18	منہج الصادقین	ملا فتح علی کاشانی
19	شرح نہج البلاغۃ	ابن میثم
20	شرح نہج البلاغۃ	ابن حدید
21	انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری
22	امالی صدوق	
23	جلاء العیون	محمد باقر مجلسی
24	علل الشرائع	
25	اکلوتی بیٹی	قاضی سعید الرحمٰن
26	روضۃ الصفاء	
27	بحار الانوار	محمد باقر مجلسی
28	قرآن مجید	ترجمہ مقبول
29	قرآن مجید	مترجم فرمان علی
30	عمدۃ البیان	
31	قرب الاسناد لابی العباس	عبد اللہ بن جعفر
32	شرح نہج البلاغۃ	فیض الاسلام سید علی نقی
33	نہج البلاغۃ خطبات حضرت علیؓ	

54	نفس الرحمان فی فضائل سلیمان	
55	حلیۃ الابرار	
56	تاریخ تہذیب الحسین فی تاریخ امیر المومنین	
57	موعظہ تقیہ	سید علی الحائری
58	گناہان کبیرہ	سید محمد علی حسینی کراچی

34	کتابچہ سرورکائنات	امامیہ مشن لاہور
35	تنقیح المقال	علامہ مامقانی
36	بصائرالدرجات	
37	حملہ حیدری	مرزاباذل
38	غزوات حیدری	سید محسن علی شاہ
39	درالغدر شریف برحاشیہ مقبول	مرتضیٰ علی
40	الارشاد	للشیخ مفید
41	حق الیقین	محمد باقرمجلسی
42	جامع الرواۃ	محمد بن علی الاردبیلی
43	رجال العلامہ الحلی	الحسن بن یوسف
44	تفسیرفرات کوفی	علامہ فرات
45	رجال کشی	عمر بن عبدالعزیز الکشی
46	مجالس المومنین	نوراللہ شوشتری
47	خلافت قرآنی	علامہ السید الحائری
48	المیزان فی تفسیرالقرآن	سید محمد حسین طباطبائی
49	احقاق الحق	نوراللہ شوشتری
50	درۃ النجفیہ	شرح نہج البلاغۃ
51	تنزیہہ الانبیاء والائمہ	علم الھدیٰ سید مرتضیٰ
52	فصل الخطاب فی اثبات تحریف	علامہ حسین بن علی تقی نوری طبرسی
53	تلخیص الشافی	محقق طوسی